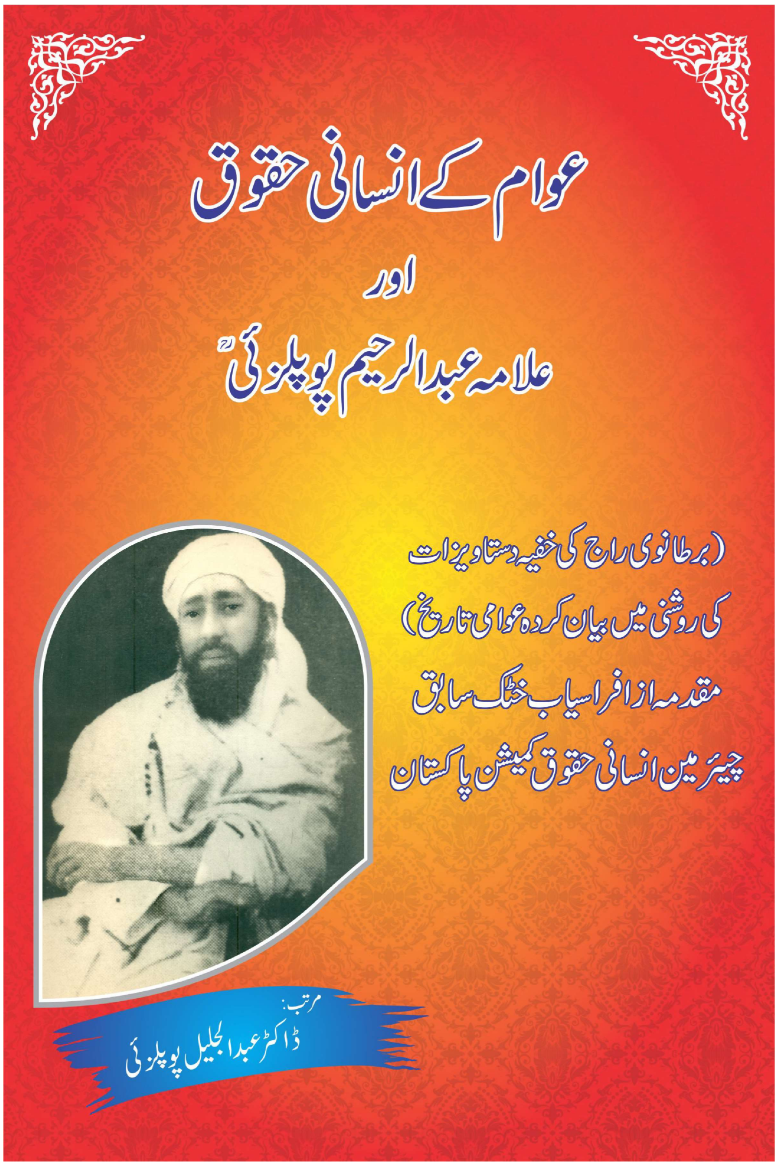

عوام کے انسانی حقوق
اور
علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ
(برطانوی راج کی خفیہ دستاویزات
کی روشنی میں بیان کردہ عوامی تاریخ)
مقدمہ از افراسیاب خٹک سابق
چیئرمین انسانی حقوق کمیشن پاکستان
مرتب:
ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی

عوام کے انسانی حقوق

اور

علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ

(برطانوی راج کی خفیہ دستاویزات
کی روشنی میں بیان کردہ عوامی تاریخ)

مقدمہ از افراسیاب خٹک سابق
چیئرمین انسانی حقوق کمیشن پاکستان

مرتب:
ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی

عوام کے انسانی حقوق

اور

علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ

(برطانوی راج کی خفیہ دستاویزات کی روشنی میں
بیان کردہ عوامی تاریخ)
مقدمہ ازافراسیاب خٹک سابق چیئر مین
انسانی حقوق کمیشن پاکستان

ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی



"امامِ حرّیت مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ"

انتساب!

اُن تمام گمنام اسیروں، شہیدوں اور کارکنوں کے نام
جنہوں نے دوسروں کے حقوق اور خوشحالی کے لئے اپنی
اور اپنے اہل خانہ کی پوری زندگیاں اجاڑ دی تھیں۔ اسکے
باوجود آج انہیں فراموش کر دیا گیا ہے۔

دادد ے صیاد کچھ تو حریت کا راگ ہم
عمر بھر زنجیر کی جھنکار پر گاتے رہے۔
عبدالرحیم پوپلزئیؒ

فہرست مضامین

ابتدائیہ

انگریزوں کے خفیہ سرکاری ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ مفاد خصوصی رکھنے والے حلقے سابق صوبہ سرحد کی اصل عوامی تاریخ کو مسخ کر کے پیش کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔ مثلاً آج بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ تحریک آزادی ۱۹۳۰ء کا مشہور سانحہ قصہ خوانی دراصل انسانی حقوق اور شہری آزادیوں کی جدوجہد کا پہلا معرکہ تھا۔ جو صوبہ سرحد میں رائج غیر انسانی امتیازی قوانین اور آزادی رائے کے علمبردار اخبارات پر پابندیوں کے خلاف لڑا گیا تھا۔ اس میں غازی امان اللہ خان کی ترقی پسند اور روشن خیال حکومت کے حق میں عوامی جذبات کا بڑا دخل تھا۔ سالٹ ایکٹ اور ساردھا ایکٹ کے خلاف جذبات اور نعرے ضمنی طور پر اس میں شامل ہو گئے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ معرکہ قصہ خوانی کی بجائے ڈانڈی میں لڑا جاتا جہاں سالٹ ایکٹ کے خلاف خود مہاتما گاندھی ستیہ گرہ کر رہے تھے۔ علاوہ ازیں علامہ پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں نے 1933 میں "انجمن خدام انسانیت" کے نام سے پہلی رضا کار تنظیم قائم کر کے سوشل ویلفیئر کا کام بھی شروع کر رکھا تھا۔ اس تنظیم کا آرگن اخبار "اقدام" تھا۔

انقلابی جدوجہد آزادی کے مختلف معرکوں پر متعدد کتابیں پیش کی جا چکی ہیں۔ لیکن تحریک آزادی کا وہ دور جو اس کتاب میں مذکور ہے اس لحاظ سے ایک بھرپور اور منفرد سیاسی روداد ہے کہ یہ پورے ملک میں شروع ہونے والی تحریک کے ایک نئے باب کی نشاندھی کرتا ہے کہ جس کے نتیجے میں سترہ اٹھارہ سال ہی میں ملک سے برطانوی سامراج کے براہ راست تسلط کا خاتمہ ہوا۔

اس میں کسی کو کلام نہیں کہ جدوجہد کے اس مرحلے کے اختتام پر صرف سیاسی آزادی کے حصول میں کامیابی حاصل ہوئی اور انگریز کا اقتصادی نظام اپنی جگہ قائم رہ گیا۔ ظاہر ہے عام طور پر جتنی آزادی مانگی گئی تھی اتنی ہی ملنی تھی۔ لیکن مفتی سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی تحریک حریت کے مطالعے سے معلوم ہوگا کہ انہوں نے سیاسی جدوجہد کا اصل ہدف صرف اتنی آزادی کبھی نہیں رکھا تھا بلکہ ان کی جدوجہد غیروں کے براہ راست اور بالواسطہ تسلط کو اس کے سرمایہ دارانہ، جاگیردارانہ نظام سمیت رخصت کرنے کیلئے تھی۔ کیونکہ اپنے سرمایہ دارانہ نظام کے سہارے ہی تو سامراج ملک کی عام آبادی کا خون نچوڑتا تھا۔ اقتصادی آزادی اور خودمختاری کے ساتھ ساتھ عبدالرحیم پوپلزئی اشتراکی نظام میں جمہوریت اور اخلاقی اقدار (مذہب) کے اضافے پر زور دیتے تھے۔ ان کی پیشین گوئی تھی کہ ان دو

شرائط کے بغیر اشتراکیت اپنی تباہی کا سامان کرے گی۔(بحوالہ کتاب مولانا عبدالرحیم پوپلزئی از عمر فاروق خان صفحہ نمبر 57) علاوہ ازیں ان کے یہ افکار تحریری ریکارڈ میں محفوظ ہیں کہ جدید اشتراکی سو سائٹی میں ایسی اصلاحات کرنے کی ضرورت ہے جن سے یہ ایسی جمہوری مرکزیت بن سکے جو لامرکزیت کے مترادف ہو یعنی وہ اس زمانے میں decentralization اور Deregulation کا تصور پیش کرتے تھے اور اسلامی معاشرے اور اداروں سے اسکی مثالیں بھی دیا کرتے تھے (مولانا عبدالرحیم پوپلزئی صفحہ نمبر 58) اس طرح کا فکری نظام پیش کرتے وقت وہ ہمیشہ حضرت شاہ ولی اللہ کا فلسفہ پیش نظر رکھتے تھے۔ درحقیقت یہ افکار انہوں نے ولی اللہی فلسفہ ہی سے اس طرح اخذ کیئے تھے کہ وہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے لئے بھی جدید سیاسی اصطلاحات کے حوالے سے قابل قبول ہو جائیں۔اس طرح وہ کچلے ہوئے طبقات کی حقیقی آزادی کے علمبردار تھے اور چونکہ اس وقت سب سے زیادہ مسلمان ہی کچلے ہوئے (Downtrodden) تھے اس لئے تمام مذاہب کے لوگوں کی اس مشترکہ جدوجہد سے مسلمانوں کو سب سے زیادہ فائدہ مل سکتا تھا۔ وہ آزاد ہو کر بھی پاکستانی نواب، سر اور خان بہادروں کے زیر نگین اور ہندوستانی ٹاٹاؤں اور برلاؤں کے پٹیل نواز گروپ کے غلام نہ بنتے۔اوران کی آزادی آقاؤں کی تبدیلی نہ ہوتی بلکہ صحیح معنوں میں آزادی ہوتی۔لیکن اس وقت جذباتی نعروں کی فضاء میں کون تھا جو اس دور اندیشی کا ادراک کرتا جس کی ضرورت آج پہلے سے زیادہ ہے۔آج کسی کو اس بات کا احساس نہیں رہا کہ صرف سیاسی آزادی کو اپنا پروگرام قرار دینے والی سیاسی جماعتوں کے باقی رہنے کا کوئی جواز ۱۹۴۷ء کے بعد نہیں رہا۔اور جن کا جواز موجود ہے ان کا وجود نہ رہا۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے تلمیذ رشید سید امیر شاہ قادریؒ، ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے تھے کہ خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ خان المشرقی وزیر باغ میں خاکساروں کے کیمپ کے معائنے کیلئے پشاور آئے تو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے ان سے کہا کہ کیا آپ کی اتنی منظم عسکری پارٹی کا پروگرام بھی اتنا ہی دور رس ہے یا دوسری تمام پارٹیوں کی طرح آپ بھی محض سیاسی آزادی تک ہی جدوجہد کرینگے۔آپ کا پروگرام کیا ہے؟ اس پر علامہ مشرقی نے جواب دیا کہ مولانا صاحب جب ڈاکٹر کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو مریض اس سے کبھی یہ نہیں پوچھتا کہ یہ دوا کیوں دے رہے ہو فلاں دوا کیوں نہیں دیتے۔ یہ سن کر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے وہ الفاظ کہے جو بعد میں ثابت ہو کر رہے۔آپ

نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے علامہ مشرقی کے بارے میں کہا کہ "یہ ایک دن خود اپنی پارٹی کو ختم کر دیں گے"۔

30 جون 1947ء کو علامہ مشرقی نے اعلان کر دیا کہ خاکسار تین لاکھ کی تعداد میں دہلی کیمپ میں جمع ہو جائیں اگر یہ تعداد پوری نہ ہو سکی تو یہ تحریک ختم تصور ہوگی۔ خاکساروں نے دور دور سے پہنچنے کی بہت کوشش کی لیکن نو من کا تیل نہ تھا۔ تحریک خود علامہ مشرقی کے اعلان کے مطابق ختم ہوگئی۔ (بحوالہ رسالہ "انقلاب" مورخہ 2 جولائی 1947ء)۔ اسکے باوجود جب سیاسی آزادی حاصل ہوگئی تو اتنی بڑی عسکری جماعت علامہ مشرقی کیلئے ایک عذاب بن چکی تھی جس کا سیاسی آزادی کے بعد کوئی اگلا پروگرام ہی نہیں تھا۔ قائداعظم پر حملہ ہو یا ڈاکٹر خان صاحب کا قتل، دہشت گردی کا الزام خاکساروں پر ضرور لگایا جاتا۔ چنانچہ "آزادی" کے بعد علامہ مشرقی کو بہت زیادہ مصائب برداشت کرنا پڑے۔

اس کتاب کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ علامہ عبدالرحیم صاحب اور ان کے دیگر مسلمان ساتھیوں کا جنگ آزادی میں حصہ لینا جہاں انگریزوں کے نافذ کردہ قوانین کی مخالفت کے مذہبی حوالے سے تھا وہاں اس میں مسلمانوں کی بالخصوص اور عام باشندگان وطن کی بالعموم اقتصادی غلامی سے آزادی کی امنگوں پر مبنی جذبہ بھی نمایاں طور پر کارفرما تھا۔

چنانچہ عبدالرحیم پوپلزئی کی سیاسی زندگی کا ایک دور وہ تھا جو تحریک شاہ ولی اللہ اور اس کے بعد خلافت کی مذہبی تحریک کے تحت سامراج دشمنی سے عبارت تھا۔ اور جس میں تحریک خلافت کے پرچم تلے مسلمانوں کے ساتھ ہندوؤں نے بھی مل کر سیاسی جدوجہد کرنے کا تجربہ حاصل کیا اور پھر مختلف تحریکوں میں ہندو، سکھ اور مسلمان مشترکہ نظم ونسق کے تحت لڑتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ سرکاری ریکارڈ کی دستاویزات کے مطابق تحریک خلافت کے تحت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور دیگر مسلمان اکابرین کی غازی امان اللہ خان کی حمایت میں چلائی جانے والی تحریک بھی ۱۹۳۰ء کے معرکہ آزادی کا ایک سبب تھی۔ چنانچہ ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر 64 فائل نمبر شمار 1775 صفحہ نمبر 9 اور بستہ 64 فائل نمبر شمار 1776 صفحہ نمبر 3 میں ڈپٹی کمشنر پشاور کی طرف سے سیکرٹری چیف کمشنر کو صوبہ سرحد میں ہونے والی گڑبڑ کی وجوہات پر ایک یادداشت نمبر 776-ST مورخہ 1930ء میں کہا گیا ہے کہ اس سلسلے میں "1929ء کے دوران امان اللہ خان کے حق میں تحریک اور افغانستان کی صورت حال کو نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ اس نے حکومت کے خلاف مسلمانوں کے جذبات کو انتہائی حد تک ابھارنے اور مستحکم کرنے میں

مدددی۔ یہاں تک کہ صوبے میں موجود جدید فکر کا مسلمان طبقہ بھی اس نظریے سے نہ بچ سکا کہ حکومت کسی نہ کسی طرح امان اللہ خان کو معزول کرنے میں ملوث تھی۔ جہاں تک میرا خیال ہے اس خیال نے مقامی روشن خیال خلافتیوں کو کانگرس کے ہتھے چڑھنے میں بڑی مدددی"۔

دراصل ریشمی رومال تحریک کی ناکامی کے باوجود مسلمان اکابرین خصوصاً علماء کرام برابر اس بات کے آرزومند رہے کہ افغانستان میں کسی ایسے حکمران کا نظم ونسق مستحکم ہو جو سامراج دشمن ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمانوں کی تحریک آزادی کے لئے بھی امید کا باعث بن سکے۔ امان اللہ خان 1919ء میں انگریزوں کے خلاف لڑکر مسلمانوں کی نظر میں غازی کا مرتبہ حاصل کر چکا تھا اور وہ اس کے خلاف انگریزوں کے حاشیہ بردار حلقوں کے اس پروپیگنڈے کو عام طور پر مسترد کرتے تھے کہ غازی امان اللہ خان اپنے اسلامی عقیدے سے پھر گیا ہے۔ اور وہ غیر اسلامی اصلاحات نافذ کرنا چاہتا ہے۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ غازی امان اللہ خان ان کا زبردست معتقد تھا اور اس کے ساتھ ان کے گہرے تعلقات تھے۔ اس سلسلے میں جہاں تک ریکارڈ موجود ہے تو اسکی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا رابطہ غازی امان اللہ خان سے رہا تھا اور وہ اس کی سامراج دشمنی کے باعث اس کی حمایت کو مذہبی تقاضا سمجھتے تھے۔ (یہ بات قابل ذکر ہے کہ 1924ء میں مصطفےٰ کمال اتاترک کی طرف سے خلافت ختم کرنے کے اعلان کے باوجود ہندوستان میں تحریک خلافت کو آزادی کی تحریک کے طور پر زندہ رکھا گیا تھا)۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی ذاتی ڈائری میں 1928ء کی ایک یادداشت عربی زبان میں اس طرح لکھی ہوئی ہے کہ شیخ حمزہ ابوالجود بن ابوبکر ابوالجود انصاری جو کہ مسجد نبویؐ کے امام اور خطیب ہیں اور باب السلام ثقیفۃ الرصاص میں رہتے ہیں وہ اور ان کے بھائی 10 صفر 1346 ھجری کو میرے پاس آکر ٹھہرے۔ ان کے ساتھ ان کا خادم بھی تھا جس کا نام جوہر تھا۔ وہ میرے یہاں سات دن تک رہے۔ اور پھر کابل گئے۔ (۱۷صفر المظفر ۱۳۴۶ھ)

عبدالرحیم پوپلزئی کے ایک سوانح نگار رام سرن نگینہ کے مطابق انہوں نے تین دفعہ افغانستان کا دورہ کیا تھا۔ جن میں سے ایک دفعہ امیر امان اللہ خان کی دعوت پر تشریف لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے ایک شاگرد رشید اور پشاور کے مشہور روحانی پیشوا سید امیر شاہ قادری نے اپنی کتاب تذکرہ علماء و مشائخ سرحد میں بھی لکھا ہے کہ حضرت اپنی زندگی میں تین مرتبہ افغانستان تشریف لے گئے۔ ایک بار غازی امان اللہ خان کی دعوت پر افغانستان کی سیاحت کا موقع ملا۔

دوسری بار مولانا عبیداللہ سندھی کی فرمائش پر انقلابی کام کی انجام دہی کے سلسلہ میں آپ کو افغانستان جانا پڑا۔ تیسری بار خاص حالات کے پیش نظر قندھار کی حدود میں قدم رکھا۔

ان شواہد کے علاوہ ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خفیہ پولیس صوبہ سرحد کے خلاصہ جلد xxx1 پیرا نمبر 508 بابت سال 1935ء میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے سفر حج کے زمانے سے متعلق 29 اپریل 1935 کے اخبارات پرتاب لاہور، اور فرنٹیئر ایڈوکیٹ پشاور کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ غازی امان اللہ خان کے ساتھ قسطنطنیہ (ترکی) گئے اور دونوں اکٹھے یورپ بھی جائیں گے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نجی محفل میں اپنے سفر حج کا ذکر کرتے ہوئے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں نے غازی امان اللہ خان کو ارض مقدس کے فرش پر اپنے سر کے بالوں سے جھاڑو دیتے ہوئے اور روتے ہوئے بھی دیکھا۔

صرف افغانستان کی حد تک اسلامی خلافت کے روابط تک ہی موقوف نہیں۔ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 81 فائل نمبر 1463 لائبریری محکمہ دستاویزات میں موجود علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی کون کیا ہے (Who's Who) فائل کے مطابق پہلی بار آپ اسلامیہ خفیہ سوسائٹی کی ترکی، وسطی ایشیاء اور ہندوستان میں موجود تنظیموں سے روابط رکھنے کی بنا پر ہی حکومت کے زیر عتاب آ گئے تھے۔ لیکن اسلام کو وہ ترقی پسند مذہب قرار دیتے تھے اور لوگوں کو جمود پسندی اور کاہلی سے روکتے تھے۔ تاہم اسلامی اخلاقیات کی پابندی کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے۔ اس دور کا ایک مشہور واقعہ میرٹھ سازش کیس بھی تھا۔ جب 20 مارچ 1929ء کو پولیس نے بمبئی، پنجاب اور یوپی میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ 121 کے تحت 31 سے زائد افراد کو گرفتار کر لیا۔ ان میں ڈانگے، گھاڑے، مراج کار، شوکت عثمانی، بیکانیری، بریڈلے، سپرائیٹ، لسٹر، ہچون، مظفر احمد کاکا اور میر مجید لاہوری وغیرہ شامل تھے۔ صوبہ سرحد میں میرٹھ سازش کیس کے اسیروں کے دفاع کے سلسلے میں ایک ڈیفنس کمیٹی بنائی گئی جس کے ارکان یہ تھے۔

۱)	علامہ عبدالرحیم پوپلزئی	صدر
۲)	نکودیوی	رکن
۳)	ملک میاں محمد	رکن
۴)	دیوان روشن لعل	رکن
۵)	ملک دلاور خان	رکن

میرٹھ سازش کیس مسلسل پانچ سال چلتا رہا۔ ہندوستان کے چوٹی کے وکیلوں نے اس مقدمے کی پیروی کی جن میں موتی لال نہرو، پنڈت جواہر لال نہرو، سرتیج بہادر، سروجنی نائیڈو، ڈاکٹر انصاری اور مہاتما گاندھی شامل تھے۔ یہ عدالت میرٹھ شہر میں گارڈن ہاوس کے مقام پر لگائی گئی تھی۔ 16 جنوری 1933ء کو اس مقدمے کا فیصلہ سنایا گیا اور مختلف اسیروں کو 4 سال سے 12 سال تک کی قید با مشقت سزا سنائی گئی۔ بعد میں اپیل کے بعد سزاؤں میں کچھ کمی بھی ہوئی۔

برطانوی حکومت غازی امان اللہ خان کے خلاف تحریک کو معرکہ آزادی 1930ء کا ذمہ دار سمجھنے کے علاوہ علامہ یوپلزئی کی نوجوان تحریک کے اخبارات کو بھی اس معرکہ کا ذمہ دار گردانتی تھی چنانچہ ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 64 فائل نمبر 1775 لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں معرکہ قصہ خوانی کے بارے میں آئی جی پی مسٹر آئس مونگر کے تحریری بیان میں جو صفحہ 24 سے 31 تک مذکور ہے، کہا گیا ہے کہ " پشاور کی نوجوان سبھا نے پھر اپنے اخبارات نکالنا شروع کر دیئے جو پنجاب کے اخبارات کی طرز پر ہوتے تھے اور اپنے اصولوں کے اعتبار سے ان سے کچھ کم تشدد انگیز نہ تھے۔ ان پر پابندی سے احکامات نظر انداز کرنے کی کوششوں اور پہلے کے مقابلے میں زیادہ مخالفانہ مواد چھاپنے کی حرکتوں کو ہوا ملی۔ اس طرح حکام کے خلاف مزاحمت کی لہر ابھری اور تیزی سے پھیلتی چلی گئی"۔

(پشاور اور دیگر اضلاع سرحد میں گڑبڑ کی وجوہات۔ از آئی جی پی)

علاوہ ازیں حکومت صوبہ سرحد کی طرف سے جاری کئے جانے والے سرکاری کمیونیک میں بھی 1930ء کی جنگ آزادی کے سلسلے میں کانگرس کے ساتھ اس نوجوان تحریک کو اصل ذمہ دار ٹھہرایا گیا جس کے قائد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی تھے۔ چنانچہ سرکاری کمیونیک میں جو رائے بہادر دیوان چند اوبرائے کی " کتاب شمال مغربی سرحد صوبے کا ارتقاء" میں چھپ چکا ہے کہا گیا ہے کہ " گزشتہ سات ماہ سے کانگرس اور نوجوان بھارت سبھا کے کارکن صوبہ سرحد میں بے چینی پھیلانے کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ ان کی بے چینی اور ہنگامہ آرائی کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو ملک میں سول نافرمانی کی تحریک کی موجودگی اور دوسرے مقامی مطالبات اور شکایات"

آگے چل کر اس کمیونیک میں نوجوان تحریک کو ہی مورد الزام ٹھہراتے ہوئے کہا گیا ہے کہ " مذہبی جذبات کو اُبھارنے کے ساتھ ساتھ نوجوان بھارت سبھا کے کارکن ضلع پشاور کے سادہ لوح دیہاتیوں میں اشتمالی نظریات کی اشاعت میں بھی سرگرم ہیں۔ ضلع کے عوام کو ان سیاسی ایجی ٹیڑوں کے

ہتھکنڈوں سے بچانے کی غرض سے 22 اپریل 1930ء کو مقامی حکومت نے یہ فیصلہ کیا کہ کانگرس اور نوجوان بھارت سبھا کے ان تخریب پسند لیڈروں کو گرفتار کر لیا جائے جنہوں نے ایک نام نہاد "وار کونسل" بنا کر سول نافرمانی کی تحریک چلانے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ سرکاری کمیونیک کے آخر میں کہا گیا تھا کہ ''حکومت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو کر کانگرس اور نوجوان بھارت سبھا کی تنظیموں نے اس بات کو فراموش کر دیا تھا کہ سرحدی علاقوں میں بدامنی پھیلانے والی ان کی ناکام اور مجرمانہ کوششوں سے ملک کے دوسرے حصوں پر کتنا برا اثر پڑ سکتا ہے نیز یہ کہ انہوں نے مسلمانوں کو بھڑکا کر انہیں ان کی مرضی کے خلاف استعمال کیا ہے''۔

(صوبہ سرحد کا ارتقا صفحہ 153 مطبوعہ سال 1983ء)

23 اپریل 1930 کے سانحے کے تقریباً ایک ماہ بعد یعنی 31 مئی 1930 کو بازار کلاں کا خونی سانحہ پیش آیا جس میں اہل پشاور پر انگریزی فوج نے پھر گولی چلائی اور متعدد افراد کو ہلاک کر دیا۔ اس سانحے کی ابتداء بھی قصہ خوانی میں ہوئی تھی جب ڈیری فارم کے سپرنٹنڈنٹ، ایک قومی کارکن سردار گنگا سنگھ اپنی بیوی اور دو نو عمر بچوں کے ساتھ ٹانگے میں سوار ہو کر صدر سے شہر کی طرف آ رہے تھے۔ جب قصہ خوانی بازار کے قریب کابلی گیٹ کے اندر پہنچے تو کابلی تھانے کے سامنے ٹاون ہال سے (جہاں اب میونسپل پلازہ بن چکا ہے) ایک گورے نے نشے کی حالت میں ان پر گولی چلا دی۔ گولی سردار گنگا سنگھ کی بیوی کو لگی اور اس کے سینے سے آر پار ہو کر اس کی گود میں دودھ پیتے بچے کو چھلنی کرتی ہوئی اس کی چار سالہ بچی کو لگی جس سے دونوں بچے موقع پر ہی ہلاک ہو گئے۔ عوام پہلے ہی سانحہ قصہ خوانی سے برہم تھے، اس تازہ واقعے کے بعد آن کی آن میں دکانیں بند ہو گئیں اور لوگ ایک جم غفیر کی صورت میں قصہ خوانی میں جمع ہو گئے۔ پولیس پہلے تو دونوں بچوں کی لاشیں اٹھا کر تھانے کے اندر لے گئی لیکن بعد میں مشتعل لوگوں کو اس شرط پر لاشیں واپس کیں کہ وہ قصہ خوانی اور کچہری گیٹ کے راستے جی ٹی روڈ کی طرف لے جا کر پنج تیرتھ میں واقع شمشان بھومی پہنچا کر انہیں نذر آتش کر دیں۔

قصہ مختصر جب ہجوم بڑھا تو ایک احتجاجی جلوس کی شکل اختیار کر گیا جس کی قیادت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اسیر فرنگ کے والد مفتی سرحد مولانا عبدالحکیم پوپلزئی
حکیم عبدالجلیل ندوی اور عبدالرحمٰن عرف سلیم بارڈ روالا کر رہے تھے لیکن کسی نے آج تک یہ حقیقت تحریر نہ کی کہ تحریک خلافت کے قائد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی بھی اس جلوس میں شامل تھے حالانکہ اس کا ذکر سپیشل

برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 52 کی فائل 859 کے صفحہ نمبر 201 پر محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد کی لائبریری ریکارڈ میں موجود ہے۔

یہ جلوس قصہ خوانی، چوک یادگار، کریم پورہ، شادی پیر، علامہ عبدالرحیم پوپلزئی روڈ۔ گنج۔ سید ضیاء جعفری روڈ اور آخر میں بازار کلاں پہنچا تو وہاں اس پر گولی چلائی گئی اور گیارہ کے قریب شہری ہلاک کر دیئے گئے۔ بیس سے زائد زخمی ہوئے۔ ہلاک ہونے والوں میں چمن لعل ڈھینگرہ نامی ہندو نوجوان بھی شامل تھے۔ چمن لعل کی لاش اس کے گھر رام پورہ پہنچائی گئی۔ ڈاکٹر گنگا سنگھ کے بچوں کی لاشیں پنج تیرتھ لے جا کر نذر آتش کی گئیں۔

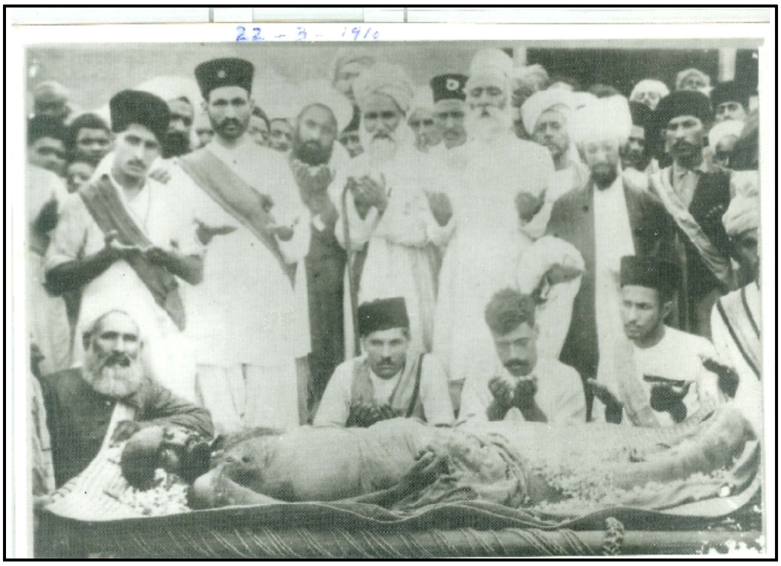
1931ء میں جب گاندھی ارون سمجھوتے کے تحت تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کے اعلان کے بعد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی رہا کیے گئے تو انہیں اسی سال ایک اور مقدمے میں ماخوذ کر کے ایک سال قید بامشقت دیکر پھر جیل بھیج دیا گیا اور سزا مکمل ہونے کے باوجود وہ 1933ء تک زندان میں رکھے گئے۔ جب آپ کے والد جو آپ کے غم فراق میں اندر ہی اندر گھل رہے تھے، 10 مئی 1933ء کو بالآخر انتقال فرما گئے، تو ان کی تدفین کے بعد اگلے دن عبدالرحیم پوپلزئی کو رہائی نصیب ہوئی۔ لیکن ساتھ ہی ظلم کے نئے ضابطوں کے تحت آپ کو پھر پابند مسکن کر دیا گیا اور نظر بندی کی قید کا نیا دور شروع ہو گیا۔ یہ تمام تفصیلات اور عبدالرحیم پوپلزئی کی منفرد جدوجہد عوام کی آزادی کی تحریک کا ایک تاریخی سنگ میل ہے اور زیر نظر کتاب میں خفیہ تاریخی دستاویزات اور اخبارات و رسائل کے انکشافات کے حوالے سے اس تاریخ کی

نقاب کشائی کی کوشش کی گئی ہے جس کو تقریباً چھپا کر رکھ دیا گیا تھا۔ اور جب کبھی اس دور کے واقعات لکھے گئے تو مورخ کا قلم انجانے ہاتھوں نے روک دیا۔ امید ہے کہ اس روداد کے مطالعے سے تاریخ کے طالب علم کو قدم قدم پر حیرت و استعجاب کے ایسے مقامات ملیں گے جن کو پڑھ کو وہ اس موضوع پر اب تک سنائے جانے والے مروجہ نظریات اور واقعات کا جائزہ لے سکے گا۔

اس بات سے انکار نہیں کہ یہ کتاب علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی جدو جہد کے اس زمانے کو سامنے لانے کے مقصد کے تحت لکھی گئی، لیکن اس میں کوشش کی گئی ہے کہ اس شخصیت کی جدو جہد اپنے معاصرین اور وقت کے تاریخی پس منظر کے ساتھ سامنے آجائے، اس کے باوجود اس دستاویزی داستان حریت میں قارئین کی طرف سے کچھ اضافوں، ترامیم یا اختصار کی تجاویز کو خارج از امکان نہیں سمجھا جا

سکتا۔

ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی
نبیرہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی
کوچہ مفتی عبدالحکیم پوپلزئی
علامہ عبدالرحیم پوپلزئی روڈ۔ لاہوری گیٹ
پشاور شہر



علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور دوسرے مسلم اکابرین 21 مارچ 1910ء کو شہید ہونے والے مسلمان جانی بہشتی کیلئے دُعا کررہے ہیں۔ تصویر میں حکیم قطب عالم اور یوسف علی خان بلوچ بھی نظر آرہے ہیں۔

مقدمہ

انسانی حقوق۔تحریک آزادی کا نا تمام ایجنڈا

انسانی حقوق کی تحریک کو محض ایک مغربی مظہر سمجھنے کا رجحان ہمارے ہاں کافی بڑے پیمانے پر پایا جاتا ہے۔ ویسے تو اس کی بہت ساری وجوہات ہیں۔لیکن ایک بڑی وجہ شاید یہ ہے کہ مشرقی معاشرے مخصوص تاریخی حالات کی وجہ سے سولہویں اور سترویں صدی میں احیائے علوم کی تحریک سے کٹے رہے۔ یہی وہ تحریک ہے جس کے بل بوتے پر مغربی معاشروں کو تاریخی ترقی کے عمل میں آگے کی جانب زقند لگانے کا موقع ملا۔ اس کے بعد دنیا میں قائم ہونے والے طاقت کے توازن میں مغربی استعماری طاقتوں نے مشرقی ممالک کو نو آبادیاتی غلامی میں جکڑ دیا۔ اس ساری اتھل پتھل کے نتیجے میں خود اعتمادی سے محروم مشرقی اقوام تاریخی ارتقاء اور ترقی کے عمل کو معروضی طور پر دیکھنے کے قابل نہیں رہیں اور بعض صورتوں میں تو انہوں نے جدید پیش رفت کو ایک دم رد کر کے قدیم ماضی کے احیاء کی ناکام کوششیں کیں۔لیکن جدید علوم، جدید قومی ریاست اور جدید جمہوری، سیاسی اور سماجی ڈھانچوں کے قیام میں مغرب کی پیش رفت نے مشرق میں عام طور پر ایک منفی ردعمل کو جنم دیا جس کے باعث انہوں نے نئے زمانے کی ترقی کے ان مظاہر کو پہلے شک کی نظر سے دیکھا اور بعد میں انہیں اتنے سارے ذہنی تحفظات کے ساتھ قبول کیا کہ متذکرہ بالا مشرقی اقوام تاریخی ترقی کی دوڑ میں کافی پیچھے رہ گئیں۔لیکن مشرقی معاشروں میں اس صورت حال سے تحریک آزادی کے سب سے پیش رفتہ دستے کافی حد تک مستثنیٰ رہے۔ انہوں نے آزادی کی جدوجہد کے دوران سیاسی حقوق، شہری آزادیوں اور قانون کے سامنے برابری کی ضرورت کو رگ و پے میں محسوس کیا اور اس کے حصول کے مطالبے کو بڑی جرأت اور خلوص کے ساتھ عوام اور تاریخی کی عدالت میں پیش کیا۔ ان پر یہ حقیقت پوری طرح آشکارا ہو چکی تھی کہ آزادی، انصاف، مساوات اور ہر طرح کے حقوق ایک آفاقی انسانی ضرورت ہے اور اگر مغرب کی استعماری طاقتیں مشرقی معاشروں کو ان بنیادی حقوق سے اپنے

استعماری تعصب کی وجہ سے محروم رکھ رہی ہیں تو وہ تاریخی جرائم کا ارتکاب کر رہی ہیں اور سیاسی آزادی اور بنیادی حقوق کے حصول کے ذریعے ہی مشرقی معاشروں کے لوگ اقتصادی ترقی اور برابری کا راستہ اختیار کر سکتے ہیں۔ آزادی اور انسانی حقوق کے راستے میں رنگ، نسل، عقیدے اور سماجی مرتبے کی شرائط لگانا ایک لغو بات ہے۔ کیونکہ یہ ایسی اقدار ہیں جو سارے انسانی کنبے کی مشترکہ میراث اور ملکیت ہیں۔

امام حریت مفتی علامہ عبدالرحیم پوپلزئی برصغیر کی تحریک آزادی کے سرخیلوں میں سے ہیں۔ انہوں نے جس طرح اپنی پوری زندگی آزادی کے حصول اور کچلے ہوئے مظلوم عوام کے حقوق کی دست آوری کے لئے وقف کی اور جس جرأت اور استقامت کے ساتھ راہ حق میں پیش آنے والے مصائب اور مشکلات کا بہادری اور خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا وہ ہماری تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی جیسے قومی ہیروز کا تذکرہ تاریخ کے سرکاری تعلیمی نصاب میں نہیں ہے جس کی وجہ سے ہماری نئی نسلیں ان کے عظیم کارناموں اور تفکر سے بے خبر ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد بڑی بدقسمتی یہ ہوئی کے اس نئی مملکت کے جاگردار اور بیورکریٹ حاکموں نے ان تمام حریت پسندوں کو اس طرح راندہ درگاہ ٹھہرایا جیسا ان کے انگریز آقاؤں نے کیا تھا۔ جس کی وجہ سے ہمارے تاریخی حافظے میں ایک بڑا خلاء پیدا ہوگیا ہے۔ بہرحال یہ بات خوش آئند ہے کہ غیر سرکاری تاریخ نویسی کی بدولت ہماری تاریخ کے یہ گم شدہ باب دریافت ہو رہے ہیں جس سے ہمارا تاریخی ورثہ حقیقی معنوں میں ثروت اور غنا کی نئی منزلیں حاصل کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی کی کاوشیں قابل تحسین ہیں۔

ویسے تو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا تعلق پشاور کے ایک قابل احترام روحانی گھرانے سے تھا اور وہ خود ایک جید عالم دین تھے لیکن وہ سیاست میں فرقہ واریت کے قطعاً قائل نہیں تھے۔ سامراج دشمنی، حریت پسندی اور محکوموں اور مظلوموں کے حقوق کے حصول کی جدو جہد کی حقانیت پر اُن کا عقیدہ بہت مضبوط تھا۔ انہوں نوجوان بھارت سبھا، آل انڈیا نیشنل کانگرس،

ٹریڈ یونین اور کسانوں کی تنظیموں سمیت ہر اس پلیٹ فارم پر کام کیا جہاں سے آزادی اور حقوق کی آواز بلند کی جاسکتی ہو۔ بلکہ پشاور میں خاکروبوں کی انجمن بنانے اور ہزارہ میں کسانوں کے حقوق کے لئے تنظیموں کو بڑھاوا دینے میں انہوں نے ایک تاریخی کردار ادا کیا۔ وہ سیاسی آزادی اور معاشی اور بنیادی حقوق کی تحریک میں فرقہ وارانہ تنگ نظری کو گھسنے نہیں دیتے تھے۔ ان کے رفقائے کار میں ہندو، سکھ، مسلمان تمام شامل تھے۔صرف یہی نہیں وہ افغانستان سے لیکر ہندوستان کے تمام حصوں کے اندر عوام کی جدوجہد کے ساتھ اپنی جدوجہد کو جوڑنا چاہتے تھے۔ اس کی بنیاد اُن کا ایک وسیع انسانی نکتہ نظر تھا۔ مثال کے طور پر افغانستان کے اصلاح پسند اور جدیدیت پسند بادشاہ امان اللہ خان نے جب اپنے وطن کو ترقی دینے کے لئے ریڈیکل اصلاحات نافذ کیں تو بہت سارے قدامت پسند حلقوں نے مذہبی اقدار کے نام پر ان کی مخالفت کی، لیکن علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے بہانگ دہل ان کی حمایت کی اور مذہب کے نام پر ایک روشن خیال اور حریت پسند مملکت کی تعمیر کے خلاف انگریزی استعمار کی سازشوں کا پردہ چاک کیا۔ اس طرح کے افکار رکھنے کی وجہ سے انگریز حاکم ان کو انتہائی خطرناک سمجھنے لگے تھے۔

دوسری عالمی جنگ کے خاتمے کے بعد اقوام متحدہ قائم ہوئی۔ اور ۱۹۴۸ء میں کہیں جاکر انسانی حقوق کا عالمی منشور منظور ہوا جس کی رو سے بنیادی انسانی حقوق نہ صرف باقاعدہ طور پر آفاقی حیثیت کے حامل ٹھہر گئے بلکہ ایک نئے بین الاقوامی قانونی نظام کی بنیاد پڑی جس کا مقصد بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کو قانونی شکل دینا ہے۔ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ عالمی طور پر اس پیش رفت سے قبل ہی برصغیر کی تحریک آزادی کے ایک جتھے کے طور پر پشتونوں کی تحریک آزادی نے انسانی حقوق سے شدید طور پر متصادم کالے استعماری قوانین کے خلاف آواز اٹھائی اور انسانی کے حصول کے لئے اس آئینی جدوجہد کی بنیاد ڈالی جو اب تک جاری ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے بڑی محنت سے انگریزی انٹیلیجنس کے ریکارڈ سے جو مواد اخذ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان بھارت سبھا اور کانگرس کمیٹی نے جن چار قوانین کے خلاف مہم چلائی ان میں قانون جرائم سرحد یعنی ایف سی آر سیکورٹی ریگولیشن غازی ایکٹ اور سیفٹی ریگولیشن شامل

ہیں ۔ یہ چار انتہائی غیر مہذب اور کالے قوانین تھے جن کا مقصد آزادی کے لئے عوام کی تحریک کو گلہ گھونٹنا تھا۔ علامہ یوپلزئی اور دوسرے حریت پسندوں کے مطالبے پر کانگرس نے ایک انکوائری کمیٹی قائم کی جس نے سرحد کا دورہ کر کے ان سیاہ قوانین کے اثرات کا جائزہ لینا تھا۔ مجوزہ کمیٹی کے دورے کو روکنے کے لئے حواس باختہ انگریز سرکار نے جوجتن کئے ان کی روداد بڑی دلچسپ ہے۔لیکن اصل بات یہ ہے کہ تحریک آزادی نے کالے قوانین کو رد کرتے ہوئے غیر امتیازی اور مہذب قوانین لاگو کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ بات انتہائی عجیب ہے کہ سازشیں تو انگریز حاکموں نے ایک آئینی اور قانونی جدوجہد کو روکنے کے لئے کیں لیکن سازش کے مقدمے علامہ یوپلزئی اور دوسرے حریت پسندوں کے خلاف قائم ہوئے اور اُن کو غیر منصفانہ مقدموں اور غیر انسانی قوانین کے تحت بھاری سزائیں دی گئیں۔

یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ بیسویں صدی کے اوائل میں ہمارے بزرگوں نے جدوجہد آزادی کے دوران فرینٹئر کرائمنر ریگولیشن (ایف سی آر) کے خلاف جدوجہد کی۔ ۱۹۴۷ میں ہمیں سیاسی آزادی مل گئی۔لیکن آج اکیسویں صدی کے آغاز میں ہم اب تک اپنے قبائلی علاقوں میں ایف سی آر کے خلاف جدوجہد میں مصروف ہیں۔اس سے بڑھ کر اس بات کا اور بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ انسانی حقوق کی جدوجہد آزادی کی جدوجہد کے نا تمام ایجنڈے کا حصہ ہے۔اور اس کا سرچشمہ ہماری جدوجہد آزادی ہی ہے۔اصل مسئلہ یہ ہے کہ سیاسی آزادی کے حصول کے بعد ہماری نئی حکمران اشرافیہ (ایلیٹ) نے تحریک آزادی کے ادرشوں کو اپنانے کے بجائے انگریز حاکموں کے اصولوں کو اپنایا۔ہمیں جس طرح کی ریاست ورثے میں ملی اس کے اندر تین اداروں یعنی مقنّنہ انتظامیہ اور عدلیہ میں انتظامیہ سب سے زیادہ طاقتور تھی۔ اور دوسرے دو اداروں میں مقنّنہ یا تو سرے سے موجود نہیں ہوتی اور اگر کبھی کبھار بن بھی جاتی ہے تو لولی لنگڑی ہوتی ہے۔عدلیہ بھی بنیادی طور پر انتظامیہ کے گھر کی لونڈی بن کر رہتی ہے۔اسی طرح سے جاگیرداری جو باقی دنیا میں عجائب گھروں میں داخل ہوگئی ہے ہمارے ہاں اب تک ایک سماجی نظام اور ثقافتی ذہنیت کے طور پر مسلط ہے۔جس کے سبب عوام کا جینا اب تک دو

بھر ہے۔ اور انسانی حقوق کے حصول کی جدوجہد ایک تاریخی ضرورت کے طور پر باقی ہے۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا حوالہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ ہمارے عہد میں جب کے بعض لوگوں نے مذہب کو قدامت پرستی، انتہا پسندی، فرقہ واریت اور دہشت گردی کے جواز کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا ہے، اپنی تاریخ کے ان ہیروز کے بارے میں جاننے کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے جنہوں نے اپنے عقیدے اور اپنی دھرتی سے عشق کو انسانی ادرشوں کے بیچ میں کھڑا کرنے کے بجائے دونوں کو ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ٹھہرایا اور مستقبل کی طرف پیٹھ موڑنے کی مخالفت کی۔

ڈاکٹر عبدالجلیل پوپلزئی نے موجودہ کتاب کے ذریعے ایک انتہائی اہم فریضہ انجام دیا ہے اور علامہ پوپلزئی کی شخصیت اور ہماری تاریخ کے ایک اہم گوشے کو بے نقاب کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کی کتاب تاریخی تحقیق کے ایک اہم موضوع کا نکتہ آغاز ہے۔ بنیادی طور پر یہ اداروں کے کرنے کا کام ہے۔ ڈاکٹر صاحب جیسے باعزم مصنف تو تاریخی ریسرچ کے لئے خام مواد فراہم کرنے کا کارنامہ انجام دے چکے ہیں۔ اب یہ تحقیقی اداروں کے لئے ایک چیلنج ہے کہ اس کام کو آگے بڑھائیں۔ تاریخی اور علمی اہمیت کے علاوہ اس پروجیکٹ کی ایک عملی اہمیت بھی ہے۔ اس طرح کی تحقیق انسانی حقوق کی تحریک کی جڑوں کو اپنی تاریخ میں پیوست کر کے اسے اور مضبوط بناتی ہے اور انسانوں کی مختلف نسلوں کو آزادی، انصاف، حقوق اور انسان کو تخلیقی استعداد کے استعمال اور جدوجہد کی کڑیاں جوڑنے میں مدد دیتی ہے۔

اس لئے یہ حکایت جہاں لذیذ ہے وہاں سرگرم کرنے والی بھی ہے بقول فارسی شاعر کے۔

حدیث عشق سر کن گر علاج غفلتم خواہی

کہ ایں افسانہ آتش دار دمن پنبہ در گوشم

(اگر میری غفلت کا علاج کرنا چاہتے ہو تو عشق کی حدیث سناؤ کیونکہ یہ آگ بھرا افسانہ ہے اور میرے کانوں میں روئی ٹھنسی ہوئی ہے)۔

افراسیاب خٹک اولڈ باڑہ روڈ یونیورسٹی ٹاؤن پشاور

باب۱ عبدالرحیم پوپلزئی اور غازی امان اللہ خان

جب افغانستان پر یکے بعد دیگرے مختلف غیر ملکی فوجوں نے یلغار کر دی اور اسکے نتیجے میں افغانستان میں کشت وخون شروع ہوا تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ایک دست راست اور جنگ آزادی کے مجاہد عبدالغفور آتش مرحوم نے کہا تھا کہ یہ افغانستان میں بیرونی مداخلت کے ذریعے اپنی مرضی کی حکومت قائم کرنے کا پہلا واقعہ نہیں بلکہ اس سے پہلے انگریز بھی اپنی پسند کی حکومت کے قیام کے لئے افغانستان میں آگ اور خون کا کھیل کھیل چکے ہیں۔ جسکے نتیجے میں سامراج دشمن مسلمان حکمران غازی امان اللہ خان کا تختہ الٹ دیا گیا تھا۔ دراصل انگریز شروع ہی سے غازی امان اللہ خان کی آزادی پسندی اور خودمختاری کی کوششوں کی وجہ سے اسکے دشمن تھے۔ اور پھر ۱۹۱۹ میں افغانستان کی تیسری جنگ لڑی گئی جس میں انگریزوں کو شکست ہوئی اور وہ افغانستان میں کٹھ پتلی حکومت نہ بنا سکے۔ اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے انگریزوں نے دفتر خارجہ کی جاسوسی سرگرمیوں کے علاوہ جاہ پسند رہنماؤں کے لئے روپے پیسے کا بندوبست بھی کیا اور امان اللہ خان کے خلاف وسیع پروپیگنڈہ بھی شروع کروا دیا۔ اس سلسلے میں جن افسروں کو خصوصی ذمہ داریاں تفویض کی گئی تھیں ان میں چند مسلمان افسر بھی تھے۔

اس سازش کا پس منظر بیان کرتے ہوئے عبدالغفور آتش مرحوم نے یہ بھی بتایا تھا کہ امیر امان اللہ خان سے پہلے افغانستان کے حکمران اپنے دفاعی منصوبوں کے لئے اکثر حکومت برطانیہ پر تکیہ کرتے تھے۔ ان تیاریوں کے سلسلے میں انہوں نے جب توپیں تیار کرنے کے لئے انگریزوں سے رجوع کیا تو انہوں نے کمال چالاکی سے اسکی حامی بھر لی اور اسکے لئے غریب ملک افغانستان سے منہ مانگی قیمت اور مراعات حاصل کر لیں۔ لیکن توپوں کی تیاری کے لئے افغانستان میں ایسے ماہرین بھیجے جو توپیں اور گولہ بارود تو تیار کر دیتے تھے لیکن اس دوران میں توپ کی نالی اور گولہ کے قطر میں معمولی سا فرق چھوڑ دیتے تھے بلکہ باقاعدہ سازش کے تحت اس قسم کے سانچے لگوائے گئے۔ اس طرح دیگر اسلحہ وغیرہ تیار کرنے کے سانچے بھی لگوائے گئے۔
جناب عبدالغفور آتش اس سازش کا ذکر کرتے ہوئے ان افراد کے نام بھی بتاتے

تھے جو اس کام میں مہارت رکھتے تھے اور اس راز سے باخبر تھے۔ چنانچہ جب یہ راز طشت از بام ہوا اور حکومت افغانستان کو انگریزوں کی اس بدعہدی کا پتہ چلا جو انہوں نے دوستی کے پردے میں افغانیوں کے ساتھ کی تھی تو انہیں بہت رنج ہوا۔ اور اسکے بعد وہ بھاری نقصان اٹھا کر اس پر مجبور ہو گئے کہ سویٹ روس سے اپنے تعلقات بڑھا کر وہ کسی طرح سے اس سازش کے ان نتائج سے اپنے آپ کو بچالیں جو عنقریب وارد ہونے والے تھے۔ حالانکہ سویٹ روس کے ساتھ تعلقات بڑھاتے ہوئے افغان حکمران خوش نہ تھے لیکن بحالت مجبوری انہوں نے روس پر اتنا انحصار کرنا شروع کر دیا کہ ہر قسم کے منصوبوں میں روسی اثر بڑھتا چلا گیا۔ اور اس طرح انگریزوں کے ساتھ افغانیوں کے فاصلے بھی بڑھتے گئے۔ اسکے علاوہ تحریک ریشمی رومال بھی اسکا ایک اضافی سبب بنی تھی۔ یہ تحریک امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے استادگرامی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی تحریک تھی جس کے تحت یہ پروگرام وضع کیا گیا تھا کہ ملک کے تمام باشندے حضرت شیخ الہند کے لاتعداد شاگردوں کی قیادت میں بغاوت کردیں اور اسی دن ترکی کی فوج افغانستان کے راستے ہندوستان پر حملہ کر دے۔ یہ عہدنامہ ایک ریشمی رومال پر لکھوا کر اس پر دستخط کرائے گئے تھے۔ لیکن آخری مراحل میں یہ رومال پکڑا گیا اور اس طرح تحریک کامیاب نہ ہوسکی۔ حضرت شیخ الہند کے ایک نامور شاگرد مولانا عبیداللہ سندھی سات سال تک افغانستان میں رہے اور پھر دوسرے ممالک سے ہوتے ہوئے بالآخر حجاز مقدس پہنچے جہاں انہوں نے کئی سال تک قیام کیا۔ جب وہ کابل میں مقیم تھے تو ان کا رابطہ افغان حکومت کے ساتھ رہتا تھا۔

حضرت شیخ الہند کے ایک اور شاگرد حضرت مولانا سید محمد میاں منصور انصاری بھی افغانستان میں مقیم رہے ہیں۔ حضرت شیخ الہند کا شاگرد ہونے کے ناطے حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا ان سے رابطہ رہتا تھا۔ اس دور کی ایک یادداشت اس کتاب کی صورت میں آج بھی موجود ہے جو مولانا سید محمد میاں عرف منصور انصاری نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ارسال کی تھی۔ یہ فارسی میں لکھی ہوئی تاریخ سلطنت افغانستان ہے جو سراج التواریخ کے نام سے افغانستان میں سرکاری طور پر شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے شروع میں حضرت مولانا محمد میاں کی یہ تحریر ان کے دستخطوں کے ساتھ موجود ہے۔

تذکار:۔ بخدمت مبارک بندہ برادرعزیزم جناب مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب زادمجدہم منصورانصاری عفاعنہ از جلال آباد ۹ سنبلہ ۱۳۰۴ھ ش

یہ وہ حضرات تھے جو افغانستان جیسے مسلمان ملک سے آزادی وطن میں معاونت کی امیدیں وابستہ کیئے ہوئے تھے اور افغانستان کے اندر اپنے طور پر ان خطوط پر مقدور بھر جدوجہد بھی کر رہے تھے۔ وہ انگریزوں کے خلاف افغانستان کی تیسری جنگ لڑنے والے افغان حکمران غازی امان اللہ خان سے مستقبل میں بھی توقعات رکھتے تھے۔

ان حضرات کی جو منصوبہ بندی تھی اس کا اظہار علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے لکھے ہوئے دورہ قبائل کے تذکرے سے ہوتا ہے۔ اس کے صفحہ اول پر ہی لکھتے ہیں۔

بدنصیب ایشیا روتا ہے کہ آج مذہب ناآشنا دیوانوں کی مجنونانہ توہمات نے آزادی کی اس مقدس تحریک کو فنا کر دیا جسکی متلاطم لہریں افغانستان سے نکل کر غلامی کے خس وخاشاک کو راس کماری تک بہالے جاتیں۔ (رودادوفدعلمائے صوبہ سرحد)

کئی سال تک افغانستان میں عدم استحکام اور امیر امان اللہ خان کی حکومت کا تختہ الٹنے کی انگریزی کوششوں کے بعد ۱۹۲۸ میں فتنہ وفساد کی چنگاریاں اُٹھنے لگیں۔ شروع شروع میں یہ بغاوت مشرقی افغانستان میں شنواریوں کے مرکز اچین میں تھی جس میں چھاونی کاہی کو تباہ کر دیا گیا تھا لیکن بعد میں مشرقی افغانستان کا وسیع رقبہ اسکی زد میں آتا چلا گیا اور شنواریوں کے علاوہ قوم خوگیانی، سرخروی، بیسوزی وغیرہ میں بھی فتنہ وفساد کے بیج بودئے گئے۔ اور ان قبائل نے جلال آباد پر حملہ کر کے مکتبہ رشیدیہ، سراج العمارۃ، باغ کوکب، باگ بے مثال اور دیگر کئی عظیم الشان مقامات کو تہس نہس کر دیا۔

امیرامان اللہ خان کے متعلق انگریزوں کے ایماء پر بے سروپا غلط فہمیاں پھیلائی جانے لگیں۔ امیر افغانستان نے یورپ کی ترقی کو دیکھ کر افغانستان کی ترقی کے جو منصوبے بنائے تھے۔ انہیں ناکام کرنے کے سازشیں ہونے لگیں۔ امیر یہ جانتے تھے کہ جس علم وتمدن نے پوری دنیا پر غلبہ حاصل کر رکھا ہے اسکا مقابلہ کرنے کے لئے اس کا حصول ضروری ہے۔ اور اسی لئے انہوں نے افغانستان میں جدید اصلاحات کا پروگرام شروع کیا تھا۔ لیکن الٹا ان کے خلاف اسلام سے بے اعتنائی کا پروپیگنڈہ کیا گیا۔ انکی ملکہ ثریا کو مغربی تہذیب کی دلدادہ ظاہر کرنے

کے لئے اسکی بڑی بڑی تصاویر شائع کر کے تقسیم کرائی گئیں حالانکہ مغربی تہذیب کے دلدادہ خود یہ سب کچھ کروا رہے تھے اور خود ہندوستان میں ایسے مسلمانوں کی کمی نہ تھی جو مغربی لباس زیب تن کرتے تھے۔ لیکن امیر امان اللہ خان ہی کو مغربی تہذیب کا طعنہ دیا جاتا کیونکہ وہ اس تہذیب والوں پر مسلمانوں کی بالا دستی چاہتے تھے اور ان کی نظر میں اس تہذیب پر بالا دستی کے لئے پہلے اس مقام تک اوپر آنا ضروری تھا۔ جب اس سازش نے زور پکڑا تو یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ غازی امان اللہ خان کے خلاف شورش پیدا کرنے میں انگریزوں کا ہاتھ ہے۔ اور اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے ہندوستان کے آزادی پسند علماء اور قومی رہنما اس سازش کا ناکام بنانے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ چنانچہ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۸ء کو اخبار "ہمدرد" دہلی کی ایک خبر کے مطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۲۸ء کو آل انڈیا خلافت کانفرنس نے بھی ایک قرارداد منظور کی جس میں کہا گیا تھا کہ آل انڈیا خلافت کانفرنس کا ایک وفد شورش زدہ علاقوں میں امن قائم کرنے کے سلسلے میں افغانستان بھیجا جائے جس میں مولانا کفایت اللہ دہلوی مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا قطب الدین اور مولانا شفیع داؤدی جیسے اکابرین کے علاوہ صوبہ سرحد کے اکابرین ملت بھی شامل ہوں۔

(بحوالہ ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر شمار ۱۳ صفحہ نمبر ۳ آرکائیوز لائبریری پشاور)

مقامی خان خوانین اور سرمایہ دار طبقہ عموماً انگریزوں کا خیر خواہ، ہونے کی وجہ سے افغانستان میں انگریزوں کے حاشیہ برداروں کی پیدا کردہ شورش سے بہت خوش تھا۔ اور یہاں کے علماء کرام کی امن مہم کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے میں اپنے آقاؤں کا مددگار ثابت ہو رہا تھا۔

انہی دنوں پشاور سے مولانا خان میر ہلالی اور عبدالحمید جالندھری نے "ہمدرا افغان" کے نام سے ایک اخبار نکالا۔ اس اخبار کا پہلا نمبر ۴ جنوری ۱۹۲۹ء کو شائع ہوا تھا۔ اس نے اپنے اداریہ میں لکھا کہ صوبہ سرحد میں چیف کمشنر اور ڈپٹی کمشنر پشاور مطلق العنانی میں نادر شاہ سے بھی نمبر لے گئے ہیں۔ افغان قوم بھی سرمایہ داروں اور خوانین کے آہنی شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے۔ یہ اخبار دوسروں کے مقابلے کے لئے مسلمانوں اور خوانین کے مقابلے کے لئے غریب زمینداروں کے حقوق کا تحفظ کرے گا۔ اداریہ میں افغان نوجوانوں سے کہا گیا کہ آئینی

طریقوں سے غلامی کی زنجیریں توڑ دو۔

غازی امان اللہ کا مسلمانوں سے خطاب:

غازی امان اللہ کے خلاف مذہب سے بے اعتنائی کا فرنگی پروپیگنڈہ جاری تھا کہ انہوں نے ۱۰ جنوری ۱۹۲۹ء کو ایک اعلان جاری کیا جس میں انہوں نے واضح طور پر کہا کہ (اصل مضمون فارسی سے ترجمہ)

سچائی کے لئے تاکہ صورت حال میری عزیز رعایا سے مخفی نہ رہے۔ اول تو داخلی و خارجی دشمنوں جن میں سے بعض مشرقی قبائل ہیں کے اشارے پر اس ملک وملت کے مخالفین کے زیر اثر نادانستہ طور پر اپنی ہی حکومت کے درپے آزاد ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بے جا اور بلا وجہ ضد کے نتیجے میں ملک کے مشرقی حصہ میں سرکاری املاک اوران میں موجود سامان کو تباہ کیا ہے یا جنگ میں ملوث ہوئے ہیں۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ حرکات صرف ناسمجھی اور مخالفین کے بہکانے کی وجہ سے سرزد ہوئیں۔ اس لئے میں کسی کو بھی ان حرکات پر سزا نہیں دینا چاہتا۔ اور معاف کرتا ہوں۔ اولاد ناسمجھی سے جو کچھ بھی کرے لیکن باپ اسے دشمن اور مخالف کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ اور اپنے آپ سے جدا نہیں کرتا۔ اسی طرح میں آپ کو وہاں کے مال ومنال کے نقصان کی اطلاع دیتا ہوں جس طرح کہ میں نے خود دیکھا ہے تاکہ آپ نادانستہ طور پر اس طرح شر کی زیادتی کا باعث نہ بنیں۔ اور اس کے بعد امن وامان کے خلاف حرکات اور شہروں کے لوگوں اور اپنے محلات کو برباد کرنے سے باز رہیں۔ تاکہ خلق خدا آسودہ حال ہو اور آپ بھی اس عام معافی کے اعلان کے سبب حکومت کی باز پرس سے آزاد ہوں۔ ان کی بعض افواہوں اور اشتہارات کے متعلق جو کہ میری حرکات کے متعلق ہیں اور بارے میں ہیں کہ وہ حرکات شرع شریف کے خلاف ہیں، عرض ہے کہ ان کی وجہ سے سمت مشرق کے بعض علاقوں میں انتشار پھیل گیا ہے اور مخالفین اور غرض کے بندوں نے ان کو تحریری اقرار ناموں کی صورت میں پیش کیا اور یوں اس ملک اور حکومت کے اتفاق کو ختم کرنے کا باعث بن گئے ہیں۔

میں نے محض اس لئے کہ پھر اس اتفاق کو بروئے کار لاؤں، بعض ایسے مطالب کی اصلاح کر لی ہے کہ جن کو سن کر ملک میں ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ یہ اتفاق ہی ملک کی روح

رواں اور اسکی زندگی ہوتا ہے۔ یہ بات مشہور کی گئی ہے کہ نعوذ باللہ منہا میں نے خیر البشر افضل الصلوات واکمل التحیات کے احترام میں کمی کی ہے۔ پھر نعوذ باللہ منہا کہ میں اس خبر سے اس قدر غمزدہ اور متاثر ہوا ہوں کہ جس قدر دنیا کی کسی دوسری چیز سے اس قدر غمگین نہ ہوا ہوتا۔ میں تو ہر وقت نماز کے دوراں اور نماز کے بعد حضرت سرور کائناتؐ کی روح پر درود پڑھتا رہتا ہوں تو پھر میں کس طرح آں حضرتﷺ کے احترام میں اپنے دل میں ادنیٰ سا شائبہ تک لاسکتا ہوں۔

میں اپنی ملت عزیز کو تسلی اور اطمینان دیتا ہوں کہ میں آں حضرتﷺ کی محبت اور احترام کو اپنا سرمایہ ایمان اور دونوں جہانوں کی سعادت سمجھتا ہوں۔اور پہلی شرط کے طور پر کلمہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کو صدق دل سے مانتا اور حضرت خاتم النبین کا احترام اور ان سے محبت کرتا ہوں۔ یہ بے سروپا افواہیں صاحب غرض مخالفین اور اس ملک اور ملت اسلامی کے دشمنوں نے نشر وشائع کیں ہیں۔جیسا کہ میں نے آپ کو بار بار یاددہانی کرائی ہے۔ پھر بھی آپ کو بتادیتا ہوں کہ ان دشمنان مملکت کے مکروفریب اور فتنہ وشرارت سے غافل نہ رہیں اور ہر کس وناکس کی بات پر اعتماد نہ کریں تا کہ ملک وملت میں تفرقہ کا باعث نہ بنیں۔

دستخط اعلی حضرت

امان اللہ

۲۸ رجب المرجب ۱۳۴۷ء

مسلم اکابرین میدان عمل میں:

افغانستان میں بیرونی طاقت کی لگائی ہوئی فتنہ وفساد کی یہ آگ دیکھ کر ہندوستان کے حریت پسند مسلمانوں کا دل خون کے آنسو روتا تھا۔ اکثر لوگ تو بے بس تھے وہ صرف دعا کرتے اور ان کے بعض مخلص قائدین مقدور بھر عملی کام کی تدبیریں کرتے تھے۔ چنانچہ ان دنوں جہاں انگریزوں کے بہی خواہ بعض فتویٰ فروش مولوی امان اللہ خان کے خلاف عوام میں بے سروپا باتیں مشہور کر کے اپنے آقاؤں کو خوش کر رہے تھے، وہاں محبّ وطن اور قومی سوچ رکھنے والے

علماء کرام اور دانشور امان اللہ خان کے حق میں جلسوں کا اہتمام کر کے ہنگامہ خیز تقریریں کرتے تھے ۔اخباروں اور اشتہارات کے ذریعے حقیقت حال سے عوام کو باخبر کرتے اور امدادی چندے اور اصلاحی وفود کی تیاریاں کرتے تھے ۔صوبہ سرحد چونکہ جغرافیائی لحاظ سے افغانستان کی مشرقی حدود سے بالکل متصل ہے ۔اس لئے اس کا اس مہم سے سب سے زیادہ متاثر ہونا ایک قدرتی امر تھا ۔اور یہی وجہ ہے کہ صوبہ سرحد کے ہوش مند باشندے خلافت کمیٹی کی قیادت میں شورش افغانستان کے خلاف جدو جہد میں پیش پیش تھے ۔ان دنوں پشاور میں مسلمان رہنماؤں سے صلاح ومشورے کے بعد سردار ہاشم خان پشاور سے سمت مشرق افغانستان پہنچ گئے اور وہاں سرکردہ حضرات سے ایک عبوری امن قائم کرنے کے لیے مذاکرات کئے ۔

ادھر یہ فیصلہ کیا گیا کہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۹ء کو مشرقی افغانستان کی تمام اقوام کا ایک مشترکہ جلسہ منعقد کیا جائے ۔اس کے ساتھ ہی تحریک خلافت کے رہنماؤں نے یہ سوچا کہ اگر صوبہ سرحد کے علماء کرام کا ایک نمائندہ وفد بھی اس موقع پر وہاں پہنچ کر امن وآشتی کے مشن میں شامل ہو جائے اور اسلامی خدمت کے جذبے سے سرشار علماء کرام اگر امن کی تبلیغ کریں تو مذہب و ملت کی بہتر خدمت انجام دی جا سکے گی ۔انہوں نے اس سلسلے میں مجلس خلافت کے جنرل سیکرٹری کی طرف سے ڈپٹی کمشنر کو علماء کے لئے پاسپورٹ کے حصول کی ایک باقاعدہ درخواست بھی دی ۔ یہ درخواست ۱۱ مارچ کو ہی پیش کر دی گئی ۔

اس کے جواب میں ڈپٹی کمشنر نے اپنی چھٹی نمبر ۱۱۴۲ ایس ٹی ۲۹ ـ ۰۳ ـ ۱۱ کے ذریعے اعلیٰ حکام سے احکامات موصول ہونے کے لئے دو روز کی مہلت مانگی ۔اور پھر اپنی دوسری چھٹی نمبر ۱۱۴۷ ایس ٹی ۲۹ ـ ۳ ـ ۱۱ کے ذریعے انہیں ۔ڈپٹی کمشنر مسٹر مٹکاف نے ان الفاظ کے ساتھ صاف صاف انکار کر دیا کہ حکومت افغانستان کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت کی حکمت عملی پر کاربند ہے ۔لہذا جن جن اصحاب کے نام اس غرض سے پیش کئے گئے ہیں کہ انہیں افغانستان کے علماء کی کانفرنس میں شریک ہونے کی اجازت دی جائے ، انہیں مطلوبہ اجازت نہیں دی جا سکتی ۔

پاسپورٹ کے حصول کی اجازت نہ ملنے پر صوبہ سرحد کے علماء کرام نے ۲۵ مارچ ۱۹۲۹ء کو مسجد قاسم علی خان میں ایک جلسہ منعقد کر کے یہ اعلان کیا کہ افغانستان میں اصلاح اور

امن کا قیام نیز شہر یار غازی امان اللہ خان کے متعلق خود غرضانہ غلط فہمیوں کا ازالہ چونکہ ایک مذہبی مسلہ ہے اور اس کی تبلیغ علماء پر لازمی ہے اس لئے حکومت کا پاسپورٹ دینے سے انکار کرنا مذہبی مداخلت سمجھا جاتا ہے۔

مسجد قاسم علی خان میں ہونے ولے اس اجلاس میں یہ فیصلہ بھی کیا گیا کہ صوبہ سرحد کے مقتدر اور باا ثر علماء کرام کا ایک جلسہ طلب کر کے اس سلسلے میں ایک وفد کا انتخاب کیا جائے جو افغانستان میں پاسپورٹ کی اجازت کے بغیر جا کر امن واصلاح کی تبلیغ کرے اور جانے سے قبل ایک عام اجلاس میں اس وفد کی روانگی کا اعلان کیا جائے۔

تحریک خلافت کے رہنما اس کام میں مصروف تھے اور ادھر فتنہ فساد کے حامی اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ اخبار زمیندار لاہور مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ کی ایک رپورٹ کے مطابق (جس کا ذکر ڈپٹی کمشنر ریکارڈ کے بستہ نمبر (۱) کی فائل نمبر ۱۳ صفحہ نمبر ۱۴۱ مورخہ ۲۶ مارچ پر موجود ہے اور) جو "ایک دوا فروش کا مکردہ عمل" کی ذیل میں چھپی تھی، نمائندہ خصوصی کے حوالے سے ایک خط میں کہا گیا تھا کہ چند دن پہلے ایک شخص حکیم امر سنگھ نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں امان اللہ خان کی اصلاحات پر تنقید کی گئی تھی اور افغانستان میں برطانوی راج کے قیام کی خواہش کا اظہار کیا گیا تھا۔ اس سے مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہوا اور بعض مسلمانوں نے اس شخص کی پٹائی کر دی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ حکیم نے چیف کمشنر کو ایک درخواست دی ہے جس میں خلافت والوں پر الزام عائد کیا گیا ہے۔ حالانکہ خلافت والوں کا اس کے پانچ سو روپے لوٹ لینے جانے کے الزام سے کوئی تعلق نہیں۔ پولیس دفعہ ۱۴۷ کے تحت تفتیش کرنے والی ہے۔ حکومت نے اشتہار کا نوٹس لینے کی تو زحمت نہ کی اور حکیم کو ملامت کرنے کی بجائے اس معاملے کی تحقیقات کی نوبت آئی۔ حکومت کے اس طرز عمل سے لوگ یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ وہ ناجائز طور پر حکیم کی پشت پناہی کر رہی ہے۔

(نمبر 1756 آئی بی مورخہ پشاور 26 مارچ 1929)

مفتی عبدالحکیم پوپلزئی:

مورخہ 31 مارچ 1929ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے والد محترم مفتی عبدالحکیم پوپلزئی اگلے سال کے لئے خلافت صوبہ سرحد کے صدر منتخب کر لئے گئے۔ میاں فضل شاہ نائب

صدر اول اور خان عبدالغفار خان نائب صدر دوم منتخب ہوئے (خلاصہ خفیہ پولیس رپورٹ جلد نمبر XXV پیرا نمبر 219 صفحہ نمبر 75 آرکائیوز لائبریری پشاور)

خلافت کمیٹی نے افغانستان کے فساد وہ علاقے میں مدد کے لئے انجمن ہلال احمر کی تنظیم بھی کی۔ 31 مارچ 1929 ہی کو انجمن ہلال احمر کا ایک اجلاس مفتی سرحد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی صدر تحریک خلافت صوبہ سرحد کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس کا مقصد صوبے کے نمائندوں پر مشتمل عمومی اور ورکنگ کمیٹیوں کا قیام تھا تاکہ طبی مشن کا کام شروع کیا جاسکے۔

اجلاس میں انجمن کے سیکرٹری علی گل خان نے افغانستان کو بھیجنے جانے والے مجوزہ طبی مشن کے اغراض و مقاصد اور سرحد کی انتظامیہ کے رویہ پر روشنی ڈالی۔ انجمن نے اس سلسلے میں (تحریک خلافت کی طرف سے) ان دنوں خان عبدالغفار خان اور میاں جعفر شاہ کو دورے پر بھیجا ہوا تھا۔ ان کے بارے میں خان علی گل خان نے کہا کہ وہ عنقریب پشاور آنے والے ہیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ افغانستان سے جس دعوت کے ملنے کی ضرورت ہے وہ بھی چند دن میں موصول ہو جائے گی۔

انہوں نے کہا کہ اب بڑے پیمانے پر کام کرنے کا وقت ہے۔ افغان ہلال احمر سوسائٹی کی بنیاد سب سے پہلے خلافت کمیٹی نے ہی رکھی تھی۔ لیکن چونکہ بعض لوگ خلافت کمیٹی میں کام کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہیں اس لئے اب اس مقصد کے لئے ایک الگ 5 رکنی ذیلی سوسائٹی بنا دی گئی ہے جس کا نام ہلال احمر سوسائٹی ہوگا۔ انھوں نے حاضرین سے درخواست کی کہ وہ صوبہ بھر کے اراکین کی نمائندگی سے ایک جنرل کمیٹی قائم کریں۔ انھوں نے زور دے کر کہا کہ انجمن ہلال احمر مکمل طور پر ایک غیر سیاسی تنظیم ہے۔ ایک گرما گرم بحث وتمحیص کے بعد یہ فیصلے منظور ہوئے۔

ا۔ انجمن کو انجمن افغان ہلال احمر صوبہ سرحد کا نام دیا جائے۔

۲۔ انجمن مکمل طور پر غیر سیاسی ہے اور اس کے اغراض و مقاصد صرف انسانیت کی ہمدردی کے لئے ہیں۔

۳۔ جنرل کمیٹی 50 اراکان پر مشتمل ہو جس میں پشاور سے 25 ارکان ہوں باقی پچیس ارکان کوہاٹ، ڈیرہ اسماعیل خان، ہزارہ، بنوں اور مردان سے ہوں۔ اس فیصلے کے مطابق

اراکین کا انتخاب عمل میں لایا گیا اور مندرجہ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے۔

ا۔	عبدالغفار خان	صدر
۲۔	علی گل خان	سیکرٹری
۳۔	محمد اسحاق	خزانچی
۴۔	عبدالکریم	اکاؤنٹنٹ

7 ارکان پر مشتمل ورکنگ کمیٹی بھی بنالی گئی۔

انجمن کے فیصلے کے مطابق عبدالغفار خان اور میاں جعفر شاہ کو پشاور پہنچنے کا ٹیلی گرام بھیج دیا گیا (بمطابق ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 1 نمبر شمار 13 صفحہ نمبر 53 اور آگے۔ نمبر دستاویز 2741 آئی بی۔ مورخہ 5 اپریل 1929)۔ تقریباً اسی دن انجمن سادات پشاور کا ایک منشور منظر عام پر آیا جس میں سادات کمیٹی کی طرف سے شاہ امان اللہ خان کے ساتھ گہری ہمدردی اور وابستگی کے اظہار کے ساتھ ساتھ افغانستان کے بعض علماء کے اس فتوے کی مذمت کی گئی تھی جس کے تحت امان اللہ خان کو کافر قرار دیا گیا تھا۔

انجمن نے یہ اعلان بھی کیا کہ اہل سادات حضرات 6 اپریل کو پشاور شہر میں ہونے والی علماء کانفرنس میں شرکت کریں گے تا کہ امان اللہ خان کے ساتھ اظہار یکجہتی اور افغانستان کے نام نہاد پیروں اور ملاؤں کی مذمت کا اظہار کیا جائے۔ جنہوں نے اپنے مفاد کی خاطر ایمان کا سودا کرلیا اور خدا اور رسولؐ کے احکامات کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔

(بمطابق نمبر 2741 آئی بی مورخہ پشاور 5 اپریل 1929ء)

افغانستان میں غیروں کی لگائی ہوئی خانہ جنگی کی آگ کے شعلوں میں کوُد کر اسے ٹھنڈا کرنے کی کوششوں میں سرگرمی سے حصہ لینے والے خلافتی رہنما علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اپنی روداد میں لکھتے ہیں۔

اس دوران میں بعض مطبوعہ فتاوے اور شائع شدہ اشتہارات افغانستان بھی پہنچ گئے اور شورش پسند جماعتوں میں ان کے پڑھنے سے ایک حد تک تردد و ندامت کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

بعض افغانی نو واردین سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حامیان شورش علماء صوبہ سرحد کے

ساتھ مذہبی نقطہ نگاہ سے تبادلہ خیالات کرنے کے لئے بھی آمادہ ہیں اور اگر غیر جانبدار علماء ان کی غلط فہمیاں رفع کر دیں تو وہ بحق شہریار غازی امان اللہ خان یقیناً قیام امن کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

افغانستان میں بھڑکنے والی اس فتنے و فساد کی آگ کو بجھانے کے لئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور دوسرے درد دل رکھنے والے علماء حق نے فتوے جاری کئے۔ مساجد میں جلسے وغیرہ کر کے لوگوں کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ پمفلٹ وغیرہ شائع کر کے عوام الناس کی غلط فہمیاں دور کرنے کی سعی کی۔ لیکن دوسری طرف سے فتنہ پرور قوتیں بھی اپنا کام سرگرمی سے کر رہی تھیں اور وہ تیزی سے افغانستان میں انگریزوں کے کسی پسندیدہ شخص کو تخت سلطنت پر براجمان کرانے کی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھیں۔

بعض بے خبر اور سادہ لوح قبائلی بھی ان کے جھانسے میں آنے لگے تھے۔ جیسا کہ علامہ نے لکھا ہے۔ اور وہاں سے پشاور پہنچنے والے حضرات کی زبانی معلوم ہوا کہ حامیان شورش صوبہ سرحد کے علماء کرام کے ساتھ اس سلسلے میں مذہبی نقطہ نگاہ سے تبادلہ خیالات کرنے کے لئے بھی آمادہ ہیں۔ اور ان میں ایسے افراد موجود ہیں کہ اگر غیر جانبدار علماء ان کی غلط فہمیاں رفع کر دیں تو وہ اپنی نیک نیتی کے باوصف قیام امن کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ اس لئے مجلس خلافت صوبہ سرحد نے بھی علماء کرام کا ایک وفد افغانستان بھیجنا مناسب سمجھا تاکہ وہ وہاں پہنچ کر امن و اصلاح کی تبلیغ کرے 6 اپریل 1929 کو صوبہ سرحد کے مقتدر علماء کرام کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں تمام علماء کرام نے متفقہ طور پر یہ تجاویز منظور کیں۔

1: علماء صوبہ سرحد کا یہ اجتماع افغانستان کے تمام حالات و واقعات اور فریقین کے تحریری بیانات اور موافقانہ فتاوے اور بعض ثقہ اشخاص کی عینی شہادت پر غور و خوض کر کے اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ اعلیٰ حضرت شہریار غازی امان اللہ خان پختہ مسلمان ہیں۔ ان کے خلاف جو فتوے لگائے گئے ہیں وہ قطعاً شریعت غرا کے خلاف ہیں۔ اعلی حضرت شہریار غازی کے خلاف جو شورش اٹھائی گئی ہے وہ صریح بغاوت اور قطعاً ناجائز ہے۔

اس لئے یہ اجتماع باشندگان افغانستان کو ہدایت کرتا ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کی اطاعت کے لئے ہمہ تن تیار و آمادہ ہو جائیں اور جو شخص اعلیٰ حضرت سے برسر پرخاش ہو اس

کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھیں ۔ کیونکہ صرف اعلیٰ حضرت ہی افغانستان کے حقیقی اور جائز بادشاہ ہیں اور وہی ایک ایسے اولی الامر ہیں جس کی اطاعت واجب ولابدی ہے ۔

2: علماء صوبہ سرحد کے یہ جلسہ اس امر کا اظہار کرتا ہے کہ حکومت نے علماء سرحد کو افغانستان میں خالص مذہبی فریضہ یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے جانے سے منع کر کے صریحاً مذہبی مداخلت کی ہے ۔ یہ جلسہ اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے تجویز کرتا ہے کہ چند علماء کا ایک وفد افغانستان میں اس لئے جائے کہ وہاں امن وامان کے لئے جدو جہد کرے ۔ امید ہے کہ حکومت مزید غلطی کا ارتکاب نہ کرے گی اور مذہبی معاملات میں عدم مداخلت کا ثبوت دے گی ۔

صوبہ سرحد کے علماء کرام کے اس عظیم جلسہ میں علماء کرام کے نمائندہ وفد کا انتخاب بھی ہوا ۔ اور مولانا شاہ رسول صاحب صدر اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ناظم وفد چن لئے گئے ۔

خان عبدالغفار خان:

میاں جعفر شاہ 7 اپریل 1929ء کو پشاور واپس پہنچ گئے ۔ ان کی واپسی کے بعد 7 اور 8 اپریل 1929ء کی درمیانی رات کو ہی منڈی بیری میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد ہوا ۔ اس میں خان عبدالغفار خان نے رپورٹ پیش کی کہ انہوں نے افغان کونسل جنرل کے ذریعے شاہ امان اللہ خان کی طرف سے افغان ہلال احمر مشن کے لئے ایک اجازت نامہ حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے اور اجازت نامے کے بارے میں حکومت کے ردعمل اور رویہ کا ایک ہفتہ تک انتظار کریں گے ۔

خان عبدالغفار خان نے کہا کہ افغانستان میں شیطانی اور غدار عناصر نے مسلمانوں کو تباہ و تاراج کرنے کے لئے جو آگ لگا رکھی ہے، مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے کہ اسے بجھائیں ۔ شنواریوں اور آفریدیوں کو لالچ اور ترغیب دینے کے لئے ان کے جرگے منعقد کرائے جا رہے ہیں ۔ لیکن آفریدیوں اور شنواریوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ افغان مسئلہ حل ہونے کے بعد ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کیا جائے گا ۔

اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ڈی آئی خان کے پیٹرا خان نے " ڈاکو شاہی حکومت " کے خلاف حسب معمول عوام کو خبردار کیا ۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ خواہ کچھ بھی

ہو جائے میں یہ کہنے سے باز نہیں آؤں گا کہ امان اللہ خان کو تباہ کرنے میں برطانیہ کا ہاتھ ہے۔
(خفیہ پولیس کا خلاصہ پیراگراف نمبر 242 سال 1929ء صفحہ نمبر 83)۔

افغان حکمران غازی امان اللہ کے خلاف انگریزوں کے ایماء پر کئے جانے والے پروپیگنڈے کا سد باب کرنے کے لئے تحریک خلافت نے جو وفد منتخب کیا تھا اس کے اراکین کے نام یہ تھے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی۔ مولانا شاہ رسول صاحب بالاگڑھی مردان، مولانا عبدالقہار صاحب مروت ملا نوشہرہ، مولوی شائستہ گل صاحب متہ مردان، مولوی امین الحق صاحب طورو مردان، مولوی شاکر اللہ صاحب زیارت کا کا صاحب نوشہرہ۔ مولوی اسرائیل صاحب اتمانزئی چارسدہ۔ مولانا عبدالروف صاحب کڈی تحصیل صوابی اور مولانا شاد محمد صاحب تورلاندی مردان۔

علماء کرام کے اس وفد کی خدمت کے لئے جن حضرات نے "خدام وفد" کی حیثیت سے اپنے نام پیش کئے تھے وہ یہ تھے۔ حاجی عبدالمالک خان کا فورڈھیری۔ خان محمد اکرم خان دیہہ بہادر۔ مولوی عبداللہ میاں ہزارہ۔ سید محمد یوسف صاحب مردان۔ اسکے بعد 20 اپریل 1929ء کو دفتر خلافت پشاور میں صوبہ سرحد کے علماء کرام کا ایک اجتماع ہوا اور اس وفد کی روانگی اور طریق عمل پر غور کیا گیا۔ اس اجلاس میں اس وفد کے صدر کی حیثیت سے مولانا شاہ رسول صاحب اور ناظم وفد کی حیثیت سے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا انتخاب ہوا۔

ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ محکمہ دستاویزات ولائبریری صوبہ سرحد بستہ نمبر 1 نمبر شمار فائل 13 صفحہ نمبر 63 کے مطابق خفیہ والوں نے اطلاع بھیجی کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ رضا کاران خلافت کے ایک سالار اور سرحد (اخبار) کے ایڈیٹر اللہ بخش یوسفی کا رشتہ دار رحیم بخش غزنوی ایک خادم وفد کے بھیس میں علماء کے ساتھ سرحد پار کر گیا ہے۔ وہ پریس نمائندہ کے طور پر گیا ہے۔ نیز مولوی عبدالروف آف کدائی علماء کے ساتھ نہیں گیا۔ (حوالہ نمبر آئی بی 2781 مورخہ 23 اپریل 1929ء)۔

تحریک خلافت کا وفد اور جلوس:

21 اپریل 1929ء کو پورے صوبے کے نامور علماء کرام کا یہ وفد دفتر خلافت پشاور

سے ایک عظیم الشان جلوس کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس جلوس میں علماء کرام، تحریک خلافت کے رضا کار اور ہلال احمر کے رضا کار بھی شریک تھے یہ جلوس بازار پل پختہ سے ہو کر چوک بزازاں وقدیم کوتوالی سے گزر کر بازار قصہ خوانی سے ہوتا ہوا بیرون کابلی گیٹ پہنچا اور وہاں سے بسوں میں سوار ہو کر 12 بجے کے قریب شب قدر فورٹ پہنچا۔ شب قدر میں کھانے اور نماز سے فارغ ہو کر ایک جلسے کا اہتمام کیا گیا۔ اس جلسے میں خان عبدالغفار خان نے بھی ان علماء حق کے مقاصد کی تائید وحمایت میں تقریر کی۔ خان عبدالغفار خان نے مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ ان علماء حق کے نقش قدم پر چلیں اور افغانستان کے موجودہ بحران پر قابو پانے کے لئے ان کی مدد کریں۔ انہوں نے کہا کہ آپ اسلام کے دشمنوں پر یہ ثابت کریں کہ مسلمان ایک دوسرے سے حد درجہ محبت اور ہمدردی کے جذبہ سے سرشار ہیں اور پہلے افغانستان میں لگی ہوئی اس آگ کو بجھا کر ہی دلجمعی سے وہ انگریزوں کو نکالنے کا کام کریں گے۔ (بحوالہ خلاصہ خفیہ پولیس بابت سال 1929ء جلد XXV پیرا نمبر 288 صفحہ نمبر 96)۔ اسی طرح حکیم عبدالرحمٰن آف مٹہ نے بھی تقریر کی۔ اس جلسے میں مہمند قبائل کے لوگوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی اور علماء کرام کا شاندار استقبال بھی کیا۔ خان عنایت اللہ خان، خان ال میر خان، عبداللہ خان اور دوسرے رہنماؤں نے بھی گرمجوشی سے وفد کا خیر مقدم کیا۔ قلعہ شب قدر میں حکام نے خان علی گل خان کو ملاقات کے لئے بلایا۔ لیکن انہوں نے جلسہ عام کے پیش نظر اور وفد کی موجودگی میں ملاقات کو مناسب نہ سمجھا۔ وفد دن کے تین بجے شب قدر فورٹ سے روانہ ہو کر 15 منٹ میں سرحد عبور کر گیا۔

آزاد قبائل میں وفد نے جن قوموں کے رہنماؤں سے مذاکرات کئے ان میں حلیم زئی، ترگ زئی، اتمان زئی، قندھاری، موسیٰ خیل، گریز، صافی، شنواری، چارمنگی، سلارزئی، اور ماموند وغیرہ شامل تھیں۔ پھر اندرونی افغانستان میں بھی وفد نے وعظ وتلقین کا کام کیا۔

اندرون افغانستان کا پہلا صوبہ کنٹر تھا۔ یہاں صافی اور تاجک قومیں آباد تھیں۔ ان دونوں قوموں کے درمیان دریائے کنڑ بہتا تھا۔ اور بدقسمتی سے یہ دونوں قومیں اکثر باہمی کشمکش اور رنجش کا شکار رہتی تھیں۔ ایک سے دوستی کرنا دوسرے سے دشمنی کرنا تصور کیا جاتا تھا۔ ایک قوم جو فیصلہ کرتی، دوسری اس کی ضد میں مخالفانہ فیصلہ کر لیتی۔ اس لئے وفد کو ان دو قوموں میں

وعظ و تبلیغ کرتے ہوئے بڑی حکمت سے کام لینا پڑا۔ اس علاقے میں وفد نے جن مشہور رہنماؤں سے گفت وشنید کی، ان میں ذیل کے حضرات شامل تھے۔

۱۔ حضرت میاں صاحب خلیفہ پیر صاحب ہڈہ شریف
۲۔ میاں گل صاحباں
۳۔ خان محمد خان برادر میر زمان خان
۴۔ شیر محمد خان خلف میر زمان خان صاحب
۵۔ خیر محمد خان صاحب
۶۔ کرنیل صاحب
۷۔ ملک بادام خان صاحب ساکن کوڑاخیل
۸۔ ملک ماصل خان صاحب ساکن کوڑاخیل
۹۔ ملک مدار خان صاحب ساکن عمری غنڈی باجوڑ
۱۰۔ قاضی محمد ہاشم خان صاحب

وفد نے افغانستان میں دیکھا کہ ایک طرف امیر امان اللہ خان نے شاہی خاندان کے بچوں کی طرح عام لوگوں کے بچوں کے لئے بھی سکول کھولنے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا اور دوسری طرف فسادیوں نے ان سکولوں اور مدرسوں کو تباہ کرنے کا کام سنبھال رکھا تھا۔ ایک طرف اسلحہ اور گولہ بارود دفاعی ضروریات کے لئے ذخیرہ کرنے کا اہتمام ہو رہا تھا اور دوسری طرف تخریب کار اسی گولہ بارود کو اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال کر رہے تھے اور جگہ جگہ فوجی کیمپ تباہ کر رہے تھے تاکہ دوبارہ یہ کبھی انگریزوں یا مسلمانوں کے کسی اور دشمن کے خلاف استعمال نہ ہوسکیں۔

21 اپریل ہی کو رات ساڑھے نو بجے وفد علاقے غلنئے کے گاؤں پکل کلی پہنچا۔ اور وہاں مسجد میں ٹھہرا۔ گاؤں کے ملک بہرام خان نے علماء کرام کے لئے چائے وغیرہ کا انتظام کیا۔ اور انکے ٹھہرنے کے لئے چارپائیوں اور بستروں کا بندوبست کیا۔ رات گزارنے کے بعد صبح سات بجے وفد وہاں سے آگے روانہ ہوا اور دو گھنٹے کی مسافت طے کر کے موضع سینگر علاقہ گنداؤ میں ٹھہرا۔ یہاں پہنچ کر وفد نے کچھ قیام کرنا ضروری سمجھا کیونکہ ایک سربرآوردہ شخصیت

میاں لعل صدیق صاحب نے وہاں وفد سے ملنا تھا تا کہ وفد کی مدد کرسکیں۔ اسکے علاوہ وہاں کھانا کھا کر ایک خصوصی اجلاس بھی منعقد کیا گیا۔ تین اراکین وفد مولانا عبدالروف صاحب، مولانا شاہ محمد صاحب، اور مولانا میرانجان صاحب اپنی خانگی وجوہات کی بنا پر وفد میں شریک نہ رہ سکے تھے اور اس لئے اس اجلاس نے باہمی مشورہ سے خان عبدالمالک خان کا فور ڈھیری اور خان محمد اکرم دہ بہادر کو اراکین وفد کے طور پر نامزد کر دیا۔

اسکے بعد سینگر ہی میں ظہر کی نماز ادا کی گئی۔ اور پھر آگے روانہ ہوئے۔ موضع کسی پہنچ کر میاں لعل صدیق صاحب کے مکان پر قیام کیا گیا۔ رات بھی وہیں بسر کی گئی۔ میاں لعل صدیق صاحب کافی اثر ورسوخ کے مالک تھے اس لئے جب وہاں صوبہ سرحد کے نامی گرامی علماء کی آمد کی اطلاع لوگوں کو ہوئی تو وہ ہر طرف سے اُمڈ آئے اور علماء کرام نے ان لوگوں کو جمع کر کے وعظ ونصیحت کا فریضہ ادا کیا۔

جناب بادشاہ گل صاحب ترنگزئی:

23 اپریل 1929ء کی دوپہر تک اسی گاؤں میں آس پاس سے آئے ہوئے لوگوں میں تبلیغ کا کام ہوتا رہا۔ پھر ظہر کی نماز کے بعد وفد وہاں سے آگے روانہ ہوا اور عصر کے قریب موضع ناقی پہنچا اور عصر کی نماز موضع ناقی ہی میں ادا کی۔ جب وفد ناقی سے آگے روانہ ہوا تو راستے میں معلوم ہوا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے خلف رشید جناب بادشاہ گل صاحب ایک جلوس لے کر وفد کے استقبال کے لئے آرہے تھے کہ راستے میں پتہ چلا کہ وفد کہیں رک گیا ہے اس لئے وہ بھی وہاں سے قریب ایک گاؤں خادی خان میں ٹھہر گئے ہیں۔ وفد بھی اسی طرف جارہا تھا اور عشا کے قریب موضع خادی خان پہنچا۔ جناب بادشاہ گل صاحب نے بڑی گرمجوشی سے وفد کا استقبال کیا۔ سب نے رات موضع خادی خان میں گزاری۔ اور صبح وفد جناب بادشاہ گل صاحب کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں قاری عبدالمستعان خان صاحب مہاجر اپنے آدمیوں سمیت استقبال کے لئے پہنچ گئے۔

حاجی صاحب ترنگزئی:

کچھ آگے جانے کے بعد وفد کے استقبال کے لئے خود حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی ایک جمعیت کے ساتھ تشریف لائے اور علماء کرام کے ساتھ گلے ملے۔ حاجی صاحب

ترنگزئی نے وفد کے استقبال کا عظیم الشان اہتمام کیا ہوا تھا۔ایک مسجد کو بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔اسمیں جابجا"اسلام علیکم" "مرحبا" اور"ہر کلہ راشہ" کے خوشخط کتبے لکھوا کر لگائے گئے تھے۔وفد کے علماء کرام کو پہلے اس مسجد میں ٹھہرایا گیا۔اس جگہ وفد کی آمد کی اطلاع پا کر آس پاس کے علماء کرام، مشائخ عظام اور خوانین آکر جمع ہونے لگے۔

حاجی صاحب ترنگزئی کے مقام پر نماز ظہر کے بعد ایک جلسہ عام کا اعلان کر دیا گیا۔ اس جلسہ میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ناظم وفد نے عوام وخواص کے سامنے افغانستان میں بغاوت وفساد کے اسباب ونتائج تفصیل کے ساتھ پیش کئے اوراس سلسلے میں علماء کے وفد کے مقاصد کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان کیا۔مولانا عبدالرحیم صاحب نے تقریر میں علماء سرحد آزاد سے عموماً اور حاجی صاحب ترنگ زئی سے خصوصاً وفد کے مقاصد کو کامیاب بنانے کی استدعا کی۔

آزاد قبائل کے علماء کرام نے جواب میں وفد کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مکمل ہمدردی کی توقع دلائی۔خود حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی نے بھی فرمایا کہ اس سلسلے میں وفد کے علماء آزاد قبائل کے علماء اور بادشاہ گل صاحب مل کر ایک جرگہ منعقد کریں اور اسکے ذریعے فیصلہ کرلیں۔

چنانچہ 25 اپریل کو جرگہ منعقد ہوا جس کے سامنے مطالبات رکھے گئے کہ جس طرح وفد کے ساتھ مناسب زبانی اتفاق رائے کرلیا ہے اس طرح تحریری طور پر بھی اسکی تصدیق کر کے دستخط کر دیے جائیں اور وفد کے ساتھ حاجی صاحب، بادشاہ گل صاحب اور سرحد آزاد کے علماء کرام دورہ کریں۔جرگہ کی جانب سے میاں لعل صدیق صاحب نے وکالتاً جواب دیا کہ ہم سب وفد کے حسب مدعا تحریر دینے کے لئے تیار ہیں اور اگر وہ ضرورت سمجھے تو اس کے ساتھ ہم دورہ کرنے کے لئے بھی حاضر ہیں۔وفد نے اس جواب پر تمام جرگہ کا شکریہ ادا کیا اور دستخط کے لئے ذیل کے مضمون کی فارسی تحریر پیش کر دی۔

"ہم علاقہ سرحد آزاد، مہمند، باجوڑ، ناوگی وغیرہ کے علماء ومشائخ عموماً تمام اہل اسلام اور خصوصاً علماء صوبہ سرحد کے وفد کے لئے اقرار کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت شہریار غازی امان اللہ خان شورش افغانستان سے پہلے بھی صحیح وصادق مسلمان تھا اور اب بھی صحیح وصادق مسلمان ہے۔باشندگان افغانستان کی تمام اقوام پر اس کی اطاعت واجب ہے اور ہم لوگوں پر اس جیسے

بادشاہ اسلام کی حمایت لازم اورضروری ہے"

مضمون کے اس مسودے پر جرگے کے ایک رکن نے دستخط کرنے سے انکار کیا اور جناب بادشاہ گل صاحب نے اپنا ذاتی عذر جرگے کے سامنے پیش کیا تو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی وغیرہ نے نہایت نرمی اور تدبیر سے ایک ایسا مضمون (فارسی میں) ترتیب دیا جس پر سب نے متفق ہوکر دستخط کرنے پرآمادگی ظاہر کردی۔مضمون یہ تھا۔

"ہم باشندگان سرحدآزادمہمند وغیرہ کے خدام دین مبین عموماً اہل اسلام اورخصوصاً علماءصوبہ سرحد کے وفد سے اقرار کرتے ہیں کہ شہر یار غازی امان اللہ خان بادشاہ افغانستان شورش افغانستان سے پہلے بھی صحیح وصادق مسلمان تھا اوراب بھی صحیح وصادق مسلمان ہے کیونکہ ہمارے سامنے اس کے کفر کے لئے کوئی بھی شرعی وجہ موجودنہیں"

27 اپریل 1929 کو جب علماء کرام کا وفد رخصت ہونے لگا تو دوسرے علماء ومشائخ کے علاوہ حاجی صاحب ترنگزئی اوران کے صاحبزادے جناب بادشاہ گل صاحب کافی دورتک انہیں عزت واحترام کے ساتھ رخصت کرنے کے لئے ساتھ گئے۔

اسکے بعد وفدموضع زیارت پہنچا اور یہ طے کرنے کے لئے کہ وہاں سے افغانستان کی طرف جانے والے مختلف راستوں میں کونسا راستہ اختیار کیا جائے، وفد وہاں کچھ رکا۔ اسکے علاوہ یہ وہ مقام تھا جہاں مختلف مقامات کے لوگوں کی آمد ورفت رہتی تھی۔اس لئے یہاں چند گھنٹے ٹھہر کر وعظ وتبلیغ کا کام کرنا قرار پایا۔علاقہ کوڈاخیل کے محصل خان کے متعلق معلومات کی گئیں کیونکہ وہ حدود افغانستان میں امن اور بھائی چارے کے قیام کے لئے وفد کی مدد کرسکتے تھے۔معلوم ہوا کہ وہ علاقہ کنڑ میں موجود ہیں اور کئی دنوں تک وہیں رہیں گے۔اس لئے طے پایا کہ زیارت سے کنڑ جانے والا راستہ ہی اختیار کیا جائے۔

اس دوران میں وفد نے ہرجگہ لوگوں سے رابطہ کا کام جاری رکھا اور ہرجگہ امن کی ضرورت پرزوردیا۔

28 اپریل کو شام کے وقت علماء سرحد کا وفد افغانستان کی اصل حدود میں داخل ہوگیا۔اورعشاء کے قریب سرکانی نامی گاؤں پہنچا۔اوراسی گاؤں میں حضرت پیر بڈہ شریف کے خلیفہ جناب میاں صاحب مبارک کے بھتیجے میاں گل صاحب اپنے لوگوں کے ساتھ استقبال

کے لئے پہنچ گئے۔ اور وفد کو ایک سجے سجائے شاندار کمرے میں ٹھہرایا اور انکی خوب خاطر مدارت کی۔اس روز صبح 9 بجے وفد کے علماء کی میاں صاحب مبارک سے ملاقات ہوئی اور وفد نے میاں صاحب مبارک کو اپنے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔میاں صاحب نے ان کے نیک ارادوں کی کامیابی کے لئے دعا کی۔اس قیام کے دوران دور ونزدیک سے مختلف قوموں کے پیغامات اور نمائندے وفد کے پاس آتے رہے۔اور وفد نے محسوس کیا کہ تقریروں اور جرگوں کی وجہ سے ان لوگوں میں امن کے لئے جوش وخروش پیدا ہو گیا اور کئی قومیں امیر امان اللہ خان کی حکومت کے بارے میں پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کی اصل حقیقت سے آگاہ ہو گئیں۔ چنانچہ اسی قیام کے دوران ان قوموں کے رہنماؤں نے وفد کو خیر مقدم کے پیغامات اور اپنی طرف سے تحریری حمایت کے خطوط بھیجے۔تاہم مخالف قوت بھی برابر اپنا کام کر رہی تھی اور وفد کو اس دوران میں بعض قوموں کے باغی افراد کی جانب سے تخریب کاری کا خطرہ بھی لاحق تھا لیکن انہوں نے اپنا کام زور شور سے اور اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسے سے جاری رکھا۔تاہم ملک محصل خان، ملک بادام خان اور خان محمد خان نے وفد کو مشورہ دیا کہ چونکہ بغاوت کے اصل مرکز یعنی شنواری قوم میں کام کو شروع کرنے سے پہلی حفاظتی تدابیر سے غفلت نہیں برتنی چاہیے اور اسکے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وفد وہاں کی مشہور شخصیت ملا صاحب چکنور سے مطالبہ کرے کہ ملا صاحب چکنور خود آکر وفد کے علماء کرام سے مذاکرات کریں یا اپنی ذمہ داری پر وفد کو اپنے ہاں بلائیں۔اس تجویز کے تحت وفد نے مرزا جمال الدین وکیل سابق حکومت اسمار و کنڑ کو ملا صاحب چکنور اور دیگر شنواری رہنماؤں کے پاس ایک تحریری پیغام دیکر بھیجا جس میں انکی طرف سے جواب کے لئے چھ روز کی مدت مقرر کی گئی تھی۔اور اس دوران وفد نے دوسرے مقامات پر اپنا کام جاری رکھا۔لیکن چھ روز کی طویل مدت کے باوجود کوئی جواب نہ ملا۔

وفد موضع مخمل شاہ پہنچا اور وہاں پر اپنا مشن شروع کیا تو غنم شاہ کے ملک ابراہیم خان وفد سے وہاں آکر ملے اور قوم موسیٰ خیل کا دورہ کرنے اور اپنے زریں خیالات کا اظہار کرنے کی دعوت دی۔اس سے پہلے قاضی عبدالحمید خان بھی اس کی درخواست کر چکے تھے۔اس لئے وفد نے وہاں سے مٹی موسیٰ خیل کا رخ کیا اور موضع غنم شاہ پہنچ کر جناب قاضی عبدالحمید خان صاحب کے پاس قیام کیا۔

قاضی صاحب کو جب وفد کی آمد کو پتہ چلا تو خود دوڑ دوڑ کر استقبال کے لئے آئے۔ ہر طرف سے لوگ بھی سن کر جوق در جوق پہنچنے لگے۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد قاضی صاحب کے مکان کی طرف وفد روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچ کر رات گزاری۔ قاضی صاحب نے اسی وقت درہ بیدمنی، درہ سوران اور موسیٰ خیل قبائل کے دوسرے ملک حضرات، سفید ریشوں، قاضیوں اور پیروں کی طرف وفد کی آمد کی اطلاع کے ساتھ دعوت نامے بھیجے تاکہ وہ صبح قاضی صاحب کے ہاں پہنچ کر وفد کے خیالات سے آگاہی حاصل کریں۔ صبح مختلف حضرات کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا اور دوپہر تک ایک عظیم الشان جلسہ عام بن گیا۔ اس دوپہر کو جلسہ منعقد ہوا تو وفد کے ناظم حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے نہایت تفصیل کے ساتھ وفد کی غرض و غایت کو بیان کیا۔ پورے جرگے نے قوم موسیٰ خیل کی طرف سے تحریری طور پر دستخطوں کے ساتھ اپنی حمایت کا یقین دلایا۔ اسکے بعد دعا کر کے وفد رخصت ہوا تو قاضی صاحب دور تک وفد کو چھوڑنے ساتھ گئے۔

وفد وہاں سے دوبارہ حاجی صاحب ترنگ زئی کے ہاں پہنچا اور رات وہیں گزاری۔ خفیہ پولیس کی خلاصہ رپورٹ جلد XXV سال 1929 پیراگراف نمبر 302 صفحہ نمبر 100 پر جمعتہ المبارک 3 مئی 1929ء کے روز پشاور شہر میں انجمن ہلال احمر کے ایک جلوس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس جلوس میں ہلال احمر کے رضا کار اور خلافت کمیٹی کے رضا کار شامل تھے۔ جلوس نماز جمعہ کے بعد مسجد قاسم علی خان سے نکالا گیا تھا اور اس نے شہر کے بڑے بڑے بازاروں میں گشت کیا۔ جلوس کے ساتھ دو عدد سٹریچر اور ایمبولینس صندوق بھی تھے۔ 4 مئی 1929ء کی صبح وفد موضع لکڑ و حاجی آباد سے روانہ ہو کر موضع ناقی پہنچا اور مغرب کو موضع کسی پہنچ کر میاں لعل صدیق صاحب کے پاس قیام کیا۔ وہاں جناب عبداللہ خان صاحب نے آ کر وفد کو گنداؤ میں سینگر کے مقام پر آنے کی دعوت دی اور اگلے دن 5 مئی کو وفد موضع سینگر دوبارہ پہنچا اور لوگوں میں وعظ و تبلیغ کی۔ یہاں قوم حلیم زئی کی طرف سے بھی تمام ملکوں، سفید ریشوں اور رہنماؤں نے دستخط کر کے تحریری طور پر حمایت کا اعلان کیا۔

کاکاجی صنوبر حسین مہمند اوران کے ساتھی:

اس دوران میاں لعل صدیق صاحب بھی آخری دن کے دس بجے تک وفد کے ساتھ

رہے اور غلوغنڈ کے قریب وفد کو اپنی تحریری حمایت کی دستاویز پیش کر کے رخصت کیا۔ وفد نے پشاور کی طرف واپسی کا کوئی دن یا وقت مقرر نہیں کیا تھا۔ لیکن جس دن وہ واپس ہوا تو کا کا جی صنوبر حسین مہمند، صاحبزادہ مراد خان اور محمد مکرم خان ایک جلوس کے ساتھ استقبال کے لئے شبقدر فورٹ پہنچ گئے۔ وہاں سے وفد ٹانگہ سواریوں کے ذریعے واپس پشاور پہنچا۔ شام کے وقت پشاور میں ہلال احمر کا جلسہ ہوا اور اس میں تقریر کرتے ہوئے حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے افغانستان کے امن کے خلاف غیروں کی سازش پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور یہ بھی واضح فرمادیا کہ اس دورے سے واپسی پر ہمارا کام ختم نہیں ہوا۔ ہماری کوششیں افغانستان میں امن کے قیام کے لئے جاری رہیں گی۔

افغان ہلال احمر سوسائٹی اور مفتی عبدالحکیم پوپلزئی:

ادھر پشاور میں علامہ عبدالرحیم صاحب کے والد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کی سرپرستی میں تحریک خلافت اور اسکی ذیلی تنظیم افغان ہلال احمر سوسائٹی افغان بھائیوں کی امداد کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے کی تیاریاں کر رہی تھی۔ چنانچہ 4 مئی 1929ء کی شام کو بھی افغان ہلال احمر سوسائٹی کا ایک جلسہ اسلامیہ کلب ہال میں منعقد ہوا۔ اس میں بار کے بعض مسلمان اراکین بھی شامل ہوئے۔ اس اجلاس میں انجمن کے لئے ادویات، ایمبولینس، سٹریچر اور دوسرا سامان خریدنے کے لئے فنڈ جمع کرنے پر غور کیا گیا۔ 4 مئی تک انجمن نے چھ سات سو روپے جمع کئے تھے۔ اس کے علاوہ میاں جعفر شاہ کے بھائی اور خان بہادر میاں رحیم شاہ آف زیارت کا کا صاحب کے پوتے میاں فاروق شاہ نے وعدہ کیا تھا کہ وہ انجمن کے لئے 4000 روپے کا بندوبست کریں گے۔

انجمن کے طبی وفد کے لئے جن میڈیکل افراد نے رضا کارانہ خدمات پیش کیں انہیں ایک ٹائپ شدہ فارم کی کاپیاں تقسیم کی گئیں جن پر اس تحریر کے ساتھ دستخط کرنا تھے

ا: وہ سیاست میں حصہ نہیں لیں گے۔

ب: اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے۔

ج: سفر افغانستان اور واپسی پر کسی نقصان کی صورت میں سوسائٹی کو ذمہ دار نہ ٹھہرائیں گے۔

6 مئی کو وفد کی واپسی کے موقع پر جس جلسہ عام کا اہتمام کیا گیا تھا اسکی تفصیل سرکاری رپورٹوں (خلاصہ خفیہ سال 1929 پیراگراف 302 صفحہ نمبر 100 اور ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 1 نمبر شمار فائل نمبر 13 صفحہ 73) میں بیان ہوئی ہے۔اس کے مطابق جلسہ منڈی بیری پشاور شہر میں 6 اور 7 مئی کی درمیانی رات کو ساڑھے نو بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک جاری رہا تھا۔ خان عبدالغفار خان نے اکابرین کے وفد کی مختصر غرض و غایت بیان کی۔نوشہرہ کے مولانا شاکر اللہ نے پشتو نظم سے ابتدا کی۔اس میں مسلمانوں سے کہا گیا تھا کہ کاہلی چھوڑ کر ملک کی خاطر ایک ہو جاؤ۔اوران دشمنوں کے خلاف چوکنے اور بیدار ہو جاؤ جنہوں نے افغانستان میں آگ لگا رکھی ہے اور اسلامی سلطنت کو تباہ کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ناظم وفد کا خطاب:

مولانا عبدالرحیم (پوپلزئی) سیکرٹری وفد نے قبائلی علاقے (مہمند) کے دورے کے اغراض و مقاصد بیان کئے اور کہا کہ ہم نے غازی امان اللہ خان کے حق میں ملک کے اس حصے کے عوام کو قائل کر کے اپنا مذہبی فریضہ پورا کیا ہے کہ غازی امان اللہ خان ایک سچا مسلمان ہے اور اس کی اصلاحات سے شریعت کی کسی طور پر بھی نفی نہیں ہوئی اور یہ کہ وہ افغانستان کا جائز بادشاہ ہے۔انہوں نے کہا کہ ضرورت پڑی تو ہم دوبارہ بھی افغانستان کا دورہ کریں گے اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک امان اللہ خان کو اس کا تخت اور سلطنت واپس نہیں مل جاتی اور تمام یورپی طاقتیں خاص طور پر برطانیہ اس کی پہلے کی طرح خودمختاری تسلیم نہیں کر لیتا۔

اس کے بعد عبدالرحیم پوپلزئی نے افغانستان کے سابق قاضی کی طرف سے ایک فارسی فتویٰ پڑھا جو قاضی القضاۃ کے منصب پر تین سال تک کام کرنے والے شخص کا تھا۔اس کے مطابق اس نے کبھی بھی امان اللہ خان کے احکام کو شریعت کے منافی نہیں پایا۔اور یہ کہ امان اللہ خان ایک سچا مسلمان ہے۔

نوشہرہ کے مولوی عبدالقہار عرف مروت ملا نے کہا کہ ہم امان اللہ خان کے حق میں پروپیگنڈہ کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔اور لوگ اس کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کو تیار ہو گئے ہیں۔انہوں نے اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہماری طرف سے بار بار دعوت

کے باوجود ملا چکنور نے ہمارے ساتھ ملاقات نہ کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ ہم سمت مشرقی کا دورہ کریں کیونکہ یہ خطرے سے خالی نہ تھا۔ خاص طور پر ان حالات میں جب کہ ملا چکنور نے ہمارے ساتھ ملاقات کرنے میں پس وپیش کا رویہ رکھا۔

انہوں نے کہا کہ ضرورت پڑنے پر ہم افغانستان کا دوبارہ دورہ کریں گے اور امان اللہ خان کو تخت کابل پر دوبارہ جلوہ افروز کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے دورے اور مذہبی تقریروں نے کفر کے فتوے کے خلاف سرکانی کے لوگوں پر ایک صحت مندانہ اثر ڈالا ہے۔ ان لوگوں نے ہمیں بتایا ہے کہ ہمیں اس سے پہلے افغانستان کے ملاؤں نے مسخ شدہ حقائق بتائے تھے۔

عبدالغفار خان آف اتمان زئی نے طبی مشن کے لئے 20 ہزار روپے چندہ کی اپیل کی اور موقع پر ہی 1000 روپے جمع کر لئے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے ایک بیٹے کو مشن کے ساتھ بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تقریروں کا وقت نہیں بلکہ اب عملی کام کی ضرورت ہے۔ اس بات کا فیصلہ کیا گیا ہے کہ بیس پچیس میڈیکل افراد اور کئی رضا کار ضروری فنڈ جمع ہوتے ہی بھیج دیئے جائیں گے۔ کئی اعلیٰ تعلیم یافتہ طبی افراد نے جن میں زیادہ تر غیر مسلم ہیں افغانستان کے لئے خدمات پیش کی ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ دل کھول کر چندہ دیں۔ اور ڈاکٹر خان صاحب کے مکان واقع ہلال احمر کے دفتر میں تمام عطیات جمع کرائیں۔ جہاں میاں احمد شاہ کو اس کام پر مامور کیا گیا ہے۔ عطیات وغیرہ کی تفصیل اخبارات میں شائع کی جائے گی تا کہ کسی خرد برد کا احتمال نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے میڈیکل مشن کے لئے ضروری اجازت دے دی ہے۔ اور اب آپ کا کام ہے کہ یہ پروگرام کامیاب بنائیں۔

میاں جعفر شاہ نے بھی اسی نوعیت کی تقریر کی اور فنڈ جمع کرنے کی پرزور اپیل کی۔ اگلے دن کے اخبار انقلاب لاہور مورخہ 8 مئی 1929 نے بھی اس وفد کے دورہ کی خبر شائع کی جس میں بیان کیا گیا تھا کہ حاجی صاحب ترنگ زئی کی مسجد میں جلسہ منعقد ہوا جس میں مولوی شاکر اللہ صاحب نے سپاسنامے کے جواب میں پشتو میں منظوم پیغام پڑھا اور پشاور کے مولانا عبدالرحیم صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہمارا اصل مقصد خون خرابے کے علاقے میں دورہ کرنا ہے۔ انہوں نے حاضرین سے کہا کہ آپ یہ فراموش نہ کریں کہ آپ کا دشمن آپ کے

قریب ہی ہے۔ اگر آپ تعلیم یافتہ ہوتے تو یہ جان سکتے کہ کہ اندرون خانہ کس کا ہاتھ ہے۔ آپ اُٹھیں اور بدامنی کا خاتمہ کریں۔ اس موقع پر حاضرین نے "امان اللہ خان زندباد" کے نعرے لگائے۔ اور علماء سرحد کے وفد کو یقین دلایا کہ وہ ضرورت پڑنے پر قربانی کے لئے تیار ہیں۔

ملا چکنور کا پراسرار طرز عمل:

جمعہ 10 مئی جب وفد کو پشاور واپس ہوئے چند دن بھی گزر چکے تھے، ملا چکنور کی طرف سے پراسرار خاموشی کے بعد لعل پورہ سمت مشرقی افغانستان کے خان محمد اکبر خان کا بھتیجا عسکر خان یہ پیغام لے کر پہنچا کہ ملا چکنور دراصل دو فریقوں میں مصالحت کرانے میں مصروف تھے کہ آپ کا خط پہنچا۔ انہوں نے اپنے ایک خادم خاص کے ہاتھ یہ عذر تحریر کر کے پہلے ہی بھیج دیا تھا کہ میں اس وقت مصروفیت کی وجہ سے معذور ہوں۔ اور فراغت کے بعد اطلاع دوں گا۔ یہ خط غالباً اس شیخ نے آپ تک نہیں پہنچایا۔ اس لئے آپ کو شکایت ہے۔ اب ملا صاحب فارغ ہیں اور آپ کا انتظار کرتے ہیں۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے جواب دیا کہ وفد نے کام ختم نہیں کیا۔ جناب ملا صاحب اطمینان فرمائیں اور انشا اللہ تعالی بوجہ احسن ملاقات حاصل ہونے کی امید ہے۔ ملا صاحب جس امر سے وفد کو اطلاع دینا چاہیں تو بذریعہ دستی تحریر و مستند شخص کے ارسال فرمائیں۔ یہ جواب پا کر ملا چکنور نے دوبارہ چپ سادھ لی۔

اس دوران افغانستان کے معاملات میں بیرونی مداخلت کے خلاف آواز بلند کرنے کی پاداش میں مولانا خان میر ہلالی کو پشاور سے نکال دیئے جانے کا حکم جاری کر دیا گیا اور انہیں ایبٹ آباد بھیج دینے کے احکامات صادر ہو گئے۔ اس موقع پر 12 مئی 1929ء کو انہیں ایک جلوس کی شکل میں پشاور ریلوے سٹیشن تک لے جایا گیا۔ راستے میں چوک یادگار پر جلوس کچھ دیر کے لئے رکا اور آغا سید محمود شاہ ریشم گر نے ایک مختصر تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا خان میر ہلالی کو ملک وقوم کی خاطر بات کرنے پر پشاور سے نکالا گیا ہے اور امید ہے کہ وہ ملک کی خدمت کرنے میں آئندہ بھی کسی سے پیچھے نہ رہیں گے۔

خان میر ہلالی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے افغان معاملات میں برطانیہ کی عدم مداخلت وغیر جانبداری کی ضرورت کا سوال اٹھانے پر نکالا جا رہا ہے اور حکومت نے اس

معاملے میں اپنی پوزیشن صاف کرنے کی بجائے مجھے نکالنے کا یک طرفہ حکم جاری کر دیا ہے اور اس لئے میں اعلان کرتا ہوں کہ افغانستان کے حالات خراب کرنے میں حکومت برطانیہ کا ہاتھ ہے۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں یہاں سے نکالے جانے اور ایبٹ آباد میں جبری طور پر بھیجے جانے کی سزا کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں"

ادھر اکابرین نے افغانستان کے لئے جس طبی مشن کا کام شروع کروایا تھا اور خان عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان صاحب کو اس کام کی نگرانی سونپی گئی تھی، اس کے انتظامات کے لئے لوگوں نے دل کھول کر عطیات اور نقد رقوم دینے میں بہت گرمجوشی کا مظاہرہ کیا اور چند دنوں میں ہی ہزاروں روپے نقد اور دیگر اشیا کی صورت میں جمع ہو گئے۔ حاجی ساول کے عبدالغنی خان اور ملائی ٹولہ اٹک کے بھائیوں نے 500 روپے کے سرجیکل اوزار عطیے میں دے دیئے۔ یہ انہوں نے اپنی ذاتی ڈسپنسری کے لئے خریدے تھے۔

ایک کابلی تاجر نے کمپوڈروں کے کمبل اور خیمے پیش کئے۔ بارکونسل کے مسلمان اراکین نے 20000 روپے دینے کا اعلان کیا۔ایک مسلمان حاجی جان محمد نے اس شرط پر کہ وہ خود بھی اس خدمت پر مامور ہو کر افغانستان جائیں گے دو عدد لاریاں دینے کا وعدہ کیا۔ ان کی خواہش تھی کہ ان لاریوں پر " حاجی جان محمد آف پشاور کی طرف سے شہریار غازی امان اللہ خان کی خدمت میں " کے الفاظ لکھے ہوں۔

جمعیت نوجوانان سرحد:

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی تحریک خلافت میں سرگرم حصہ لینے کے ساتھ ان دنوں جمعیت نوجوانان سرحد کی تنظیم اور اسکے توسط سے یہاں کے مفلوک الحال مزارعین اور مزدوروں کی فلاح و بہبود کے کام میں بھی مصروف عمل تھے۔لیکن اس جماعت کا کام زیادہ تر خفیہ تنظیم کے ذریعے انجام پاتا تھا۔ اس زمانے میں ملک بھر میں کسانوں اور مزدوروں کی بہبود کے لئے دوسری جماعتیں بھی زیر زمین اور خفیہ سرگرمیوں میں مصروف تھیں تاہم صوبہ سرحد میں کوئی دوسری جماعت اس زمانے میں اس مقصد کے لئے سرے سے موجود ہی نہ تھی۔ اس لحاظ سے جمعیت نوجوانان سرحد خالص عوامی مقاصد کے تحت بننے والی پہلی جماعت تھی۔ ان دنوں کے اخبار ترجمان سرحد راولپنڈی مورخہ 20 جولائی 1929ء میں "انجمن مزدوران سرحد" کی

سرخی کے تحت یہ خبر دی گئی کہ شمالی مغربی صوبہ سرحد کے مزدوروں نے اپنی تنظیم کرنے کی خواہش کے تحت ایک انجمن بنائی ہے جو جمعیت نوجوانان سرحد میں مدغم ہوگئی ہے۔اس قسم کی انجمنیں عرصہ دراز سے ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں موجود ہیں۔سرحد کے مزدوروں کی انجمن مزدوراں کی شاخیں بھی صوبہ سرحد کے ہر شہر اور ہر گاؤں میں موجود ہونی چاہیں۔

(بحوالہ ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر ا نمبر شمار 13 صفحہ نمبر 237 دستاویز نمبر 2505 آئی بی پشاور 25 جولائی 1929ء)

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی رقت انگیز دُعا:

جمعیت نوجوانان سرحد کا مقصد ملک میں انگریزوں کو نکالنے کے بعد خالص عوامی حکومت کا قیام تھا۔اس مقصد کی خواہش کا اظہار علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی کتاب روداد وفد علماء سرحد کی آخری سطور سے بھی ہوتا ہے۔عبدالرحیم پوپلزئی یہ روداد اس دعا پر ختم کرتے ہیں۔

"اے خدائے بزرگ و برتر تو علیم و خبیر ہے۔نظام عالم میں کائنات کا ذرہ ذرہ تجھ سے مخفی نہیں اور دنیائے کون و فساد کا ایک ایک لمحہ تجھ سے پوشیدہ نہیں۔تیری ہی وسیع رحمت نے اس عاجز کو توانائی عنایت فرمائی اور تیرے ہی فضل و کرم نے عمل خیر کی توفیق بخشی۔تو جانتا ہے کہ یہ سب کچھ تیری رضامندی اور مخلوق کی بہبودی کے لئے کیا گیا ہے۔تو میرے اس ناچیز عمل کو قبول فرما۔

افغانستان کو روز افزوں ترقی استوار، امن کامل و استقلال عطا فرما کر اشرار کے فتنوں سے پاک وصاف فرما دے۔ملت افغانیہ کو ذلت و ادبار کی بدترین پستیوں سے نکال کر رفعت و ترقی کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز فرما۔تو ان کو باعزت زندگی اور صحیح احساس اور سچا جذبہ عطا فرما۔جس کی وجہ سے وہ اخوت و یگانگت کے مضبوط رشتے میں منسلک ہوکر شاہراہ ترقی و آزادی پر گامزن ہوں۔

اے احکم الحاکمین! ہم اگرچہ قصوروار ہیں پر تیرے بندے ہیں۔تو ہمارے قصور سے درگزر فرما کر ہمیں غیروں کی غلامی سے نجات دلا۔تو جانتا ہے کہ ہم اپنی غفلت و بےحسی کے باعث ایسے چکر میں آگئے ہیں، جس میں ہماری محنت و جانفشانی دوسروں کے مفاد پر قربان ہو جاتی ہے اور ہم زندگی کے دن غربت و افلاس، فقر و فاقہ کے اندر نہایت رسوائی کے ساتھ

کاٹتے ہیں۔

تو دنیا سے جبر وتشدد کے قوائے کو فنا اور ظلم و استبداد کے نظام کو چکنا چور کر دے۔

اند کے با تو بگفتم غم دل تر سیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

باب۲ قبائلی دورہ کے نتائج

علاقہ سرحد آزاد مہمند، باجوڑ اور ناوگی وغیرہ کے اکابرین کے دستخطوں سے یہ عہد نامہ جاری ہوا۔

ہم باشندگان سرحد آزاد مہمند وغیرہ کے خدام دین مبین عموماً تمام اہل اسلام اور خصوصاً علماء سرحد کے وفد سے اقرار کرتے ہیں کہ شہر یار غازی امان اللہ خان بادشاہ افغانستان، افغانستان کی شورش سے پہلے بھی صحیح صادق مسلمان تھا اور اب بھی صحیح وصادق مسلمان ہے کیونکہ ہمارے سامنے اس کے کفر کے لئے کوئی بھی شرعی وجہ موجود نہیں (اصل مضمون فارسی کا ترجمہ)

اس عہد نامے پر مندرجہ ذیل اکابرین قبائل کے دستخط ثبت تھے

۱ قاضی عبدالمجید صاحب
۲ ملا عبدالحمید قوم موسیٰ خیل مہمند آزاد
۳ صاحب حق عبدالغفور شیخ بابا قوم شنواری
۴ مولوی میر صاحب
۵ ملا میر حمیم چناری قوم صافی
۶ ملا عبدالحمید ساکن بیدمنی سرحد آزاد
۷ ملا ابراہیم قوم شنواری
۸ قاضی مرسلین ساکن چناری بمہر خود
۹ ملا محمد شیرین
۱۰ مولوی عصام الدین قاضی ناوگی
۱۱ مولوی عبدالحلیم ساکن ناوگی
۱۲ ملا ارقم ساکن ناقی سرحد آزاد مہمند
۱۳ ملا مکرم خان صافی قوم گریز سرحد آزاد مہمند
۱۴ ملا عبدالغفار ساکن ملا خیل قندھاری سرحد آزاد مہمند

۱۵ میاں لعل صدیق ساکن کسی گنداؤ سرحد آزاد مہمند

قاری عبدالمستعان نے وفد کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پشتو زبان میں پیش کیا۔ سپاسنامے کا مضمون وفد کے ہی ایک رکن مولوی شاکراللہ صاحب نے پڑھ کر سنایا۔ سپاسنامہ کا مضمون یہ تھا۔

ترجمہ: بحضور عالیہ مولوی فاضل حضرت امیر وفد صاحب جناب مولینا عبدالقہار صاحب مروت و جناب مولوی شاکراللہ صاحب، شاعر بدیہی و واعظ شیرین مقال فد و جناب مولینا عبدالرحیم صاحب گاڑ یخانہ ناظم وفد، جناب مولوی محمد اسرائیل صاحب اتمانزائی طوروی، جناب مولوی سید عبداللہ شاہ صاحب و جناب مولوی امین الحق صاحب طوروی و جناب مولوی شائستہ گل صاحب و جناب حاجی عبدالمالک خان صاحب و جناب خان محمد اکرم خان صاحب و جناب نوجوان محمد رحیم بخش صاحب نمائیندہ جریدہ "سرحد" السلام علیکم! ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کی تشریف آوری پر بیحد شکریہ اور فخر اور سعادت مندی کا اظہار اور تعظیم کا ہدیہ پیش کرتے ہوئے آپ جیسے جلیل القدر اور ستودہ صفات حضرات کی خدمت میں یہ عرض بطور سپاسنامہ منجانب حضرت اقدس آقائے بزرگوار کریم

النفس حاجی صاحب ترنگزائی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ اور ہرسہ بادشاہ گل خان صاحبان۔ اور مولوی محمد حافظ واعظ، حاجی محمد ایوب خان مہاجر پیش امام صاحب و دیگران برادران صاحبان باشندگان غازی آباد و سادات کرام و علمائے عظام و سفید ریشان و ملکان و خوانین و رئیسان قوم صافی علاقہ مہمند و باجوڑ و کالتاً ومنجانب عاجز راقم الحروف اصالتاً پیش کرتا ہوں کہ آپ کی تشریف آوری اور قدم رنجہ فرمائی پر ہم سب کو اس قدر بے حد خوشی و راحت حاصل ہوئی ہے جو گزشتہ چودہ سالوں میں کبھی حاصل نہ ہوئی۔ ہم پر دو عیدوں کے درمیان میں ایک بہت بڑی عید غیر مترقب آ گئی ہے، جس کی خوشی وسعادت تحریر و تقریر سے نہیں ادا کی جا سکتی۔ مگر جتنی خوشحالی آپ جیسے ہمدردان وغمخواران مذہب وملت کی ملاقات سے حاصل ہوئی ہے۔ اس سے زیادہ غم اور حسرت آپ کی جدائی اور وداع سے ہے، اس کا بیان بھی اس مختصر کاغذ پر نہیں آ سکتا۔

خیر اللہ تعالی جامع المتفرقین ہے۔ وہ پھر جلدی سے جلدی ملاقات نصرت آیات

نصیب فرماوے۔ الہم آمین۔ خداوند قدوس آپ صاحبان کو اسلام کے اہم مقاصد میں بمعہ دیگر برادران ہخیالان جہاں بھی رہتے ہوں، مذہب وملت کی ترقی کے لئے کمال تقویٰ ودیانت کے ساتھ، اعلے پیمانہ پر کامیاب وسرفراز فرماوے۔ آمین الحمد اللہ رب العٰلمین۔ ۱۵ ذی قعد یوم جمعہ ۱۳۸ھ

آپ کی قدوم میمنت لزوم سے باغ کی طرح دل تازہ ہوگیا ہے
اور جدائی کے ساتھ پژمردہ اور بہت غمگین ہوگیا ہے

(قاری عبدالمستعان):

علاقہ کنڑ افغانستان سے بھی اقرارنامے موصول ہوئے ان میں سے ایک دستاویز قوم موسیٰ خیل کے معتمد کی اہم بصیرت افروز اور جامع یہ ہے۔ فارسی تحریر کا مضمون ہے۔ بخدمت قدوہ امت الرسول آخر زمان صدارت پناہ حضرت شاہ رسول خان صاحب و اسوۃ ملت درانیاں نظامت پناہ مولانا عبدالرحیم خان پوپلزئی مفتی الزماں، قوی البرھاں مولانا عبدالقہار خان صاحب اور جملہ اراکین وفد علماء کرام سرحد غیرآزاد ایدھم اللہ تعالی فی مقاصدھم! بےلوث حمدوثناء اور جملہ ملل اسلام خصوصاً شہریار غازی افغانستان شاہ امان اللہ خان کی فتح ونصرت کے بعد۔ اصحاب رشدو ہدایت کے اس وفد کے سامنے یہ روشن اور آشکارا ہو کہ قوم موسیٰ خیل مٹی کے ساتھ تعلقات کے بارے میں اعلیٰ حضرت شاہ امان اللہ خان کی ذات ایک حقیقت ہے جو دنیا پر ظاہر ہوچکی اور ظاہر ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے امید واثق ہے کہ فداکاری اور جان نثاری کے میدان میں کوئی قوم ہماری قوم موسیٰ خیل مٹی پر سبقت نہیں لے جاسکتی۔ ہماری طرف سے کوئی گناہ اور کوئی فتنہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ ہم دن اور رات کے ہر وقت حکم اور ارشاد کے منتظر ہیں۔ جو کوئی زرہ بھر عقل وخرد رکھتا ہے، وہ اعلیٰ حضرت کی ذات کو نادر روزگار سمجھتا ہے۔ اس قسم کا فرزند اسلام افغانستان کی خاک سے مادرگیتی نے جنم نہ دیا تھا جو افغانوں کی اس ملت کی اصلاح جو نسلاً بعد نسلاً جہالت اور گمراہی کے گرداب میں گھری ہوئی تھی اس قدر محنت اور عرق ریزی سے کرتا جتنی شاہ امان اللہ خان نے کی۔

انہوں نے افغانستان کے خطے کو انگریز سامراجیت سے آزاد کرایا اور اسے قوت واستقلال کے اس درجے پر پہنچادیا کہ قریب تھا کہ مغرب کو مشرق کی آزادی تسلیم کرلینے پر مجبور

کردے کہ اچانک اسلام کے پرانے دشمنوں یعنی انگریزوں کی عیاری اور چالاکی پردہ غیب سے ظاہر ہوئی۔قوم فروش غدار برادرکشی اور یوسف فروشی کے لئے لائے گئے اور مملکت کی آزادی اوراستقلال بخسٍ دراھم معدودۃ کے عوض بیچ ڈالی اوراپنے آپ کوآیۃً کریمہ اولئك عليهم لعنته الله والملئكة والناس اجمعين کے مصداق بنایا۔اورلم یرد الاالحیوۃ الدنیا ذالك مبلغهم من العلم شاہ امان اللہ خان کی حسن نیت اوراخلاص کی برکت سے وہ دن دور نہیں جب ان کے اقبال ہمایونی کا سورج افغانستان کے آسمان پر نصف النہار کی طرح جگمگا کر بدخواہوں کی نظر کو چکا چوند کردے اور یکاد والبرق یخطف العبادہم کو ظاہر کردے۔آپ کے ملی مقاصد کے لئے دل کی گہرائیوں سے ہمدردی رکھتا ہوں اور ہم ممکنہ حدتک اوراپنی طاقت کے مطابق اعانت کرتے اور آرزو رکھتے ہیں کہ آپ کے وفد کی گراں قدر خدمات کامیابی سے ہمکنار ہوں۔

اس طریقہ کواپنانے سے اعلیٰ حضرت کے حق میں مشائخ حضرات اورافغانستان کے داخلی علماء کے خیالات کی اصلاح اور باغی اقوام کے عقائد کی درستگی ہوئی ہے۔اس کے بغیر بہتر واقرب الی المقصد ممکن نہ تھا۔اللہ تعالی کامیاب اور بامراد فرمائے۔

آپ کی تشریف آواری سے اہلیان سرحد آزاد کے مصلحین بہت متاثرہ ہوئے ہیں۔ آزاد سرحد قوم کا بچہ بچہ شاہ امان اللہ خان کی ذات کے علاوہ کسی دوسرے کو کابل کے تحت پرمتمکن ہوتے دیکھنا اورسننا پسند نہیں کرے گا۔چاہے وہ جملہ صفات حکومت وسیاست کا ماہر ہی ہو۔نہ صرف میں ذاتی
طور پر ملاقات کا منتظر ہوں بلکہ میری پوری قوم شاہ امان اللہ خان کی سلطنت کی خیرخواہی میں ضرب المثل بن چکی ہے۔

خداوندتعالی آپ حضرات کواس خطرناک سفر کی تکلیفوں سے محفوظ رکھے۔حقیقت یہی ہے کہ آج کل کے فتنہ وفساد میں افغانستان کی زمین پرقدم رکھنا خون سے کھیلنا ہے۔

اس تحریر کے نیچے مہرطفرائی قاضی عبدالحمید خان تحریر بروز پیر ۱۸ ذی قعدی الحرام ۱۳۴۷ھ ہجری ازمٹی وکیل قوم موسیٰ خیل درج تھا۔آزادقبائل کی طرف سے اس تحریری بیان میں علامہ عبدالرحیم کواسوۃ ملت درانیاں نظامت پناہ مولانا عبدالرحیم خان پوپلزئی مفتی زماں کہا گیا

ہے جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اس زمانے (1929ء) میں بھی صوبہ سرحد کے جید مفتی کے طور پر آپ معروف تھے۔

مندرجہ بالا اقرار نامے کے علاوہ اس خطہ کے قاضی محکمہ شرعیہ عالیہ پیچ نورستان ملا قاضی فضل الرؤف خان نے بھی ایک دستاویزی تحریر فراہم کی جو حسب ذیل ہے۔

"ہندوستان کے عام مسلمانوں کی اطلاع کے لئے بالعموم اور مشرقی افغانستان کے لوگوں کے لئے بالخصوص عرض کرتا ہوں کہ بروز پیر ۱۸ ذی قعدہ الحرام ۱۳۴۷ء ھجری کو گاؤں قرید سرکانی خاص مسجد میاں صاحب مبارک میں علماء صوبہ سرحد کی ملاقات سے مستفید ہوا ہوں۔ وفد مذکورہ کے اغراض و مقاصد معلوم کئے۔ واجب سمجھتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کی رضا کے لئے شریعت کے مطابق اصل حالات کا انکشاف واضح کردوں۔ اس لئے حقیقت حال یہ ہے۔ کہ میں عرصہ تین سال سے علاقہ پیچ نورستان میں مشرقی افغانستان شرعی محکمہ کا قاضی مقرر تھا۔ اس مدت کے دوران غازی امان اللہ خان خلد اللہ تعالیٰ سلطنتہ کی جانب سے شریعت کے خلاف کوئی حکم ہمیں نہیں ملا اور نہ ہی میرے علم میں ہے کہ دوسرے محکموں میں خلاف شریعت کچھ ہوا ہو۔

لہذا اعلیٰحضرت بادشاہ مملکت افغانستان غازی امان اللہ خان شرع شریف کے حکم کی رو سے ہم باشندگان افغانستان کے لئے اسی طرح واجب اطاعت ہے جیسے اس سے پہلے تھا۔ اس کے نیچے ۱۸ ذیعقدہ الحرام ۱۳۴۷ء از ملا فضل الروف قاضی محکمہ شرعیہ عالیہ پیچ نورستان بقلم خود تحریر ہے سرحد آزاد کے قبائلی نمائندوں نے اپنے دستخطوں سے جو اقرار نامہ پیش کیا وہ حسب ذیل مضمون کا (فارسی میں) تھا۔

ہم علاقہ سرحد آزاد باجوڑ وغیرہ کے مسلمان باشندے جو کہ علماء، فقراء، روساء، خوانین، ملکان اور سفید ریش لوگوں پر مشتمل ہیں اقرار کرتے ہیں کہ شہریار غازی امان اللہ خان جو کہ افغانستان کی قائم و دائم ریاست کا خود مختار بادشاہ ہے شورش سے پہلے اور شورش کے بعد صحیح و صادق مسلمان ہے اور ملک افغانستان کے ہر باشندے پر اس کی اطاعت واجب ہے کیونکہ ہم لوگوں کے نزدیک اس مبارک ذات کے علاوہ دوسرا کوئی شخص بھی حکومت افغانستان کے قابل نہیں۔ اس تحریر پر ذیل کے نمائندوں کے دستخط اور نشان ہائے انگوٹھہ ہیں۔

۱۔ ملک مدار خان ساکن عمری غنڈی چارمنگ علاقہ باجوڑ بمہر خود
۲۔ ملک قاضی خان ولد حسن خان ساکن بکر علاقہ ماموند باجوڑ بمہر خود
۳۔ ملا مسلم ساکن کانبٹ علاقہ جندول باجوڑ
۴۔ ملک سیف الرحمٰن خان ولد سید رحیم خان ساکن بابڑی علاقہ باجوڑ بہ نشان ابہام چپ
۵۔ ملک محمد یوسف خان ولد منور خان ساکن نختر علاقہ باجوڑ بہ نشان ابہام چپ
۶۔ ملک خان محمد خان ساکن بکر علاقہ باجوڑ بہ نشان ابہام چپ
۷۔ ملک خوران سید ولد گل ملک ساکن پری علاقہ ماموند باجوڑ
۸۔ ملک حبیب محمد خان ساکن ملاکلی علاقہ باجوڑ بہ نشان ابہام چپ
۹۔ ملک الف شاہ ساکن کانبٹ علاقہ جندول باجوڑ بہ نشان ابہام چپ

ان ملک حضرات کے علاوہ علاقہ کنڑ افغانستان کے متعدد سر برآوردہ افراد نے اپنے دستخطوں سے اس وفد کے مقاصد کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے اقرار نامے پیش کئے۔ علاقہ کنڑ کا ایک اقرار نامہ حسب ذیل ہے۔

"علاقہ کنڑ کے مسلمان علماء و مشائخ، سادات خوانین تمام اہل اسلام کے لئے اقرار کرتے ہیں کہ شورش افغانستان سے پہلے ہم لوگ شہریار غازی امان اللہ خان فرمان روائے دولت افغانستان کیلئے بیعت کر چکے ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت امان اللہ خان سچا مسلمان اور ملک وملت کا خیر خواہ ہے۔ یہ وفد علماء صوبہ سرحد جو کہ محض مذہبی وملی اصلاح اور غازی امان اللہ خان کی حمایت کیلئے آیا ہے اسے صادق اور حق بجانب جانتے ہوئے، انہیں یہ دستخط شدہ تحریر دیتے ہیں تا کہ سند رہے کہ غازی امان اللہ خان ہمارے عقیدے میں افغانستان میں اسلام کا بادشاہ ہے۔"

یہ تحریر ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۴۷ء کو لکھی گئی اہل کنڑ کی طرف سے اس تحریر پر دستخط کرنے والوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ خان محمد خان برادر میر زمان خان
۲۔ جمال الدین وکیل سابق حکومت اسمار وکنڑ
۳۔ ملک محصل خان کوڈا خیل بمہر خود
۴۔ ملک بادام خان کوڈا خیل بمہر خود

۵۔ ملک گل احمد خان ساکن مزار سفید ریش قوم صافی

۶۔ ملک عبدالقادر

۷۔ سید مہر بادشاہ بہ نشان ابہام چپ

۸۔ گل محمد خان جوائری

۹۔ سفید ریش قوم صافی ساکن چوکی

۱۰۔ جان باز کا کا شنواری

۱۱۔ محمد شاہ خان شنواری بہ نشان ابہام چپ

قوم موسیٰ خیل نے بھی ایک تحریری اور دستاویزی سپاسنامہ جو فارسی میں تھا وفد کی خدمت میں پیش کیا۔اس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

"ہم مٹی وغیرہ کے رہنے والے قوم موسی خیل مہمند سرحد آزاد کے مرد صوبہ سرحد کے علماء کے وفد کی خدمت میں اقرار کرتے ہیں کہ افغانستان کی مملکت عالیہ کا فرمان رواا علیٰ حضرت غازی امان اللہ خان صحیح اور سچا مسلمان اور مذہب وملت کا خیر خواہ ہے۔افغانستان کی مملکت کی رعایا کے لئے اس کی اطاعت واجب ہے۔جب بھی مذہب وملت کی خدمت کے لئے اس کا شاہانہ حکم جاری ہو، ہم جملہ مرد اس کی تعمیل اور بجا آوری کے لئے حاضر ہیں۔اور ہر فریق مخالف اور دشمن کے مقابلے میں حضرت شہریار غازی امان اللہ خان کی امداد کے لئے ہر وقت تیار اور حاضر ہیں۔

"اس مضمون کے اقرارنامے پر دستخط کرنے والے قوم موسیٰ خیل کے قائدین کے نام یہ ہیں۔

۱۔ قاضی عبدالحمید خان وکیل قوم موسیٰ خیل مٹی بمہر خود

۲۔ سید احمد خان قوم باڑہ خیل بمہر خود

۳۔ ملک عبدالرسول خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد بمہر خود

۴۔ ملک غلام قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد بمہر خود

۵۔ ملک سلامت خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد بمہر خود

۶۔ ملک بارک زائی موسیٰ خیل بمہر خود

۷۔ ملک میر آغہ جان قوم موسیٰ خیل بمہر خود

۸۔ ملک شیر گل قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد بمہر خود

۹۔ ملک میر ولی قوم میروخیل سرحد آزاد بمہرخود

۱۰۔ ملک عبداللہ جان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد بمہرخود

۱۱۔ ملک اشیم خان قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد بمہرخود

۱۲۔ ملک دلاور خان قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۱۳۔ ملک فقیر قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۱۴۔ ملک صادق خان قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۱۵۔ ملک ستانی قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۱۶۔ ملک سید خان قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۱۷۔ ملک محمد مقبول قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۱۸۔ ملک محصل قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۱۹۔ ملک رحمان قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۲۰۔ ملک پنجہ ور قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۲۱۔ ملک وکیل قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۲۲۔ ملک حضرت محمد قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۲۳۔ ملک زرغون قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۲۴۔ ملک نسیم خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۲۵۔ ملک پاگے قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۲۶۔ ملک گل سید قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۲۷۔ ملک ہرات خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۲۸۔ ملک بسم اللہ خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۲۹۔ ملک شیر علی قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۳۰۔ ملک فتح خان قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۳۱۔ ملک محبوب خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۳۲۔ ملک حنڈی قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۳۳۔ ملک میمون قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۳۴۔ ملک عبدالکریم قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۳۵۔ ملک ساجد قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۳۶۔ ملک سید عظیم قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۳۷۔ ملک مور چہ خان قوم موسی خیل مٹی سرحد آزاد

۳۸۔ ملک پایندی قوم موسیٰ خیل مٹی

۳۹۔ ملک سامان قوم موسی خیل سرحد آزاد

۴۰۔ ملک ذکریا خان قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۴۱۔ ملک کابلی قوم موسیٰ خیل مٹی

۴۲۔ ملک سکندر خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۴۳۔ ملک کریم خان قوم موسی خیل مٹی سرحد آزاد

۴۴۔ ملک جلات خان قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۴۵۔ ملک میاں گل خان قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد

۴۶۔ میاں عزیز قوم موسیٰ خیل مٹی

۴۷۔ ملک ابراھیم خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۴۸۔ ملک شمشیر خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۴۹۔ ملک زنڈی ملا قوم موسیٰ خیل سرحد آزاد مٹی

۵۰۔ ملک جمد دخان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

۵۱۔ ملک علی خان قوم موسیٰ خیل مٹی سرحد آزاد

مہمند سرحد آزاد کی قوم حلیم زائی کے تمام ملکوں سفید ریشوں نے علماء سرحد کے وفد کی خدمت میں ذیل کا اقرار نامہ اپنے دستخطوں سے پیش کیا۔

"ہم قوم حلیم زائی مہمند سرحد آزاد گنداؤ وغیرہ کے رہنے والے علماء سرحد کے وفد کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت شہر یار غازی امان اللہ خان فرماں روائے دولت ملک افغانستان ہمارے عقیدہ کے مطابق صحیح اور سچا مسلمان ہے اور اعتراف کرتے ہیں کہ شہر یار غازی حقیقی طور پر مذہب وملت

کا خیر خواہ اور اس کیا طاعت مملکت افغانستان کی رعایا اور اس کے متعلقین پر واجب ہے۔ جب بھی مذہب وملت کی خدمت کے لئے اس کا حکم شاہی جاری ہو ہم لوگ بھی اس کی تعمیل اور بجا آوری کے لئے حاضر ہیں۔ اور اعلیٰ حضرت شہر یار غازی امان اللہ خان کے فریق مخالف اور ان کے خلاف لڑنے والوں کے مقابلہ کے لئے ہر وقت تیار اور حاضر ہیں۔

۱۔ ملک عبداللہ خان ولد عنایت اللہ خان سینگر بقلم خود سرحد آزاد
۲۔ دستخط مولوی انبار میر بان
۳۔ میاں لعل صدیق سرحد آزاد مہمند
۴۔ عرب دین
۵۔ محمد دین
۶۔ ظفر خان
۷۔ محمد شاہ خان
۸۔ غلجئی خان
۹۔ شیرین
۱۰۔ جلال خان
۱۱۔ میر احمد گل
۱۲۔ جلال خان
۱۳۔ محصل
۱۴۔ سلامت خان
۱۵۔ عزت خان
۱۶۔ طاوس خان
۱۷۔ ولی جان
۱۸۔ شہباز خان
۱۹۔ کندل
۲۰۔ وہاب گل

۲۱۔ گل صدین

۲۲۔ غلام حسن

۲۳۔ ماندور

۲۴۔ غزن

۲۵۔ گل بدن خان

۲۶۔ یار خان

۲۷۔ نور لی

۲۸۔ سید حسن

۲۹۔ انجک

۳۰۔ احمد شاہ

۳۱۔ میراں

۳۲۔ اسمعیل

۳۳۔ امیری

۳۴۔ شیر جنگ

۳۵۔ گل قدر

۳۶۔ سلطانی

۳۷۔ صحبت خان

۳۸۔ یار خان

۳۹۔ مشک خان

۴۰۔ اکرم جان

وفد کی روانگی کے آخری دن کے دس بجے تک میاں لعل صدیق صاحب وفد کے ساتھ رہے اوراس روز انہیں رخصت کرتے وقت ذیل کی تحریر اپنے دستخطوں سے پیش کی۔

"خدائے قدوس کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے مجھے توفیق عمل دی اور وقت بھی موافق دیا۔اسی لئے میں اپنے اوقات عزیزہ مذہبی وملی خدمات میں صرف کرنے کو صد فخر و مسرت کا باعث سمجھتا ہوں۔یہی

حسن عقیدت مندی تھا کہ میں علماء صوبہ سرحد کے مقدس وفد کے اس علاقے میں داخل ہونے کی ابتداء سے اس کے سفر آخر تک اس کی ہمرکابی سے محروم نہ رہا۔ میں ہر خاص و عام کی تسلی کے لئے اعلان کرتا ہوں کہ مذکورہ وفد نے اپنے مختصر ایام میں حدود سرحد آزاد، مہمند، باجوڑ، حدود افغانستان مثلاً کنڑ وغیرہ کے اپنے دوروں میں اعلیٰ حضرت شہریار غازی امان اللہ خان کی حمایت و اطاعت میں مذہبی و ملی خدمات قیام امن کے لئے سرانجام دیں۔ اور شہریار غازی کے حق میں بیعت کی تجدید کے کام کو بوجہ احسن اور طریق اکمل سے پورا کر کے اس قدر کامیابی حاصل کی کہ وہ عقل و فکر سے بعید ہے۔

مجھے یہ دیکھ کر انتہائی حیرت ہوتی ہے کہ جہاں کہیں بھی وفد پہنچا تو اس کے ارباب حل وعقد کیلئے ان علاقوں کے صاحب اختیار لوگوں نے نہایت مہربانی اور تعاون سے ان مقاصد کو مانا اور تحریری طور پر ان کی تصدیق کی۔ مجھے اس وفد کی کامیابی کے بارے میں بے حد حیرت اور استعجاب محسوس ہوتا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اس تمام کامیابی کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ وفد کے اندر انتہائی خلوص و دیانت داری اور ایثار و سچائی کا جذبہ کارفرما تھا کہ اس نے اپنے آرام و آسائش کو بھلا کر رات دن ایک کر دیا۔ اور اپنے مقصد کیلئے جدوجہد کی۔ میں خدائے ذوالجلال سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی سچی کوشش کو قبول فرما کر دوسروں کو خیر کی توفیق دے۔ تاکہ ان کے اسوہ حسنہ کی تقلید کر کے مذہبی و ملی فریضہ کے ادا کرنے میں عملی قدم اٹھائیں۔

(دستخط میاں لعل صدیق ساکن موضع کسی گنداؤ علاقہ مہمند سرحد آزاد ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۴۷ھ)

سمت مشرقی جلال آباد کی طرف سے بھی قبائلی اکابرین نے اقرار نامے وفد کی خدمت میں بھیجے۔ ان میں سے ایک جمیعت العلماء اصلاحیہ سرحد آزاد باجوڑ کے صدر مولانا عبدالرحیم صاحب، محمد ابراھیم آفندی صاحب، عبداللہ صاحب، ابوالخیر محمد حبیب الرحمٰن صاحب اور عبدالغفور صاحب کی طرف سے دستخط شدہ تحریر تھی جو حسب ذیل تھی

"تمام اہل اسلام پر عموماً اور علماء صوبہ سرحد کے وفد پر خصوصاً واضح ہو کہ ہم باشندگان سمت مشرقی اعتراف کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت شہریار غازی امان اللہ خان فرماں روائے مملکت افغانستان صحیح اور صادق مسلمان ہے اور تھا۔ اور اسی لئے واجب الاطاعت ہے صرف غازی امان اللہ خان ہی جو کہ افغانستان کی مادی اور ملی طاقت کا محور ہے اور اہل ایمان کے درمیان حدود اسلامی کا محافظ اور حقوق آزادی اور استحکام ملک کیلئے کوشاں ہے۔

جب تک ان امور کی سرانجام دہی اور مذہبی وملی خدمات میں اس سے بڑھ کر کوئی اور شخص موجود نہیں، تو یہی امیر امان اللہ واجب الاطاعت ہے۔اوراس کے خلاف بغاوت قطعی حرام ہے۔ کیونکہ پہلے سے بھی اور اب بھی اعلی حضرت امان اللہ خان سچا اور مسلمان مومن ہے اور مجاہد اسلام تھا اور ہے"۔

اس وفد کے اختتام پر سمت مشرقی افغانستان میں رضا کاروں کی جو نفری مقرر ہوئی اس کے نام یہ ہیں۔

نفری قریہ سرائے سنگر رودنامہ

۱۔ ملا سعید
۲۔ فیض طلب
۳۔ محمد ابراھیم
۴۔ حسین
۵۔ محمد زمان
۶۔ عبدالغفور
۷۔ محمد عمر
۸۔ محمد شریف
۹۔ آغا جان
۱۰۔ محمد امیر عالم
۱۱۔ عبداللہ جان
۱۲۔ عبدالستار
۱۳۔ ثناء گل
۱۴۔ عثمان
۱۵۔ فرید
۱۶۔ وزیر
۱۷۔ محمد کریم
۱۸۔ محمد زمان
۱۹۔ میاں جان

۲۰ مبین
۲۱۔ یعقوب
۲۲۔ فضل حسین
۲۳۔ ملاں جان
۲۴۔ پیدہ
۲۵۔ محمد غلام حیدر
۲۶۔ شیر زمان
۲۷۔ عبدالحکیم
۲۸۔ سید احمد
۲۹۔ محمد جان
۳۰۔ عبدالحکیم
۳۱۔ احمد گل
۳۲۔ یونس
۳۳۔ پیدہ محمد
۳۴۔ عابد
۳۵۔ نیک محمد
۳۶۔ عبدالستار
۳۷۔ ظریف
۳۸۔ سرفراز
۳۹۔ عبدالرزاق
۴۰۔ بہادر
۴۱۔ معصوم
۴۲۔ داز ہر
۴۳۔ عبدالرحیم

۴۴۔ جمعہ گل
۴۵۔ آئین خان
۴۶۔ بادشاہ آغا
۴۷۔ جان
۴۸۔ رستم
۴۹۔ عبداللہ احمد
۵۰۔ امین
۵۱۔ گلزارہ
۵۲۔ عبداللہ
۵۳۔ عبدالکریم
۵۴۔ عبدالرحمٰن
۵۵۔ نوروز
۵۶۔ عثمان
۵۷۔ شیر علی خان
۵۸۔ عبدالرحیم
۵۹۔ محمد جان
۶۰۔ میر رحمان
۶۱۔ مولاداد
۶۲۔ غلام
۶۳۔ مولا
۶۴۔ میر رحمٰن
۶۵۔ دواجان
۶۶۔ ملاجان
۶۷۔ عبدالخلیل

۶۸۔ سلیمان

۶۹۔ محمد عثمان

۷۰۔ عبدالرحیم

۷۱۔ محمد اسحاق

۷۲۔ غلام

۷۳۔ ملا عبدالعزیز

۷۴۔ حاجی سرور

۷۵۔ ملا میراں

۷۶۔ حسین

۷۷۔ محمد یعقوب

۷۸۔ عبدالنصیر

۷۹۔ معصوم

۸۰۔ عبدالغفور

قریہ دارگلی اور شیر گڑھ کے رضا کار

۸۱۔ جمعدار

۸۲۔ محمد عبدالرحیم

۸۳۔ میر عالم

۸۴۔ امیر جان

۸۵۔ گلاب

۸۶۔ آدم جان

۸۷۔ عبدالغفور

۸۸۔ امیر محمد

۸۹۔ تیمور

۹۰۔ شاد محمد

۹۱۔ سید باز
۹۲۔ صاحب نور
۹۳۔ شاہ جہاں
۹۴۔ نور محمد
۹۵۔ میر احسن
۹۶۔ سید جمال شاہ
۹۷۔ فضل الرحمٰن
۹۸۔ سردار
۹۹۔ عبدالصمد جان
۱۰۰۔ سعید جان
۱۰۱۔ حیدر جان
۱۰۲۔ مغل خان
۱۰۳۔ یار گل
۱۰۴۔ عبدالسلام
۱۰۵۔ محمد
۱۰۶۔ یار گل
۱۰۷۔ حالو جان
۱۰۸۔ پختور شاہ
۱۰۹۔ ملا سربلند
۱۱۰۔ سراج دین
۱۱۱۔ غلام جان
۱۱۲۔ عمر جان
۱۱۳۔ دلاور
۱۱۴۔ احمد جان

۱۱۵۔ پیدہ خان

۱۱۶۔ ملاں

۱۱۷۔ گل شاہ

۱۱۸۔ علاءالدین

۱۱۹۔ نظام شاہ جان

۱۲۰۔ حسام الدین

۱۲۱۔ عبدالحنان

۱۲۲۔ محمد امین

۱۲۳۔ ملا جان

۱۲۴۔ سردار عصمت اللہ

۱۲۵۔ جانان

۱۲۶۔ جمعہ خان

۱۲۷۔ شاہ جہان

۱۲۸۔ میرا خان

۱۲۹۔ محمد شریف

۱۳۰۔ میر محمد

۱۳۱۔ ایوب

۱۳۲۔ عبداللہ

قریہ دیہہ قندھاری وغیرہ کے رضا کار

۱۳۳۔ میر زمان

۱۳۴۔ نوروز

۱۳۵۔ میاں مختار

۱۳۶۔ میاں عبدالمجید

۱۳۷۔ انور جان

۱۳۸۔ ملاشیرگل
۱۳۹۔ ملاعبدالکریم
۱۴۰۔ احمدشاہ
۱۴۱۔ دادگل
۱۴۲۔ خان گل
۱۴۳۔ میرعبدالحمد
۱۴۴۔ میرسفید
۱۴۵۔ برکت خان
۱۴۶۔ ہردل صید
۱۴۷۔ سید بادشاہ
۱۴۸۔ ملاں عبدالحمید
۱۴۹۔ میراجان
۱۵۰۔ عبداللہ
۱۵۱۔ ملاں میرمحمد
۱۵۲۔ عبدالوارث
۱۵۳۔ ظفر
۱۵۴۔ محمدجان
۱۵۵۔ اکرم خان
۱۵۶۔ غلام جان
۱۵۷۔ عبدالجلال
۱۵۸۔ سیدابرھیم
۱۵۹۔ غلام دین
۱۶۰۔ عبدالوہاب
۱۶۱۔ نوروزخان

۱۶۲۔ ملا محمد جلال

۱۶۳۔ معراج

۱۶۴۔ مغل خان

۱۶۵۔ عبداللطیف

۱۶۶۔ میاں گل

قریہ میرزہ خیل کے رضا کار

۱۶۷۔ ثناءگل

۱۶۸۔ احمد جان

۱۶۹۔ محمد صدیق خان

۱۷۰۔ عبدالسلام

۱۷۱۔ نعمت خان

۱۷۲۔ حضرت میر

۱۷۳۔ عنایت

۱۷۴۔ میاں عثمان

۱۷۵۔ میاں عبدالاحد

۱۷۶۔ شیر محمد

۱۷۷۔ میاں گل

۱۷۸۔ ایوب

۱۷۹۔ محمد حسین

۱۸۰۔ غلام نبی

۱۸۱۔ مقصود

۱۸۲۔ مسعود

۱۸۳۔ عبدالعزیز

۱۸۴۔ محمد اسلم

۱۸۵۔ محمد کبیر

۱۸۶۔ سعید الرحمٰن

۱۸۷۔ فیض طلب

۱۸۸۔ سید غلام

۱۸۹۔ عبدالحکیم خان

۱۹۰۔ ملاں عبدالحکیم

۱۹۱۔ محمد موسیٰ

۱۹۲۔ عباداللہ

۱۹۳۔ عبدالغفور

۱۹۴۔ عبدالقادر

۱۹۵۔ ملا محمد دین

۱۹۶۔ ملک لعل گل

۱۹۷۔ ملک سید غلام

۱۹۸۔ شیر محمد

۱۹۹۔ ملک کندل

۲۰۰۔ عبدالجلال

۲۰۱۔ ملاں عبدالعلی

۲۰۲۔ سید امیر

۲۰۳۔ عبدالرحیم خان

۲۰۴۔ صاحب نور

۲۰۵۔ میر نور

۲۰۶۔ احمد

۲۰۷۔ غلام محمد

۲۰۸۔ جانان محمد

۲۰۹۔ عبداللہ
۲۱۰۔ عبدالودود
۲۱۱۔ برکت خان
۲۱۲۔ سیدعلی خان
۲۱۳۔ عبداللطیف
۲۱۴۔ زمرد شاہ
۲۱۵۔ میرخوش
۲۱۶۔ شاہسوار
۲۱۷۔ سیدعبدالجلال
۲۱۸۔ محمدودود
۲۱۹۔ علی گل
۲۲۰۔ سمندر
۲۲۱۔ ملک عبدالعزیز
۲۲۲۔ بادشاہ نظام جان
۲۲۳۔ فقیرجان
۲۲۴۔ جمعہ خان
۲۲۵۔ ملک گل محمد
۲۲۶۔ عبدالحمید
۲۲۷۔ شیراحمد
۲۲۸۔ میاں گل
۲۲۹۔ ملاں عبدالغفور
۲۳۰۔ فضل اللہ
۲۳۱۔ معروف شاہ
۲۳۲۔ شیرعلی

۲۳۳۔ غلام جان

۲۳۴۔ امیر خان

۲۳۵۔ ملک صالح محمد جان

۲۳۶۔ رحمٰن خان

۲۳۷۔ ملا جیلانی

۲۳۸۔ میاں منور شاہ

۲۳۹۔ میاں گملند وغیرہ وغیرہ

غازی امان اللہ خان کے حق میں اور انگریزوں کی پھیلائی ہوئی شورش کے خلاف آواز اٹھانے کا سب سے اہم نتیجہ یہ نکلا کہ انگریزی حکومت کے خلاف صوبہ سرحد اور آزاد قبائل میں آزادی کی جدوجہد کا احساس پیدا ہو گیا۔ جو اس کے بعد چلائی جانے والی تحریک آزادی کے دوران ظاہر ہوا اور اس کا اعتراف سرکاری حلقوں کو بھی کرنا پڑا، کہ امان اللہ خان کے حق میں چلائی جانے والی تحریک سے ایک عام مسلمان بھی یہ سمجھنے لگا کہ غازی امان اللہ خان کی حکومت کو غیر مستحکم کر کے معزول کرنے میں مسلمانوں کے دشمنوں اور خصوصاً انگریزوں کا ہاتھ ہے۔

باب۳ شاردھابل کے خلاف مزاحمت

اسی سال مجلس خلافت نے مفتی عبدالحکیم پوپلزئی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مفتی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ اکابرین ملت کی قیادت میں ساردھابل کے خلاف بھی تحریک شروع کردی۔ یہ تحریک اس حد تک آگے بڑھی کہ اکابرین نے مطالبہ نہ مانے جانے کی صورت میں سول نافرمانی شروع کرنے کا اعلان کردیا۔

اس سلسلے میں روزانہ جلسے جلوس ہونے لگے اور مسلمانوں نے خلافت کے تحت اس بل کی بھرپور مخالفت کی۔ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 52 فائل نمبر 858 صفحہ 154 کے مطابق اس سلسلے کا ایک بڑا جلسہ ۲۶ نومبر ۱۹۲۹ شام پونے پانچ بجے اسلامیہ کلب ہال میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں غلام ربانی اور سید احمد شاہ نے نظمیں پڑھیں۔ غلام ربانی نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ ہم خوش نصیب ہیں کہ حکومت نے آج ہمیں اسلام کی سربلندی اور ناموس کے مظاہرہ کی دعوت دی ہے۔ صدر جلسہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اسلام کی خاطر خلافتی رضا کاروں کی قربانیوں کو سراہا اور کہا کہ میں نے آج انہیں گرفتاری پیش کرتے ہوئے دیکھا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ انہوں نے حکومت کی جابرانہ پالیسی کے تحت نت نئے ضابطوں کے نفاذ پر تنقید کی۔ اور مسلمانوں سے اپنے دین کی سربلندی کی خاطر سب کچھ قربان کردینے کی اپیل کی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی ظالمانہ پالیسی کے نتیجے میں آپ کو ہر قسم کی تکلیفوں اور آفات کا سامنا کرنے کیلئے تیار رہنا چاہیے۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ خلافتی رضا کاروں نے شام ساڑھے چار بجے اسلامیہ کلب ہال میں جلسے اور ۲۹ نومبر کی ہڑتال کا اعلان کرنے کے لئے جلوس کا اہتمام کیا تھا لیکن حکومت کو ان کا بے ضرر اور عدم تشدد پر مبنی رویہ بھی پسند نہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ ۱۸۵۷ میں مذہب کے معاملے میں عدم مداخلت کی پالیسی کا اعلان باقاعدہ طور پر حکومت برطانیہ نے کیا تھا۔ لیکن ساردھا ایکٹ کو مسلمانوں پر ان کی خواہشات کے برعکس لاگو کر کے حکومت اپنے اعلان سے منحرف ہوگئی ہے۔ حکومت کو جان لینا چاہیے کہ مسلمان اس سے خائف نہیں اور وہ اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانیوں کے لئے تیار ہیں۔ ساردھا ایکٹ نے ان کے مذہبی حقوق پامال کئے ہیں۔ اس جلسے سے اللہ بخش یوسفی، ڈاکٹر گیلانی، بشیر احمد، سید چن بادشاہ اور آغا محمود شاہ نے خطاب کیا۔ سید چن بادشاہ نے اپنی نظم بھی پڑھی۔

چھ بجے شام جلسہ ختم ہونے کے بعد رضا کاران خلافت تحریک کے دفتر واقع چوک یادگار، ایک جلوس کی شکل میں واپس آئے تو جلوس کے منتشر ہونے سے قبل حکیم عبدالجلیل ندوی، علی گل خان اور سید لال بادشاہ بخاری نے بھی مختصر تقریریں کیں۔ اس جلوس میں سادات کمیٹی کے دونوں گروپ موجود تھے۔ اگلے دن معلوم ہوا کہ خلافتی رضا کاروں کو رہا کیا جا رہا ہے۔ یہ خبر سن کر 27 نومبر کو خلافت کمیٹی، سادات کمیٹی، جمیعت نوجوانان سرحد اور انجمن جان نثاران اسلام کے رضا کار اور رہنما گور کٹھڑ ی میں سٹی مجسٹریٹ کی عدالت کے باہر جمع ہو گئے۔ شرکاء جلوس اپنے اپنے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے۔ خلافتی رضا کار پولیس کی حراست میں ہتھکڑیوں میں سٹی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کئے گئے۔ حوالات میں عدالت تک انہوں نے انقلاب زندہ باد، خلافت زندہ باد اور حکومت مردہ باد کے نعرے لگائے۔ زیر حراست خلافتی رضا کاروں کے نام، ولدیت وغیرہ درج کرنے کے بعد سٹی مجسٹریٹ نے انہیں رہا کرنے کا حکم دیا۔ گور کٹھڑ ی گیٹ کے سامنے انہیں پھولوں کے بہت سے ہار پہنائے گئے اور سہ پر ساڑھے تین بجے ایک بڑا جلوس بن گیا۔ جلوس گھنٹہ گھر، چوک یادگار، پرانی کوتوالی، پیپل منڈی، قصہ خوانی، کابلی گیٹ، بجوڑی گیٹ، نمک منڈی، جہانگیر پورہ، مشن سکول، چرچ، چوک ناصر خان وغیرہ سے گزر کر ساڑھے چار بجے منڈی بیری پہنچا۔ راستے میں رضا کار قومی نغمے گا رہے تھے۔ غلام ربانی، بشیر احمد صدیقی اور اللہ بخش برقی نے مختصر تقریریں بھی کیں۔

جمعیت نوجوانان سرحد کے عبدالرحمٰن ریاؔ انقلاب زندہ باد، حکومت برطانیہ مردہ باد، خان بہادر ٹوڈی بچہ ہائے ہائے امپریالزم مردہ باد، خلافت زندہ باد اور سادات، بالشوزم سوشلزم اور مزدور پارٹی زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے۔ ساتھ ساتھ محمد یعقوب عرف قوبی
حسب معمول ڈھول بجا کر ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ کو علماء کے فیصلے کے مطابق ہڑتال کا اعلان کرتا جاتا تھا۔ غلام صمدانی درزی نے نمک منڈی چوک کے قریب ساردھا ایکٹ کے خلاف نظم پڑھی۔ بشیر احمد صدیقی، آغا محمود شاہ، سردار عبدالرب نشتر اور پیر بخش وکیل نے منڈا بیری کے قریب مختصر تقریریں کیں۔

باب۴ انسانی حقوق کی قانونی جنگ

معرکہ قصہ خوانی کی اصل بنیاد:

ان دنوں صوبہ سرحد کے باشندگان میں جابرانہ خصوصی امتیازی قوانین میں ترامیم کی تحریک اندر ہی اندر جڑیں پکڑ رہی تھی۔قصہ خوانی کا خونین سانحہ کوئی اتفاقیہ حادثہ نہیں تھا اس میں صوبہ سرحد کے لوگوں پر مسلط کردہ فرنٹیر کرائمز ریگولیشن کے خلاف نفرت کا بڑا دخل تھا۔انسانی حقوق سے متصادم فرائٹیر کرائمز ریگولیشن ختم کرانے کی غرض سے نوجوانان تحریک (نوجوانان بھارت سبھا) نے ایک باقاعدہ تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کرلیا۔انہوں نے مارچ ۱۹۳۰ء کے اوائل تک یہ طے کرلیا تھا کہ وہ جرگہ کے سامنے مقدمات پیش کرنے اور ان سے فیصلہ کروانے کے سلسلے میں روا رکھی جانے والی قانونی لا قانونیت ختم کرانے کیلئے عدالتوں کے سامنے دھرنا دینے اور مظاہرے کرنیکا پروگرام شروع کریں گے۔

(بحوالہ ٹرائبل ریسرچ سیل ریکارڈ بستہ نمبر ۵۶ فائل نمبر ۱۵۷ صفحہ نمبر ۴۶ لائبریری محکمہ دستاویزات)

سرحد تحقیقاتی کمیٹی اور عبدالرحیم پوپلزئی:۔

صوبہ سرحد کو سرزمین بے آئین کہا جاتا تھا۔اس سرزمین پر انگریزوں کے ایسے ایسے قوانین و احکامات کا راج تھا جو پورے ملک میں بھی کسی دوسرے صوبے میں رائج نہ تھے۔ان میں مندرجہ ذیل قوانین بیسویں صدی کی چوتھی دہائی کے شروع میں صرف اس صوبے میں نافذ ہونے کی وجہ سے قابل ذکر ہیں۔

1۔ قانون جرائم سرحد یا ایف سی آر: اس نے اس زمانے میں خاص طور پر باشندگان سرحد کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔اس کے ذریعے اہلیان سرحد کی آزادی، مال و جائیداد ہر وقت انتظامیہ کے افسروں کے رحم وکرم پر ہوتی تھی۔دیوانی وفوجداری مقدمات میں بزرگوں کے ذریعے اور ضمانتوں اور احکام اخراج کے ذریعہ،غرض یہ کہ سینکڑوں طریقوں سے لوگوں کو مبتلائے مصیبت رکھا جاتا تھا۔اس زمانے میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جو اس قانون دفعہ ۴۰ سرحدی کے وار سے بچا ہوا ور درحقیقت یہ ایف سی آر اور جرگہ سسٹم ہی وہ ظالمانہ قوانین تھے جن سے صوبے کی عام آبادی کو بھی شکایت تھی۔

2۔ سکیورٹی ریگولیشن(security regulation) کا مقصد یہ تھا کہ یہاں کے لوگ ملک کے باقی حصوں کے لوگوں سے الگ رہیں اور بیرون سرحد کے رہنماؤں کے ملنے سے محروم رہیں۔علاوہ ازیں انتظامیہ کے افسران جس کو چاہیں کسی خاص مقام پر چلے جانے کا حکم دے دیں وغیرہ۔علاوہ ازیں اس عشرے میں یہاں دوسرے خصوصی قوانین بھی نافذ کئے گئے مثلاً

3۔ غازی ایکٹ(murderous outrages regulation):اس کے تحت کسی بھی شخص کو کسی اپیل دلیل یا وکیل کا حق دیے بغیر چند گھنٹوں میں تختہ دار پر لٹکا یا جا سکتا تھا۔(حبیب نور کو اسی کے تحت پھانسی دی گئی تھی)

4۔ سیفٹی ریگولیشن: یہ جابرانہ قوانین بعد میں ایک نئے اضافے کے طور پر اس عشرے کے اوائل میں شامل ہو گئے تھے۔اس کے ذریعے سرحد کے باشندوں کی جائیدادوں کو یہاں کے افسروں کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تھا۔سیفٹی ریگولیشن کی مختصر خاصیت یہ تھی کہ یہ مارشل لا کا جانشین تھا۔

چونکہ ان دنوں میں سیاسی آزادی کا دور نہ تھا۔اس لئے بیرون ملک اور خود ملک کے اندر دوسرے صوبوں کے لوگوں کو بھی صوبہ سرحد میں خصوصی طور پر نافذ کئے جانے والے قوانین وضوابط کی آڑ میں کی جانے والی زیادتیوں کا علم نہیں ہوتا تھا۔اور اگر کوئی اخبار اس معاملے میں کچھ لکھتا تو اس کی شامت آجاتی تھی۔ جبر کے ان امتیازی قوانین کا ذکر سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر ۵۸ فائل نمبر ۹۹۹ کے صفحہ نمبر 5 آرکائیوز ریکارڈ میں بھی موجود ہے۔صوبہ سرحد میں قومی رہنماؤں نے مروجہ ظلم و جبر کے امتیازی قوانین سے کانگرس کی مرکزی قیادت کو آگاہ کرنے اور اس کی مدد حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ سپیشل برانچ فہرست اول کے بستہ نمبر ۲۵ کی فائل نمبر شمار ۳۵۶ بابت سال ۱۹۲۹ صفحہ نمبر ۳ محکمہ دستاویزات لائبریری صوبہ سرحد کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان دنوں اس معاملے میں صوبہ سرحد کی کانگرس کمیٹی کا ایک اجلاس ۱۷ دسمبر ۱۹۲۹ء کو ڈاکٹر سی سی گھوش کی صدارت میں منعقد ہوا جس کی ایک قرارداد میں کہا گیا تھا کہ "یہ اجلاس انڈین نیشنل کانگرس سے درخواست کرتا ہے کہ وہ صوبہ سرحد میں رائج تمام ظالمانہ اور غیر انسانی قوانین اور ان کے استعمال کی تحقیق کیلئے ایک کمیٹی مقرر کرے اور صوبہ سرحد کے عوام کو اس قسم کے مظالم سے آزاد کرانے کیلئے قوانین وضع کرے" اس اجلاس کی خبر اخبار ترجمان سرحد راولپنڈی مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۲۹ نے بھی فرنٹیئر ریگولیشن اور رہنماؤں کے اخراج پر ایک تحقیقاتی کمیٹی کے حوالے سے شائع کی۔اس میں قرارداد نمبر ۳ کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا تھا۔قرارداد نمبر ۳: یہ اجلاس انڈین نیشنل

کانگرس سے درخواست کرتا ہے کہ وہ صوبہ سرحد کے دورہ اور سرحدی عوام کی آزادی کیلئے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کرے جو ظالمانہ اور جابرانہ قوانین وضوابط کے خلاف سفارشات تیار کرے۔

صوبہ سرحد سے عبدالرحیم پوپلزئی کی نمائندگی:۔

اسی ماہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا اجلاس طے ہوا تھا۔جس میں دریائے راوی کے کنارے لاہور میں مکمل آزادی کی تاریخی قرارداد منظور کرنی تھی۔اس اجلاس کی نمائندگی کیلئے صوبہ سرحد سے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی بھی منتخب ہوئے تھے۔انہوں نے لاہور کے اس اجلاس میں شرکت کی۔کانگرس کمیٹی کے اراکین نے تجویز کر رکھا تھا کہ آل انڈیا کانگرس کی طرف سے نامزد کردہ کمیٹی کے ارکان جب صوبہ سرحد کا دورہ کریں تو انہیں سرکاری رپورٹوں،صوبائی افسروں کے بیانات واحکامات اور صوبہ میں ہونے والی زیادتیوں کے بارے میں اخبارات میں وقتاً فوقتاً چھپنے والی خبروں پر مشتمل حقائق واعداد وشمار بتائے جائیں گے۔اور امتیازی قوانین کا شکار ہونے والوں اور خاص طور پر بار کونسل کے وکلاء کی قانونی شہادتیں پیش کی جائیں گی۔یہ حقائق سرحدانکوائری کمیٹی کے علاوہ سائمن کمیشن پر بھی آشکارا کئے جائیں گے۔(سپیشل برانچ بستہ ۲۵ فائل ۳۵۶ صفحہ ۱۳)

عبدالرحیم پوپلزئی کا سرحدی قوانین پر خطاب:۔

لاہور میں ۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کرتی کسان کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حاضرین کی توجہ صوبہ سرحد کے ان ظالمانہ امتیازی قوانین کی طرف دلائی اور کہا کہ سرحد کے جابرانہ قوانین اس لئے نافذ کئے گئے ہیں کہ ان کے سہارے غریبوں اور مظلوموں کو محکوم رکھا جا سکے۔ اس خطاب کی تفصیل "عوامی جذبات کا سیلاب" میں موجود ہے۔۱۵ جنوری ۱۹۳۰ کو شام کے وقت کانگرس کے دفتر میں مقامی کانگرس کارکنوں کا ایک اجلاس ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا کہ تمام ضلعی کانگرس کمیٹیاں اس سلسلے میں یادداشتیں مرتب کر کے صوبائی کانگرس کمیٹی کو پہنچائیں اور صوبائی کانگرس کمیٹی ان سفارشات کی روشنی میں ایک جامع یادداشت مرتب کر کے مجوزہ انکوائری کمیٹی کو اس کی آمد پر پیش کرے۔ علاوہ ازیں جن لوگوں نے شہادتیں قلمبند کروانی ہوں،ان کی ایک فہرست تیار کی جائے۔اس ضمن میں بار کونسل کے اراکین اور قوانین جرائم سرحد کے بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر متاثرین سے درخواست کی جائے گی کہ وہ گواہی پیش کریں۔اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ حکومت کو بھی یہ موقع دیا جائے گا کہ وہ بھی

اپنا نمائندہ کمیٹی کے سامنے پیش کر سکے۔

مذکورہ بستہ نمبر ۲۵ فائل نمبر ۳۵۶ کے صفحہ نمبر ۱۵ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کمیٹی کی انکوائری کے معاملے میں کانگرس کا اصل مقصد صرف بیانات قلمبند کر کے سفارشات مرتب کرنا تھا نہ کہ عوامی پلیٹ فارم پر پروپیگنڈہ مہم کرنا۔ ان کے منصوبے کے مطابق انکوائری کمیٹی کی مدد کیلئے دو مقامی کارکن بھی مقرر کئے جانے تھے۔ کمیٹی مددگاروں کے طور پر بنوں کے بیرسٹر محمد جان خان، سردار عبدالرب نشتر، پشاور شہر کے کے رادھا کشن وکیل یا حکیم عبدالجلیل کے نام لئے جا رہے تھے۔ اور اس انکوائری کمیٹی کے کام اور رابطہ کی انجام دہی کیلئے سرحد کانگرس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری پیٹرا خان کا نام تھا۔ ان دنوں حالات کچھ ایسی ڈگر پر جا رہے تھے کہ کانگرس کے کارکن یہ بھی سوچنے لگے تھے کہ اس کمیٹی کے کام کی انجام دہی کے بعد ان قوانین کو واپس لینے کیلئے اور حکومت پر دباؤ ڈالنے کیلئے سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنی پڑے گی۔ (بحوالہ خفیہ نمبر 1-B 154/2836 مورخہ 17 جنوری 1930) سرحد کی کانگرس کمیٹی کی درخواست ملنے کے بعد کانگرس کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور میں صوبہ سرحد کے ان امتیازی قوانین کی تحقیق کیلئے ایک کمیٹی کے قیام کی منظوری دے دی گئی اور ابتدائی طور پر اس کمیٹی کے اراکین کے طور پر کانگرس ورکنگ کمیٹی نے ڈاکٹر سید محمود۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور لالہ دونی چند آف امبالہ کو نامزد کر دیا۔ اس کمیٹی کے اراکین کی نامزدگی کی خبر سرکاری حلقوں میں پہنچی تو ایک خفیہ ڈی او خط نمبر 228-233Pc مورخہ 21 جنوری 1930 کے ذریعے جو چیف کمشنر سرحد کے سیکرٹری کی طرف سے آئی جی پی صوبہ سرحد کو لکھا گیا تھا، یہ اطلاع دے دی گئی اور اس میں انہیں بتایا گیا تھا کہ حکومت ہند نے ہدایت جاری کی ہے کہ اس مقصد کے تحت اس کمیٹی کو اس صوبہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ تاہم حکومت اس موقع پر اس کمیٹی کے اراکین کے خلاف کاروائی نہیں کرنا چاہتی۔ کیونکہ اس بات کا امکان موجود ہے کہ ڈاکٹر کچلو اور ان کے رفقاء نامزدگان دوسرے کاموں کی وجہ سے خود ہی اس معاملے میں اپنے ارادوں کو عملی جامہ نہ پہنا سکیں۔ اس لئے حکومت ہند نے ان حضرات پر نظر رکھنے کے انتظامات کئے ہیں۔ تاکہ اگر وہ یا دوسرے نامزدگان کمیٹی صوبہ میں داخل ہونے کی کوشش کریں تو ان کے خلاف صوبہ سرحد سیکورٹی ریگولیشن کی دفعہ (A)3 کے تحت احکامات جاری کئے جا سکیں۔ اگر آپ کے علم میں ان کی سرگرمیوں کے بارے میں کوئی اطلاع آئے تو آپ براہ کرم بلا تاخیر ارسال کریں۔ افسر خفیہ شاخ نمبر ۲۸۳۶۔۲۳۱ مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۳۰ء۔

ان دنوں اخبار "زمیندار" لاہور نے اپنی ۲۳ جنوری ۱۹۳۰ کی اشاعت میں "صوبہ سرحد میں جابرانہ قوانین کی تحقیقات اور انکوائری کمیٹی کا دورہ پشاور" کے حوالے سے کچھ اس قسم کی خبر شائع کی۔ "راولپنڈی ۲۱ جنوری ۱۹۳۰۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی طرف سے صوبہ سرحد کے ظالمانہ قوانین کی تحقیق کیلئے نامزد کردہ کمیٹی فروری میں پشاور پہنچے گی۔ صوبائی کانگرس کمیٹی ۲ فروری ۱۹۳۰ کو انکوائری کمیٹی کے کام کے سلسلے میں انتظامات کرنے کیلئے ایک اجلاس منعقد کرے گی۔ پشاور کے دو افراد انکوائری کمیٹی کی مدد کیلئے منتخب کئے جائیں گے۔ معلوم ہوا ہے کہ لاہور کانگرس میں صوبہ سرحد کے لوگوں کی شمولیت نے سرحد حکام کو حیرت زدہ کردیا ہے۔ توقع ہے کہ یوم آزادی پر کانگرس کارکن گرفتار کر لئے جائیں گے۔ مختلف مقامات پر یوم آزادی کے انتظامات زور شور سے جاری ہیں"۔

اس کمیٹی کے دورہ سرحد کی خبر ملنے پر صوبہ سرحد کے صدر مقام پشاور میں تیاریاں شروع کردی گئیں۔ اور کمیٹی کے اخراجات کیلئے چندہ جمع کیا جانے لگا۔ چنانچہ ۵ فروری ۱۹۳۰ کو سید لاحرار آغا سید لعل بادشاہ بخاری، خان علی گل خان، سید قاسم جان اور چاچا یوسف وغیرہ نے خود شہر بھر کی دکانوں سے چندہ اکٹھا کیا اس روز انہوں نے مبلغ ۸۷ روپے چندہ جمع کیا۔ (مذکورہ فائل ۳۵۶ صفحہ نمبر ۳۱)۔

روزنامہ سرحد پشاور مورخہ ۱۱ فروری 1930 نے "محمود کمیٹی کے لئے چندہ" کی ذیل میں لکھا کہ انڈین نیشنل کانگرس نے اپنے اجلاس لاہور میں ڈاکٹر سید محمود، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور لالہ دونی چند کو صوبہ سرحد میں رائج جابرانہ قوانین کی تحقیق کیلئے ارکان نامزد کیا ہے۔ یہ کمیٹی عنقریب صوبہ کا دورہ کرے گی۔ فرنٹیئر پروانشل کانگرس کمیٹی اپنے اخراجات کے لئے چندہ جمع کررہی ہے"۔ مذکورہ فائل ۳۵۶ کے صفحہ نمبر ۳۵ کے مطابق ان دنوں مقامی نوجوان بھارت سبھا پشاور کی طرف سے لاہور سازش کیس کے قیدیوں کے امدادی فنڈ کے سلسلے میں چندہ بھی جمع کیا جارہا تھا۔ یہ چندہ لے کر روشن لعل اور دیگر کارکن ڈاکٹر محمد عالم آف راولپنڈی کے پاس گئے یا پھر براہ راست لاہور پہنچا آئے تھے۔ رپورٹ کے مطابق چندہ کی یہ رقم مبلغ ۲۰۰ روپے تھی۔

نوجوان سبھا کے دفتر میں خان عبدالغفار خان کی حاضری:۔

نوجوان بھارت سبھا یا نوجوان تحریک ان دنوں آزادی کیلئے زبردست جوش و جذبے کا مظاہرہ کررہی تھی۔ اس کا دفتر حکومت اور حریت پسندوں کی توجہ کا مرکز ہوتا تھا۔ ان دنوں ۱۹ فروری ۱۹۳۰

کو بھی خان عبدالغفار خان نوجوان تحریک کے دفتر آئے تو (سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر ۲۵ فائل ۳۵۶ کے صفحہ ۳۵ پر دوسرے پیراگراف میں بمطابق آرکائیوز پشاور ریکارڈ) اس کی رپورٹ ان الفاظ میں پیش کی گئی کہ "۱۹۳۰-۲-۱۹ کو نو بجے سے ۱۱ بجے تک نوجوان بھارت سبھا کے دفتر میں عبدالغفار خان آف اتمان زئی نے حاضری دی۔ وہ پروگرام جو وہ (غالباً دیہات میں) بنارہے تھے زیر بحث آیا۔ انہوں نے کارکنوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے پروگرام کو دیہات میں پھیلائیں۔ اور کہا کہ اگر ضرورت پڑی تو مدد کیلئے میں حاضر ہوں۔

یہ بات بھی زیر بحث آئی کہ ہندوستان میں بعض مقامات پر سول نافرمانی شروع ہو چکی ہے۔ جب کہ یہاں پشاور میں اس کا کوئی نام ونشاں نہیں ہے۔ چنانچہ حاضرین مجلس نے شراب خانوں پر پکٹنگ کو سول نافرمانی کے طور پر اختیار کرنے کا سوال اٹھایا۔ اور یہ معاملہ دیوان روشن لعل اور عبدالعزیز کے حوالے کیا گیا۔ انہیں یہ اختیار دیا گیا کہ دیگر اراکین کا تعاون بھی اگر چاہیں تو حاصل کر لیں اور جونہی موقع ملے تو صوبائی اجلاس میں بحث کیلئے ایک پروگرام تیار کریں۔ اس اجلاس میں صنوبر حسین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خان عبدلغفار خان نے اس پروگرام پر یہ کہہ کر خاموشی اختیار کی کہ اچھی تجویز ہے۔ امیر چند سمشی بھی اجلاس میں موجود تھے۔ اور کل بازار میں خان عبدالغفار خان کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے دیکھے گئے۔ شام کو عبدالغفار خان اتمان زئی روانہ ہو گئے"۔ (بحوالہ خفیہ B-1 نمبر ۲۷۹۸ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۳۰ برائے چیف کمشنر، آئی جی پی ڈپٹی کمشنر، پشاور اور ایس ایس پی وغیرہ)۔

ادھر کانگرس اور نوجوان تحریک کے کارکن بے چینی سے سرحد انکوائری کمیٹی کی آمد کا انتظار کر رہے تھے تا کہ ملک کے دوسرے حصوں کے لوگ یہاں پر روا رکھے جانے والے مظالم سے جلد از جلد باخبر ہو سکیں۔ ۱۹۔۲۰ فروری کو ہی مقامی کانگرس کمیٹی کو ڈاکٹر سید محمود آف پٹنہ کا ٹیلی گرام موصول ہو گیا۔ جس میں انہوں نے پوچھا تھا کہ مجوزہ کمیٹی کی آمد کیلئے کونسی تاریخ مناسب رہے گی۔ ٹیلی گرام کے جواب میں مقامی کانگرس نے لکھا کہ ماہ رمضان کے بعد کوئی بھی تاریخ مناسب ہے۔ (یعنی اوائل مارچ میں) اس ٹیلی گرام کے موصول ہونے کے بعد کانگرس کمیٹی والوں نے دیگر اضلاع کا دورہ کرنے اور ضروری انتظامات اور چندہ کے سلسلے میں پروگرام کو حتمی شکل دے دی۔ (روزنامہ ڈائری مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۳۰ بمطابق مذکورہ فائل صفحہ نمبر ۴۱)۔

ادھر صوبائی کانگرس کمیٹی نے عوام وخواص کو سرحد انکوائری کمیٹی کی آمد کے اغراض ومقاصد

سے باخبر کرنے کیلئے ایک اشتہار بھی چھپوایا جس کی سرخی تھی "مظالم سرحد کی تحقیقات" یہ اشتہار پراونشل کانگرس کمیٹی کے جنرل سیکرٹری کی طرف سے شائع کیا گیا اور اقبال سٹیم پریس پشاور میں چھپا تھا۔ ۱۱ مارچ کو یہ پوسٹر پشاور شہر اور ۱۳ مارچ کو کوہاٹ شہر میں دیواروں پر چسپاں پایا گیا تھا۔ ان تیاریوں کے ساتھ ۱۸ مارچ ۱۹۳۰ کو آغا سید لعل بادشاہ بخاری، خان علی گل خان اور لالہ پیٹرا خان مردان کانگرس کمیٹی کے ایک رکن محمد یوسف چاچا کے ساتھ موٹر میں سوار ہو کر مردان روانہ ہو گئے تاکہ انکوائری کمیٹی کیلئے چندہ جمع کر سکیں۔ ان کے مردان کے دورہ کا مقصد وہاں کے وکلاء اور کارکنوں کے ساتھ صلاح مشورہ کرنا، عوام کو آگاہ کرنا اور ضروری مواد جمع کرنا بھی تھا۔ (خفیہ نمبر 1B 846/2836 مورخہ 18 مارچ 1930 برائے ڈپٹی کمشنر)

عبدالرحیم پوپلزئی کا دورہ ہزارہ:۔

اس سلسلے میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ۱۹ مارچ ۱۹۳۰ کو ہزارہ پہنچے اور تھوڑی دیر بعد موٹر کے ذریعے حسن ابدال روانہ ہو گئے۔ خفیہ والوں نے ان کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو معلوم ہوا کہ وہ فرنٹیئر انکوائری کمیٹی کی آمد کے سلسلے میں انتظامات اور اسکے سامنے پیش ہونے کے خواہشمند حضرات کی شہادتوں کا جائزہ لینے کے لئے آئے تھے۔ انہیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ سرائے صالح کے غلام ربانی اور عبدالوحید اور میر پور کے عبدالسلام اور ہری پور شہر کے کرم نرائن اور پنڈت پرشوتم داس وفد کی کامیابی کیلئے کافی تگ و دو کر رہے تھے۔ ان حضرات نے علامہ پوپلزئی کو سرحد انکوائری کمیٹی کے سلسلے میں کئے جانے والے کام کی تفصیل بتائی۔ اور ان کے ساتھ صلاح مشورہ کیا۔ ہزارہ کے ان حضرات نے ۱۵ مارچ ۱۹۳۰ کو گھوم پھر کر وفد کے اخراجات کیلئے مبلغ ۱۵۰ روپے چندہ جمع کیا تھا۔ غلام ربانی (لودھی) ہزارہ کے لوگوں کو تحریک میں شامل ہونے کی ترغیب دینے میں بہت سرگرم تھے۔ انہی دنوں انہوں نے فضل الٰہی ولد شیخ عبداللہ قریشی امام مسجد موضع لوبان بندی کو بھی کانگرس کمیٹی میں شامل کر لیا تھا۔ (۲۲ مارچ تک ایس پی ہزارہ کی ہفتہ وار خفیہ ڈائری نمبر ۱۲ فائل صفحہ ۵۷ بستہ نمبر ۲۵ فائل نمبر ۳۵۶ سپیشل برانچ ریکارڈ صوبہ سرحد)۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے ہزارہ کے ان حضرات کے کام پر اطمینان کا اظہار کیا۔ عبدالرحیم پوپلزئی کے دورہ ہری پور کی رپورٹ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvi سال ۱۹۳۰ پیرا نمبر ۳۴۵ صفحہ نمبر ۱۲۹

میں بھی موجود ہے۔ادھر ۱۸ مارچ کو جو جماعت مردان کے دورہ پر گئی تھی وہ ۲۱ مارچ تک واپس پشاور پہنچ چکی تھی۔ان کے ایک رکن خان میر ہلالی کاٹلنگ بھی گئے تھے۔مردان میں اس جماعت کے ارکان نے قاضی عطاء اللہ وکیل، رادھا کشن وکیل، علی اصغر خان، قاضی ثمین جان اور قاضی قائم خان وغیرہ سے ملاقاتیں کیں۔مردان میں قاضی ثمین جان کے پاس ٹھہرنے کے علاوہ انہوں نے ایک رات محمد اسلم خان اور دوسری رات محمد یوسف چاچا آف مایار کے ہاں گزاری۔انہوں نے مردان کے اس دورے میں ۲۰۰ روپے جمع کئے اور کام کو آگے بڑھانے کیلئے مردان میں ایک سب کمیٹی بھی تشکیل دی۔ پشاور واپسی کے بعد ۲۶ مارچ ۱۹۳۰ء کو سید لعل بادشاہ، پیٹرا خان اور خان میر ہلالی، خان عبدالغفار خان کو ساتھ لیکر کوہاٹ پہنچے۔یہ حضرات ۲۷ مارچ کو کوہاٹ سے بنوں، ۲۹ مارچ کو بنوں سے ڈی آئی خان، ۳۱ مارچ کو ٹانک اور پھر یکم اپریل کو واپس بنوں کوہاٹ اور پھر چار اپریل ۱۹۳۰ کو واپس پشاور پہنچ گئے۔پشاور میں اپریل کے مہینے میں کانگرس کمیٹی اور نوجوان تحریک کے جلسے جلوس اور مظاہرے بہت زور پکڑ گئے۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء کی تاریخ فرنٹیئر انکوائری کمیٹی کی آمد کیلئے مقرر تھی۔ادھر بعض وجوہات کی بنا پر کانگرس کی سہ رکنی سرحد انکوائری کمیٹی کے ارکان میں سے ڈاکٹر سیف الدین کچلو کے شامل نہ ہوسکنے پر مولانا عبدالقادر قصوری کا نام شامل کرلیا گیا اور ۲۰ اپریل ۱۹۳۰ء کی رات کو انکوائری کمیٹی کے ارکان فرنٹیئر میل ٹرین میں لاہور سے پشاور روانہ ہوگئے تاکہ اگلی صبح پشاور پہنچ کر کام شروع کرسکیں۔جونہی ٹرین اٹک کے مقام پر پہنچی تو مسٹر سیلون اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور ایک ہندوستانی افسر نے ان حضرات کو ٹرین سے اتار لیا اور شمال مغربی سرحدی صوبے کے سیکورٹی ریگولیشن مجریہ ۱۹۲۲ کی دفعہ ۳(e) (ترمیم شدہ از ریگولیشن III مجریہ ۱۹۲۸) کے تحت صوبہ سرحد میں داخلے کی ممانعت کے احکام دکھائے۔(خفیہ نمبر 389 ST مورخہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء از ڈپٹی کمشنر برائے سیکرٹری ٹو چیف کمشنر صوبہ سرحد اور خفیہ فائل بستہ نمبر ۲۵ سپیشل برانچ محکمہ دستاویزات و لائبریری صفحہ نمبر ۱۱۵) اس میں مولانا عبدالقادر، لالہ دونی چند آف امبالہ اور ڈاکٹر سید محمود کے بارے میں صوبہ سرحد میں داخلے کے امتناعی نوٹس کا ذکر تھا اور ساتھ ہی یہ کہا گیا تھا کہ ان کو اٹک پر ہی روک لیا جائے کیونکہ اس سے آگے نوشہرہ تک ٹرین نہیں ٹھہرتی۔

جب یہ حکم نامہ ان حضرات کو دکھایا گیا تو ڈاکٹر سید محمود نے کہا کہ جب تک ہمیں گرفتار نہیں کرلیا جاتا میں صوبہ سرحد میں داخل ہونے کے ارادے سے باز نہیں آؤں گا۔اس پر اے ایس پی نے ان کو یہ کہہ کر جل دیا کہ آپ گرفتار ہوگئے ہیں۔تھوڑی دیر کے بعد انہیں آگے لے جاکر اس نے کہا کہ آپ

گرفتار نہیں ہیں۔ اس پر ڈاکٹر سید محمود نے حکم نامے کی پشت پر احتجاجی جملے لکھے۔ (بحوالہ The Tribune لاہور مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۳۰ء اور تصدیق نامہ نمبر 839 ST/A مورخہ ۲۱، اپریل ۱۹۳۰ء)

اٹک ریلوے سٹیشن پر یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور ادھر پشاور میں اس کمیٹی کی آمد کی تیاریاں ہو رہی تھی۔ عین اسی صبح (۲۱ اپریل کو) بانس اور کانگرسی جھنڈے اٹھائے ۲۵ باوردی کانگرسی رضا کار پشاور صدر ریلوے سٹیشن پہنچے تاکہ انکوائری کمیٹی کے اراکین کا استقبال کریں۔ ان کے ساتھ آغا سید لعل بادشاہ، پیٹرا خان، ڈاکٹر سی سی گھوش، سید قاسم جان خان میر ہلالی، امر سنگھ، غلام ربانی، اللہ بخش برقی اور اچرچ رام گھمنڈی بھی تھے۔ ریلوے سٹیشن پر انہیں معلوم ہوا کہ ٹرین سے کمیٹی کے ارکان کو اٹک پر اتار کر صوبہ میں داخلے کے امتناعی احکام کی تعمیل کرائی گئی ہے۔ اس پر سب کارکن ایک جلوس کی شکل میں شہر کی طرف واپس آئے۔ راستے میں ڈھول بجا کر غلام ربانی سیٹھی نے اعلان کیا کہ چونکہ صوبہ سرحد کے جابرانہ قوانین کی تحقیق کیلئے آنے والی انکوائری کمیٹی کو ظالم حکومت نے اٹک پر روک لیا ہے اور ڈاکو شاہی حکومت ان ظالمانہ قوانین کو برقرار رکھنا چاہتی ہے، اس لئے آج شام پانچ بجے شاہی باغ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوگا۔ شرکاء جلوس نے راستے میں یہ نعرے لگائے۔

"انقلاب زندہ باد"

اپ اپ دی نیشنل فلیگ

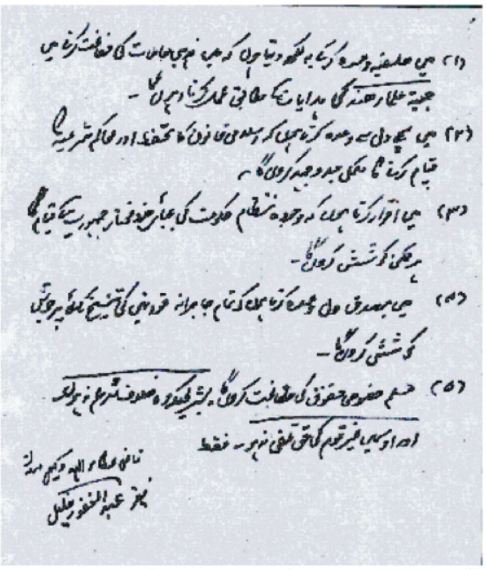
ڈاؤن ڈاؤن دی یونین جیک

سرکٹ ہاؤس کے قریب جب جلوس پہنچا تو اللہ بخش برقی نے خود بھی یہ نعرے لگائے، اس سے چند قدم آگے پیر بخش پہلوان نے یہی نعرے بلند کئے۔ سنٹرل جیل پشاور کے سامنے غلام ربانی سیٹھی نے ڈھول بجا کر شام پانچ بجے جلسہ عام کا اعلان کیا۔ جلوس میں شریک تحریک خلافت کا مشہور نقارچی محمد یعقوب عرف قوبی ظالم حکومت برباد، برطانیہ برباد کے نعرے لگانے لگا تو اسے منع کیا گیا۔

اسلامیہ کلب روڈ (خیبر بازار) سے آگے نوجوان سبھا کا اچرچ رام گھمنڈی آزادی کے ترانے گانے لگا۔ غلام ربانی اور امر سنگھ بھی حریت کے گیت اور اشعار پڑھنے لگے۔ جلوس قصہ خوانی پہنچا تو یکے بعد دیگرے غلام ربانی سیٹھی، اللہ بخش برقی اور حاجی کرم الٰہی نے شام پانچ بجے کے جلسے کے انعقاد کا اعلان دہرایا۔ (خفیہ نمبر IB 1300/2836 مورخہ پشاور ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء)

نوٹ:۔ صوبہ سرحد میں جابرانہ قوانین کے خلاف تحریک نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور اسکے نتیجے میں یہاں

کے باشندوں نے قصہ خوانی کے معرکہ آزادی جیسے معرکے لڑے۔ علاوہ ازیں اسی کے نتیجے میں یہاں کے وکلاء نے بھی جابرانہ قوانین کی منسوخی کی جدوجہد شروع کر دی۔ علاوہ ازیں حکومت کو بھی بالآخران قوانین کی تحقیق کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دینی پڑی چنانچہ سپیشل برانچ بستہ نمبر ۵۸ فائل نمبر ۹۹۸ میں اخبار دی مسلم آوٹ لک (The Muslim Outlook) مورخہ ۳۱-۴-۱۳ کے حوالے سے اس کا ذکر موجود ہے۔ اس کی سرخی ہے "صوبہ سرحد میں جابرانہ قوانین" بار ایسوسی ایشن پشاور اپریل ۱۱، اسکے مطابق پشاور بار ایسوسی ایشن کے خیال میں صوبہ سرحد میں نافذ جابرانہ قوانین مثلاً فرنٹیئر کرائمنر ریگولیشن، پبلک سیکورٹی ریگولیشن، فرنٹیئر مرڈرس آوٹ ریجس ریگولیشن، صوبے میں انصاف کے حصول اور ترقی کی خاطر مکمل طور پر ختم کر دیئے جانے چاہئیں۔ مجوزہ جابرانہ قوانین کی تحقیقی کمیٹی میں بار کو مناسب نمائندگی دی جائے (۳۱-۴-۱۰) حکومت نے فرنٹیئر ریگولیشن کے بارے میں جو انکوئری کمیٹی تشکیل دی اس کا ذکر سپیشل برانچ بستہ نمبر ۵۸ فائل نمبر ۹۹۹ لائبریری محکمہ دستاویزات میں موجود ہے۔ لیکن اس کامیابی کے حصول کیلئے صوبہ سرحد کے عوام نے بڑی قربانیاں دیں۔



(۱) میں حلفیہ وعدہ کرتا ہوں لکھ دیتا ہوں کہ میں مذہبی معاملات کی حفاظت کرنے میں جمعیۃ علماء ہند کی ہدایات کے مطابق عمل کرتا رہوں گا۔
(۲) میں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ اسلامی قانون کا تحفظ اور محاکم شرعیہ قیام کرنے کا ملکی جدوجہد کروں گا۔
(۳) میں اقرار کرتا ہوں کہ موجودہ نظام حکومت کی بجائے خودمختار جمہوریت کے قیام پر ملکی کوشش کروں گا۔
(۴) میں صدق دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ تمام جابرانہ قوانین کی تنسیخ کیلئے پرجوش کوشش کروں گا۔
(۵) ہم عمومی حقوق کی حفاظت کروں گا۔ بشرطیکہ وہ خلاف شرع نہ ہو لیکن اور اوس با غیر قوم کی حق تلفی نہ ہو۔ فقط

قاضی عطاء اللہ
ارباب عبدالغفور خلیل

ظلم کے ظابطوں کے خلاف جدوجہد کیلئے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے ہاتھ کا لکھا ہوا عہد نامہ جس پر سیاسی رہنماؤں سے دستخط لئے گئے۔ قاضی عطاء اللہ اور ارباب عبدالغفور خان کے دستخط نظر آرہے ہیں۔

باب ۵ آزادی کیلئے وار کونسل کا قیام

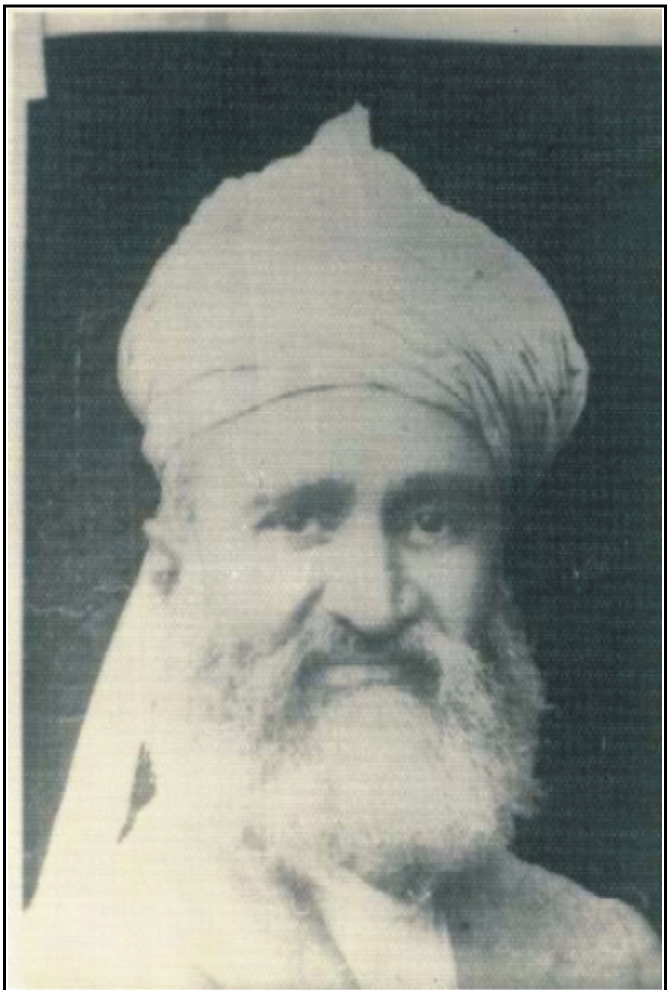
صوبہ سرحد کے صدر مقام پشاور میں قومی رہنماؤں پر مشتمل ایک وار کونسل کی تشکیل دی گئی تھی تا کہ تحریک آزادی کیلئے سول نافرمانی کے پروگرام کو منظّم طور پر چلایا جاسکے۔ وار کونسل کے اراکین رہنماؤں کے نام ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر ۶۴ کی فائل نمبر ۱۷۷۵ کے صفحہ نمبر ۲۴ سے ۳۱ تک کی رپورٹ میں موجود ہیں۔اس رپورٹ کا عنوان ہے صوبہ سرحد میں پشاور اور دوسرے اضلاع میں ہونے والی گڑبڑ کی وجوہات۔ یہ فائل لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں موجود ہے۔انگریزی ریکارڈ کے مطابق وار کونسل کے اراکین کے نام اس ترتیب میں درج ہیں۔

۱۔ سید آغا لعل بادشاہ صاحب
۲۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی
۳۔ خان علی گل خان
۴۔ مولانا خان میر ہلالی
۵۔ رحیم بخش غزنوی
۶۔ پیٹرا خان
۷۔ اچرج رام
۸۔ عبدالرحمٰن ریا
۹۔ روشن لعل
۱۰۔ غلام ربانی
۱۱۔ اللہ بخش برقی
۱۲۔ عبدالغفور آتش

(سرکاری ریکارڈ کے مطابق وار کونسل کے مذکورہ رہنماؤں کے نام ۲۶ اپریل ۱۹۳۰ء کے اخبار " ٹریبیون "لاہور میں چھپے تھے)۔صوبہ سرحد کے انسپکٹر جنرل پولیس نے صوبہ سرحد میں شروع ہونے والی گڑبڑ کی وجوہات سے متعلق تحریری رپورٹ میں یکم مئی ۱۹۳۰ کو لکھا کہ نوجوان بھارت سبھا پشاور میں ۱۹۲۸ کے اواخر یا ۱۹۲۹ کے شروع میں وجود میں آئی۔انہوں نے یہ بھی لکھا کہ سرحد میں

کانگرس کا چرچا اس لئے زیادہ ہوا کہ اس نے خلافتی رہنماؤں کی حمایت حاصل کر لی۔ ممتاز خلافتی رہنماؤں کی کانگرس سے وابستگی نے جس طرح کانگرس کو پذیرائی بخشی اس کا ذکر کرتے ہوئے آئی جی پی نے لکھا ہے کہ آغا سید لعل بادشاہ بخاری، غلام ربانی سیٹھی، اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اس معاملے میں مثال کے طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ رہنما کانگرس کیلئے بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ کیونکہ شہر بھر میں ان کے کثیر تعداد میں پیروکار موجود ہیں۔ آئس مانگر آئی جی پولیس صوبہ سرحد کی یہ رپورٹ ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر ۶۴ کی فائل نمبر ۱۷۷۵ کے صفحہ نمبر ۲۸ پر لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں موجود ہے۔

عبدالغفور آتش نہ صرف ۱۹۳۰ کی اس تحریک سول نافرمانی میں وارکونسل کے رکن تھے بلکہ بعد میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی قیادت میں چلائی جانے والی تحریک غلہ ڈھیر کی وارکونسل کے بھی رکن تھے۔ تحریک غلہ ڈھیر صوبہ سرحد میں سرخپوش کسانوں کے پہلے معرکہ آزادی کے طور پر یاد کی جاتی ہے۔ سرکاری ریکارڈ Who's Who میں بھی عبدالرحیم پوپلزئی کے قریبی معتمد رفیق کے طور پر عبدالغفور آتش کا نام لکھا ہے۔ اپریل ۱۹۳۰ کی تحریک کے دوران جماعت کی طرف سے عبدالغفور آتش کو گرفتاری پیش کرنے کی اجازت مل گئی تو وہ رسالپور میں خود پولیس کے سامنے پیش ہو گئے۔ پولیس افسر ایک ہندو تھا۔ لیکن قومی آزادی کی تحریک سے ہمدردی رکھتا تھا۔ اس نے آتش صاحب کو پیش کش کی کہ وہ اگر روپوش رہنا چاہیں تو ان کو ایسا کرنے کیلئے خفیہ طور پر چھوڑا جا سکتا ہے۔ لیکن آتش صاحب نے کہا کہ پہلے چونکہ پارٹی کا حکم تھا کہ میں باہر کے کام نمٹانے کیلئے روپوش ہو جاؤں، اس لئے میں نے ایسا کیا اور اب جماعت نے گرفتاری پیش کرنے کو کہا ہے تو میں اسی حکم کے تحت گرفتاری دے رہا ہوں۔ اس پر پولیس افسر کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر وہ اٹھا اور آتش صاحب کو اپنے گھر لے گیا۔ وہاں اس نے ان کی خوب خاطر مدارت کی اور ان کو مرغ پلاؤ کھلایا۔ بعد میں بڑے احترام سے ان کو گرفتار کر کے چالان پیش کر دیا۔



آغا سید لال بادشاہ بخاری

باب۶ آزادی اظہار کے حقوق کی تحریک

سانحہ قصہ خوانی کے بارے میں صوبہ سرحد پولیس کے انسپکٹر جنرل مسٹر آئس مانگر نے صوبہ سرحد کے صدر مقام پشاور اور دیگر اضلاع میں اٹھنے والی تحریک کی وجوہات کے بارے میں یکم مئی 1930ء کو جو تحریری رپورٹ پیش کی اس کے مطابق جہاں اس تحریک کو سیاسی جماعتوں اور سیاسی مظاہروں نے جلا بخشی، وہاں اس کا ایک سبب ان کا پریس پروپیگنڈا بھی رہا تھا۔

خفیہ اشتہار بازی مہم کے علاوہ اس زمانے میں انقلابیوں نے جماعتی آرگن کے طور پر بعض اخبارات بھی جاری کر رکھے تھے۔ یہ اخبارات ویسے تو جماعت کے رہنماؤں کی سرپرستی میں نکالے جاتے تھے لیکن اخبارات کی اشاعت کو سرکاری رکاوٹوں سے بچا کر جاری رکھنے اور اصل منبع کو صیغہ راز میں رکھنے کی خاطر ان پر بطور ایڈیٹر، پرنٹر و پبلشر پارٹی کے دیگر جان باز کارکنوں کے نام لکھے جاتے تھے۔ اور اکثر ایک ہی اخبار کے ایڈیٹر پرنٹر و پبلشر کے طور پر مختلف کارکنوں اور رہنماؤں کے نام لکھ دیئے جاتے تھے۔ انقلابی کارکن خفیہ اور زیر زمین کام کرنے کے عادی ہو چکے تھے۔ وہ آزادی اور انقلاب کی خاطر رضا کارانہ طور پر ہر طرح کی قربانی پیش کرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ ویسے تو حکومت کی مخالفت اس زمانے میں بعض دوسرے اخبار بھی کرتے رہتے تھے لیکن جن انقلابی اخبارات نے سرکاری حلقوں میں بہت زیادہ ہلچل مچا رکھی تھی، انہیں انتہا پسند اور باغی اخبارات کہا جاتا تھا۔ ان اخبارات میں ہفتہ وار "نوجوان سرفروش" (جو بعد میں صرف "سرفروش" کے نام سے مشہور ہوا) اور "نوجوان سرحد" نوجوان تحریک میں ایک زبردست جوش و خروش کا باعث بنے ہوئے تھے۔ نوجوان سرفروش کی پیشانی پر اللہ بخش برقی یا عبداللہ جان خنجر وغیرہ کے نام ہوتے تھے۔ جبکہ ہفتہ وار "نوجوان سرحد" پر عبدالغفور آتش کا نام ہوتا تھا۔ ماہنامہ نوجوان سرحد پر عبدالرحمٰن ریا کا نام لکھا ہوتا تھا۔

۱۹۳۰ کے اوائل میں ان اخبارات میں اس قدر آتشیں تحریریں پیش کی گئیں کہ ان پر مختلف مقدمے بنا کر انہیں ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ جب ان کے مدیران اور پبلشروں کی گرفتاری کے بعد بھی پرچہ نکلا تو انتظامیہ سر پیٹ کر رہ گئی۔ اس طرح ان اخبارات کی اشاعت و ترسیل کیلئے انقلابی کارکنوں نے متبادل انتظامات کر رکھے تھے۔ انقلابی اخبارات کی وجہ سے جب عوامی جذبات کے شعلے بلند ہونا شروع ہوئے تو ان کی نگرانی شروع کر دی گئی اور ان کے مقام اشاعت اور پریس کی نشاندہی سے

لے کران کی تقسیم کارتک کی رپورٹیں حکام کو بھی بھیجی جانے لگیں۔ چنانچہ ان اخبارات کی نگرانی کے بعد نوجوان سبھا کے دفتر پر چھاپے پڑنے شروع ہوئے اور اخبار ضبط کرلیا گیا۔اس واقعہ کی شہادت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں ہونے والے ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ کے جلسہ عام میں رحیم بخش غزنوی، اللہ بخش برقی اور روشن لعل کی تقریروں سے ملتی ہے۔جن میں "نوجوان سرفروش" کی ضبطی اور اس ضمن میں ڈپٹی کمشنر کی کاروائی کے خلاف ردعمل کا اظہار کیا گیا ہے۔اس کاروائی کا دستاویزی ثبوت خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvi پیرانمبر 416 میں بھی موجود ہے۔رحیم بخش غزنوی نے نوجوان سرفروش کی ضبطی اور امانیہ پریس پر پولیس کے چھاپے کی سخت الفاظ میں مذمت کی تھی اور کہا تھا کہ اگر نوجوان سرفروشی کا مظاہرہ کرتے رہیں تو حکومت انکا سامنا کرنے کی جرات نہیں کر سکے گی۔اگر اس دوران ایک شخص بھی ضائع ہوا تو ۳۲ کروڑ عوام جان کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے آگے بڑھ جائیں گے۔انہوں نے نوجوان بھارت سبھا کے دفتر کی تلاشی لینے کی مذمت کی اور یہ دھمکی دی تھی کہ وائسرائے کے صوبہ سرحد کے دورے سے قبل ہی کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ رحیم بخش غزنوی گوکہ نوجوان سبھا کے رکن نہ تھے صرف کانگرسی تھے۔لیکن وہ کانگرس کے گرم خونوجوان شمار ہوتے تھے۔انہوں نے اپنی اس تقریر کے دوران "نوجوان سرفروش" کے خلاف سرکاری کاروائی کے بارے میں ایک قرارداد بھی پیش کی تھی۔قرارداد حسب ذیل تھی۔

یہ جلسہ "نوجوان سرفروش" پشاور کوممنوع کرنے کے کمینہ سرکاری فعل کونفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔سب کوکھل کرنوجوان سبھا کی مدد کرنی چاہیے ورنہ خفیہ طور پر تو ضرور کریں تا کہ اخفا کی وجہ سے آپ بھی نوجوان سبھا کی مدد کرنے کے الزام میں دفعہ A-99 کے تحت خلاف قانون نہ ہوسکیں۔"برطانوی حکومت برباد"۔اللہ بخش برقی نے اس قرارداد کی تائید کی اور ڈپٹی کمشنر کے اس فعل پر کڑی تنقید کی۔اسی طرح اچرج رام گھمنڈی نے بھی جلسے میں "نوجوان سرفروش" کی ضبطی پر ڈپٹی کمشنر کو ہدف تنقید بنایا۔ علاوہ ازیں اس جلسے کے ایک اور مقرر روشن لعل نے بھی اس اخبار کی ضبطی پر سخت برہمی کا اظہار کیا اور ڈپٹی کمشنر کو بیوقوف قرار دیتے ہوئے یہ چیلنج دیا تھا کہ ہم باغیانہ اور غیر قانونی اخبار بیچتے ہیں تو ہمیں گرفتار کرلو۔

اخبار کی ضبطی کے بعد بھی اخبار شائع ہوتا رہا۔ چنانچہ ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ کی پہلی فہرست اپریل تا دسمبر بستہ نمبر ۳ فائل نمبر ۳۸ کے صفحہ نمبر ۱۰۵ کی سپیشل ڈائری مورخہ ۴ فروری ۱۹۳۰ء کے مطابق

اس کی رپورٹ اس طرح دی گئی تھی:" کل نوجوان بھارت سبھا پشاور شہر کا اچرج رام لوگوں میں ۲ اپریل ۱۹۳۰ء کے نوجوان سرفروش کا ایک ضمیمہ تقسیم کر رہا تھا۔ اس کی سرخی تھی کہ صوبہ سرحد کے خوانین اور معززین کی طرف سے ہندوستان کے وائسرائے کو ایک سپاسنامہ "ایک محترم کامریڈ کے قابل تعریف خدشات" اور اس میں ایک مضمون ہے جو بزعم خویش خوانین وغیرہ کی طرف سے عزت مآب وائسرائے کو ایک سپاسنامہ ہے۔ جس میں ایک انقلابی نقطہ نظر سے وائسرائے کو سپاسنامہ پیش کرنے کے خیال کا مذاق اڑایا گیا ہے۔ اس کا اختتام "بولو سر نارمن بولٹن کی جے "اور" ہم ہیں آپ کے حقیقی قومی قاتل ٹوڈی" کے الفاظ پر ہوتا ہے۔

اس کے بعد اسی فائل کے صفحہ نمبر ۱۴۵ پر مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۳۰ کی ڈائری میں لکھا ہے کہ " نوجوان سرفروش کے ۱۳ اپریل ۱۹۳۰ کے شمارے کی کاپیاں مطبوعہ امان سرحد برقی پریس راولپنڈی شہر میں نوجوان بھارت سبھا کے ارکان فروخت کر رہے ہیں"۔ اس اخباری مہم نے نوجوانوں میں زبردست پروپیگنڈے کے علاوہ خفیہ تنظیمی کاموں کا شعور بھی مزید اجاگر کیا۔ اور وہ نہایت منظم طریقے سے اس طرح کے کئی اخبار نکالنے لگے۔ جن میں "پیام جنگ "اور" چنگاری" وغیرہ بھی شامل ہیں یہ دونوں اخبارات انقلابی پالیسی کے حامل تھے۔ ان کے علاوہ اخبار" سرحد" بھی اپنی معتدل پالیسی کے باوجود تحریک آزادی کی مہم میں اپنے انداز سے کافی حصہ لیتا رہا جس کی وجہ سے یہ بھی سرکاری عتاب کا شکار ہوا۔ ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ کے سانحہ قصہ خوانی کے بعد انقلابی اخبارات و جرائد اور بعض دوسرے اخبارات کے مدیران کے خلاف بھی مقدمے بنائے گئے۔ چنانچہ سپیشل برانچ ریکارڈ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۶۳ فائل نمبر ۱۱۰۳ میں ان مقدمات کی تفصیل درج ہے۔ اس کے مطابق ہفتہ وار" نوجوان سرفروش" کے مدیران اللہ بخش بجلی ساکن پشاور شہر اور عبداللہ جان خنجر ساکن پشاور شہر کے خلاف آئی پی سی کی باغیانہ دفعہ 124/A کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔ پشاور شہر کے عبدالغفور آتش مدیر ہفتہ وار" نوجوان سرحد" کے خلاف دفعہ 108 سی پی سی کے تحت مقدمہ قائم کیا گیا۔ لیکن ان دنوں عبدالغفور آتش روپوش تھے۔ اسی طرح "ماہنامہ نوجوان سرحد" کے مدیر عبدالرحمٰن ریا کے خلاف بھی دفعہ 108 سی پی سی کے تحت مقدمہ درج کیا گیا۔

"نوجوان سرفروش" کا مذکورہ پرچہ لکشمی آرٹ پریس میں ۲۹ اپریل ۱۹۳۰ کو چھپا تھا۔ اور اس کا ذکر سپیشل برانچ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۶۳ کی فائل نمبر ۱۱۰۳ کے صفحہ نمبر ۱۳ پر موجود ہے۔ اسی فائل

میں صفحہ نمبر ۱۵ پر اخبارات اور ان کے مدیران کے خلاف کی گئی کاروائی کی تفصیل اس طرح درج ہے۔

۱۔ نوجوان سرفروش پشاور

پبلشر اور پرنٹر: اللہ بخش بجلی ولد محمد بخش آف پشاور شہر چونکہ اللہ بخش بجلی کو (سانحہ قصہ خوانی میں) سزا ہوئی تھی اس لئے عبداللہ جان خنجر کا نام اخبار پر پبلشر کے طور پر آتا ہے۔لیکن کوئی نیا ڈیکلریشن حاصل نہیں کیا گیا۔

پریس کا نام: امان سرحد الیکٹرک پریس راولپنڈی اور امانیہ پریس پشاور شہر

حکومت کا امتناعی نوٹیفکیشن: نمبر 6773-P مورخہ 8 اپریل 1930

طلبی ضمانت کی وجوہ: شمارہ نمبر ا جلد نمبر ا مورخہ 25 مارچ 1930 شائع شدہ امانیہ پریس پشاور۔ یہ اخبار حتمی طور پر باغیانہ لب و لہجے کا حامل ہے اور مشہور باغی اخبار "پیام جنگ" لاہور کے خطوط پر شائع ہوتا ہے۔ ایڈیٹر کو یکم مئی ۱۹۳۰ کو دفعہ 124-A آئی پی سی کے تحت ۱۸ ماہ قید بامشقت کی سزا ہوئی۔ اسی فائل کے صفحہ نمبر ۱۵ پر "ہفتہ وار نوجوان سرحد" پشاور کی تفصیل اس طرح درج ہے۔

۲۔ ہفتہ وار نوجوان سرحد پشاور

پبلشر، پرنٹر: عبدالغفور آتش ولد عبدالحکیم محلّہ ریتی پشاور

پریس: لکشمی آرٹ سٹیم پریس راولپنڈی

امتناعی نوٹیفکیشن:	نمبر 6253-P	مورخہ ۲ اپریل ۱۹۳۰
ایضاً	نمبر 5775-P	مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۳۰
ایضاً	نمبر 6418-P	مورخہ ۵ اپریل ۱۹۳۰

طلبی ضمانت کی وجوہ: شمارہ نمبر ۱ جلد نمبر ۱ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۳۰

ایضاً شمارہ نمبر ۲ جلد نمبر ۱ مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۳۰ شائع راولپنڈی

ایضاً مورخہ یکم اپریل ۱۹۳۰ کا ضمیمہ نمبر ۴ شمارہ نمبر ۳ جلد نمبر ۱ مورخہ ۷ اپریل ۱۹۳۰ء تک کا اخبار شائع شدہ پشاور۔

اخبار حتمی طور پر باغیانہ لب و لہجے کا حامل ہے اور مشہور باغی اخبار "پیام جنگ" لاہور کے خطوط پر شائع ہوتا ہے۔ ایڈیٹر روپوش ہے۔ اس کے خلاف 124-A آئی پی سی کا ایک مقدمہ معرض

التواء میں ہے۔

ماہنامہ نوجوان سرحد پشاور

پبلشر پرنٹر: عبدالرحمٰن ریا ولد غلام حیدر محلّہ گاڑی خانہ پشاور تھانہ ڈی ڈویژن پشاور شہر۔ اس کو دفعہ 108 سی پی سی کے تحت سزا سنائی جا چکی ہے۔

پریس: امانیہ پریس ڈھکی نعلبندی پشاور

امتناعی نوٹیفکیشن: نمبر 1260-P مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۳۰

ایضاً نمبر 8232-P مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۳۰

طلبی ضمانت کی وجوہ: شمارہ نمبر ۱ جلد نمبر ۱ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۰

ایضاً شمارہ نمبر ۲ جلد ۱ مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۰

اخبار حتمی طور پر باغی لب و لہجے کا ہے۔ اور مشہور باغی اخبار "پیام جنگ" لاہور کے خطوط پر شائع ہوتا ہے۔ آخری شمارے کے اقتباسات کے ترجمے چیف کمشنر کے سیکرٹری کو پیش کئے گئے ہیں۔ ان کے ساتھ حکماً بند کرنے کی سفارش بھی کی گئی ہے۔ جنوری کے بعد کوئی نمبر نہیں آیا ہے۔

ان اخبارات کے بارے میں صوبہ سرحد کی خفیہ پولیس کے انچارج مسٹر للّی کو ڈی او چھٹی نمبر 438-ST مورخہ ۸ مئی ۱۹۳۰ کو بھی لکھی گئی جو سپیشل برانچ ریکارڈ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۶۳ کی فائل نمبر ۱۱۰۳ ہی میں صفحہ نمبر ۲۱ پر آرکائیوز لائبریری میں موجود ہے۔ اسی فائل کے صفحہ نمبر ۹۷ پر ڈپٹی کمشنر نے ۳۰ مئی ۱۹۳۰ کو ڈی او چھٹی نمبر 527-ST میں نوجوان سرفروش کے متعلق لکھا ہے کہ حکماً بند ہونے کے باوجود چھٹی نمبر 9648-P مورخہ ۱۶ مئی ۱۹۳۰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲ مئی ۱۹۳۰ تک بھی نوجوان سرفروش جاری تھا۔ لائبریری محکمہ دستاویزات میں سپیشل برانچ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۱۷ کی فائل نمبر ۱۳۰۶ میں سال ۱۹۳۱ کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اخبار نوجوان سرفروش بعد میں زمانہ ۱۹۳۱ میں صرف "سرفروش" کے نام سے جاری تھا۔ اس فائل میں اس مقدمہ کی تفصیل ہے جو "سرفروش" پشاور شمارہ نمبر ۸ جلد نمبر II مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۳۱ کے تحریر شدہ نام کے ایڈیٹر کانشی رام افق پر بنایا گیا تھا۔ یہ لکشمی آرٹ سٹیم پریس پشاور میں چھپا تھا اور اس پر شروع ہی میں اقبال کا یہ شعر تحریر تھا۔

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

اس کے بعد ۱۲ اگست ۱۹۳۱ء کا "سرفروش" نکلا تو خلاصۃ خفیہ پولیس جلد xxvii سال ۱۹۳۱ء میں پیرا نمبر ۱۰۶۷ کے مطابق اس شمارے نمبر ۱۰ پر نہ تو پرنٹر و پبلشر کا نام تھا اور نہ ہی چھپائی کے مقام کا حوالہ دیا گیا تھا۔ خفیہ پولیس کی رپورٹ میں یہ درج تھا کہ اس پر پبلشر اور پریس کے خلاف پریس اور رجسٹریشن ایکٹ xxxv مجریہ ۱۸۶۷ء کے تحت کاروائی زیر غور ہے۔ اخبار "سرفروش" کا ذکر متعدد کتابوں و جرائد میں ملتا ہے۔ چند ایک کا مختصر تذکرہ بے محل نہ ہوگا۔ "رائے عامہ" پوپلزئی نمبر مورخہ ۸ جون ۱۹۴۵ کے صفحہ نمبر ۱۰ پر جناب محمد اسحٰق ندوی اپنے مضمون بعنوان مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پیدائش، تعلیم اور سیاسی کارنامے میں لکھتے ہیں۔

۱۹۲۷ء کا زمانہ ہے۔ ایک ہفتہ وار اخبار سرفروش کا اجرا پشاور سے ہوتا ہے۔ مولانا اخبار کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ یہ ترجمان جو قوم و وطن کا آرگن ہے، سیاسی مقالات اور تاریخی معلومات عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جس میں زیادہ تر مولانا کے خیالات اور ان کے رجحانات کی ترجمانی کی جاتی ہے اور ساتھ ہی اس اخبار کے ذریعہ سرحدی باشندوں میں غفلت کے اثر کو دور کر کے عام بیداری پیدا کرنے کی بھی کوشش ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں نوجوان بھارت سبھا کا قیام عمل میں آتا ہے، جو بلا امتیاز مذہب و ملت قومی خدمت اپنا مقصد بنا لیتی ہے اور مولانا کی سرپرستی میں بڑے بڑے کام اس انجمن کے تعلق سے انجام تک پہنچ جاتے ہیں"۔

ادبیات سرحد جلد سوم میں (صفحہ نمبر ۳۲۷ سے آگے) فارغ بخاری، عبدالرحیم پوپلزئی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۲۷ء میں ہفتہ وار سرفروش جاری کیا۔ یہ اخبار محنت کش اور غریب طبقے کا ترجمان تھا اور حکومت پر نہایت بے باکی سے نکتہ چینی کرتا تھا۔ اس پرچے نے صوبہ سرحد کی سیاسی بیداری کے سلسلے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ "صحافت صوبہ سرحد میں" کے مصنف کتاب کے صفحہ نمبر ۶۸ پر ہفتہ وار نوجوان سرفروش کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ۱۹۳۰ میں عبداللہ خنجر نے ہفت روزہ نوجوان سرفروش نکالا یہ پرچہ نوجوان بھارت سبھا کا ترجمان اور انتہا پسند پالیسی کا حامل تھا۔ صرف چند پرچے نکلنے پائے تھے کہ عبداللہ خنجر گرفتار ہو کر جیل چلے گئے۔ خنجر انقلابی نوجوان تھے۔ تمام عمر قید و بند میں گزری۔ اس پرچے میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے بھی بحیثیت چیف ایڈیٹر کام کیا۔ اپریل ۱۹۳۰ میں ا

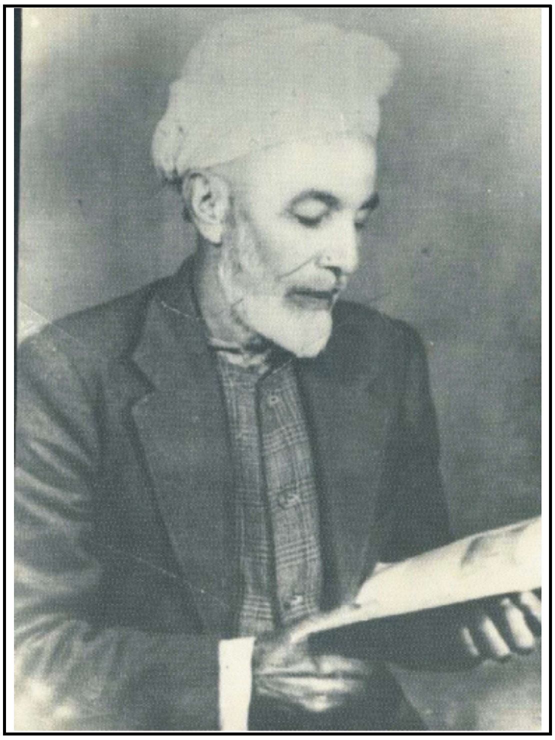
س اخبار کا تمام پرچہ پولیس نے پریس سے ضبط کرلیا کیونکہ اس میں ایک ضبط شدہ اشتہار کو من وعن شائع کیا گیا تھا۔

تذکرہ علماء ومشائخ سرحد میں مولانا سید امیر شاہ قادری اپنے استاد حضرت مفتی اعظم علامہ دوران مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی پر اپنے مقالے میں لکھتے ہیں۔ ۱۹۲۷ میں آپ نے ایک ہفت روزہ صحیفہ سرفروش کا اجراء کیا جس میں تقریباً تمام مقالات، شذرات اور مضامین آپ کے رشحات قلم کا نتیجہ ہوتے تھے۔ صوبہ سرحد میں اس وقت جب کہ ظلم وجور کی جابرانہ قوت نے جمہوریت اور آزادی کو دبا رکھا تھا، یہ اپنی قسم کا واحد اخبار تھا جو کہ غریب عوام، محنت کش، مزدور اور مفلوک الحال لوگوں میں بیداری اور اپنے حقوق کی حفاظت کا جذبہ صادقہ پیدا کرتا تھا۔ انگریزی سامراج پر جائز اور تعمیری نکتہ چینی کرنا بغیر کسی خوف وخطرے کے اس اخبار کا طرہ امتیاز تھا۔ آج اگر ہم یہ کہیں تو بے محل نہ ہوگا اور بے جا بھی نہ ہوگا کہ صوبہ سرحد کی سیاسی بیداری میں اس اخبار کو بہت دخل رہا ہے"۔ ایک کتاب مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے مصنف عمر فاروق خان کتاب کے صفحہ نمبر ۱۸ پر لکھتے ہیں۔

"انہوں نے سرفروش نام کا اخبار پشاور سے نکالا۔ یہ ۱۹۲۷ کا وقعہ ہے مولانا نے اس اخبار کی سرپرستی فرمائی۔ اس اخبار پر سامراج اور اس کے ایجنٹوں کا یہ حملہ کہ یہ لادینت کا پرچارک ہے، مولانا کی مسلمہ مذہبی عظمت کی وجہ سے ناکام رہا۔ حالانکہ سامراج نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اس مہم کو پوری قوت سے چلایا۔ اس وقت کے مفاد خصوصی رکھنے والے پریس کا مواد میرے اس قول کا شاہد ہے۔ سرفروش کے ذریعے صوبہ سرحد میں نوجوان بھارت سبھا کی بنیاد ڈالنے اور اس کو مضبوط کرنے کا کام لیا گیا۔ اور آخر کار صوبہ سرحد کا بہترین سرفروش نوجوان گروہ جس میں ایک طرف فخر مہمند صنوبر حسین صاحب، عبدالرحمٰن ریا، عبدالغفور آتش، محمد یونس قریشی، اللہ بخش برقی اور عزیز خوش باش تو دوسری طرف کامریڈ رام سرن نگینہ، کامریڈ سادھو سنگھ، روشن لعل، اچرج رام، نیکو دیوی اور بخشی فقیر چند وغیرہ تھے۔ اس تنظیم نے ملک میں انقلابی اور عوامی اقدام کے ذریعے انقلاب کی دعوت دی"

صوبے کے ان انقلابیوں نے بعد میں "بگل جنگ" کے نام سے بھی ایک اخبار نکالا۔ اس کے ایڈیٹر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ہی تھے۔ یہ اخبار رام سرن نگینہ اور دوسرے کارکن خفیہ طور پر تقسیم کرتے تھے۔ اس اخبار کا یہ ذکر صوبہ سرحد آرکائیوز ریکارڈ میں سپیشل برانچ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۶۹ کی فائل نمبر ۱۲۳۶ کے صفحہ نمبر ۱۰۰ پر بھی موجود ہے۔ اخبار "اقدام" خلیل افغانی اور "اخبار" رائے

عامہ" بخشی فقیر چند وید کی ادارت میں شائع کیا جاتا تھا۔ان اخبارات کے علاوہ پیغام جنگ، چنگاری، انقلابی نعرہ اور لال ڈھنڈورہ بھی انقلابیوں کے اخبارات تھےاس لئے عبدالرحیم پوپلزئی کو پارٹی آرگن کا اصل آرگنائزر تصور کیا جاتا تھا۔



کاکاجی صنوبر حسین مہمند

باب ۷ بنیادی انسانی حقوق اور عوامی جذبات کا سیلاب

تحریک خلافت اور نوجوان تحریک:۔

نومبر ۱۹۲۹ء میں تحریک خلافت کے زیر اہتمام بنیادی انسانی حقوق کے منافی ساردھا بل کے خلاف مظاہرے زوروں پر تھے۔ان دنوں مفتی عبدالحکیم پوپلزئی، علامہ عبدالرحیم پوپلزئی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مفتی کفایت اللہ دہلوی اور دیگر اکابرین ملت انگریزی حکومت کے مسلط کردہ اس بل کی مخالفت میں جگہ جگہ تقریریں کرتے اور علی الاعلان لوگوں کو اس بل کی خلاف ورزی کرنے کی تلقین کرتے رہے جس کی بنا پر شادی کرنے کی عمر کی سرکاری حد مقرر کردی گئی تھی۔نومبر کے مہینے کے دوران مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے ہر جمعتہ المبارک کے موقع پر اس بل کے خلاف آواز بلند کی اور ۲۹ نومبر بروز جمعتہ اس بل کے خلاف احتجاجی ہڑتال اور شاہی باغ میں جلسہ عام کا اعلان کیا۔ ۲۶ نومبر کو خلافت کے زیر اہتمام جلوس نکالا گیا۔تو پولیس ایکٹ کی دفعہ ۳۰ کے تحت دو ٹولیاں گرفتار کرلی گیئں۔تاہم باقی خلافتیوں نے احتجاجی جلوس جاری رکھے اور شام کے وقت اسی روز اسلامیہ کلب ہال میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ ۲۹ نومبر کو مسجد قاسم علی خان میں مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے نمازیوں سے کہا کہ اگر ساردھا ایکٹ سے مسلمانوں کو مستثنٰی نہ کیا گیا تو آپ سول نافرمانی کی تیاری کریں۔اس روز ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ کو شہر میں ہڑتال ہوئی اور مسلمانوں کے ساتھ یکجہتی کے طور پر اکثر ہندوؤں نے بھی دکانیں بند رکھیں۔اس روز شام کو شاہی باغ میں مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کی صدارت میں ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ عام منعقد ہوا۔ پولیس کی خلاصہ رپورٹ میں جلسہ کے شرکاء کی تعداد ۴۰۰۰ کے قریب بتائی گئی۔اس جلسہ عام سے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی، مولانا شاہ رسول، اللہ بخش یوسفی، عطاء اللہ جان وکیل اور بشیر احمد نے خطاب کیا۔مقررین نے ساردھا ایکٹ کے بنانے والے ممبران، اسکے حامیوں اور حکومت پر زبردست نکتہ چینی کی۔مولانا شاہ رسول صاحب نے کہا کہ ساردھا ایکٹ کے ذریعے حکومت نے اپنی آمدنی میں اضافے کی ایک اور سبیل تلاش کرلی ہے کیونکہ اس قانون کے بعد خلاف ورزی کرنے والے جوڑے کے والدین، نکاح پڑھنے والے مولوی اور شرکت کرنے والے لوگوں سے جرمانے بٹورنے اور عدالتی فیس کی وصولی کے ذریعے حکومت کو ۸۰۰ روپے وصول ہونگے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ شادی پر پابندیوں کی وجہ سے مسلمان بچیاں اسلام چھوڑ کر اور گھروں سے نکل کر

عیسائیت اختیار کرنے لگیں گی جہاں کوئی اخلاقی اقدار نہ ہونے کے سبب ذلت اور خواری کی زندگی گزارنی ہوگی۔لعل شاہ جگر نے اس اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ اسلام کے خلاف توہین آمیز مہم شروع کر کے پارسیوں اور یہودیوں کی طرح ہمیشہ کیلئے دوسری قوموں پر حکومت کرنے کا (خودساختہ) حق کھو بیٹھے گا۔

اس جلسے میں مولانا شاہ رسول صاحب نے یہ بھی کہا شاردھا ایکٹ دراصل (شر دے بل) ایک اور شر ہے جو رولٹ ایکٹ جیسے پہلے شر کے بعد ٹھونسا گیا ہے۔اس جلسے میں دو قراردادیں بھی منظور کی گئیں جن میں حکومت سے کہا گیا تھا کہ وہ یہ بل واپس لے لے اور مرکزی کمیٹی کی اس تجویز کی مذمت کی گئی کہ اصلاحات کا دائرہ صوبہ سرحد تک نہ بڑھایا جائے۔علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے اپنے منطقی اور مدلل خطاب میں انگریزوں کی اس حکمت عملی کو بے نقاب کیا جس کے تحت وہ ایک ایک کر کے محکوموں کے تمام سماجی امور کو مکمل طور پر اپنے قوانین،ضوابط اور ثقافت کے زیرنگین کرنے کیلئے آئے تھے اور یہ ایکٹ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔اسی طرح اگلے ماہ دسمبر ۱۹۲۹ میں مفتی عبدالحکیم پوپلزئی اور ان کے ساتھی دوسرے علماء نے مسجدوں میں جمعہ کے اجتماعات میں ساردھا ایکٹ کے خلاف تقریریں کر کے لوگوں کو سول نافرمانی کی تیاری کرنے کی تلقین جاری رکھی۔

دسمبر کے اواخر میں کانگرس کا وہ مشہور اجلاس لاہور میں دریائے راوی کے کنارے ہونا قرار پایا تھا،جس میں آزادی کامل کی قرارداد منظور کی گئی تھی۔اس سے اٹھ سال پہلے جب مولانا حسرت موہانی نے مکمل آزادی کی تجویز پیش کی تھی تو گاندھی جی نے اس تجویز کی پرزور مخالفت کی تھی۔اس دوران میں نوجوان بھارت سبھا اور کرتی کسان پارٹی جیسی طبقاتی انقلاب کی علمبردار سیاسی جماعتیں منظم ہونے لگیں جن کا اصول تشدد کے جواب میں تشدد تھا۔اس سے یہ خطرہ پیدا ہونا بھی ناگزیر تھا کہ آزادی کامل کے نام سے سرمایہ دار اور جاگیردار جانشینوں کو اقتدار منتقل کرنے پر راضی نہ ہونے والی انگریزی حکومت کہیں اس صورت حال میں مزدوروں،کسانوں اور محنت کشوں کے ہاتھوں اقتدار سے محروم ہو کر ہمیشہ کیلئے اپنے سرمایہ دارانہ نظام سمیت ہی رخصت نہ ہو جائے۔گو کہ انتہا پسند انقلابی جماعتیں ابھی نئی نئی ہی ابھری تھیں اور ان کے رضا کاروں اور کارکنوں کی تعداد کانگرس کے مقابلے میں بہت کم تھی لیکن مستقبل میں کوئی راستہ نہ پا کر ان کا بے قابو ہو جانا خارج از امکان نہ تھا۔

ان حالات کے پیش نظر کانگرس نے ان انقلابیوں کو کانگرس کے ساتھ چلنے کی شرط پر اپنانے

کی نہ صرف یقین دہانی کرا رکھی تھی بلکہ یہ اطمینان بھی کرا دیا تھا کہ کانگرس عوامی مقاصد کیلئے بھی جدو جہد کرے گی۔ دسمبر کے اواخر میں کانگرس کا سالانہ اجلاس لاہور میں ہونا قرار پایا تو اس کیلئے صوبہ سرحد سے جو رہنما شرکت کیلئے منتخب کئے گئے ان میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا نام بھی تھا۔ اس اجلاس میں شرکت کیلئے زور وشور سے تیاریاں کی جانے لگیں۔ اور کانگرس کے رضا کار کھدر کے لباس زیب تن کرنے کیلئے کھدر خریدنے لگے۔ انہیں دنوں کا ذکر ہے کہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے ایک معتقد غلام حسن ساکن محلّہ ملک شہداد علاقہ کریم پورہ پشاور کو علامہ صاحب نے بازار بزازاں (بجاج لڑا) میں دیکھا تو اس سے اس کا حال پوچھا۔ اس نے علامہ صاحب کو بتایا کہ میں لاہور جانے کیلئے تیاری کر رہا ہوں اور اسی سلسلے میں یہاں کھدر خریدنے آیا ہوں۔ علامہ صاحب تو عام طور پر بھی کھدر کا سادا لباس زیب تن کرتے تھے۔ اور سر پر بھی کھدر ہی کا کپڑا لپیٹ لیتے تھے۔ وہ اس نو جوان کا یہ جذبہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور اس کی حوصلہ افزائی کی۔

غلام حسن علامہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور ان کی مجلس میں فیضیاب ہوتا رہا۔ کئی بار علامہ صاحب نے اس کو آزمایا اور کامیاب سیاسی کارکن پایا۔ علامہ صاحب غلام حسن کو اس کے نام کی وجہ سے بہت عزیز رکھتے اور اکثر اس کو غلام حسین کہہ کر پکارتے تھے۔ غلام حسن کا کہنا تھا کہ علامہ صاحب کو حضرت امام حسینؓ سے جتنی محبت تھی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ انہی دنوں جب شاردھا بل ایجی ٹیشن نے زور پکڑا تو غلام حسین بھی اس میں سرگرم حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار ہو گئے تھے۔ علامہ صاحب کانگرس کے لاہور سیشن میں شرکت کیلئے صوبہ سرحد سے منتخب ہونے کے بعد اجلاس سے دو تین دن پہلے ہی خاموشی سے لاہور چلے گئے۔ وہاں وہ نو جوان سبھا اور کرتی کسان پارٹی کے اجلاسوں میں بھی شریک ہوئے۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۲۹ کو کانگرس کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ اس میں مسٹر گاندھی، موتی لال نہرو، جواہر لال نہرو، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا ابوالکلام آزاد، سردول سنگھ کویشر، جمنالال بجاج، مسز سروجنی نائیڈو اور مسٹر جے ایم سین گپتا نے بھی حصہ لیا۔ مسٹر وی جے پٹیل گو کہ ورکنگ کمیٹی کے رکن نہ تھے لیکن وہ بھی اس اجلاس میں بیٹھے ہوئے تھے۔

اس اجلاس میں یہ قرارداد بھی طے کی گئی کہ گول میز کانفرنس کو مسترد کر کے آزادی کامل کو سوراج قرار دیا جائے۔ مجلس قانون ساز کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور اسکے کانگرسی اراکین استعفیٰ دے دیں۔ اسی روز دوپہر کو اسی پنڈال میں جس میں کانگرس کی سبجیکٹ کمیٹی کا اجلاس ہوا تھا، نو جوان بھارت

سبھا کا افتتاحی اجلاس شروع ہوا۔ اجلاس شروع ہوتے ہی سرکاری رپورٹوں کے مطابق چار ہزار کے قریب حاضرین پہنچ گئے اور بعد میں حاضرین کی تعداد کئی ہزار تک پہنچ گئی۔ پہلے داخلے کیلئے چار آنہ فی کس ٹکٹ رکھا گیا تھا لیکن بعد میں داخلہ مفت کر دیا گیا۔ نوجوان بھارت سبھا کے اس سیشن میں کانگرس ورکنگ کمیٹی کی رکن مسز سروجنی نائیڈو نے شرکت بھی کی اور تقریر بھی۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے بھی اس موقع پر خطاب کیا اور لاہور سازش کیس کے اسیروں کیلئے عطیے کی اپیل بھی کی۔ چونکہ مجلس استقبالیہ کے صدر مسٹر رام کشن اپنے سات دیگر ساتھیوں سمیت ۲۴ دسمبر ہی کو گرفتار کئے جا چکے تھے اس لئے ان کی تقریر ملراج نے پڑھی۔ اس کے شروع میں یہ نعرہ تھا کہ دنیا بھر کے محنت کشوں ایک ہو جاؤ۔ اس میں نوجوانوں سے کہا گیا تھا کہ محنت کشوں اور کسانوں کو طبقاتی بنیاد

پر منظم کریں تاکہ وہ مکمل آزادی کیلئے لڑ سکیں۔ (سوا تین بجے دن اسی روز) ۲۶ دسمبر کو آل انڈیا کرتی کسان کانفرنس کا افتتاحی اجلاس بھی (لاجپت رائے نگر میں) ہوا۔ اس کے پہلے ہی اجلاس میں صرف سرکاری بیان کے مطابق ۹۰۰۰ افراد شریک ہوئے۔ اس کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے صدر مسٹر کرم سنگھ ان پڑھ تھے اس لئے ان کی تقریر مسٹر حسام الدین نے پڑھ کر سنائی۔ اس میں عوام کے استحصال کا ذکر تھا اور سرمایہ داری اور سامراج کے خلاف جنگ لڑنے کیلئے صوبہ بھر میں محنت کشوں اور کسانوں کی یونین بنانے پر زور دیا گیا تھا۔ اس میں گاندھی کی عدم تشدد کی اس پالیسی کو یہ کہہ قابل مذمت گردانا گیا تھا۔ کہ یہ محض سرمایہ دار طبقے کے حق میں جاتی ہے۔ کرتی کسان پارٹی کا چار صفحات کا ایک منشور بھی تقسیم کیا جا رہا تھا جو انگریزی میں لکھا تھا۔ اس میں بھی کانگرس کے لیڈروں پر سرمایہ داروں کے حاشیہ بردار ہونے کا الزام لگایا گیا تھا۔

اس روز کانگرس کی سبجیکٹ کمیٹی کے اجلاس میں ڈاکٹر انصاری نے کہا کہ چونکہ آئندہ اس بات کا امکان ہے کہ حکومت مالکان اراضی اور مفاد خصوصی رکھنے والے دوسرے افراد کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرے گی، اس لئے کانگرس کو کسانوں اور محنت کش طبقات کی تنظیم کرنی چاہیے اور یہ کام نوجوان بھارت سبھا اور کرتی کسان پارٹی کیلئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اور انہی خطوط پر نتائج بھی نکلنا ضروری ہیں۔ دوسرے دن ۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء کو کرتی کسان کانفرنس کا دوسرا اور آخری اجلاس لاجپت رائے نگر میں دوپہر کے وقت منعقد ہوا۔ اس میں سرکاری رپورٹوں کے مطابق ۵۰۰۰ افراد کے لگ بھگ

سامعین موجود تھے۔ کرتی کسان کانفرنس کی اس نشست سے خطاب کرتے ہوئے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ اگر محنت کش اور کسان ملک میں مکمل جمہوریت قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان کا اولین فرض فرنٹیئر ریگولیشنز کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ قانون ہندوستان میں غلامی اور سرمایہ داری کی جڑوں کو مضبوط اور محفوظ رکھنے والے ایک قلعے کے طور پر استعمال ہو رہا ہے۔ یہ قوانین وضوابط جہالت کی بدترین مثال ہیں اور ان کے نفاذ کا مقصد غریبوں، مظلوم محنت کشوں اور کسانوں کے حقوق کو بری طرح پامال کرنا ہے۔ (بحوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvi سال ۱۹۳۰ء پیرا نمبر ۱۶۸ صفحہ نمبر ۶۷ وغیرہ)۔

۲۷ دسمبر ۱۹۲۹ء کو سہ پہر کے وقت کرتی کسان کانفرنس ختم ہوئی تو نوجوان بھارت سبھا کی دوسری نشست شروع ہوگئی۔ اس اجلاس میں جب صدر جلسہ نے میرٹھ سازش کیس کے اسیروں کیلئے فنڈ کی اپیل کی تو ۴۵۰ روپے موقع پر نقد جمع ہو گئے اور جلسہ گاہ میں موجود لوگوں نے طلائی زیورات بھی اسیران میرٹھ کے نام پر عطیات میں دے دیئے۔ اس جلسے میں جو قراردادیں منظور کی گئیں ان میں جتندر ناتھ داس کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ بھگت سنگھ اور بی۔ کے دت کے عزم اور حوصلے کو سراہا گیا، ۲۴ دسمبر کو لاہور میں آٹھ نوجوانوں کی گرفتاری پر انہیں مبارکباد دی گئی اور محنت کشوں اور کسانوں کی ری پبلک کے قیام کیلئے مکمل آزادی کی قرارداد منظور ہوئی۔ گاندھی جی پر تنقید بھی کی گئی۔ اسی روز نوجوان سبھا اور کرتی کسان پارٹی کا ایک مشترکہ اجلاس بھی ہوا۔ جس میں یہ طے کیا گیا کہ محض آزادی کامل کے الفاظ کی جگہ محنت کشوں اور کسانوں کی ریپبلک پر زور دیا جائے۔ کانگرس کے پنڈال کے قریب ہی ۲۷ دسمبر کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آزادی کا حصول گاندھی، نہرو اور لاجپت رائے کی بجائے داس اور دت جیسے نوجوانوں کی وجہ سے ممکن ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ کاش میرا اپنا بیٹا وہ مقام حاصل کرتا جو دت اور بھگت سنگھ کا ہے۔ آزادی کی بنیادیں سروں کی اینٹوں اور خون کے گارے سے اٹھائی جاتی ہیں۔ کاش مائیں بھگت سنگھ، دت اور داس جیسے جواں ہمت بچے جنیں۔ (بحوالہ سپیشل برانچ ریکارڈ بستہ نمبر ۱ فائل نمبر شمار ۱ صفحہ نمبر ۳۲ محکمہ دستاویزات ولائبریری صوبہ سرحد)۔

یکم جنوری ۱۹۳۰ء کو خلافت والوں نے بھی اپنے اختتامی اجلاس میں جو صبح گیارہ بجے سے آدھی رات تک جاری رہا تھا، یہ قرارداد پیش کی کہ مکمل آزادی تحریک خلافت کا مطمع نظر ہوگا۔ کانگرس ایک بڑی سیاسی جماعت تھی لیکن اس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر نوجوان بھارت سبھا اور کرتی کسان پارٹی نے جس طرح محفل لوٹ لی اور کانگرس کے رہنما ان کی حیثیت تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے اس کو دیکھ

کر پنجاب سی آئی ڈی کے ڈی آئی جی نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ " گاندھی اور نہرو جس حد تک انقلابیوں کے ساتھ آ گے چلے گئے ہیں اس سے کم از کم بڑے نہرو کو تو ضرور شدید رنج رہے گا۔ان کی اس حمایت حاصل کرنے کی وجہ کچھ تو ان انقلابیوں کی فلک شگاف مخالفت اور با قاعدہ مزاحمت کا خوف تھا اور کچھ اس لئے کہ وہ کانگرس کے اثر ونفوذ کو دیہاتی اور صنعتی عوام تک پہنچانا ضروری خیال کرتے ہیں اور ان اشترا کی تنظیموں کے ذریعے جن سے مختلف انقلابیوں کا تعلق ہو، ایک راستہ بنانا چاہتے ہیں۔اس طرح کے عمل سے کانگرسی رہنماؤں نے سب کچھ لٹا دیا ہے۔ایک طاقتور سیاسی جماعت کی حیثیت، قانون کے تحت ان کا تحفظ سب کچھ۔اور اس کے بدلے میں انہوں نے کیا پایا ہے۔ایک بے مہار ہجوم بطور سامعین نہ کہ بطور پیروکار (سپیشل برانچ ریکارڈ بستہ نمبر ا فائل نمبر ا صفحہ ۷۰ آرکائیوز ریکارڈ) کانگرس کے سالانہ اجلاس کے بعد جب سرحدی رہنما اور کارکن واپس صوبہ سرحد آئے تو ان کا جوش وخروش اور بھی زیادہ ہو چکا تھا۔ادھر کانگرس کی سبجیکٹ کمیٹی نے صوبہ سرحد میں رائج جابرانہ قوانین کی تحقیق کیلئے ایک سہ رکنی کمیٹی بھی نامزد کر دی تھی۔یہ اہل سرحد کی بہت بڑی کامیابی سمجھی گئی تھی۔

نوجوان تحریک کا سوشل ورک:

ادھر نوجوان بھارت سبھا کے صدر کے احکامات کے مطابق نقارچی نے ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ کو ڈھول بجا کر منادی کر دی کے نوجوان بھارت سبھا کے دفتر میں ایک مفت شبینہ سکول کھولا گیا ہے۔جو یتیم بچے یا مزدوروں اورغریبوں کے بچے دن کو سکول نہیں جا سکتے، انہیں یہاں مفت تعلیم دی جائے گی۔ان سب کا داخلہ بھی مفت ہوگا۔نقارچی نے اعلان کیا کہ سکول یکم فروری ۱۹۳۰ء سے کام شروع کرے گا اور اسکے اوقات کار ۸ بجے شام سے ۱۱ بجے رات تک ہوا کریں گے۔(ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر ۵۶ فائل نمبر ۱۵۷۷ صفحہ نمبر ۷ بمطابق سی آئی ڈی ڈائری مورخہ یکم فروری ۱۹۳۰ء لائبریری محکمہ دستاویزات) اس رپورٹ کے اعلی افسران کو بھیجنے جانے کے بعد ۵ فروری ۱۹۳۰ء کو خفیہ برانچ کے انچارج ایچ للّی نے خفیہ مراسلہ ڈی او نمبر ۴۰۰ پی سی میں خفیہ تصدیق نامہ نمبر 2798-IB مورخہ یکم فروری ۱۹۳۰ء کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ چیف کمشنر کی خواہش ہے کہ اس سکول کی آئندہ سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے۔(ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر ۵۶ فائل نمبر ۱۵۷۷ صفحہ نمبر ۸ محکمہ دستاویزات)۔

تحریک خلافت والوں نے ساردھا ایکٹ کے خلاف اپنی تحریک جاری رکھی اور اس کے زیر

اہتمام جلسے اور مظاہرے ہوتے رہے۔ یہ جلسے اکثر اسلامیہ کلب ہال میں مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کی صدارت میں ہوتے۔ جمعہ کے دن مسجد قاسم علی خان میں اس موضوع پر مفتی عبدالحکیم صاحب تقریر کرتے اور لوگوں کو آنے والی جنگ سول نافرمانی کیلئے تیار کرتے۔ احتجاجی سلسلے کا ایک اجتماع ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ کو اسلامیہ کلب ہال میں شام کے پانچ بجے منعقد ہوا۔ اس سے پہلے ایک جلوس نکالا گیا جس میں خلافت کمیٹی اور سادات کمیٹی کے رضا کار شامل تھے۔ جلوس میں حاجی کرم الٰہی، محمد عثمان، غلام نبی، سید ملک شاہ، ڈاکٹر گیلانی، حاجی عبدالرحیم، حکیم احمد بخش، سید چمن شاہ، اللہ بخش یوسفی، عبدالغفور آتش اور غلام حضرت وغیرہ بھی شامل تھے۔ جلوس ساڑھے تین بجے دن خلافت کے دفتر سے نکالا گیا اور شہر کے بازاروں کا چکر لگاتا ہوا اسلامیہ کلب ہال پہنچا۔ راستہ بھر میں جلوس شام پانچ بجے جمعیت علماء کے اعلان کے مطابق ایک جلسہ بمقام اسلامیہ کلب ہال کا اعلان کرتا رہا۔ جلسے کی صدارت مفتی سرحد مولانا عبدالحکیم پوپلزئی نے کی۔ اس جلسے سے گنج کے غلام حضرت، ڈاکٹر گیلانی، عبدالغفور آتش، سید چمن شاہ، حافظ عبدالحنان، اللہ بخش یوسفی اور حاجی کرم الٰہی کے علاوہ مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے بھی خطاب کیا۔

مفتی کفایت اللہ دہلوی نے کہا کہ میں یکم اپریل کے بعد نکاح پڑھ کر ساردھا ایکٹ کی خلاف ورزی کروں گا اور مولانا محمد علی جوہر وغیرہ اس کے گواہ ہوں گے۔ اس لئے میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ ساردھا ایکٹ کے خلاف سول نافرمانی کیلئے خلافت کے دفتر میں نام درج کروائیں۔ کیونکہ یہ شریعت کے منافی قانون ہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو جو موقع ملے باہر نکلیں اور حکومت کی مخالفت کریں۔ ہم عدم تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں لیکن جب کہیں ضرورت پڑی تو تشدد کی پالیسی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ انہوں نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی مثال دی اور کہا کہ چونکہ اس مسئلے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ سب شریعت کے مطابق عمل نہ کریں۔ مسلمان کم عمری کی شادیوں کے حق میں نہیں لیکن اسکے ساتھ ہی اسلام کسی شخص کو شریعت میں اپنی طرف سے مداخلت کا اختیار بھی نہیں دیتا اور اس قانون کو ختم کرنا آپ کا فریضہ ہے۔ اسلام تمام دنیا کیلئے ضابطہ حیات ہے۔ اور عمر کی قید لگانا بالکل بلا جواز اور بلا ضرورت ہے۔ شریعت میں بلوغت کی حد ہے۔ اب آپ کے سامنے دو چیزیں ہیں ایک شریعت اور دوسری حکومت۔ اب آپ کا کام ہے کہ ایک کا انتخاب کر لیں، یا تو شریعت کے سامنے اپنا سر پیش کریں یا حکومت کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ وائسرائے پر ہر

طرف سے یہ زور ڈالا جا رہا ہے کہ وہ اس قانون کو منسوخ قرار دے دیں لیکن جب تک مسلمان حکومت کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہو جاتے وہ مسلمانوں کی متحدہ آواز پر کان نہیں دھرے گا۔

حکومت کو معلوم ہونا چاہیے کہ اسے کسی بھی لمحے نکالا جا سکتا ہے۔ چاہے اس کیلئے ۷ کروڑ مسلمانوں کی بجائے صرف سات ہی باقی بچیں۔ تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں نے اعلان کیا ہے کہ سارد ھا ایکٹ شریعت کے منافی ہے۔ اب یہ آپ لوگوں کا کام ہے کہ اپنے نام درج کروائیں اور قربانیوں کیلئے تیار ہو جائیں۔ یہ ایکٹ منگل یکم اپریل ۱۹۳۰ سے نافذ العمل ہو جائے گا۔ بہتر ہوگا کہ اُس روز کوئی دین دار مسلمان مولوی صاحب کو نکاح پڑھنے کیلئے بلائے اور آپ اس نکاح کے گواہ بنیں اور اس طرح اس قانون کی خلاف ورزی کر کے ہر قسم کی تکلیفیں برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ حاضرین میں ایک آواز اٹھی کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح کرواؤں گا۔ اس پر برطانیہ برباد اور سارد ھا ایکٹ کے حامیوں پر لعنت کے نعرے لگائے گئے۔ مولانا مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے جو کہ کرسی صدارت کیلئے منتخب ہوئے تھے، تقریر کرتے ہوئے کہا کہ یہ جلسہ ایک ماتمی جلسہ ہے۔ کیونکہ سارد ھا ایکٹ شریعت کے منافی ہے اور یہ اسلام کو تباہ کرنے کیلئے ہے۔ اگر سارد ھا ایکٹ نیست و نابود کر دیا جائے تو پھر جشن ہوگا۔ اور نہیں تو ماتم ہی ماتم ہوگا۔ جو کوئی بھی اسلام سے سچی محبت رکھتا ہے وہ اسلام کی خاطر اپنی جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔

میں ماضی میں ملک و ملت کی خاطر قربانی دینے میں کبھی کسی سے پیچھے نہیں رہا۔ یہ لوگ یہ نہ دیکھیں کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میں ایک عاجز شخص ضرور ہوں لیکن آپ کو صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ جمعہ کے اجتماع میں میری تقلید و اقتداء کرتے ہیں اسی طرح آپ اس قانون کے خلاف سول نافرمانی شروع کرنے میں بھی میری تقلید کریں۔ سارد ھا بل استبداد کے ضابطوں کا پہلا قدم ہے۔ یہ شریعت کی توہین ہے۔ اگر اس بل کو برقرار رہنے دیا گیا تو اور کئی بل نافذ ہوتے رہیں گے۔ مفتی عبدالحکیم صاحب نے کہا کہ شارد ھا بل دراصل ایک شر انگیز بل ہے۔ شریعت مسلمانوں کو نوجوانی کی عمر میں شادی کی اجازت دیتی ہے، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اگر مسلمانوں نے سینہ تان کر قربانیاں دیں تو یہ قانون نہیں رہے گا۔ یہ اسلام کی خاطر قربانی دیکر رسول پاک ؐ کی روح کو خوش کرنے کا موقع ہے۔ اللہ کرے کہ شریعت کے مطابق شادی کا حق ہی ہمارا قانون رہے۔ اگر بعض مشرکین اس سلسلے میں مخالفت بھی کریں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ پورا عالم اسلام اس مسلے پر متفق ہے۔ یہ

قانون یکم اپریل ۱۹۳۰ سے نافذ العمل ہوجائے گا اوراس کی قانون شکنی کرنے والے کے خلاف قانونی کارروائی ہوگی اور نکاح کے گواہوں کے خلاف بھی کارروائی ہوگی۔ میں اس قانون کی خلاف ورزی کیلئے تیار ہوں لیکن شریعت کی خلاف ورزی کیلئے ہرگز تیار نہیں۔اس موقع پر پیر بخش رضا کار نے نعرے لگائے کہ "برطانوی حکومت پر لعنت""برطانوی حکومت برباد"۔مولانا مفتی عبدالحکیم نے کہا کہ اگر نوجوان جوڑوں کا نکاح پڑھنے کیلئے کوئی اور مولوی آگے نہ آیا تو مجھے اطلاع دیں میں خود آکر پڑھوں گا اوراسکی سزا پاؤں گا۔

۲۸ مارچ کو ہی جمعہ کے خطبے کے دوران مسجد قاسم علی خان میں تقریر کرتے ہوئے مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے ساردھا ایکٹ کا ذکر کیا اور ان جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کی مذمت کی جو شریعت سے بالکل ناواقف ہیں اور ساردھا ایکٹ کی حمایت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ یکم اپریل ۱۹۳۰ سے ساردھا ایکٹ نافذ العمل ہوجائے گا اور میں دیکھوں گا کہ مسلمانوں میں سے کون سینہ تان کر اس کی مخالفت کرنے کی جرات کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے کہا کہ میں سول نافرمانی شروع کرنے والا پہلا شخص ہوں گا اور آپ لوگ اسی طرح میری تقلید کریں جس طرح نماز کے دوران کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ صرف وہ سی آئی ڈی والے اپنے فرائض میں غفلت کے مرتکب ہوتے ہیں جو سچے حقائق اور سچی خبریں نہیں دیتے۔ساردھا ایکٹ کے بعد کوئی اور قانون آجائے گا جس میں باہمی شادیوں پر ہر قسم کی پابندیاں دور کردی جائیں گی اور اگر ساردھا ایکٹ برقرار رہا تو دین، مذہب، حسب، نسب کی کوئی تمیز نہیں رہے گی۔انہوں نے سامعین سے کہا کہ ساردھا ایکٹ کی خلاف ورزی کریں۔کیونکہ یہ اسلامی شریعت کے منافی ہے اور مسلمان اس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کریں گے۔اسی روز مسجد گنج علی خان میں بھی نماز جمعہ کے بعد حافظ عبدالحنان نے مذہبی نقطہ نظر سے ساردھا ایکٹ کے نقصانات پر روشنی ڈالی۔اور سید دلاور شاہ نے ایک اشتہار پڑھ کر حاضرین کو سنایا جو جمعیت العلماء ہند کی طرف سے ساردھا ایکٹ کی مخالفت میں جاری کیا گیا تھا۔

۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء کو کانگرس اور نوجوان تحریک کے کارکنوں نے ایک مشترکہ جلوس نکالا۔جلوس کے شرکاء بانس کے ڈنڈوں سے مسلح تھے اور آزادی کے ترانے گا رہے تھے۔جلوس نے شہر کے بڑے بازاروں کا گشت کیا۔شرکاء میں اللہ بخش برقی،عبدالغفور آتش اور رحیم بخش غزنوی بھی شامل تھے۔انہوں نے راستے میں یہ اعلان بھی کیا کہ آج شام پانچ بجے چوک یادگار(ہیسٹنگ میموریل) پر ایک جلسہ عام

ہوگا تاکہ کاکوڑی، بابراکالی اور جلیانوالہ باغ کے شہداء کو خراج تحسین پیش کیا جائے۔شام کو چوک یادگار میں ایک جلسہ عام منعقد ہو۔ اجس کی صدارت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کی۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے اپنے خطاب کے دوران مصر، فارس اور مکہ معظّمہ وغیرہ میں برطانوی مظالم کی تفصیل بیان کی اور کہا کہ حکومت کی پالیسی یہ ہے کہ ہمارے جسم سے خون نچوڑ لے۔ انہوں نے کہا کہ صوبہ سرحد میں ۹۵ فیصد آبادی کا تعلق محنت کش مزدور کسان طبقے سے ہے۔ جن کی اوسط روزانہ آمدنی ایک پیسے سے لے کر چھ پیسے تک سے زیادہ نہیں۔ دوسری طرف دیکھیں تو صرف برطانوی فوج پر ۵۶ کروڑ روپے سالانہ ضائع کئے جارہے ہیں۔ ادھر ہندوستانی بھوکوں مر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر کا اختتام "انقلاب زندہ باد" کے ساتھ کیا۔ اس جلسے سے رحیم بخش غزنوی، امر سنگھ، اللہ بخش برقی، کاکاجی صنوبر حسین مہمند، روشن لعل، حاجی شاہنواز خان اور اچرج رام گھمنڈی نے بھی خطاب کیا۔

شرکاء میں حکیم صحبت خان اور حافظ عبدالحنان بھی موجود تھے۔ جلسہ برخاست ہوا تو شرکاء میں سے بعض نے سی آئی ڈی والوں کو دیکھ کر ٹوڈی بچہ ہائے ہائے اور ہو ہو کے نعرے لگائے۔ بہت سے منچلے جوان سی آئی ڈی والوں کے تعاقب میں ان کے پیچھے ہولئے اور نعرے لگاتے رہے۔ یہ دیکھ کر سب انسپکٹر کرتار سنگھ مشرق کی طرف اور انسپکٹر محمد عمر خان شمال کی طرف بھاگے۔ لیکن ہجوم نے انہیں نہ چھوڑا اور تھانہ کابلی تک ان کا تعاقب کیا۔ یکم اپریل ۱۹۳۰ کا سورج طلوع ہوا تو مولانا مفتی عبدالحکیم پوپلزئی اور جمعیت علماء کے دوسرے اکابرین نے ساردھا ایکٹ کی خلاف ورزی شروع کر دی۔ صبح کے ساڑھے دس بجے ایک جلسہ عام چوک یادگار میں منعقد کیا گیا جس کی صدارت مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے کی۔ انہوں نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری طرف سے ۳۱ مارچ اور یکم اپریل کی درمیانی رات کو سول نافرمانی شروع ہو چکی ہے اور ہم نے چھ جوڑوں کی شادیاں کرادی ہیں۔ خلافت والے ساردھا ایکٹ کی خلاف ورزی کے نتائج بھگتنے کیلئے تیار ہیں۔ ۱۴ اپریل ۱۹۳۰ کو خلافت کا ایک جلسہ اسلامیہ کلب ہال میں مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کی صدارت میں ہوا جس میں ساردھا ایکٹ کی مخالفت کے علاوہ وائسرائے کے استقبال کی ممانعت کی گئی اور صوبہ سرحد میں اصلاحات کی مخالفت کرنے پر نارمن بولٹن کی پرزور مذمت کی گئی۔ اپریل ۱۹۳۰ء میں آئے دن جلسے جلوسوں اور مظاہروں کے ذریعے احتجاج کا سلسلہ چلتا رہا۔

چنانچہ ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ کے بستہ نمبر ا فائل نمبر ۷ المحکمہ دستاویزات میں مذکور ۱۶ اپریل

۱۹۳۰ء کی ڈائری کے مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء کو بھی شاہی باغ میں شام چھ بجے سے ساڑھے سات بجے تک ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس جلسے میں بھی علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے جلسے کی غرض وغایت کے سلسلے میں یہ قرارداد بھی پیش کی کہ یہ جلسہ پنڈت جواہر لعل نہرو صدر آل انڈیا کانگرس کمیٹی کو ان کی گرفتاری اور سزایابی اور مسٹر گپتا کو ان کی گرفتاری پر تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہے اور اس بات پر مسرت کا اظہار کرتا ہے کہ حکومت اس طرح خود ہی بے نقاب ہوکر سامنے آنے کو تیار ہوگئی ہے۔ علامہ عبدالرحیم صاحب نے اس قرارداد پر تقریر کی۔ انہوں نے اگلے دن نمک کے قانون کی حکم عدولی کے سلسلے میں کانگرس کے جلوس میں شرکت کی استدعا کی۔

اگلے دن نمک کے قانون کی حکم عدولی کے سلسلے میں نمک بنایا گیا اور اسکی پڑیاں قومی خیال رکھنے والے تاجروں نے خریدیں۔ ایک سوداگر فدا محمد نے ۲۵۰ روپے میں نمک کی پڑیا خرید کر نمک کے قانون کی خلاف ورزی کی اور تحریک کی حوصلہ افزائی کی۔ حکومت کی طرف سے بغیر لائسنس کے کسی کو نمک بنانے کی اجازت نہ تھی اس قانون کو توڑنے کیلئے پہی سے شورا مٹی لائی گئی اور اسے جوش دیکر نمک بنایا گیا۔ احتجاجی جلسے جلوسوں کا سلسلہ آگے چلا تو ۱۹ اپریل کو اور ۲۰ اپریل کو فرنٹیئر یوتھ لیگ کا ایک بڑا جلسہ عام اتمان زئی میں بھی ہوا۔ جس میں ۲۰ اپریل کو پشاور کے خان میر ہلالی نے ڈرامے کے بعد سٹیج پر خود ہی ۲۳ اپریل کو شراب خانوں پر پکٹنگ اور سول نافرمانی کا اعلان کردیا۔ (ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر ۱ نمبر شمار ۷ صفحہ ۲۰۹ اور تاریخ صوبہ سرحد)۔ اس جلسہ عام میں پشاور سے ان ممتاز رہنماؤں نے شرکت کی تھی۔

۱۔ سید لال بادشاہ
۲۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی
۳۔ علی گل خان
۴۔ سید قاسم جان
۵۔ حاجی جان محمد
۶۔ پیٹرا خان
۷۔ غلام ربانی
۸۔ محمد عثمان

۹۔ حاجی کرم الٰہی
۱۰۔ اللہ بخش برقی
۱۱۔ کاکاجی صنوبر حسین مہمند
۱۲۔ رحیم بخش غزنوی
۱۳۔ قاضی عطاءاللہ
۱۴۔ مفتی امیر احمد
۱۵۔ فضل محمود
۱۶۔ عبدالرحمٰن
۱۷۔ ایمو
۱۸۔ موہن سنگھ
۱۹۔ اتم چند
۲۰۔ امیر چند شمسی
۲۱۔ سردار عبدالرب نشتر
۲۲۔ سردار اورنگزیب خان وکیل
۲۳۔ عبدالرؤف
۲۴۔ عبدالجلیل

اس سلسلے میں بستہ نمبر۳ فائل نمبر ۳۸ ڈپٹی کمشنر ریکارڈ کے صفحہ نمبر۱۲۱ پر ۳۰-۱۱-۱۹ کی ڈائری میں لکھا ہے کہ سیاسی ایجی ٹیٹر آغا لعل بادشاہ، علی، گل، پیٹرا خان، مولوی عبدالرحیم اور دو رضا کاروں کے ہمراہ مردان کے راستے ۳۰-۴-۱۸ کو اتمان زئی روانہ ہوئے۔

مقدمہ بغاوت کی دوسری تقریر:

مقدمہ قصہ خوانی میں مولانا عبدالرحیم کی جن تین تقریروں کو قابل تعزیر قرار دے کر فرد جرم عائد کی گئی ہے۔ان میں سے ایک ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ کو چوک یادگار میں منعقدہ جلسہ عام میں کی گئی تھی۔ یہ تقریر پشاور آرکائیور لائبریری میں موجود ڈپٹی کمشنر ریکارڈ کے بستہ نمبر۱ کی فائل نمبر ۱۷ میں موجود ہے یہ فائل

فہرست اول میں ہے۔علاوہ ازیں یہ تقریر ڈپٹی کمشنر ڈائری کے بستہ نمبر۳ کی فائل نمبر ۳۸ میں بھی موجود ہے۔اس جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ میں پیٹرا خان کی طرف سے پیش کی گئی اس قرارداد پر کچھ کہوں گا جو ابھی آپ نے سنی ہے۔ (یہ قرارداد صوبہ سرحد میں نافذ شدہ امتیازی ظالمانہ قوانین کی مذمت میں سول نافرمانی شروع کرنے اور محبِّ وطن مظلوموں کے ساتھ اظہار ہمدردی کے سلسلے میں تھی)۔سول نافرمانی میں حصہ لینے والوں کو حقیقی معنوں میں صرف اسی صورت میں مبارکباد دی جائے گی جب ہم آزادی کی جنگ میں ثابت قدمی سے ان کے نقش قدم پر چلیں۔ یہ ان کیلئے اصل مبارکباد ہوگی۔آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہندوستان کے کونے کونے سے سول نافرمانی کیلئے جتھے روانہ ہو رہے ہیں۔کیا وجہ ہے کہ سب لوگ سول نافرمانی پر مجبور ہو گئے ہیں۔وہ جانتے ہیں کہ جب سے موجودہ حکومت نے ہندوستان میں ڈیڑھ سو سال پہلے اپنا قدم رکھا ہے ہندوستان روز بروز تنزلی، آفات اور بھوک وافلاس کی طرف جا رہا ہے۔ہمیں انگریزوں کی حکومت کی سیاہ تاریخ کو اسکی ابتدا سے لے کر اب تک اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔آپ کو معلوم ہوگا کہ اس تاریخ کا ایک ایک حرف بدترین مثال ہے۔سب سے بدترین غلامی ہندوستانیوں کی غلامی ہے۔۱۸۵۷ سے پہلے ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی حکومت تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ ہندوستان کی صنعت وحرفت اور تجارت کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ اور ہندوستانی لوگ بھوک وافلاس کا شکار ہو گئے۔۱۸۵۷ کے بعد جو قتل وغارت ہوئی وہ ہندوستان کی تاریخ پر ایک بدنما داغ ہے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ میں جو آزادی کیلئے لڑی گئی، اس ڈاکو شاہی حکومت نے نہتی رعایا پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی تھی اور انہیں بے دردی سے قتل کیا تھا۔ جب غدر کا خاتمہ ہوا تو ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان کو ۱۵ کروڑ روپے میں برطانیہ کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس وقت سے آج تک ہم اس کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے ساتھ قسم قسم کے وعدے کئے جاتے رہے اور قسم قسم کے اعلانات کئے جاتے رہے ہیں۔قسم قسم کے حربے استعمال کر کے ہماری جڑیں کاٹی جاتی رہیں۔اس رعایا پر مظالم کی کہانی ایسی نہیں ہے کہ اس وقت پوری کی پوری بیان ہو سکے۔ یہ بہت طویل ہے۔ ہندوستان کی غلامی، غلامی کی بدترین مثال ہے۔ ہندوستان ایک مظلوم ترین ملک ہے۔ یہ ایک غلام کی طرح ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ہم پر لازم ہے کہ ان زنجیروں کو کاٹ دیں۔ جب تک آپ پورے عزم اور ثابت قدمی کے ساتھ جنگ آزادی میں حصہ نہ لیں، اس غلامی سے نجات ممکن

نہیں۔آپ مہاتما گاندھی کی طرف سے شروع کردہ آزادی کی جنگ میں حصہ لے کر اپنے آپ کو غلامی سے نجات دلائیں۔ان الفاظ کے ساتھ میں پیٹرا خان کی قرارداد کی مکمل حمایت کرتا ہوں۔

جلسے کی کاروائی کی مکمل رپورٹ مذکورہ فائل میں درج ہے۔اس جلسے سے پیٹرا خان، اللہ بخش برقی، رحیم بخش غزنوی اور سید لعل بادشاہ بخاری نے خطاب کیا۔رپورٹ کے آخر میں لکھا ہے کہ عبدالرحمٰن ریا، مولوی عبدالرحیم اور صنوبر حسین نوجوان سبھا کے آرگنائزر اور سرگرم ارکان ہیں۔اور یہی سبھا کے ارکان کی طرف سے ساری شرارت کے ذمہ دار ہیں۔

معرکہ قصہ خوانی سے ایک ہفتہ پہلے:۔

ڈپٹی کمشنر ریکارڈ میں موجود بستہ نمبر ا فائل نمبر ۱۷ کی ۱۶ اپریل ۱۹۳۰ کی پولیس ڈائری کے مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ کو بھی شاہی باغ پشاور میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا تھا جو شام چھ بجے سے ساڑھے سات بجے تک جاری رہا تھا۔اس جلسہ عام کی پوری تفصیل پیش کی گئی اور اسی کی بنیاد پر پولیس نے سانحہ قصہ خوانی کی سرسری سماعت کا مقدمہ تیار کر رکھا تھا۔اس جلسہ عام میں جو بات بہت خطرناک سمجھی گئی تھی وہ یہ تھی کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ "اب میں برطانوی سامراج کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں" یہی وجہ تھی کہ مولانا صاحب کو حریت پسند رہنماؤں میں سے طویل ترین سزا سنائی گئی تھی جو تین مختلف مقدمات میں مجموعی طور پر ۹ سال قید بامشقت بنتی تھی۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اس تقریر میں کہا کہ جب سے ہندوستان کی سرزمین پر اس مطلق العنان خودسر لٹیروں کی حکومت نے قدم رکھا ہے یہ برابر آپ لوگون کے خون پر پھل پھول رہی ہے۔اس انگریز حکومت نے خون چوس چوس کر آپ عوام کو نڈھال کر دیا ہے۔اب اس حکومت کا قائم کردہ انتظامی ڈھانچہ ایک ناسور بن چکا ہے۔جو دیسی باشندوں کیلئے ایک تکلیف دہ روگ ہے۔جب تک اس موذی جراثیم زدہ نظام کو نکال باہر نہ کیا جائے، اس وقت تک اس وطن کے مریض کے جانبر ہونے کی امید نہیں کی جاسکتی۔مولانا عبدالرحیم نے ۱۶۰۰ میں انگلستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے اجرا اور پھر ۱۶۹۰ میں ہندوستان میں کلکتہ کے مقام پر اس کے قیام کی تاریخ بیان کی اور بتایا کہ کس طرح اس نے سرمایہ داری اور سامراجیت کے زہریلے جراثیم پھیلائے اور کس طرح ہندوستان بھر کی سرزمین اور اس کی دولت پر قبضہ جمالیا۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے اعلان کیا کہ میں اس انگریز سامراج کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں تا کہ اس طرح خان خوانین کی سرکوبی بھی کر سکوں جو اس نظام کے پروردہ ہیں۔ یہ لوگ نام نہاد معززین بنے پھرتے ہیں۔ ان نام نہاد معززین پر خدا کی لعنت ہو کہ یہ معاشرے کی بہتری اور آسودگی نہیں چاہتے۔ یہ معاشرے کی بہتری کی بات کو انقلابی تحریک کہہ کر ٹال دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو اس غریب اور مفلوک الحال قوم کے نمائندے قرار دیتے آئے ہیں۔ جب آپ لوگ اپنے اتحاد کے ذریعے برطانوی سامراج کی حکومت کا تختہ الٹ دیں تو ان نام نہاد معززین کے چہروں کو کالا کریں۔ آپ کو پستول یا خنجر کے استعمال کی ضرورت نہیں ہے لیکن اتنا کریں کہ انگریز کو نکالنے کے بعد اس کے ان کاسہ لیس ایجنٹوں کے چہروں پر کالک مل دیں۔ مولانا عبدالرحیم نے کہا کہ آپ لوگوں کو چاہیے کہ اپنے دیس کا بنا ہوا کپڑا استعمال کریں۔ انہوں نے کہا کہ افسوس کا مقام ہے کہ کالج کے طلباء غیر ملکی کپڑا پہنتے ہیں۔ اس طرح دیسی کپڑا بننے والے مزید غریب ہوتے جاتے ہیں۔

مولانا عبدالرحیم نے کہا کہ ہر سال ہندوستان کی ۹۱ کروڑ روپے کی دولت اس طرح انگلستان منتقل ہوتی رہتی ہے۔ اگر یہی ۹۱ کروڑ روپے سالانہ باہر جانے کی بجائے ہندوستان ہی میں رہیں تو اس ملک کے باشندوں کی زندگیاں خوشحال بنائی جا سکتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری جدوجہد کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک سے انگریزی راج کا خاتمہ کر کے باہمی اتحاد و یگانگت سے ایک نظام تشکیل دیں۔ ہم مختلف مواقع پر اس کی وضاحت اور اس کا پرچار کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ طاقت کا استعمال کیا جائے لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ اگر آپ میں اتفاق پیدا ہو گیا تو موجودہ نظام خود بخود مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔ مولانا نے کہا کہ حکومت کے پروپیگنڈے کی پرواہ نہ کریں۔ آپ اپنا کام ڈٹ کر کریں۔ حکومت کا تو کام ہی پروپیگنڈہ ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ گزشتہ عدم تعاون کی تحریک میں بنگال میں بے شمار لوگوں نے گرفتاریاں دیں تو انگریز کی جیلوں میں اور لوگوں کو گرفتار کرنے کیلئے جگہ نہ رہی۔ حکومت اتنی تعداد میں گرفتار لوگوں سے جیلیں بھر جانے کے بعد بے بس ہو گئی تو اس نے اپنا پرانا نسخہ آزمایا اور ہندو سکھ اور مسلمان میں تفریق پیدا کر دی۔ ظاہر ہے مقامی لوگوں کا آپس میں اتحاد نہ رہے تو تحریک ناکام ہو جاتی ہے چنانچہ بنگال میں بھی اسی طرح تحریک ناکام ہوئی۔

مولانا پوپلزئی نے کہا کہ یہ تفرقہ بازی اور باہمی اختلاف کے نتائج کی ایک مثال ہے اسی طرح کی کئی دوسری مثالیں ہیں جن سے ثابت ہو چکا ہے کہ باہمی جھگڑوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔ مولانا نے عوام

سے تحریک میں شرکت کی اپیل کی تا کہ وہ اپنے حقوق حاصل کر سکیں۔ اور اپنے اتحاد سے اس غلامانہ نظام کو اکھاڑ کر پھینک سکیں۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے حاضرین جلسہ سے استدعا کی کروہ کل (۱۶ اپریل) نمک کے قانون کو توڑنے کیلئے جلسہ جلوس میں شرکت کریں۔

(No ۱۸۵۸-I.B-۱۷-۴-۱۹۳۰)

باب۸ علامہ پوپلزئی کی قرارداد جو طبل جنگ بن گئی

صوبہ سرحد میں رائج جابرانہ امتیازی قوانین کے سلسلے میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور دوسرے رہنماؤں نے آل انڈیا کانگرس کے سالانہ اجلاس منعقدہ لاہور کے دوران ملک بھر کے سیاسی رہنماؤں اور کارکنوں کی توجہ اس ظلم وستم کی طرف مبذول کرنے میں کامیابی حاصل کرلی تھی۔اور کانگرس کی سبجیکٹ کمیٹی نے اس سلسلے میں ایک سہ رکنی کمیٹی بھی تشکیل دے دی تھی۔اس کمیٹی کے ایک رکن ڈاکٹر کچلو کی جگہ بعد میں (پاکستان کے سابق وزیراعظم معین قریشی کے دادا) مولانا عبدالقادر قصوری کو باقی دو ارکان کے ساتھ پشاور روانہ کردیا گیا تھا۔انہوں نے ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ کی صبح کو پشاور کے ریلوے سٹیشن پر اترنا تھا۔ لیکن حکومت کو گوارا نہ تھا کہ یہاں پر نافذ کردہ امتیازی قوانین سے باقی دنیا بھی باخبر ہوکر صوبہ سرحد کی ہمدردی اور تعاون پر آمادہ ہو۔اس لئے اس کمیٹی کے ارکان کو اٹک پر ہی روک لیا گیا۔اس واقعے کے خلاف اسی روز ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ کو شام کے وقت شاہی باغ میں ایک تاریخی جلسہ عام منعقد ہوا۔جس نے واقعات کا رخ ایک تحریک اور تصادم کی طرف موڑ دیا۔اس جلسے کی صدارت آغا سید لعل بادشاہ بخاری نے کی۔جلسہ ٦ بجے شروع ہوا اور سوا سات بجے تک جاری رہا۔اس جلسے میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے مندرجہ ذیل احتجاجی قرارداد پیش کی۔ جو اس جلسے کا مرکزی نقطہ بن گئی اور تقریباً ہر مقرر نے اس قرارداد کے حوالے سے تقریر کرکے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے بیان کی تائید کی۔قرارداد یہ تھی۔

"صوبہ سرحد کے عوام کا یہ جلسہ عام سرحد حکومت کے اس جابرانہ اقدام کے خلاف اظہار نفرت کرتا ہے جس میں فرنٹیئر انکوائری کمیٹی کے اراکین کو صوبہ کا دورہ کرنے سے روک دیا گیا جو صوبہ میں مروجہ خود سری کے قوانین کے متعلق تفتیش کرنے کیلئے مقرر کئے گئے تھے۔ یہ جلسہ سرحد کے عوام سے بالعموم اور بار کے اراکین سے بالخصوص توقع رکھتا ہے کہ وہ سرحد کی صوبائی کانگرس کمیٹی کو سرحدی ضابطوں کے خلاف اپنے تحریری بیانات ارسال کریں گے اور ان قوانین کو کالعدم کروانے کیلئے پرامن جدوجہد کریں گے۔ یہ اجلاس آل انڈیا کانگرس کمیٹی سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ اس معاملے کو مناسب توجہ دے"۔

قصہ خوانی کے معرکہ آزادی کا اس تاریخی جلسہ عام سے جو گہرا تعلق ہے،اس ذکر کا انگریز ایس ایس پی کی رپورٹ کے علاوہ ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر ٦٤ کی فائل نمبر ۵۷۷ از زیر عنوان پشاور اور

صوبہ سرحد کے دیگر اضلاع میں گڑبڑ کی وجوہات کے صفحہ نمبر ۲۷ پر خاص طور پر کیا گیا ہے۔

اس جلسے کی کاروائی آئی بی کی سیاسی ڈائری کے ۱۹۳۰ کے ریکارڈ سے یہاں درج کی جاتی ہے۔ یہ ریکارڈ ڈپٹی کمشنر کے دفتری ریکارڈ میں پہلی فہرست کے بستہ نمبر ا نمبر شمار فائل ۱۷ کے صفحہ نمبر ۲۱۳ پر لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں موجود ہے۔ سرکاری ریکارڈ کے مطابق عبدالرحیم پوپلزئی نے اپنے خطاب میں لوگوں سے کہا کہ آپ اس قسم کی قرارداد کو ہنگامی حالات میں پیش کرنے کی اہمیت سے باخبر ہیں۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے اپنے لاہور کے سالانہ اجلاس میں صوبہ سرحد کی صوبائی کانگرس کمیٹی کی درخواست پر صوبہ سرحد کا دورہ کرنے اور اس سرزمین بے آئین میں رائج جابرانہ قوانین کی تحقیقات کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ ڈاکٹر سید محمود، لالہ دونی چند اور مولانا عبدلقادر حکومت کے مظالم کی تفتیش کیلئے صوبہ سرحد کی طرف آرہے تھے کہ سرحد حکومت نے ایک حکم نامے کے تحت انہیں اٹک کے قریب روک دیا۔ یہ حکومت کی روایتی بدطینتی کا ثبوت ہے۔ حکومت کی مثال بھیڑ کے بھیس میں ایسے بھڑیے کی ہے جو بھیڑوں کو کھا جاتا ہے۔ یہ حکومت اپنی فطرت کے مطابق خون خرابے اور ظلم وستم پر پردہ ڈالے رکھنے کی کوشش تو کرے گی تاکہ کوئی اس کے اصل چہرے کو بے نقاب نہ کر سکے۔

علامہ عبدالرحیم نے یہ بھی کہا کہ مذکورہ کمیٹی ان باتوں کو بے نقاب کرنے آرہی تھی۔ حکومت یہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے مظالم کی تحقیق ہو اور انہیں عوام کے سامنے لایا جائے۔ کیونکہ اس سے عوام سبق حاصل کریں گے۔ وہ خواب غفلت سے بیدار ہوں گے اور ان قوانین سے نجات حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔ کیونکہ ان قوانین سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر وہ سکھ اور چین سے نہیں رہ سکتے۔ اگر وہ چین اور سکون سے رہنے کے متمنی ہیں تو انہیں غلامی کا جوا اتار پھینکنا ہوگا۔ اب محض باتیں کرنے کا وقت گزر چکا۔ اب عملی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ مقرر علامہ عبدالرحیم نے عوام سے کہا کہ اب میدان میں کود پڑو۔ سب مل جل کر حکومت کی مزاحمت کرو اور اس المناک صورت حال کو اپنے قدموں تلے روند ڈالو۔ اسکے ساتھ ہی اس نے مذکورہ قرارداد پیش کی۔

جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کوہاٹ کے پیر شہنشاہ نے کہا کہ کسی رہنما کو صوبے میں داخلے سے روکنا اس حکومت کی پرانی عادت ہے۔ چاہے کوئی لیڈر کتنی دور سے ہی کیوں نہ آیا ہو۔ تاکہ وہ ساتھ کوئی بم لاکر عوام کے سپرد کر کے تباہی نہ پھیلا دے۔ حکومت کا اپنے بارے میں مہذب ہونے کا دعویٰ ہے۔ انہوں نے لندن میں سر ہملٹن گرانٹ کی اس تقریر کا ذکر کیا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ اگر پٹھان

آزاد ہوجائیں تو وہ ہندوستان پر چھا جائیں گے اور اس کی دولت وثروت اور دوشیزاؤں پر قبضہ کرلیں گے۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ آ کر دیکھو کہ انگریز وحشی ہیں یا ہم۔ انہوں نے کہا کہ ان باتوں کا علاج تقریروں سے نہیں جانوں کی قربانیوں سے ہوگا۔ اور میں آپ کو تشدد کی تلقین نہیں کرتا۔ داس، بھگت سنگھ اور دت کی موت نے ہمیں نیا حوصلہ دے دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مسلمان ۷ کروڑ ہیں اور ۲۲ کروڑ ہندو انہیں کھا جائیں گے۔ حقوق کے مسئلے کو فوقیت حاصل ہے۔ لیکن یہ مسلہ بھیک مانگ کر حل نہیں ہوسکتا۔ آپ کو اپنے حقوق کی خاطر حکومت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اگر چھ کروڑ لوگ مارے گئے، ایک کروڑ باقی رہ جائیں اور صرف بیوائیں اور بچے رہ جائیں تو وہ بھی ہندوؤں سے اپنے حقوق مانگیں گے۔ (اس موقع پر حاضرین نے تالیاں بجائیں) آپ خدا کے سوا کسی حکومت کے سامنے سر نہ جھکائیں۔ آپ کی موجودہ زندگی بدترین زندگی ہے۔ اس سے بدتر کیا ہوگی۔

افغانستان اور وزیرستان کو دیکھیں کتنی بیوائیں غمزدہ اور پریشان ہیں۔ اب آپ لوگوں کو فیصلہ کرنا ہے کہ آپ کو تخت یا تختے میں سے ایک ضرور لینا ہے۔ آگے بڑھیں اور اپنے آباؤ اجداد کا نام روشن کریں۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر مسلمان آزاد نہیں ہوتے تو ہندوؤں ہی کو ۱۰۰ فیصد حقوق دے دو۔ چلو مسلمان تو اب غلام ہیں ہی۔ لیکن ہندوستانیوں کی آزادی سے فارس، افغانستان اور دوسرے مسلمان ممالک کی آزادی کا راستہ کھل جائے گا۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ خدارا رکنیت سازی کریں اور وہ کام کریں جو بھگت سنگھ اور دت نے کیا۔ ان الفاظ کے ساتھ انہوں نے (مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی) قرارداد کی تائید کی اور کہا کہ اس وحشی اور شکاری کتوں کی حکومت کو الفاظ کے ذریعے نہیں ہٹایا جاسکتا۔ مولانا خان میر ہلالی نے اپنی تقریر میں کہا کہ مجھ سے پہلے مولانا عبدالرحیم اور پیر شہنشاہ قرارداد پر مکمل روشنی ڈال چکے ہیں۔ آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے تین وکلاء کی ایک کمیٹی صوبے میں بولٹن گردی کی تحقیق کرنے اور اس کی حقیقت کو بے نقاب کرنے کیلئے بنائی تھی۔ ہم حکومت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس نے تو اپنا ایک رخ آشکارا کیا ہے ہم اس کا دوسرا رخ بھی آشکارا کردیں گے۔ ہم پر کیسے مطلق العنان قوانین مسلط کئے جارہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ بنوں میں ان قوانین کے تحت لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ان کا سرنا رمن بولٹن نادر شاہ جیسا حاکم ہے۔ اگر کمیٹی اپنی تحقیق کرلیتی تو اسے خدشہ تھا کہ کہیں اسکے اسلحے، مطلق العنانیت اور ظلم وستم میں کچھ کمی نہ ہوجائے۔ ظالم کیسے کیسے مظالم ڈھا رہے ہیں۔

اب تقریر کا وقت گزر چکا۔ تقریروں اور تحریروں سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ پرسوں ۲۳

اپریل ۱۹۳۰ء کو صوبے میں شراب خانوں پر پہرے شروع کئے جائیں گے۔ بیوپاریوں کو نوٹس دے دیئے گئے تھے۔ لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا۔ اب ہم پہرے لگانے پر مجبور ہونگے۔ حکومت اسے روکنے کیلئے جو جی میں آئے کرلے۔ نوجوانوں کو میدان میں آ کر یہ ثابت کرنا چاہئے کہ وہ ہر قسم کی قربانی کیلئے ہمہ تن تیار ہیں۔ آپ لوگ کانگرس کے پرچم تلے جمع ہو کر ایک مضبوط طاقت بن جائیں گے۔ ان الفاظ کے ساتھ مولانا خان میر ہلالی نے (مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی) قرارداد کی تائید کی۔

رحیم بخش غزنوی نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اس سے پہلے بہت تقریریں کی ہیں۔ لیکن آج میں اس واقعے کے سلسلے میں کچھ عرض کروں گا۔ ظالمانہ قوانین کی تفتیش کیلئے مقرر شدہ کمیٹی صوبہ سرحد کی طرف آ رہی تھی۔ اسے اٹک پر ہی روک لیا گیا۔ کیونکہ ہم غلام ہیں۔ ان (انگریزوں) کو سوچنا چاہیے کہ کیا یہ تین نہتے افراد ان کی حکومت چھیننے کیلئے یہاں آ رہے تھے۔ یا انہیں اس بات کا ڈر تھا کہ ضعیف العمر عبدالقادر لاٹ صاحب کی موٹر کار پر آ کر قبضہ ہی نہ کرلیں۔ ہم نے کمیٹی کو آنے کی دعوت دی تھی اور انہوں نے اسے روک لیا۔ لیکن میں ان پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے جذبات کو دبا نہیں سکتے۔ ہم پر یہ امتیازی مظالم کیوں ڈھائے جا رہے ہیں؟ کیا ہم دوسروں کی طرح ٹیکس اور دوسرے سرکاری واجبات ادا نہیں کرتے۔ میں کئی بار یہ بات کہہ چکا ہوں کہ نمک کے قانون کے ساتھ ہی یہ (انگریزی) پینل کوڈ بھی ختم کرایا جائے۔ جس طرح حکومت نے آپ کے بھائی بندوں کو اٹک سے واپس کر دیا۔ اسی طرح آپ بھی اس حکومت کو للکاریں اور اسے بھی اپنے دیس سے نکال دیں۔

اس موقع پر رحیم بخش غزنوی نے سامعین سے پوچھا کہ کیا میری بات آپ کو منظور ہے تو جواب میں منظور منظور کے نعرے لگائے گئے۔ (اس پر رحیم بخش غزنوی نے وہ الفاظ کہے جو شاید ان کی اتنی طویل سزا کا موجب بنے ہوں گے جو علامہ عبدالرحیم کی سزا کے برابر ۹ سال قید بامشقت تھی) رحیم بخش نے کہا کہ ہم پرسوں مورچہ باندھ لیں گے۔ حکومت کے پاس بندوقیں ہیں اور وہ آزاد ہے کہ جو جی چاہے کرلے۔ وہ قتل کرنے سے باز نہیں آتی اور ہم جان دینے سے باز نہیں آئیں گے۔ کراچی میں خون بہایا گیا۔ میں کسی انگریز کو قتل نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ پاک خون میں ناپاک خون کی ملاوٹ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور ان الفاظ کے ساتھ انہوں نے (مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی) قرارداد کی تائید کی۔

اس جلسے سے سردار عبدالرب نشتر نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں دیر سے آنے کی معذرت چاہتا ہوں اور میرے لئے زیادہ وقت لینا اس حکومت کو زیادہ وقت دینے کے مترادف ہوگا۔ آپ اس جلسہ اور بازاروں، گلی کوچوں میں اس کمیٹی کی آمد کی غرض کے بارے میں سن چکے ہیں۔ ہمیں تو اتنی آزادی بھی حاصل نہیں ہے جتنی ایک انگریزی کتے کو حاصل ہوتی ہے۔ آپ کے جو نواب صاحبان ہیں ان کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے۔ سیاسی لحاظ سے تو پورا ہندوستان ہی غلام ہے۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ باقی ملک چھوڑ کر ظلم وستم صرف صوبہ سرحد میں ہے۔ البتہ باقی ملک قوانین کے لحاظ سے کچھ بہتر ہے۔ کیونکہ صوبہ سرحد میں سخت ضابطے اور قانون نافذ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان پر قانون کی عملداری نہیں ہے۔ جس طرح حکومت کے طرف دار ایک انگریز سیاستدان نے بہت پہلے خود تسلیم کیا تھا۔ وکلاء صاحبان نے قوانین کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن یہاں اسے کافی نہیں سمجھا جاتا کیونکہ فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے تحت جرگہ سسٹم کا تو یہ حال ہے کہ اگر عدالتی مقدمہ چلانے کیلئے کافی شہادت دستیاب نہ بھی ہو تو مجسٹریٹ مقدمے کو جرگہ میں بھیج سکتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ملزم سفارش یا ذاتی اثر رسوخ کا نشانہ بن جاتا ہے۔ میرے اپنے مشاہدے کی بات ہے کہ کئی لوگ ایسے آئے جنہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ان کے مقدمے کو جرگے کے پاس بھیج دیا جائے، کیونکہ وہاں اثر ورسوخ چل جاتا ہے۔ ہم موجودہ حالات میں باقی ماندہ ہندوستان کے شانہ بشانہ چلنا چاہتے ہیں۔

ہمارے یہاں آنے والے لیڈروں سے پینل قوانین کے تحت ضمانتیں طلب کی جا رہی ہیں۔ اس المناک صورت حال کے باوجود یہاں پر پینل لاء کو صوبہ سرحد کیلئے کافی نہیں سمجھا گیا اور حکومت نے دفعہ ۴۰ سرحدی بھی بنا ڈالی جس میں کوئی اپیل کوئی دلیل نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو ضمانت دو یا جیل جاؤ۔ ہمیں باقی ماندہ ملک سے الگ تھلگ رکھنے کیلئے نت نئے ظلم وستم کے ہتھکنڈے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ حکومت کو یہ بات گوارا نہیں کہ لوگ باہر سے آ کر ہماری دادرسی کریں۔ کانگرس کمیٹی کو ہماری یہ زبوں حالی گوارا نہ ہوئی ورنہ کانگرس کے صدر کو قید نہ کیا جاتا۔ اس نے ایک کمیٹی مقرر کی لیکن اسکی راہیں مسدود کر دی گئیں۔ اس طرح تو یہ کمیٹی حکومت کیلئے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر اسے صوبے میں آ کر تحقیق کرنے دیا جاتا تو شاید وہ حکومت کو مجرم قرار دیتی یا نہ دیتی۔ (اب اسکو روک دیے جانے سے حکومت خود بخود مجرم ثابت ہوئی) میرا خیال ہے کہ ہم اس صورت میں اتنی ہمدردیاں حاصل کرنے کی توقعات نہ کر سکتے جتنی اب حاصل ہوئی ہیں۔ کیونکہ سب کو معلوم ہو چکا ہے کہ حکومت کسی قسم

کی چھان بین کرانے پر رضامند نہیں۔ اور ہمیں اس کا عملی ثبوت فراہم ہو چکا ہے۔ حکومت کا یہ اقدام کتنا جابرانہ ہے کہ اس نے تین نہتے افراد کو صوبے میں داخلے سے روک دیا۔ جو ذمہ داری ہماری تھی وہ حکومت نے اپنے عمل سے پوری کر دی۔ ہمارا الزام یہی تھا کہ صوبے میں سخت گیرانہ قوانین نافذ ہیں اور حکومت نے اپنے اقدام کے ذریعے خود اس کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے۔ اب آپ کا کام ہے کہ اگر آپ کو اصالتاً پیش ہونے کا موقع ملے تو آپ کو ان قوانین کے تحت جن تکلیفات اور مظالم کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اس کی تحریری تفصیل کمیٹی کو فراہم کریں۔ عموماً دیہاتی باشندے ان قوانین کا ہدف ہوتے ہیں۔ ایک جرگے کا واقعہ ہے کہ ملزم کو بے قصور قرار دے دیا گیا تو ڈپٹی کمشنر نے فائل ایک دوسرے جرگے کو بھیج دی کیونکہ مرنے والے کی ماں نے درخواست دے دی کہ مرنے والے نے خواب میں آ کر اسے بتایا ہے کہ اسے اس شخص نے قتل کیا ہے جس کی گائے بھورے رنگ کی ہے۔ اس وجہ سے ملزم جو گرفتار ہو چکا تھا ناکافی ثبوت کی وجہ سے بری کر دیا گیا۔

اس طرح جرگے والوں نے قتل کے ایک جھوٹے الزام میں پکڑے جانے والے ایک شخص کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔ لیکن جس شخص پر قتل کا شبہ تھا وہ آ گیا تو ملزم کو بری کر دیا گیا۔ ایک طرف تو شہریوں کو میونسپلیٹوں میں اپنے نمائندے بھیجنے کی اجازت نہیں اور دوسری طرف دیہات کے لوگوں کو ایسے جرگے کے لئے مناسب قرار دیا جاتا ہے جہاں ایک ۲۰ سالہ تجربے کا حامل مجسٹریٹ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا ہو۔ انہوں نے کہا کہ قتل کے مقدمہ میں خان بہادر سعداللہ خان کو فیصلہ صادر کرنے کا اختیار نہیں لیکن جب وہ گھر جا کر جرگے میں بیٹھے تو اسے یہ اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ یعنی عام تعلیمی معیار کا حامل شخص قتل کا فیصلہ صادر کر سکتا ہے۔ ایک طرف تو اتنی پابندی اور دوسری طرف اتنی بے لگامی۔ سرحد کے عوام کو تو ان حقوق کا اہل بھی نہیں سمجھا جاتا جو باقی ہندوستان کے عوام اپنے پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ (کیونکہ وہ برائے نام حقوق ہیں)۔ انہوں نے لوگوں سے استدعا کی کہ وہ انکوائری کمیٹی کو اس قسم کے واقعات ارسال کریں اور میں وکلاء صاحبان سے بھی اس کی استدعا کروں گا۔ کانگرس بھی متعلقہ مواد اکٹھا کر کے کمیٹی کو ارسال کرے گی۔ یہ یہاں کوئی نئی باتیں نہیں، جہاں علی برادران کی ماں بی اماں کے سرحد میں داخلے پر پابندی ہو وہاں تین مرد حضرات کے داخلے کا کیا سوال۔

سردار عبدالرب نشتر نے کہا کہ میں (مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی) قرارداد کی تائید کرتا ہوں۔ اس صوبے کے عوام کو اظہار رائے اور تبادلہ خیال کے حقوق بھی حاصل نہیں ہیں۔ جس طرح انہیں

اجازت کے بغیر حجرہ چلانے کا حق بھی حاصل نہیں اور اسکے لئے وہ کوئی احتجاج یا مظاہرہ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ امتیازی سلوک کی بدترین مثالیں ہیں۔ لالہ پیٹرا خان نے اپنی تقریر میں کہا کہ حکومت نے کمیٹی کا داخلہ اس لئے ممنوع قرار دیا ہے کہ سرحد کے عوام کوئی پروپیگنڈہ نہ کر سکیں۔ یہ اس ڈاکو شاہی حکومت کی حکمت عملی ہے۔ اس صوبے نے جنگ عظیم کے دوران بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اگر آپ دیگر صوبوں کے برابر حقوق حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس ڈاکو شاہی حکومت کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ انہوں نے بنوں میں حبیب اللہ خان، کندن لعل اور دیگر افراد کی گرفتاریوں پر عوام کو مبارکباد پیش کی کہ انہوں نے صوبے کے نام کی لاج رکھ لی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی گرفتار کیا جانے والا ہے۔ میں جیل جانا چاہتا ہوں کیونکہ میں تو پہلے ہی ایک قیدی ہوں۔ انہوں نے پختونوں سے کہا کہ اب دیکھنا ہے کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ میں نے حال ہی میں ڈاکٹر کچلو سے کہا تھا کہ اگر صوبہ سرحد کے عوام بیدار ہو گئے تو انہیں دبایا نہیں جا سکے گا۔ اور میں نے اتمان زئی میں اندازہ لگا لیا کہ صوبہ سرحد کے عوام جاگ اٹھے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ آپ کا نمک خوار سر ہملٹن گرانٹ انگلستان میں بیٹھ کر ہندوستان کی بات کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کانگرس کے حسابات کی باز پرس تو کر سکتے ہیں لیکن انگریزوں سے باز پرس کیوں نہیں کرتے، جو ہندوستان کی دولت لوٹ کر لے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ایک دو دن میں جیل بھیج دیا جائے گا۔ پیر شہنشاہ آف کوہاٹ نے دوران تقریر نوجوانوں سے اپیل کی کہ باہر کا کپڑا نہ پہنیں۔ دیسی کپڑا استعمال کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ مجھے دوبارہ تقریر کرنے کا موقع نہ مل سکے کیونکہ مجھے گرفتار ہونے کی توقع ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری آمدنی سات پیسے یومیہ ہے اور ہم پانچ روپے یومیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ ہماری غربت اور تنگ دستی کی وجہ یہی ہے۔ تمام حاضرین نے ہاتھ اٹھا کر بیرونی کپڑا استعمال نہ کرنے کا عہد کیا۔ انہوں نے پشتو دان لوگوں کو مخاطب کر کے اپنی اپیل دہرائی کہ باہر کا کپڑا نہ پہنیں اور لوگوں نے تائید میں جواب دیا۔ اتمانزئی کے عبدالغفور خان نے کہا کہ یہ جنگ غلامی سے آزادی حاصل کرنے کیلئے ہے۔ ہشتنگر کے لوگ قربانیوں کیلئے تیار ہیں اور پشاور میں شروع ہونے والی سول نافرمانی میں ہشت نگر کے عوام اپنے وعدے کے مطابق ہر قسم کی قربانی دیں گے۔ (مندرجہ بالا جلسہ عام کی روداد ڈپٹی کمشنر آفس اور محکمہ پولیس کی اپریل تا دسمبر ۱۹۳۰ کی سیاسی ڈائری میں پہلی فہرست کے بستہ نمبر ۳ نمبر شمار فائل ۳۸ کے صفحہ نمبر ۲۷ پر بھی لائبریری محکمہ دستاویزات میں موجود ہے)۔

باب ۹ علامہ پوپلزئی کے مکان پر 23 اپریل کا منصوبہ

جنگ آزادی کی وار کونسل کے رہنما صوبے میں مسلط شدہ ظالمانہ قوانین کے سلسلے میں صوبے کے طول وعرض کے دورے کرنے اور جلسے جلوس منعقد کرنے کے بعد ۲۱ اپریل کے حتمی جلسہ عام بمقام شاہی باغ پشاور میں عوام کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو چکے تھے کہ ۲۳ اپریل کو سول نافرمانی کے فیصلہ کن معرکے کا آغاز ہو جائے گا۔لیکن اس سلسلے میں سول نافرمانی کی کاروائی شروع کرنے کیلئے رہنماؤں کی گرفتاریوں سے پہلے متبادل قیادت اور مختلف کارکنوں کو ذمہ داریاں تفویض کرنے کا ضروری مرحلہ باقی تھا۔ یہ مرحلہ بہت پہلے سے مکمل کرنے میں یہ خطرہ تھا کہ حکومت کو پروگرام کی پوری تفصیل معلوم ہو جانے سے اسے متبادل قیادت کو گرفتار کرنے اور پروگرام کو ناکام بنانے میں آسانی ہوگی۔اس لئے ۲۳ اپریل کے پروگرام کیلئے تفصیلی لائحہ عمل ۲۲ اپریل کی رات کو کارکنوں کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ ۲۲ اپریل کو نوجوان تحریک کے کارکنوں کا ایک خفیہ اجلاس علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے مکان واقع گاڑی خانہ میں عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں منعقد ہوا۔اس موقع پر پنجاب سے آئے ہوئے تحریک کے کارکن بھی موجود تھے۔انہوں نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی۔کاکاجی صنوبر حسین مہمند بھی شریک اجلاس تھے۔ اجلاس میں صبح ۲۳ اپریل کو شروع کئے جانے والی احتجاجی تحریک کے پروگرام کی تفصیلات طے کی گئیں۔ اور مختلف سرفروش کارکنوں کو ذمہ داریاں تفویض کی گئیں۔اس قسم کا ایک اجلاس آغا سید لعل بادشاہ بخاری کے مکان پر بھی منعقد ہوا۔اس میں کانگرس کے کارکنوں نے شرکت کی۔اس میں ۲۳ اپریل کی صبح شروع کئے جانے والے سول نافرمانی کے پروگرام پر بات چیت ہوئی۔

ان دونوں اجلاسوں میں طے پایا کہ کارکن راتوں رات پشاور اور گردنواح کے گلی گلی کوچہ کوچہ میں پہنچ کر لوگوں کو اگلے دن کے پروگرام، شراب کی دکانوں پر پکٹنگ اور مظاہرے سے آگاہ کریں۔جن جن افراد نے جہاں جہاں پکٹنگ کرنی تھی ان کو موقع پر ذمہ داری سے آگاہ کر دیا گیا اور ذمہ دار کارکنوں میں سے جن کی ڈیوٹی اس کی عدم موجودگی میں لگی اس کو فوری طور پر پیغام بھیج دیا گیا۔اس بات کا انتظام کر لیا گیا کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے پروگرام کی تفصیلات سے تحریک کے تمام کارکن اور ہمدرد باخبر ہو چکے ہوں۔جن افراد کے ذمہ راتوں رات عوام کو باخبر کرنے کا کام تھا ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔

۱۔ حافظ محمود
۲۔ عبدالغنی درزی
۳۔ محمد یعقوب
۴۔ عبدالجلیل
۵۔ ممدو ڈورا
۶۔ مددخان وغیرہ

ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر ۵۸ فائل ۱۶۱۸ اصفحہ نمبرا کے مطابق پکٹنگ کیلئے ڈبگری گیٹ میں تاج محمد، وزیرمحمد اور ایک تیسرا نوجوان قصہ خوانی میں گل محمد، محمد شفیق ایمو اور ایک تیسرا نوجوان، کریم پورہ میں مفتی میر احمد اور ایک دوسرا آدمی اور بازار بٹیر بازاں میں دو افراد مقرر تھے۔

ان خفیہ اجلاسوں کا حال اس زمانے کے ایک واقف حال سیاسی کارکن محمد یونس قریشی مرحوم سابق اسیر فرنگ نے اخبار بانگ حرم پشاور مورخہ 21 جون 1960 میں اپنے ایک مضمون میں بیان کیا ہے۔ محمد یونس قریشی قومی آزادی کی تحریک اور محنت کشوں کی تحریک آزادی کے اس مجاہد کا نام ہے جو مظلوم مخلوق خدا کی جدوجہد آزادی میں مفتی سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے قریبی معاون تھے۔ چنانچہ جب علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے انسانی تاریخ کے ایک منفرد اور عظیم الشان باب کا افتتاح کرتے ہوئے انسانوں میں سب سے حقیر سمجھی والی مخلوق اچھوت خاکروبوں کے انسانی حقوق کیلئے آواز اٹھائی اور پشاور میں ۲۶ مارچ ۱۹۳۹ سے ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ تک سہ روزہ صوبائی خاکروب کانفرنس پولوگراؤنڈ میں منعقد کی (جس میں آپ نے خطبہ استقبالیہ بھی پڑھا تھا۔) تو محمد یونس قریشی اس وقت بھی علامہ عبدالرحیم کے ساتھ تھے۔ اور بعد میں کئی سال تک اس تحریک کی قیادت میں سرگرم عمل رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب علامہ عبدالرحیم گرفتار ہوکر جیل چلے گئے تو محمد یونس قریشی نے علامہ صاحب کے نمائندہ خاص کے طور پر اس تحریک کو زندہ رکھا اور آج خاکروبوں کو بھی دوسرے انسانوں کی طرح ووٹ کا حق حاصل ہو چکا ہے۔

محمد یونس قریشی اخبار "بانگ حرم" پشاور میں اپنے مضامین کے سلسلہ کی تیسری قسط میں مذکورہ بالا خفیہ اجلاسوں کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں۔ "ادھر رات کو پولیس گرفتاریوں میں مصروف تھی اور ادھر پشاور کے سیاسی کارکن اس صورت حال سے نمٹنے کیلئے تیار ہورہے تھے اور شہر میں مختلف مقامات پر میٹینگیں منعقد کی جارہی تھیں۔ چنانچہ ایک میٹنگ مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی کی حجرے میں منعقد

ہوئی۔ اس میٹنگ میں نوجوان بھارت سبھا کے ورکروں نے شرکت کی۔ اتفاق سے اس رات مولانا صاحب کے مکان پر کچھ باہر کے کارکن بھی آئے ہوئے تھے جنہوں نے اس اجلاس کی کاروائی میں حصہ لیا۔ اس طرح کی میٹنگ سید لعل بادشاہ کے گھر میں بھی ہوئی۔ جہاں یہ فیصلہ ہوا کہ صبح شہر میں مکمل ہڑتال کی جائے، جلوس نکالا جائے اور مظاہرے کئے جائیں۔ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کیلئے چند رضا کار مخصوص کئے گئے جن کے نام یہ ہیں۔

حافظ محمود۔ عبدالغنی درزی۔ محمد یعقوب۔ عبدالجلیل۔ ممدوڑورا اور مددخان وغیرہ۔ ان کے ذمے یہ کام تھا کہ وہ رات ہی رات شہر کے تمام محلوں میں پھیل جائیں اور لوگوں کو کل کی ہڑتال، جلوس اور مظاہرے کیلئے تیار کریں۔ ادھر پولیس بڑی ہوشیاری سے ایک ایک ورکر کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ حکومت یہ چاہتی تھی کہ پہلے یہاں کے سرکردہ کارکن گرفتار کر لئے جائیں اور بعد ازاں لوگ خود بخود قابو آجائیں گے"۔ (بانگ حرم ۲۱ جون ۱۹۶۰ء)۔

علامہ پوپلزئی اور دیگر رہنماؤں کی گرفتاریاں:

۲۲ اپریل ۱۹۳۰ء کو جنگ آزادی ۱۹۳۰ کی وار کونسل کے رہنما اگلے دن کے پروگرام کے سلسلے میں تیاریاں کر رہے تھے۔ اسی دن وار کونسل کے بارہ ارکان کی گرفتاری کے احکامات جاری کردیے گئے اور چونکہ ان رہنماؤں کی عوام میں مقبولیت مسلمہ تھی، اس لئے ان کو آدھی رات کے بعد گرفتار کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس سلسلے میں انسپکٹر جنرل پولیس کا تحریری بیان ہے کہ "پشاور شہر میں ۲۳ اپریل کو شہر کے بعض ممتاز کانگرسیوں کی گرفتاری کے نتیجے میں اٹھنے والی بلوے کی لہر سے حکومت ہند کو پہلے ہی مکمل طور پر مطلع کیا جا چکا ہے۔ حقائق کو مختصراً یکجا کیا جاتا ہے۔ حکومت کے خلاف اخبارات کے توسط سے اور عوامی تقریروں دونوں کے ذریعے گزشتہ ساڑھے چھ ماہ سے احتجاجی تحریک بتدریج اٹھائی گئی ہے۔ عوامی نعروں اور اخباری تحریروں کے ذریعے ابھارے جانے والے یک زبان تشدد سے کاروائی ضروری ہوگئی تھی اور قانون کی مختلف دفعات کے تحت پشاور سے تعلق رکھنے والے بارہ افراد کے خلاف ۲۲ اپریل کو گرفتار کرنے کا حکم ہوا۔ چونکہ شہریوں کا جوش وخروش بہت زیادہ تھا اس لئے عوامی جذبات برانگیختہ ہونے سے بچنے کیلئے ۲۳ اپریل کے دن شروع ہونے کے بالکل ابتدائی اوقات میں گرفتاریوں کا فیصلہ کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی احتیاط کے طور پر جیسا کہ عمومی گڑبڑ کی سکیم میں مذکور ہے، پولیس اور فوج کو چوکس

رکھا گیا۔ چھ افراد کو منصوبے کے مطابق ڈھائی بجے صبح گرفتار کرلیا گیا تھا۔ اور ان کو خاموشی سے لے جانے کا انتظام کرلیا گیا۔ باقیوں میں سے خان میر کو صبح ساڑھے آٹھ بجے اس وقت گرفتار کرلیا گیا جبکہ وہ بازار مسگراں میں ایک ہجوم میں تقریر کررہے تھے۔ آغا لعل بادشاہ کو قصہ خوانی میں ساڑھے نو بجے ایک جلوس میں سے گرفتار کرلیا گیا۔ (ٹرائبل ریسرچ سیل ریکارڈ بستہ نمبر ۲۴ فائل نمبر شمار ۵۷۷ صفحہ نمبر ۲۴ لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد)۔

آئی جی پی کے اس بیان کے بعد ۲۴ اپریل ۱۹۵۴ء کو پشاور کے روزنامہ شہباز میں چھپنے والے سید محمود رضوی کے مضمون کا یہ حصہ بھی اس صورت حال پر روشنی ڈالنے میں مدد دیتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ "رات کی تاریکی میں جب اہلیان پشاور غفلت کی نیند سو رہے تھے۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی مفتی سرحد، آغہ سید لعل بادشاہ مرحوم اور خان علی گل خان کو گرفتار کرلیا گیا۔ صبح کو جب لوگ بیدار ہوئے تو یہ خبر آگ کی طرح شہر کے کونے کونے اور چپے چپے میں پھیل گئی۔ عوام اپنے محبوب رہنماؤں کی یاد میں اپنا سب کچھ قربان کردینے کیلئے سر بکف ہوگئے"۔ ان دونوں بیانات کو ساتھ رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ گو کہ آئی جی پی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ چھ افراد کو گرفتار کرکے خاموشی سے لے جانے کا انتظام کرلیا گیا تھا لیکن اگر اتنی خاموشی سے ان کی گرفتاری عمل میں آئی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی تو صبح ساڑھے آٹھ بجے عوام کا ایک احتجاجی ہجوم کیسے جمع ہوگیا۔ جس سے نوجوان تحریک کے رہنما خان میر ہلالی خطاب کر رہے تھے۔ اور پھر پولیس کو اس ہجوم کی موجودگی میں خان میر ہلالی اور آغہ لال بادشاہ کو گرفتار کرنے میں کوئی زیادہ مزاحمت بھی پیش نہ آئی۔ ظاہر ہے کہ یہ ہجوم ان کی گرفتاری سے پہلے ہی کسی بات پر احتجاج کررہا تھا۔ کیونکہ آئی جی پی نے آگے چل کر یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت کی گرفتاریوں میں آغہ لعل بادشاہ کی آخری گرفتاری تھی اور گرفتاری کے وقت ایک ہجوم تھانے تک چلا آیا تھا۔ آئی جی پی مزید لکھتا ہے کہ "لیکن ان کی گرفتاری سے ہجوم کسی معاندانہ کاروائی پر آمادہ نہ ہوا تھا"۔

شروع کی گرفتاریوں میں سے عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کے وقت کاکاجی صنوبر حسین مہمند بھی موقع پر موجود تھے۔ وہ اس واقعے کا کچھ حال اپنے ایک مضمون میں یوں لکھتے ہیں۔ "اس رات میں خود ان کے ہاں شب باش تھا۔ اسی رات مولانا کے دیگر ساتھی بھی گرفتار ہو چکے تھے۔ گرفتاری دیتے وقت مولانا مرحوم نے ایک طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے ڈی ایس پی سے فرمایا" کیوں جناب نافرمانی تو کل ہوگی اِس وقت آنا کیسے ہوا؟۔ ہم تو نافرمانوں میں بھی نہیں"۔ ڈی ایس پی نے کہا مولانا آپ اُس

نافرمانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انقلاب برپا کریں گے۔اس واسطے آپ کی گرفتاری بطور حفظ ماتقدم ہے۔مولانا مرحوم نے جواب دیا" بھائی انقلاب کہاں ہے۔ابھی تو ہم نمک بنا رہے ہیں" مولانا کے اس جملے میں انقلاب کی حسرت بھی تھی اور ایک لطیف طنز بھی۔اس کے بعد جنگ آزادی میں کئی دفعہ گرفتار ہوئے مگر ان کی آخری گرفتاری اور سخت قید جان لیوا ثابت ہوئی۔(کاکاجی صنوبر حسین مضمون بانگ حرم ۲۸مئی ۱۹۵۸)۔

کاکاجی صنوبر حسین کے اس مختصر بیان سے علامہ عبدالرحیم اور ہندوستانی ڈی ایس پی کے درمیان ہونے والے مکالمے کا حال تو معلوم ہوتا ہے۔لیکن اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ علامہ عبدالرحیم صاحب کی گرفتاری کے وقت ان کے ساتھ بدتمیزی کا جو مظاہرہ ہوا تھا،جس پر ہر طرف عوام میں اشتعال پیدا ہوگیا تھا،اس کا اصل ذمہ دار یہی ڈی ایس پی تھا یا باہر کھڑی پولیس پارٹی میں سے کسی نے مولانا کو لے جاتے وقت گستاخانہ رویہ اختیار کیا تھا۔اس سلسلے میں بعض واقف حال شخصیات کے بیانات اس واقعہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ادبیات سرحد کے مصنف سید فارغ بخاری اپنی کتاب جلد سوم صفحہ نمبر ۳۲۷ پر رقم طراز ہیں۔

آپ (مولانا عبدالرحیم پوپلزئی) نے تمام نوجوان طبقے کو اس تنظیم میں شامل کیا اور خود تمام صوبہ سرحد اور آزاد قبائل کا دورہ کیا۔اس انقلابی دورے کے بعد سول نافرمانی کی تیاریاں شروع کیں۔ انہی ایام میں ۲۳اپریل ۱۹۳۰کو آپ اپنے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لئے گئے۔ان کی گرفتاری پر عوام میں بے چینی پھیل گئی۔شہر بھر میں ہڑتال کی گئی اور ایک عظیم الشان جلوس نکلا۔جس پر فوج نے گھنٹوں مسلسل فائرنگ کی۔تذکرہ علماء و مشائخ سرحد میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے تلمیذ رشید مولانا سید امیر شاہ قادری اس بارے میں لکھتے ہیں۔"اب آپ (مولانا عبدالرحیم صاحب) کی ان تھک کوشش اور سعی پیہم سے تمام لوگ اور خصوصاً غریب عوام جہاد آزادی کیلئے بالکل تیار ہو چکے تھے۔سول نافرمانی کی تیاریاں ہونے لگیں۔جلسوں میں آپ کی تقاریر سے غریب اور نادار عوام آزادی کی تڑپ اور انقلاب زندہ باد کے نعروں سے اپنے قلوب گرما رہے تھے کہ گورنمنٹ برطانیہ نے ۲۳اپریل ۱۹۳۰ کی صبح آپ کو مع دوسرے رفیقوں کے گرفتار کر لیا۔اسی دن ان کی گرفتاری پر عوام میں بے چینی پھیل گئی"۔

ممتاز مورخ عبدالقیوم (علیگ) اپنی کتاب مشاہیر سرحد (مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ) میں صفحہ نمبر ۱۲۴ پر مولانا عبدالرحیم صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں۔"مولانا صاحب کی ولولہ انگیز تقریروں میں

جادو کا سا اثر تھا اور لوگ جہاد آزادی میں شریک ہونے کیلئے سر سے کفن باندھ کر نکلے اور انگریزی راج سے آخری اور فیصلہ کن ٹکر لینے کو کمر بستہ ہوگئے۔ حفاظتی اقدام کے طور سے انگریزوں نے ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ کی صبح کو مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی کو ان کے رفقاء سمیت گرفتار کیا۔ جب یہ خبر شہر میں پھیلی تو مکمل ہڑتال کی گئی اور عوام مشتعل ہوکر ایک جلوس کی شکل میں قصہ خوانی بازار میں جا پہنچے"۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے ایک شاگرد اور بزرگ صحافی اقبال ریاض اپنے ایک مضمون شائع شدہ روزنامہ مشرق پشاور مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۸۷ میں لکھتے ہیں "مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کے دوران ایک سکھ پولیس افسر نے خاصا گستاخانہ طرز عمل اختیار کیا۔ مولانا مرحوم نہ صرف جنگ آزادی کے ہیرو رہنماؤں میں شامل تھے بلکہ وہ خطہ سرحد کے مسلمانوں کے مفتی اعظم بھی تھے۔ لہٰذا سکھ پولیس افسر کے اس رویئے کی خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے دکانیں بند ہوگئیں اور لوگ غم وغصے کا اظہار کرنے کیلئے مختلف اطراف سے اُمڈ آئے"۔

مندرجہ بالا بیانات کے علاوہ گرفتاریوں کی وجہ سے پھیلنے والے اشتعال پر ایک اور بیان سے مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے اور یہ بیان اللہ بخش یوسفی کا ہے۔ جو انہوں نے ۱۹۳۰ میں ہی دی فرنٹیئر ٹریجڈی کے نام سے رپورٹ کی صورت میں چھپوایا تھا۔ اسکے ۱۹۳۰ کے زمانے کے شائع شدہ پہلے ایڈیشن کے مطابق پشاور شہر کے عنوان سے تیسرے باب میں صفحہ نمبر ۲۴ پر رہنماؤں کی گرفتاری کی سرخی لگا کر لکھا ہے کہ گرفتاریوں کی خبر شہر میں آناً فاناً پھیل گئی اور اظہار یکجہتی کے طور پر عام ہڑتال ہوگئی۔

باب ۱۰ علامہ پوپلزئی کے آخری ساتھی

نوجوان سبھا کے دو کانگرسی ارکان اللہ بخش برقی اور غلام ربانی سیٹھی ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے تھے اور اس کے باوجود گھنٹہ گھر میں واقع نوجوان سبھا اور کانگرس کے دفتر کے باہر مشتعل لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو چکا تھا۔ نوجوان سبھا اور وار کونسل کے دو مزید ارکان عبدالغفور آتش اور روشن لعل روپوش تھے گو کہ ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے۔ ان میں سے عبدالغفور آتش رسالپور چھاؤنی اور روشن لعل لاہور میں جا کر روپوش ہو چکے تھے۔ اللہ بخش برقی جمعیت نوجوانان سرحد یا نوجوان سبھا کے سرگرم رکن اور اس جماعت کے اخبار نوجوان سرفروش کے ایڈیٹر بھی تھے۔ اس اخبار نے اپنی شعلہ بار تحریروں کے ذریعے عوام میں آزادی کے حصول کیلئے قربانی دینے کا جذبہ اور جوش وخروش پیدا کر رکھا تھا۔ پولیس کو صبح کے وقت اطلاع ملی کہ اللہ بخش برقی اور غلام ربانی سیٹھی گھنٹہ گھر کے قریب پارٹی کے دفتر میں موجود ہیں۔ اس پر پولیس پارٹی ان کے گرفتاری کے لئے پولیس وین سمیت وہاں پہنچ گئی۔ دونوں رہنماؤں نے دفتر کے برآمدے میں کھڑے ہو کر تقریر بھی کی۔ اس وقت عوام کا ایک بڑا جلوس وہاں جمع ہو چکا تھا۔ لوگ آزادی اور انقلاب کے نعرے لگا رہے تھے۔ پولیس نے ۹ بجے دفتر سے دونوں حریت پسندوں کو گرفتار کر لیا۔ لیکن جب ان دونوں کو پولیس وین میں بٹھا کر لے جایا جانے لگا تو مشتعل ہجوم نے گاڑی کے ٹائر کاٹ دیے۔ اور ایس ایس پی کے بیان کے مطابق چوک یادگار کے قریب ان دونوں کو چھڑا لیا گیا۔ لاریوں کے ٹائر ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے اور ہجوم دو سب انسپکٹروں کو ایک ای اے سی مجسٹریٹ سمیت بھگا لے گیا۔

یہ حالت دیکھ کر دونوں گرفتار شدگان نے تھانہ کابلی کے انچارج سب انسپکٹر علاوالدین کو مشورہ دیا کہ فی الحال ہمیں چھوڑ دیں تا کہ ہم خود تھانہ کابلی پہنچ کر گرفتاری پیش کر دیں۔ پولیس کو ان حریت پسندوں کی تجویز ماننے کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نظر نہ آتا تھا۔ چنانچہ ان دونوں کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا گیا کہ وہ از خود تھانہ کابلی میں آ کر گرفتاری دے دیں۔ جب دونوں حریت پسند تھانہ کابلی کی طرف روانہ ہوئے تو ایک بہت بڑا جلوس انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتا ہوا ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ تھانے تک پہنچ کر گرفتاری پیش کرنے کیلئے اندر داخل ہو گئے۔ تھانے کے باہر ہجوم ان کی رہائی کا مطالبہ کرنے لگا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہجوم نے پرامن طور پر احتجاج کیا تھا اور اس وقت تک

کسی نے پرتشدد احتجاج میں پہل نہ کی تھی۔ جبکہ آئی جی پی مسٹر آئس مونگر کے تحریری بیان کے مطابق پولیس اور فوج کو کسی ممکنہ کاروائی کیلئے ایک دن پہلے ہی تیار رہنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ تھانے میں سٹی مجسٹریٹ سعداللہ خان اور ڈپٹی کمشنر پشاور بھی پہنچ گئے تھے۔

تھانہ کابلی کے باہر ایک ایسے ہجوم کو جو تشدد میں پہل نہ کرنا چاہتا تھا، منتشر کرنے کے بہانے کچلنے کیلئے ڈپٹی کمشنر فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے۔ یکے بعد دیگرے چار آرمرڈ کاریں اتنی تیزی اور بے دردی سے شہریوں کے جلوس کی طرف آئیں کہ انہوں نے چھ سے زائد افراد کو بُری طرح روند ڈالا اور چھ سات افراد موقع پر ہی جاں بحق ہو گئے۔ تیسری آرمرڈ کار کے نیچے بھی دو پشاوری تھے۔ فوج کی طرف سے بربریت کے اس مظاہرے کے جواب میں انقلابی کارکنوں نے پتھر اور اینٹیں پھینکیں اور ایک موٹر سائیکل سوار انگریز کے (جو ایک آرمرڈ کار ہی سے الجھ کر گر پڑا تھا) سر پر کسی نے کلہاڑی سے وار کیا۔ بتایا جاتا ہے کہ جس شخص نے اس انگریز قاصد کے سر پر کلہاڑی سے وار کر کے اس کا کام تمام کر دیا تھا اس کا نام عبدالرحمٰن سقہ عرف مانی تھا۔ بعد میں اس پر دفعہ ۳۰۲ ضابطہ فوجداری کے تحت مقدمہ چلایا گیا لیکن اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ مل سکا۔ اس کے ساتھ ہی انگریز حکمرانوں نے دیسی گھڑ والی فوج کے سپاہیوں کو جو قصہ خوانی کے قریب مورچہ زن تھے، گولی چلانے کا حکم دیا۔ اس پر گھڑ والیوں کی شاہی گھڑ والی رائفل کی دو پلاٹونوں نے اپنے ہم وطن لوگوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ ان سے اسی وقت ہتھیار رکھوالئے گئے اور بعد میں ان کا کورٹ مارشل کر کے انہیں سنگین سزائیں دی گئیں۔ یہ بات سرکاری افسروں کے بیانات ہی سے پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ وہ پہلے ہی سے گولی چلانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس سے پہلے آئی جی پی کے بیان کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس ضمن میں ڈپٹی کمشنر پشاور مسٹر مٹکاف کا بیان جو ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ لائبریری صوبہ سرحد اور ٹرائبل ریسرچ سیل ریکارڈ بستہ نمبر ۵۸ فائل نمبر ۱۶۱۸ صفحہ نمبر ۲۴۲ وغیرہ میں موجود ہے مزید تصدیق کیلئے ضروری بھی ہے اور دلچسپی سے خالی بھی نہیں، جس میں ڈپٹی کمشنر تحریری طور پر کہتا ہے کہ میں صبح کے وقت پہلے ہی بریگیڈ یر سینڈ یلینڈ سے مل چکا تھا اور اس کے ساتھ طے کر چکا تھا کہ ضرورت پڑنے پر آرمرڈ کاریں ۱۵ منٹ کے اندر اندر اور فوجی کمک آدھ گھنٹے کے اندر تیار ہو گی۔ میں نے مسٹر شارٹ کے ساتھ بھی یہ طے کر لیا تھا کہ ضرورت پڑنے پر فرنٹئیر کانسٹیبلری والے نمک منڈی میں پوزیشن سنبھال لیں گے۔ آگے چل کر ڈپٹی کمشنر صورت حال کی اس طرح تصویر کشی تیار کرتا ہے۔ میں دوبارہ اپنی گاڑی میں ریلوے پل کی طرف بڑھا۔ جونہی ہم اس پل تک پہنچے

مسٹر سیلون اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس گھوڑے پر بھاگے ہوئے واپس آئے اور کہا کہ کابلی دروازے کے قریب ایک اتنا مشتعل ہجوم ہے کہ پولیس اسے قابو نہیں کر سکتی۔ خود مجھے بھی اینٹ سے مارا گیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ عوام کے ہجوم کے آگے ایک کلہاڑا بردار چل رہا تھا اور مظاہرین سب کے سب اینٹوں سے مسلح تھے۔

باب۱۱ گولی چلتی ہے

انگریز فوجیوں نے جلوس کے شرکاء پر اندھا دھند فائرنگ کردی۔ پہلے اس آرمرڈ کار میں سے فائرنگ ہوئی جو بے دردی سے گرفتار شدگان کی رہائی کا مطالبہ کرنے والے احتجاجی ہجوم پر چڑھ دوڑی تھی۔ اور اس نے درجن بھر افراد کو کچل ڈالا تھا۔ جن میں سے چھ سات موقع پر ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ ان بے گناہ افراد کی لاشیں دیکھ کر ہجوم میں لازمی طور پر اشتعال پیدا ہوا اور انہوں نے پتھر اور اینٹیں پھینکنے کے بعد کوئی اثر نہ ہونے پر شاہ ولی قتال میں واقع صوفی اور گامے کی دکانوں کے بانس کھینچ لئے۔ اور اس طرح وہ آگے بڑھتی ہوئی فوج کو روکنے کی کوشش کرتے رہے۔ بعض لوگوں نے ٹھیلے، صندوق، تاریں اور مختلف اشیاء پھینک کر کوشش کی کہ آرمرڈ کاروں کی راہ میں کچھ رکاوٹ ڈالی جا سکے۔

جن رضا کاروں نے آگے بڑھ کر لاشیں اٹھانے کی کوشش کی، انہیں اندھا دھند گولی چلا کر شہید کر دیا گیا۔ ہجوم اس شرط پر منتشر ہونے کیلئے تیار تھا کہ انہیں لاشیں اٹھا کر لے جانے دیا جائے۔ لیکن انہیں شہدا کی لاشیں ساتھ لے جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ شروع شروع میں مشہور کانگرسی رہنما حکیم عبدالجلیل ندوی بھی قصہ خوانی میں موجود تھے کیونکہ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جو گرفتار نہ ہوئے تھے۔ انہوں نے حالات خراب ہوتے دیکھ کر فریقین کو امن و عافیت کی بہت تلقین کی، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ پٹیل کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق انہوں نے حکام کو یہ مشورہ بھی دیا کہ جلوس کو منتشر کرنے کے لئے وہ گولی چلانے کی بجائے پائپوں سے جلوس پر پانی گرائیں۔ لیکن اس تجویز پر بھی عمل نہ کیا گیا۔ ادھر لوگ اس بات پر مصر تھے کہ انہیں اپنے مرنے والوں اور زخمیوں کو لے جانے کی اجازت دی جائے۔ کسی نے ڈپٹی کمشنر مسٹر مٹکاف کے سر پر ایک اینٹ دے ماری۔ اس کا چہرہ زخمی ہوا۔ وہ بھاگ کر تھانے میں پناہ گزیں ہوا ہی تھا کہ چکرا کر سیڑھیوں میں گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ پٹیل کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق تھانے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اسے چکر آ گیا تھا اور اسی سے گر کر وہ بے ہوش ہوا تھا۔ ڈپٹی کمشنر نے خود لکھا ہے کہ ہجوم نے پھر تھانے پر ایک بھرپور دھاوا بول دیا اور ہم سب تھانے میں دھکیل دیئے گئے۔ ہمارے ساتھ ایف سی کے دو تین سوار بھی گھوڑوں سمیت تھانے کے اندر دھکیل دیئے گئے۔ قریباً اسی وقت مجھے کسی نے چہرے (سر) پر ایسا مارا کہ میں بے ہوش ہو گیا۔ ڈپٹی کمشنر نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجھے گولی چلانے کا حکم دینا صحیح یاد نہیں لیکن میں اس معاملے میں واضح رائے رکھتا ہوں کہ مار کھانے سے پہلے حفاظت خود

اختیاری میں ایسا حکم دینا ضروری تھا۔(ضلع پشاور میں گڑبڑ ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر ۵۸ فائل نمبر ۱۶۱۸صفحہ نمبر۲۴۲ جلد نمبرا اور ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ وغیرہ آرکائیوز لائبریری سرحد)۔

گولی چلائے جانے کے عمل کو بیان کرتے ہوئے ایس ایس پی مسٹر فکس نے لکھا ہے کہ فائرنگ کے دوران ہی سٹی کے اے ایس پی گور کھڑی سے سٹی پولیس کی طرف آتے ہوئے قصہ خوانی پہنچے تو مشتعل ہجوم میں سے گزرتے ہوئے انہیں بھی ڈنڈوں اور پتھروں سے مارا گیا۔ نہ صرف آرمرڈ کاروں کے اندر سے گولی چلائی جارہی تھی بلکہ آرمرڈ کاروں سے باہر باقی فوجی بھی گولیاں برسا رہے تھے۔ گولی چلنے کا یہ پہلا دورانیہ صبح ساڑھے دس بجے سے دوپہر بارہ بجے تک جاری رہا۔ فائرنگ شروع ہونے کے بعد بعض انقلابی حریت پسند آگے بڑھے اور انہوں نے اس آرمرڈ کار کو آگ لگا دی جس نے کئی افراد کو کچل ڈالا تھا۔ کسی نے کہا کہ ایک نوجوان سید علاوالدین نامی نے آرمرڈ کار کی پیٹرول ٹنکی کو آگ لگا دی تھی۔ تاہم بعض چشم دید گواہوں کا بیان ہے کہ ایک نوجوان نے جس کی شادی ایک روز قبل ہوئی تھی زری کی شیروانی پہن رکھی تھی اس نے یکا یک آگے بڑھ کر اپنی نئی شیروانی کو قریب واقع ایک دکان میں مٹی کے تیل کے پیپے میں تر کیا اور آگ لگا کر آرمرڈ کار پر پھینک دی۔ یہ نوجوان ایک ہندو تھا اور محلّہ جوگن شاہ کی پہلی مسجد کے ساتھ ہی اس کا گھر تھا۔

اس واقعے کے ایک عینی شاہد انور خان دیوانہ ہیں۔ جو ایک عرصے تک ایک مقامی اخبار میں "باتیں ایک دیوانے کی" کے زیر عنوان کالم لکھتے رہے ہیں۔ ان کی عمر معرکہ قصہ خوانی کے وقت قریباً گیارہ سال تھی۔ وہ بتاتے ہیں کہ میں محلّہ جنگی میں واقع پل پر کھڑا تھا کہ اچانک ایک موقع پر لوگوں کا ایک بڑا ریلا پیچھے ہٹتا ہوا پل پر آ گیا۔ مجھے ایک شخص نے پہچان لیا اور وہاں سے اٹھا لیا۔ مجھے آج بھی اس کے الفاظ اچھی طرح یاد ہیں جو اس نے ہندکو میں کہے تھے کہ یہ تو سلطان کا بھانجا ہے۔ بہر حال جتنے چشم دید واقعات اس بارے میں بتائے جاتے ہیں ان سے ایک بات کی ضرور تصدیق ہوتی ہے کہ لوگ گولیوں کی بوچھاڑ میں بھی شہیدوں کو بے گور و کفن چھوڑ کر واپس جانے کو تیار نہ تھے۔ بلکہ مسٹر جین شارپ نے عدم تشدد کی تحریکوں کے تذکرے میں یہاں تک لکھا ہے کہ لوگ رضا کارانہ طور پر سامنے آ کر سپاہیوں کے سامنے سینہ تان کر کہتے کہ "چلاؤ گولی ہم پر" گولیوں کی بوچھاڑ میں کئی افراد کو خاک خون میں ۱۲ بجے تک تڑپانے کے بعد ڈیڑھ بجے دوپہر اندھا دھند گولیاں برسانے کا دوسرا دور چلایا گیا۔ یہ دورانیہ پانچ بجے شام تک چلتا رہا۔ اس میں بچے، بوڑھے، جوان کی کوئی تمیز روا نہ رکھی گئی بلکہ جلوس کے

شرکاء کے علاوہ گلی کوچوں میں کوئی بھی شخص نظر آتا تو اس کو بھی چھلنی کر دیا جاتا۔ کئی بار بالا خانوں میں اوپر کی طرف گولیوں کا رخ پھیر دیا گیا۔

نوجوان بھارت سبھا کے رہنما کا کا جی صنوبر حسین مہمند جو رات بھر علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے ہاں روپوش رہے تھے خود بھی اس وقت عبدالرؤف وکیل کے بالا خانے پر قصہ خوانی میں موجود تھے۔ ان کے ساتھ اس وقت سید امیر بادشاہ اور محمد اکرم خان بھی موجود تھے۔ محمد یونس قریشی نے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ وہ بھی ان کے ساتھ وہاں موجود تھے۔ اندھا دھند فائرنگ کرنے کے دوران ایک افسر نے ایک گھوڑ سوار فوجی کو عوام پر سامنے سے گولی چلانے کا حکم دیا لیکن اس نے انکار کیا۔ اس پر افسر نے جھنجلاہٹ میں اسی گھوڑ سوار پر فائر کر دیا۔ گولی اس کے گھوڑے کو لگی اور گھوڑا وہیں مر گیا۔

جب انگریزی فوج اور عوام آمنے سامنے تھے تو دست بدست لڑائی کا واقعہ بھی پیش آیا جس میں ایک دراز قد پشاوری شخص تین چار سرکاری افراد کے ساتھ دو دو ہاتھ کر رہا تھا۔ اس واقعے کی تصدیق انگریز ایس ایس پی مسٹر فوکس نے اپنے بیان میں کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ایک لمبا تڑنگا پشاوری رائیل ٹینک کور کے لفٹنٹ سنج سے مشت و گریبان ہو گیا اور ان سے ان کا خود کار پستول چھیننے لگا۔ انسپکٹر بشیر احمد ان کی مدد کو لپکے اور اس پشاوری کو لاٹھی سے مار کر اس کی گرفت ڈھیلی کی اور اس سے خود کار ہتھیار چھڑایا جس سے انسپکٹر کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں اور بائیں ران زخمی ہو گئی۔ اس واقعے کو مزید وضاحت سے ڈپٹی کمشنر مسٹر مٹکاف نے اس طرح بیان کیا ہے کہ " آخر میں ہجوم ہم پر چڑھ دوڑا۔ جس سے ہم گاڑی کی طرف پیچھے بھاگ کر تھانہ اے ڈویژن کی دہلیز تک جا پہنچے۔ اس وقت آرمرڈ کاروں کا ایک افسر جو ہاتھ میں ایک ریوالور لئے میرے ساتھ موجود تھا، اس پر ایک (بلوائی) نے حملہ کر دیا اور اس سے ریوالور چھیننے لگا۔ وہ (افسر) مدد کیلئے شور مچانے لگا۔ تو کپٹن کاب، میں اور پولیس کا ایک سپاہی تینوں مل کر زور لگانے لگے اور اس بلوائی سے ہتھیار واپس لے لیا"۔

یہ ساری کاروائی جو صبح دس بجے شروع کی گئی تھی شام چار بجے تک جاری رکھی گئی اور ایس ایس پی کے بیان کے مطابق فوج کے گور کھٹڑی تک پہنچنے میں شام کے چار بج چکے تھے۔ اور اس کے بعد لاہوری گیٹ کو جانے والے راستہ کا رخ کیا گیا۔ کیونکہ حریت پسندوں نے قصہ خوانی سے چوک یادگار تک راستے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر گڑھے کھود ڈالے تھے تا کہ آرمرڈ کاروں کو مزید پیش قدمی سے روکا جا سکے۔ اس کے ساتھ انہوں نے صندوق، ڈرم، تختے، کھمبے وغیرہ سڑک پر ڈال کر مزاحمت کرنے

کی کوشش کی تھی۔ شام تک قصہ خوانی بازار میں لاشوں کے انبار لگ چکے تھے۔ چنانچہ سید امیر بادشاہ کا بیان ہے کہ انہوں نے عبدالرؤف ایڈوکیٹ کے بالا خانے سے بچشم خود دیکھا کہ تین لاریوں میں لاشیں بھری جارہی تھیں۔ادھر زخمیوں کو ہسپتال لے جانا بہت مشکل ہو گیا تھا کیونکہ جنرل ہسپتال کے تمام دروازے بند کر کے فوجی پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ چنانچہ ان دنوں سردار امر جی خالصہ چیف ایجنٹ پیپلز انشورنس کمپنی اور سید قاسم جان صاحب نے لاہور جا کر جو بیان پریس میں دیا تھا اس میں بھی اس بات کا ذکر تھا۔ یہ بیان " فرنٹیئر ایڈوکیٹ پشاور " اور روزنامہ " شہباز " کے استقلال نمبر میں بعد میں بھی شائع ہوا ہے۔اس کے مطابق اس بیان میں کہا گیا تھا کہ جنرل ہسپتال جانا بہت مشکل تھا کیونکہ اس کے تمام پھاٹک بند تھے اور اس پر فوجی پہرہ لگا ہوا تھا۔ یہ ہسپتال شہر سے باہر ہے۔ گویا مُردوں اور زخمیوں کو وہاں سے لے جانا بہت مشکل تھا۔اس کے باوجود رضا کاروں نے ساٹھ لاشیں کسی طریقے سے خلافت کے دفتر پہنچانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ اور کئی زخمیوں کو بھی پہلے دفتر پہنچانے اور بعد میں نجی طور پر ان کی مرہم پٹی کرنے کا بندوبست کر لیا گیا۔

سینکڑوں لوگوں کو احتجاج کرنے کی پاداش میں شہید کرنے کے بعد فوج نے شام چھ بجے کانگرس کے دفتر پہنچ کر وہاں موجود اس کا ریکارڈ اپنے قبضے میں لے لیا۔فوجیوں نے دیکھا کہ ایک مدرسے میں دو لاشیں رکھی گئیں ہیں جو شام کو خلافت کے دفتر لائی گئیں اور پھر دفتر کے قریب مدرسے میں رکھی گئیں تھیں، تو وہ یہ لاشیں بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ رضا کار جو لاشیں اٹھا کر لے آئے تھے وہ ان کے دفاتر محلّہ خداداد، منڈی بیری، موچی پورہ وغیرہ میں رکھی گئی تھیں اور انہی مقامات پر مسجدوں اور خانقاہوں وغیرہ میں دفنا دی گئیں۔بعض غیر مسلموں کی لاشیں نذر آتش کی گئیں۔نوجوان تحریک کے دفتر پر بھی فوج نے چھاپہ مارا۔اس وقت انچارج رام گنج والا وہاں موجود تھا۔اس نے اندر سے دروازہ بند کرنے کے بعد تحریک کا تمام ریکارڈ اور لٹریچر ایک صندوق میں بند کرنے کے بعد بالائی منزل پر جا کر دفتر سے ملحقہ عبداللہ جان چمڑے والے کے گھر اسکی بیوی کے حوالے کر دیا۔اور خود عبداللہ جان کے گھر کی طرف سے باہر نکل کر روپوش ہو گیا۔عبداللہ جان کے گھر کا دروازہ محلّہ خویشگی میں تھا۔ بعد میں یہ صندوق چوک گاڑی خانہ (علامہ عبدالرحیم پوپلزئی روڈ) میں عبدالرشید نجار کے گھر پہنچا دیا گیا۔اور جب سیاسی قیدی رہا ہوئے تو یہ ریکارڈ جماعت کے حوالے کر دیا گیا۔

صوبہ سرحد کے صدر مقام پشاور میں لڑے جانے والے اس معرکہ آزادی کی خبر اتمان زئی

میں خان عبدالغفار خان تک بھی پہنچ گئی۔ان کو وار کونسل کے حریت پسند رہنماؤں کا سول نافرمانی شروع کئے جانے کا اطلاع نامہ پہلے ہی بھیجا جا چکا تھا۔اور اتمان زئی کے جلسہ عام (منعقدہ ۱۹ اپریل ۱۹۳۰ اور ۲۰ اپریل ۱۹۳۰) میں پشاور کے مولانا خان میر ہلالی نے بنفس نفیس سٹیج پر پہنچ کر ۲۳ اپریل کو سول نافرمانی شروع کئے جانے کا اعلان کر دیا تھا۔(پولیس ریکارڈ) حالانکہ خان عبدالغفار خان نے پشاور کے کارکنوں سے درخواست کی تھی کہ وہ اس وقت تک کوئی اقدام نہ کریں جب تک اتمان زئی نیشنل سکول کا جلسہ نہ ہو لے۔اس کے علاوہ انہوں نے اتمان زئی کے جلسہ عام میں ہی اپنے دوستوں کو مشورہ دیا کہ وہ حکومت کو مالیہ ادا کریں۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں اپنا مالیہ ادا کر چکا ہوں۔(سرحد اور جدوجہد آزادی)۔

اس سلسلے میں سرحد اور جدوجہد آزادی کے مصنف اور تحریک خلافت کے مشہور رہنما اللہ بخش یوسفی نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ "عبدالغفار خان نے جب دیکھا کہ اس کے مشورے کو قبول نہیں کیا جار ہا اور پشاور میں قانون شکنی کا اعلان بھی ہو گیا تو وہ ۲۳ اپریل کو صبح سویرے اپنے گاؤں سے نکلے تا کہ پشاور پہنچ کر اس قانون شکنی کو روکنے کی کوشش کریں لیکن انگریز کی حماقت سے پشاور کے قریب موضع نحقی پہنچے تھے کہ گرفتار کر لئے گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے زیر دفعہ ۴۰ قوانین جرائم سرحد انہیں تین سال کیلئے قید و بند میں ڈال دیا گیا تھا۔(سرحد اور جدوجہد آزادی صفحہ نمبر ۵۰۰)۔جناب اللہ بخش یوسفی کے بیان سے باچا خان کے رویہ سے متعلق جو تاثر بھی ابھرتا ہو لیکن تحریک آزادی میں باچا خان کے جرآت مندانہ کردار کے پیش نظر اس کی ایک وجہ یہ نظر آتی ہے کہ چونکہ وہ سانحہ قصہ خوانی سے دو دن پہلے سرخ پوش جماعت کی سیاسی تحریک شروع کر چکے تھے اور اپنی گرفتاری سے قبل اس نوزائیدہ جماعت کے حوالے سے بعض اہم اقدامات شروع کرنے کا پروگرام بنا رہے تھے، اس لئے اس نازک موڑ پر وہ حریت پسندوں کی طرف سے قانون شکنی کو مناسب نہیں سمجھتے تھے۔

بہر حال جو معلومات سرکاری دستاویزات سے پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہیں ان کے مطابق خان عبدالغفار خان اپنے ساتھی چارسدہ کے دیگر چار خان صاحبان کے ساتھ بس میں سوار ہو کر پشاور کی طرف آ رہے تھے کہ تھانہ نحقی کے قریب انہیں پولیس نے بس سے اتار لیا اور پشاور میں حالات خراب ہونے کے باعث ان سے بھی کہا کہ وہ دفعہ ۴۰ سرحدی کے تحت ضمانت دیں۔ضمانت نہ دینے پر انہیں ان کے چاروں دوستوں عبدالاکبر خادم، میاں احمد شاہ، حاجی شاہنواز خان اور سرفراز خان سمیت

گرفتار کرلیا گیا۔ اور انہیں صوبائی دارلحکومت نہیں جانے دیا گیا جو اصل میدان جنگ بنا ہوا تھا۔ خان عبدالغفار خان کی گرفتاری کا واقعہ ان کے انٹرویو میں خود ان کی زبانی اس طرح بیان ہوا۔ یہ انٹرویو کے بی نارانگ نے ریکارڈ کیا تھا۔ خان عبدالغفار خان نے کہا، "اپریل ۱۹۳۰ء میں خدائی خدمت گاروں کا اتمان زئی میں ایک بڑا جلسہ ہوا۔ جلسہ کے بعد میں پشاور جارہا تھا لیکن راستے میں نخکی تھانہ پر مجھے گرفتار کرلیا گیا۔ اور واپس چارسدہ لایا گیا۔ میاں احمد شاہ جو ہمارے صدر تھے عبدالاکبر خان ہمارے سیکرٹری، سالار سرفراز خان اور حاجی شاہنواز خان جو جلسہ کے منتظمین تھے بھی سب گرفتار کر لئے گئے۔ میری گرفتاری کا جو ایک اہم نتیجہ نکلا میں اسے یہاں بیان کروں گا۔ جب میں نخکی تھانے پر گرفتار ہوا تو میرے ساتھ کوئی خدائی خدمت گار رضا کار نہ تھے۔ نخکی کے لوگ بہت ناراض تھے اور انہوں نے کہا کہ انگریزوں کا باچا خان کو ہمارے ضلع میں گرفتار کرنا ایک توہین ہے۔ انہوں نے اپنے غم و غصے کا اظہار اس انداز سے کیا کہ مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ وہ سب خدائی خدمت گار بن گئے اور اس سے تحریک کو بڑی شہرت مل گئی۔ اس طرح انگریزوں کی نظر میں بھی میرا مقام کچھ زیادہ ہو گیا"۔

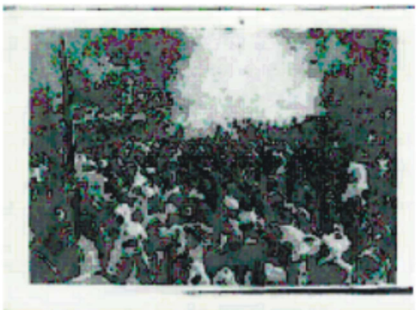
قصہ خوانی کا یہ خونیں معرکہ ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کو بدھ کے دن لڑا گیا تھا۔ اس سے اگلے روز پشاور سنٹرل جیل کے قیدیوں نے بھی ایک معرکہ لڑا۔ اور جمعہ ۲۵ اپریل ۱۹۳۰ء کو مسجد قاسم علی خان میں نماز جمعہ کے بعد تقریر کرتے ہوئے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے والد محترم مولانا عبدالحکیم صاحب نے کہا کہ پولیس نے میرے بیٹے عبدالرحیم کو بھی گرفتار کیا ہے۔ اور جتنے لوگ بھی اس مقصد کے حصول کیلئے گرفتار ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اس عظیم مقصد میں کامیاب کرے۔ انہوں نے کہا کہ کفار نے ۱۳۰۰ سال بعد اپنا انتقام لیا ہے۔ انہوں نے دعا کی کہ رب ذوالجلال کفار کو نیست و نابود کرے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت نے شہر میں یہ گمراہ کن پروپیگنڈہ شروع کرا دیا ہے کہ گڑبڑ کی وجہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی اختلاف ہیں۔ انہوں نے اس پروپیگنڈے کو لغو اور بے سروپا قرار دیا۔



کابلی دروازہ (ایڈورڈز گیٹ) 1930ء میں۔



سانحہ قصہ خوانی: رہنماؤں کی گرفتاری کا منظر۔



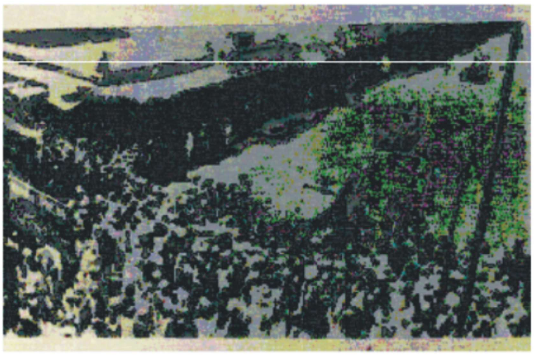
سانحہ خوانی کے بعد حریت پسندوں کا احتجاجی جلسہ۔



سانحہ قصہ خوانی: شہر میں فوج کی آمد



معرکہ قصہ خوانی: انگریزی فوج اور حریت پسند آمنے سامنے غیور گھڑوالیوں
کا نہتے عوام پر گولی چلانے سے انکار۔



معرکہ قصہ خوانی:۔ گولی چلنے کا منظر







سانحہ قصہ خوانی: گورا فوج کی واپسی۔



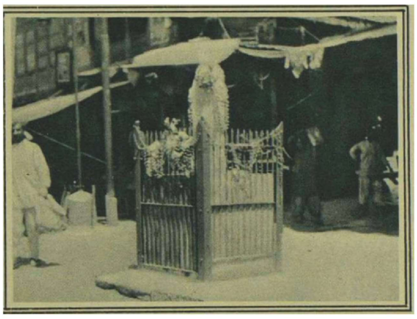
سانحہ قصہ خوانی: مشتعل مظاہرین نے آرمرڈ کار کو آگ لگادی۔



سانحہ قصہ خوانی کے بعد گورے قصہ خوانی کی عمارت سے نظارہ کرتے ہوئے



یادگار شہداء قصہ خوانی کی تصویر جو 27 اپریل 1930ء کو لی گئی۔
اس دن یہ یادگار پہلی دفعہ بنائی گئی۔



اگلے دن 28 اپریل 1930ء کو اس پہلی یادگار کے گرد سلاخوں کا جنگلہ لگا دیا گیا۔



سرخ اور سبز یادگاریں

باب ۱۲

اسیران فرنگ اور شہداء

عام گرفتاریاں:۔

۲۳ اپریل ۱۹۳۰ کو کھیلے جانے والے خاک وخون کے اس کھیل کے بعد جو پروانے اس روز ارض وطن پر قربان ہونے کی منزل نہ پا سکے تھے، برابر اپنے طور پر علم بغاوت بلند کرتے رہے۔ سانحہ کے ایک دو روز بعد ہی مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے تاریخی یادگار جامع مسجد قاسم علی خان میں غیر ملکی آقاؤں کے جرواستبدار کو پھر للکارا اور کھل کر حریت پسندوں کے عظیم مقصد میں کامیابی کی دعا کی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے انگریز حکمرانوں کو کفار کہہ کر ان کے نیست ونابود ہونے کی بد دعا بھی کی۔ حالانکہ ۲۳ اپریل کو شروع ہونے والے مظالم مسلسل جاری تھے اور پشاور کے باسیوں کیلئے حکمرانوں نے جینا دشوار کر رکھا تھا۔ پوری آبادی ڈری اور سہمی ہوئی تھی لیکن مجاہدوں کا حوصلہ بلند تھا۔ ۲۳ اپریل کے واقعے پر اس شدید ردعمل کے بعد تقریباً مسلسل مفتی عبدالحکیم پوپلزئی اور ان کی جماعت تحریک خلافت صوبہ سرحد اپنے اس کام میں مصروف عمل رہی۔ چنانچہ ۲۷ اپریل کو ۱۹۳۰ کو بھی اس جماعت کے زیر اہتمام شاہی باغ پشاور میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس کی کاروائی کی تفصیل کا سرکاری ریکارڈ ڈپٹی کمشنر کی ڈائری اور دوسری فائلوں میں آرکائیوز سرحد کے پاس محفوظ ہے۔ اسی طرح ۳ اور ۴ مئی کی درمیانی رات کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی جماعت نوجوان تحریک نے یادگار شہداء پر ایک جلسہ عام منعقد کیا جس میں کاکا جی صنوبر حسین مہمند نے تقریر کی اور بھگت سنگھ اسیر فرنگ کی طرف سے اہلیان پشاور کی جرات اور عظیم قربانیوں کے اعتراف کے طور پر یادگار شہداء پر پھول نچھاور کئے گئے۔ اس روز نوجوان تحریک والوں نے ہی پہلی بار یادگار شہداء پر پھولوں کی چادریں چڑھائی تھیں۔ اس سے اگلے روز یعنی ۴ مئی ۱۹۳۰ کو عام گرفتاریاں شروع ہوگئیں اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جو لوگ گرفتار کر لئے گئے ان میں سردار عبدالرب نشتر، پیر بخش خان وکیل، عبدالعزیز خوش باش، غازی محمد عثمان سر عسکری، سردار کاہن سنگھ، حاجی کرم الٰہی، امیر چند رنگین، سردار ملاپ سنگھ، آغا سید قاسم شاہ، وزیر محمد نجار، اتم چند، بخشی فقیر چند وید، اچرج رام، ماسٹر شیر علی، اللہ بخش یوسفی، ڈاکٹر گیلانی، مہاشہ کرشن اور مفتی میر احمد شامل تھے۔ ان رضا کاروں اور رہنماؤں کو چھ ماہ سے دو سال تک کی مختلف المیعاد سزائیں دی گئیں۔

شمع آزادی کے پروانے:۔

یوں تو اس معرکہ آزادی میں سینکڑوں حریت پسندوں نے جان کا نذرانہ پیش کیا اور اللہ بخش یوسفی نے اپنے مقدمے کے دوران ۳۲۵ شہداء کی فہرست عدالت میں داخل کی تھی۔ (بمطابق سرحد اور جدوجہد آزادی صفحہ ۵۰۵)۔ لیکن فوری طور پر تمام کے تمام شہداء کا پتہ لگانا اس لئے مشکل تھا کہ کئی لوگ انگریزی فوج کی دہشت گردی کے ڈر سے اپنے شہداء کے نام خفیہ رکھنا چاہتے تھے۔ ان حالات کے باوجود کانگرس نے ۳۰ اپریل تک جن ہلاک شدگان، زخمیوں اور لاپتہ لوگوں کی فہرست مرتب کر کے ابتدائی طور پر اپنے اعلامیہ نمبر ۱۰ میں جاری کی اور یہ فہرست سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر ۵۸ فائل ۱۰۰۱ میں بھی موجود ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل افراد کا ذکر تھا۔

ہلاک ہونے والے:

۱۔ ایک نامعلوم عورت جو اپنے ہلاک ہونے والے خاوند کی لاش پر ماتم کرتی ہوئی ہلاک کر دی گئی۔

۲۔ آغہ محمد عرف طلانگہ ولد مامزے محلّہ کوٹلہ رشید خان علاقہ گنج

۳۔ نامعلوم سکنہ مستوخیلاں

۴۔ نامعلوم سکنہ میرہ کچوری ارباب صاحب

۵۔ الٰہی بخش ولد محمد صادق طالب علم جماعت دہم کالجیئٹ سکول محلّہ سبزی منڈی گنج رضا کار خلافت کمیٹی

۶۔ گل محمد ولد میاں جیلانی زمیندار محلّہ گندی ویڑہ

۷۔ والی گائی ولد نامعلوم دفن شدہ قبرستان احاطہ اخوند صاحب

۸۔ غلام احمد ولد محمد نواز محلّہ باجوڑی کلاں

۹۔ سردار ولد پیراں دتہ خاکروب باجوڑی گیٹ

۱۰۔ ملنگ شاہ ولد احمد شاہ محلّہ کاکڑاں

۱۱۔ دسوندی رام ولد پیٹرامل مشین گن کے نیچے آکر ہلاک

۱۲۔ غلام حسین ولد میاں خان محلّہ سرائے لطیف

۱۳۔ قمر گل ولد خان گل کوچوان محلّہ گلاب خانہ

۱۴۔ تیغ علی ولد نامعلوم مسافر عندلیب قوال کے بالا خانے کے قریب جاں بحق

۱۵۔ شہید باز ولد شہباز کوچی عمر خیل سرائے ابراہیم

۱۶۔ عمر خان ولد گل محمد خان ساکن لغمان سرائے ابراہیم

۱۷۔ شیر باز ولد نامعلوم سرائے چائی نمک منڈی

۱۸۔ میند او لد نامعلوم ذات مہمند سرائے چائی نمک منڈی

۱۹۔ شیر ولد نامعلوم قبائلی سرائے کرم چند نمک منڈی

۲۰۔ عمر خیل ولد نامعلوم قبائلی سرائے کرم چند نمک منڈی

۲۱۔ حاجی ولد نامعلوم مسافر سرائے غلام رسول عبدالغفور

۲۲۔ آغا خان ولد ظریف خان تاجک نمک منڈی

۲۳۔ چوہدری عبداللہ ولد محمد بٹ کشمیری سکنہ محلّہ چکلہ

۲۴۔ عبدالمجید ولد بھولو پتر محلّہ گاڑی خانہ

۲۵۔ مستقیم ولد نامعلوم محلّہ پنڈ تاں نزد سبز ڈھیر

۲۶۔ زیارت گل ولد سید گل آف سوات سکنہ سرائے میر یحییٰ ڈھکی نعلبندی

۲۷۔ عبدالغفار خان ولد قاسم خان تانکڑ آف افغانستان محلّہ بیلداران

۲۸۔ دیوراج عرف طوطا رام ولد نامعلوم خادم بھیجو درزی محلّہ ڈھکی دالگراں

۲۹۔ مستانہ ولد نامعلوم مسافر ڈھکی نعلبندی

۳۰۔ تیوزان ولد نامعلوم آف تحصیل تختی حال سکنہ نعلبندی

۳۱۔ رمضان ولد نامعلوم مسافر نمک منڈی

۳۲۔ دلیل ولد جہانگیر گڑھی سموزئی سوات عمر ۲۹ سال

۳۳۔ غفار مالی جبی والا

۳۴۔ ولی محمد ولد جمعہ بہشتی آف ہوتی مردان

۳۵۔ چھ ترکستانیوں میں سے ایک کی لاش

۳۶۔ نامعلوم ولد نامعلوم اچینی پایاں تپہ خلیل

۳۷۔ نامعلوم ولد نامعلوم محلّہ بھوانی داس

۳۸۔ نامعلوم ولد نامعلوم محلّہ بھوانی داس

۳۹۔ اکرم خان ولد غفور سواتی محلّہ دفتر بنداں

۴۰۔ عبدالجلیل ولد داؤد محلّہ تکیہ سنگاں پشاور

۴۱۔ فضل رحمان ولد سلطان محلّہ جٹاں

۴۲۔ عبدالمجید ولد رحیم بخش محلّہ گلاب خانہ

۴۳۔ محمد عالم ولد فضل نور سرائے عبداللطیف پشاور

۴۴۔ صفدر ولد جمال آف محلّہ کچاوڑی

۴۵۔ مستقیم ولد نامعلوم آف محلّہ کاکڑاں

۴۶۔ عبدل ولد نامعلوم مسافر محلّہ ککڑاں

۴۷۔ پہلوان گل ولد نامعلوم محلّہ ککڑاں

۴۸۔ گل رحمان ولد شیر دل نمک منڈی پشاور

۴۹۔ گل خان ولد نامعلوم نمک منڈی پشاور

۵۰۔ محمد اشرف ولد نامعلوم نمک منڈی پشاور

۵۱۔ میاں داؤد ولد نامعلوم ہزارخوانی

۵۲۔ محمد افضل ولد نامعلوم مسافر

۵۳۔ فضل دین ولد محمد بخش ضلع ہزارہ

۵۴۔ آغا محمد ولد امام بخش محلّہ ڈبگری پشاور

۵۵۔ فضل محمد ولد نور محمد سرائے شہباز پشاور

۵۶۔ محمد دین ولد نامعلوم محلّہ کچھی

۵۷۔ دلاور ولد نامعلوم مسافر

۵۸۔ اکرم ولد نامعلوم مسافر

۵۹۔ غفور خان ولد نامعلوم ہزارخوانی

۶۰۔ زاہداللہ ولد نامعلوم مسافر

۶۱۔ کریم شاہ ولد داؤد شاہ مسافر

۶۲۔ مدح خان ولد نامعلوم ڈھکی نعل بندی پشاور

۶۳۔ عبدالاحد ولد محمد چکلہ پشاور

۶۴۔ فقیر محمد ولد نامعلوم محلّہ بھوانی داس

۶۵۔ عبدالغفار ولد نامعلوم محلّہ گنج

۶۶۔ داؤد گل ولد نامعلوم سدوزئی

۶۷۔ کلنگ ولد نامعلوم محلّہ گنج پشاور

۶۸۔ شاہ افضل ولد نامعلوم موضع ختی

۶۹۔ سید محمد ولد نامعلوم پنڈی گھیپ

۷۰۔ لالے ولد شیر دل محلّہ موچی پورہ رضا کار خلافت کمیٹی

۷۱۔ محمد سید ولد فضل محلّہ ڈبگری رضا کار خلافت کمیٹی

۷۲۔ میر غلام شاہ ولد نواب شاہ رضا کار خلافت کمیٹی

۷۳۔ مستقیم ولد فضل اچینی پایاں

۷۴۔ ایک ہندو نوجوان نامعلوم

۷۵۔ ایک سکھ نوجوان نامعلوم

۷۶۔ مستقیم ولد نامعلوم چانہ

۷۷۔ محمد شاہ ولد زرغن شاہ عمر ۳۰ سال چمنی جلال آباد

۷۸۔ جمدادخان کوچی قبائلی

۷۹۔ موسیٰ ولد رحیم گل کوچی قبائلی

زخموں سے چور حریت پسند:۔

۸۰۔ عبدالحلیم ولد عبدالحکیم محلّہ ملاں فضل مکان نمبر ۹۱۷

۸۱۔ محمد یونس ولد میاں محمد بخش صراف محلّہ گندی ویڑہ مکان نمبر ۲۱۲۷ جس کی گولی لگنے سے ٹانگ کٹ گئی۔

۸۲۔ میر ودست ولد نامعلوم علاقہ محمود شاہ سید محلّہ مقرب خان جسے ٹانگ پر گولی لگی۔
۸۳۔ محمد جمیل ولد دلاور بھاسانی محلّہ مقرب خان۔
۸۴۔ عالم ولد محمد صدیق عمر ۲۰ سال محلّہ پکا میر پورہ مشین گن کے نیچے آ گیا۔
۸۵۔ فقیر محمد ولد متولی ضلع ہزارہ سکنہ محلّہ جٹاں جس کو ہاتھ کی پشت پر ریوالور کی گولی لگی۔
۸۶۔ غلام جان ولد جمعہ خان محلّہ شیخان جس کو پسلی پر گولی لگی۔
۸۷۔ فضل دین ولد نامعلوم منڈی مدن سنگھ جسے ٹانگ پر گولی لگی۔
۸۸۔ وزیر محمد ولد مہر دل محلّہ جہانگیر پورہ مکان نمبر ۳۲۱
۸۹۔ عبدالرحمٰن عرف جانی ولد سجانی محلّہ بڑھ مکان نمبر ۳۰۹
۹۰۔ عبدالقیوم عرف ماٹھ ولد عبدالخالق محلّہ چنا بازار بھا گوشاہ
۹۱۔ رحیم گل ولد بازو بھانہ ماڑی جس کے پاؤں پر مشین گن چڑھ گئی تھی۔
۹۲۔ ایک نامعلوم زخمی
۹۳۔ ایک نامعلوم زخمی
۹۴۔ جمیل ولد مصلی سرائے ارباب صاحب نزد ڈبگری دروازہ، جسے گردن پر زخم آیا۔
۹۵۔ شیر ولی ولد کاظم محلّہ ککڑاں جو مشین گن کے نیچے آ گیا۔
۹۶۔ گیان چند کا ایک نوکر جسے سینے پر گولی لگی۔
۹۷۔ گل جی ولد غلام ربانی محلّہ آسودت
۹۸۔ فقیر محمد ولد نامعلوم محلّہ جٹاں
۹۹۔ محمد یعقوب ولد فضل قادر رضا کار کانگرس و خلافت کمیٹی
۱۰۰۔ احمد اللہ ولد نامعلوم محلّہ گلاب خانہ
۱۰۱۔ جو شم کوہستانی ولد نامعلوم محلّہ چکلہ
۱۰۲۔ صمد و ولد نامعلوم بہشتی محلّہ چکلہ
۱۰۳۔ خان محمد ولد نامعلوم محلّہ سرکیان
۱۰۴۔ گل محمد ولد نامعلوم محلّہ سرکیان
۱۰۵۔ محمد دین ولد نامعلوم محلّہ رحمت اللہ

۱۰۶۔ محمد رمضان ولد زرداد محلّہ رحمت اللہ

۱۰۷۔ غلام نبی ولد نامعلوم چائے فروش ڈھکی نعلبندی

۱۰۸۔ پیر دوست ولد نامعلوم آف سوات کوٹ چار بند

۱۰۹۔ گوپی چند ولد گنگا بشان محلّہ بوغلان

۱۱۰۔ نانک چند ولد جھجو رام محلّہ لاہوریاں

۱۱۱۔ بلونت سنگھ ولد بھگت سنگھ محلّہ لاہوری گیٹ

۱۱۲۔ لال محمد ولد نور محمد ہسپتال میں زیر علاج

۱۱۳۔ ارجمند ولد نامعلوم زخمی

۱۱۴۔ ولی محمد ولد جمعہ

۱۱۵۔ پیر محمد ولد محمد امین محلّہ گلاب خانہ

۱۱۶۔ گل محمد ولد نامعلوم

۱۱۷۔ جمعہ ولد مہر اللہ

۱۱۸۔ محمد دین ولد اللہ دتہ محلّہ مروی

۱۱۹۔ عبدالجلیل ایجرٹن ہسپتال میں زیر علاج

۱۲۰۔ نامعلوم مالی جبہ

۱۲۱۔ محمد دین ولد عنایت اللہ محلّہ مروی ہا۔

۱۲۲۔ رام چند ولد سکھا سنگھ جس پر مشین گن چڑھ گئی۔

۱۲۳۔ یار محمد ولد نور محمد سرائے شہباز چنا فروش

۱۲۴۔ پیر محمد ولد زرین موچی محلّہ گلاب خانہ

۱۲۵۔ گل محمد ولد گل منان مزدور ہشتنگری گیٹ

۱۲۶۔ سید اکبر ولد علی احمد کوٹ بڈھنی

۱۲۷۔ عبداللہ ولد سعد اللہ

۱۲۸۔ محمد ولد دلاور چوک ناصر خان

۱۲۹۔ جمعہ ولد نقیب اللہ بکری والا محلّہ گلاب خانہ

۱۳۰۔ وزیر محمد دکان دار بازار جہانگیر پورہ

۱۳۱۔ حسین ولد کاظم اللہ بہشتی کشمیری ساکن محلّہ غزراں جہانگیر پورہ

۱۳۲۔ محمد میر ولد قاسم میر رفو گر کشمیری

۱۳۳۔ مدد خان کوچی قبائلی

۱۳۴۔ جلالے کوچی قبائلی

۱۳۵۔ زمان خان کوچی قبائلی

۱۳۶۔ کامرے کوچی قبائلی

لاپتہ حریت پسند:۔

۱۳۷۔ مسماۃ دلبروزوجہ شفیع اللہ ساکن بڈھ بیر بمع ایک بیٹا اور ایک بیٹی

۱۳۸۔ مسماۃ دلبرو کا بیٹا عمر ۱۲ سال

۱۳۹۔ مسماۃ دلبرو کی بیٹی عمر ڈیڑھ سال

۱۴۰۔ مسماۃ شادابہ زوجہ اکبر خان آف سمن تحصیل چارسدہ بمع ایک بیٹا

۱۴۱۔ مسماۃ شادابہ کا بیٹا عمر ڈیڑھ سال

۱۴۲۔ اکرم خان ولد جبار خان

۱۴۳۔ عبدالخالق ولد میر جان افغان کاخیل عمر ۲۲ سال

۱۴۴۔ گل جان ولد بیرو عمر ۳۰ سال

۱۴۵۔ عبداللہ ولد جمال عمر ۱۳ سال

۱۴۶۔ سید یعقوب شاہ ولد چینی پیر پیر جان عمر ۳۷ سال علاقہ ڈبگری گڑھی میر احمد شاہ محلّہ زمان شاہ

۱۴۷۔ محمد صوفی ولد قاسم صوفی محلّہ غزراں

۱۴۸۔ ابراہیم عثمان خیل مزدور

۱۴۹۔ عبدالکریم ولد عبدالعزیز لنڈی ارباب

۱۵۰۔ عبدالرحمٰن بلوچ آف کوٹلہ عمر ۳۰ سال

۱۵۱۔ غلام حسین ولد غلام حیدر

۱۵۲۔ غلام حسین (دوئم) ولد غلام حیدر

۱۵۳۔ اچینی پایاں تپہ خلیل کے دو آدمی

۱۵۴۔ میاں محمد ولد نور محمد چوک ناصر خان

۱۵۵۔ سعد اللہ ولد سیف اللہ موضع ملاں خیل دوآبہ

۱۵۶۔ رحمان الدین ولد خیر دین محلّہ شفیع اللہ سرآسیہ

۱۵۷۔ سے ۱۶۱ تک

محمد شاہ خان باگرام علاقہ چری کان کی اطلاع کے مطابق ترکستان کے چھ تاجر جن میں علم دین، مشتاق کندائی وغیرہ بھی تھے جن میں سے ایک جاں بحق ہوا اور ہلاک شدگان کی فہرست میں شامل ہے۔ جبکہ ۵ افراد لاپتہ ہیں۔

۱۶۲۔ امین ولد اعظم خان ٹھیکدار صدر بازار

۱۶۳۔ مہابت ولد ضمیر عمر ۲۰ سال

۱۶۴۔ واجب شاہ عمر ۲۱ سال محلّہ ملوکی

۱۶۵۔ عید وگل ولد سلطان شنواری سرائے سنگھ ڈبگری گیٹ

۱۶۶۔ رحیم گل ولد نامعلوم بیرون ہشتنگری گیٹ

۱۶۷۔ کریم ولد نامعلوم نمک منڈی

۱۶۸۔ سردار ولد پیراں دتہ محلّہ گلاب خانہ

۱۶۹۔ حیات ولد نامعلوم ورکشاپ کا ملازم عمر 17 سال

۱۷۰۔ سردار ولد نامعلوم

۱۷۱۔ روڑا میونسپل کمیٹی کا ملازم عمر 14 سال

۱۷۲۔ حیات ولد دوداوا بجوڑی گیٹ پشاور۔

۱۷۳۔ حمیدا ولد ہیرا خاکروب بجوڑی گیٹ

۱۷۴۔ نورے ولد نامعلوم بھانہ ماڑی جوز مان شاہ کا مہمان تھا۔

۱۷۵۔ شیر اسلام ولد نامعلوم بھانہ ماڑی

۱۷۶۔ فیروز دین ولد نامعلوم ہنگو جو آغا صفدر جان کا مہمان تھا۔

۱۷۷۔ علی احمد ولد تاج محمد افغانستان جو بعد میں محلّہ کشمیری علاقہ گنج میں رہتا تھا۔

۱۷۸۔ سمندر ولد غلام ساکن سدھیر تحصیل صوابی

۱۷۹۔ محمد امان ولد عبدالرحمٰن

۱۸۰۔ آخری دو چچا بھتیجا تھے۔ جو 23 اپریل کو ایک اپیل داخل کرانے آئے تھے۔

جہاں تک سرکاری بیانات اور اعلانات کا تعلق ہے تو انگریزی حکومت نے شہداء اور زخمیوں کی تعداد چند افراد سے زیادہ نہ بتائی۔ اس سانحے کے بارے میں تحقیق کے لئے کانگرس نے 16 مئی 1930ء کے اجلاس منعقدہ الہٰ آباد میں ایک تحقیقاتی کمیٹی کی منظوری دی۔ اس کمیٹی کے اراکین یہ تھے۔

۱) وی جے پٹیل سربراہ تھے وہ سردار ولبھ بھائی پٹیل کے بھائی تھے۔

۲) مولانا ابوالکلام آزاد۔

۳) مولانا عبدالقادر قصوری جو سابق وزیراعظم پاکستان جناب معین قریشی کے دادا تھے۔

۴) سردار سردول سنگھ کویشر۔

۵) لالہ دونی چند لاہوری

۶) ڈاکٹر سید محمود۔

اس کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی وہ سردار پٹیل کے زیر سایہ کانگرس کے موقف کی عکاسی کرتی ہے۔ اس کمیٹی نے 9 دنوں میں 70 شہادتیں قلم بند کی تھیں۔ اس کے علاوہ ایک کمیٹی حکومت ہند کی قرارداد نمبر S-660 مورخہ 21 مئی 1930 کے مطابق تشکیل دی گئی تھی جو سلمان کمیٹی کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے اراکین یہ تھے

۱) آنریبل مسٹر جسٹس شاہ محمد سلیمان (بیرسٹر ایٹ لاء الہ آباد ہائی کورٹ) اور

۲) آنریبل مسٹر جسٹس ایچ آر پنکرج (بار ایٹ لاء فورٹ ولیم بنگالی ہائی کورٹ)

اس کمیٹی کے بیان کے مطابق اس نے ۵۶ فراد کی شہادتیں سنیں۔ اور آخر میں یہی قرار دیا کہ آئی جی پی مسٹر آئس مانگر نے خطرات کو بالائے طاق رکھ کر جلوس کو منتشر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور اس نے اپنے افسروں کو بجا طور پر یہ حکم دیا کہ اگر فوج کو پسپا ہونا بڑے تو وہ جو کاروائی کر گزریں، اس میں آزاد ہیں۔ اور سارجنٹ ہولی اور ماٹن بھی گولی چلانے کا حکم دینے میں حق بجانب تھے۔ اس رپورٹ میں مسٹر

جسٹس شاہ محمد سلیمان نے لکھا کہ اس بات کے قوی شواہد موجود ہیں کہ قاصد پر حملے سے پہلے دوسری آرمرڈ" کار بلی کورٹ" نے ہجوم کے افراد کو مار گرایا تھا۔اس پر جسٹس پنکر ج نے لکھا کہ "میں اس خیال سے اتفاق نہیں کر سکتا"۔اسی طرح جہاں مسٹر جسٹس شاہ محمد سلیمان نے لکھا کہ اس بات پر تنقید ہوئی ہے، کہ کے او وائی ایل آئی کے افسروں نے چھت پر سے پتھر پھینکنے والے اشخاص کو گولی سے اڑا دینے حکم کیوں دیا تھا،تواس کے جواب میں مسٹر پنکر ج نے لکھا کہ "میرا خیال ہے کہ یہ حکم درست تھا"۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ سلیمان کمیٹی کا اجلاس ۲۶ مئی، ۲۷ مئی، ۲۸ مئی، ۲۹ مئی، ۳۰ مئی، ۳۱ مئی، یکم جون اور دو جون کو وکٹوریہ میموریل ہال پشاور میں منعقد ہوا۔اور ۳۱ مئی ۱۹۳۰ء کو جب اس کمیٹی کا اجلاس سانحہ ۲۳ اپریل کے بارے میں ہی تھا کہ بازارکلاں میں ۳۱ مئی کو پھر عوام پر گولی چلا دی گئی۔ سرکاری طور پر مقرر کردہ سلیمان تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ جمعہ ۲۵ جولائی ۱۹۳۰ء کے ضمنی گورنمنٹ گزٹ رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۶۸ اور لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں سپیشل برانچ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۵۸ کی فائل ۱۰۰۱ میں موجود ہے۔اللہ بخش یوسفی نے لکھا ہے کہ ایک تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ انہوں نے بھی سید جعفر شاہ کی معیت میں مرتب کی تھی اور اسے یوسفی کمیٹی کی رپورٹ کا نام دیا گیا۔انہوں نے یہ رپورٹ شائع کر کے بیرون ملک بھی بھجوادی تھی۔ان کے مطابق ان کی کتاب فرنٹیئر ٹریجڈی دراصل اسی تحقیقاتی رپورٹ کی بنیاد پر لکھی ہوئی ہے۔

ان سب تحقیقاتی رپورٹوں میں ایک بات مشترک ہے کہ خواہ کانگرسی ہوں یا خلافتی یا انگریزی حکومت کے وفادار،سب کے سب معرکہ قصہ خوانی میں تشدد کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں اور جن انقلابی حریت پسندوں نے اس شرط پر منتشر ہونے کی ضد کی تھی کہ انہیں ان کے زخمی اور مردے اٹھا کر لے جانے دیا جائے اور ٹینکوں کو واپس بھیجا جائے، نیز انہوں نے شرط تسلیم نہ کئے جانے پر پتھراؤ کیا تھا،تحقیقاتی کمیٹیاں ان کو غیر ذمہ دار قرار دیتی ہیں۔اس طرح خواہ وہ موافق ہوں یا مخالف، ان سب کی تان گویا نوجوان تحریک کے انقلابی عناصر پر ٹوٹتی ہے۔لیکن حصول آزادی کے بعد جو تذکرے بھی لکھے گئے ان میں نوجوان تحریک اور اس کی قیادت کا یا تو ذکر ہی نہ کیا گیا یا پھر اس طرح برسبیل تذکرہ کیا گیا جیسے کوئی ضمنی سی بات ہو حالانکہ

وہ پابہ گور لڑائی کا ڈھنگ کیا جانیں۔
یہ کام سرہی جوانان گرم خونے کیا (عبدالرحیم پوپلزئی)

ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر ۷۵ فائل نمبر شمار ۱۶۱۷ صفحہ نمبر ۲۴ اور اخبار ہندوستان ٹائمز مورخہ ۳۱-۲-۲۸ کے مطابق ۲۵ فروری ۱۹۳۱ء کو لیجسلیٹو اسمبلی میں صدیق حسن رکن اسمبلی نے ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء کے سانحہ کے بارے میں سوالات بھی کئے تھے۔



حاجی صاحب ترنگزئی



رحیم بخش غزنوی



عبدالغفور آتش



اللہ بخش برقی



عبدالعزیز خوش باش



عاشق حسین بقال



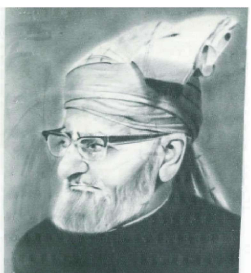
عبدالرحمان عرف مانی



سید قاسم جان



غلام ربانی سیٹھی



مولانا خان میر ہلالی



عبدالرحمان ریا

باب۱۳ مقدمہ قصہ خوانی

تاج برطانیہ بنام عبدالرحیم:۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۰ء کو چیف کمشنر کے سیکرٹری کی طرف سے ڈپٹی کمشنر پشاور کو ایک خفیہ خط نمبر P.S-۱۳۹۳ جاری کیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ

۱) مجھے ہدایت دی گئی ہے کہ چیف کمشنر نے مولوی عبدالرحیم ولد عبدالحکیم ساکن پشاور شہر کی ۳۱ مارچ ۱۹۳۰، ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ اور ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ کی تقاریر پر، اس کے خلاف دفعہ A-۱۲۴ ضابطہ فوجداری کے تحت بغاوت کے مقدمہ کی منظوری دی ہے کیونکہ ان مواقع پر ایسے الفاظ کہے گئے تھے جو برطانوی ہند میں قانون کے ذریعے قائم کردہ حکومت کے خلاف نفرت اور عدم اطمینان پھیلانے کی غرض سے کہے گئے تھے۔

۲) میں زیر دفعہ ۱۹۶ سی پی سی، ایک رسمی حکم نامہ جاری کر رہا ہوں جس میں پشاور پولیس کے افسر استغاثہ کو اس بات کا مختار بنا دیا جائے کہ وہ دفعہ ۱۲۴ الف کے تحت مولوی عبدالرحیم کے خلاف تین مقدمات چلائے۔ اور یہ درخواست بھی کرتا ہوں کہ مقدمہ کے اختتام پر حکومت کو اس کے فیصلے سے آگاہ کیا جائے۔ عدالت میں دائر کی جانے والی شکایت کا ایک مسودہ بھی ساتھ منسلک ہے۔

۳) مجھے یہ استدعا بھی کرنی ہے کہ مقدمہ کے نتیجے سے صوبہ سرحد کے آئی جی پی اور سی آئی ڈی انچارج کو بھی مطلع کیا جائے اور فیصلے کی ایک ایک نقل ان افسران کو بھی بھیجی جائے۔ ملزم کے سزایاب ہونے کی صورت میں اگر مجرم کوئی اپیل دائر کرے تو سرکاری وکیل سے کہا جائے کہ وہ مقدمے کا نتیجہ جوڈیشنل کمشنر کے فیصلے کی نقل کے ساتھ مقامی حکومت کو پہنچائے۔

او۔کے کیرو

سیکرٹری ٹو چیف کمشنر شمال مغربی سرحدی صوبہ

حکم نامہ زیر دفعہ ۱۹۶ سی پی سی:۔

ہرگاہ کہ صوبہ سرحد کے چیف کمشنر کو ایسا باور ہوا ہے کہ مولوی عبدالرحیم نے ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ کو پشاور کے ایک جلسہ عام میں ایک تقریر کی تھی۔ چنانچہ اس نے مندرجہ ذیل الفاظ یا ان تاثرات والے

الفاظ کہے تھے۔"موجودہ حکومت کی وجہ سے ہمارا وجود بے معنی ہو چکا ہے۔ یہ اس بیماری کا سبب ہے جو ہمیں لگ چکی ہے۔ اس نے عراق، مصر اور دنیا کے مسلمانوں کو غلامی کے شکنجے میں جکڑ رکھا ہے۔ اسی بلا کے نتیجے میں مکہ میں مقدس مقامات پر مسلمانوں پر بم گرائے گئے۔ یہ بلا کیا ہے۔ یہ موجودہ حکومت ہے۔ اسی آفت نے جلیانوالہ باغ میں نہتے مظلوموں پر مشین گنوں سے گولیاں چلائی تھیں۔ اس نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آپ کو پتہ چلے گا کہ حکومت ہمارے مظلوم اور بے سہارا ہندوستانیوں کا خون چوس رہی ہے۔ اس کے وجود کیلئے یہ ضروری تقاضا ہے کہ حکومت اپنی رعایا کیلئے طرح طرح کے مسائل پیدا کرتی رہے۔

اس نے مزید کہا کہ صوبہ سرحد میں فی کس روزانہ آمدنی ۲ پیسے ہے۔ حکومت کسانوں کی دولت پر چلتی ہے لیکن خود کسان کو دو پیسے روزانہ ملتے ہیں۔ حکومت فوج پر ۵۵ کروڑ روپے سالانہ خرچ کرتی ہے اور پینشن لینے والے گوروں کیلئے ۵ کروڑ بھیجتی ہے تا کہ وہ مکھن اور توس کھائیں۔ لیکن مزدور فاقوں سے مر رہے ہیں۔ (وہ جلسے کا صدر تھا) اور ہرگاہ کہ مولوی عبدالرحیم نے پشاور کے ایک جلسہ عام میں جو ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ء کو منعقد ہوا تھا یہ الفاظ یا ان تاثرات والے الفاظ کہے تھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جب سے موجودہ حکومت نے ۱۵۰ سال پہلے ہندوستان میں قدم رکھا ہے، ہندوستان روزافزوں تنزلی، آفات، بھوک وافلاس اور بدحالی کی طرف جارہا ہے۔ ۱۸۵۷ کی جنگ میں، جو آزادی کیلئے لڑی گئی تھی، ڈاکو شاہی حکومت نے نہتے لوگوں پر گولیاں برسائی تھیں اور بے رحمی سے ان کا قتل عام کیا تھا۔ اس نے حاضرین سے کہا کہ وہ جنگ آزادی میں حصہ لیں۔ جس کا مہاتما گاندھی نے آغاز کر دیا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو اس غلامی سے نجات دلائیں۔

اور ہرگاہ کہ مذکورہ مولوی عبدالرحیم نے پشاور میں منعقدہ ایک جلسہ عام میں ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ کو ایک اور تقریر کی اور ذیل کے الفاظ یا ان تاثرات کے الفاظ کہے تھے کہ "جب سے اس ڈاکو شاہی حکومت نے ہندوستان میں قدم رکھا ہے، یہ آپ کا خون چوس رہی ہے اور اس نے آپ کو ادھ موا کر دیا ہے۔ موجودہ نظام حکومت ایک ناسور کی مانند ہے جو ہندوستانیوں کو کھائے جارہا ہے۔ اور جب تک اس کے جراثیموں کا قلع قمع نہیں کیا جاتا، مریض کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہیں۔ اس نے کہا کہ میں برطانوی سامراج کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں تا کہ یہ خان خوانین آپ کے پاؤں تلے روند دیئے جائیں۔ اس نے کہا کہ جب آپ برطانوی حکومت کا خاتمہ کریں گے تو آپ ان خان خوانین کا منہ ضرور کالا کریں۔

اس نے عوام کو ترغیب دی کہ وہ اگلے دن نمک کے قوانین کے خلاف سول نافرمانی کے لئے کانگرس والوں کے جلوس میں شرکت کریں۔ اور ہرگاہ کہ شمال مغربی سرحدی صوبے کے چیف کمشنر کے خیال میں مذکورہ مولوی عبدالرحیم نے ۱۲۴الف آئی پی سی کے تحت قابل تعزیر جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

اور ہرگاہ کہ سی پی سی کی دفعہ ۱۹۶ کے تحت کوئی عدالت اس جرم کا اس وقت تک مواخذہ نہیں کرسکتی جب تک گورنر جنرل یا مقامی حکومت یا گورنر جنرل کے مختار کردہ افسر کا حکم یا دائر کردہ شکایت نہ ہو۔ چنانچہ اب پشاور پولیس کے افسر استغاثہ انسپکٹر خدا بخش کو صوبہ سرحد کے چیف کمشنر کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے نیز اختیار دیا جاتا ہے، کہ وہ دفعہ ۱۹۶ ضابطہ فوجداری کے تحت مذکورہ مولوی عبدالرحیم کے خلاف دفعہ ۱۲۴الف آئی پی سی کے تحت مذکورہ جرم کی شکایت پیش کر کے مقدمہ چلائے۔ او۔ کے کیرو۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ ۲۱اپریل ۱۹۳۰ء

۲۲اپریل ۱۹۳۰ کو ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کیپٹن کاب نے مولوی عبدالرحیم کا وارنٹ گرفتاری جاری کیا۔

بعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور:۔

تاج برطانیہ بنام مولوی عبدالرحیم ولد مولوی عبدالحکیم گاڑیخانہ پشاور شہر، الزام زیر دفعہ ۱۲۴الف انڈین پینل کوڈ انسپکٹر ایس خدا بخش افسر استغاثہ پشاور کی شکایت

۱) یہ کہ مولوی عبدالرحیم نے ۱۰اپریل ۱۹۳۰ کو ہیسٹنگ میموریل پشاور شہر میں ایک جلسے میں تقریر کی۔ جس میں اس نے کہا کہ، آپ جانتے ہیں کہ جب سے موجودہ حکومت نے عرصہ ۱۵۰ سال سے ہندوستان میں قدم رکھا ہے، ہندوستان روز افزوں تنزلی، آفات، افلاس اور بدحالی کی طرف جا رہا ہے۔ ۱۸۵۷ کی جنگ میں جو آزادی کیلئے تھی، اس ڈاکو شاہی حکومت نے نہتی رعایا پر گولی چلائی اور بے رحمی سے ان کا قتل عام کیا۔ آپ مہاتما گاندھی کی شروع کردہ آزادی کی جنگ میں حصہ لیں اور اپنے آپ کو اس غلامی سے نجات دلائیں۔

۲) یہ کہ مذکورہ مولوی عبدالرحیم نے ۱۵اپریل ۱۹۳۰ کو شاہی باغ میں منعقدہ ایک جلسہ عام میں ایک تقریر کی۔ جس میں اس نے کہا کہ جب سے اس ڈاکو ظالم اور جابر حکومت نے ہندوستان میں قدم

رکھا ہے۔اس وقت سے یہ آپ کا خون چوس رہی ہے۔اوراس نے ہندوستانیوں کوادھ موا کر رکھا ہے۔ موجودہ نظام حکومت ایک ناسور کی طرح ہے۔جو ہندوستانیوں کوکھا رہا ہےاور جب تک یہ جراثیم ختم نہیں کردیے جاتے،اس بیمار قوم کے صحت یاب ہونے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔اس نے کہا کہ میں برطانوی سامراج کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں تا کہ خان خوانین کو پاؤں تلے روندا جا سکے۔اس نے کہا کہ جب آپ برطانوی حکومت کو برباد کردیں تو آپ ان خان خوانین کے منہ بھی کالے کریں گے۔اس نے عوام پر زور دیا کہ وہ اگلے دن کانگرس کی طرف سے شروع کی جانے والی نمک کے قانون کے خلاف سول نافرمانی میں حصہ لیں۔

۳) یہ کہ مذکورہ مولوی عبدالرحیم نے ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ کو ہیسٹنگ میموریل (چوک یادگار) میں منعقدہ ایک جلسہ عام میں ایک تقریر کی۔جس میں اس نے کہا کہ موجودہ حکومت کی وجہ سے ہمارا وجود بے معنی ہوکر رہ گیا ہے۔یہ اس بیماری کا سبب ہے جو ہمیں لگ گئی ہے۔اس نے عراق،مصراور دنیا کے دیگر مسلمانوں کوغلامی میں جکڑ رکھا ہے۔اسی آفت کے سبب مکہ کے مقدس مقامات کے مسلمانوں پر بم گرائے گئے۔یہ بلا کیا ہے؟ یہ موجودہ حکومت ہے۔اسی آفت نے جلیانوالہ باغ میں نہتے مظلوموں پر مشین گنوں سے گولیاں برسائی تھیں۔اس نے مزید کہا کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ حکومت ہمارے مجبور اور مظلوم ہندوستانیوں کا خون چوس رہی ہے اوراس مقصد کیلئے وہ لازمی طور پر رعایا کیلئے طرح طرح کے مسائل پیدا کرتی ہے۔اس نے مزید کہا کہ صوبہ سرحد میں فی کس روزانہ آمدنی ۲ پیسے ہے۔حکومت خود کسانوں کی دولت پر انحصار کرتی ہے لیکن خود کسان کو صرف ۲ پیسے روزانہ ملتے ہیں۔حکومت فوج پر ۵۵ کروڑ روپے سالانہ خرچ کرتی ہے اور ۵ کروڑ ان پنشن یافتہ گوروں کیلئے بھیجتی ہے،جو ہندوستان سے باہر جا کر ٹوسٹ اور مکھن کے مزے اڑاتے ہیں۔لیکن یہاں کے مزدور بھوکوں مر رہے ہیں۔(وہ اس جلسے کا صدر تھا)۔

۴) یہ کہ مذکورہ الفاظ سے مذکورہ مولوی عبدالرحیم نے برطانوی ہند میں قانونی حکومت کے خلاف منافرت پھیلائی یا پھیلانے کی کوشش کی۔چنانچہ اس نے آئی پی سی کی دفعہ ۱۲۴الف کے تحت قابل تعزیر جرائم کا ارتکاب کیا۔

۵) یہ کہ مذکورہ مولوی عبدالرحیم کے خلاف دفعہ ۱۲۴ الف آئی پی سی کے تحت مقدمہ چلانے کی مقامی انتظامیہ کی طرف سے منظوری کا حکم نامہ منسلکہ ہے۔

۶)　اس لئے استدعا کی جاتی ہے کہ ملزم پر مقدمہ چلایا جائے اور اسے ان جرائم کی سزا دی جائے جن کا وہ مرتکب پایا جائے۔

خدا بخش

افسر استغاثہ پشاور پولیس

مخالف گواہ:

مقدمہ زیر دفعہ ۱۲۴ الف آئی پی سی بنام مولوی عبدالرحیم

۱۔　انسپکٹر محمد عمر خان
۲۔　سب انسپکٹر کرتار سنگھ
۳۔　انسپکٹر ارباب محمد حیات خان
۴۔　سب انسپکٹر پدم داس
۵۔　حاضر دفتر انسپکٹر دیوان چند

خدا بخش

انسپکٹر استغاثہ پشاور

فرد جرم بمقدمہ تاج برطانیہ بنام مولوی عبدالرحیم:

میں کیپٹن جی۔ایل۔میلیئم ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، تمہیں، مولوی عبدالرحیم کو حسب ذیل الزام کا حامل قرار دیتا ہوں۔

اول یہ کہ تم نے ۳۱ مارچ یا قریباً ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ کو، پشاور میں وہ الفاظ کہہ کر جو مقامی حکومت کے حکم نامے بتاریخ ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ کو زیر دفعہ ۱۹۶ سی پی سی بیان ہوئے، جن میں تمہارے خلاف مقدمہ قائم کرنے کا حکم ہے اور جو اب تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں۔ برطانوی ہند میں قانون کے ذریعے قائم شدہ اس حکومت کے خلاف نفرت، اہانت اور عدم اطمینان پھیلایا یا پھر پھیلانے کی کوشش کی۔ اور اس طرح زیر دفعہ ۱۲۴ الف آئی پی سی اور میرے ادراک کے مطابق قابل تعزیر جرم کا ارتکاب کیا۔ دوم

یہ کہ تم نے ۱۱ اپریل یا قریباً ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ کو پشاور میں وہ الفاظ کہہ کر جو مقامی حکومت کے حکم نامے مجریہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ کو زیر دفعہ ۱۹۶ سی پی سی بیان ہوئے، جن میں تمہارے خلاف مقدمہ قائم کرنے کا امر ہے اور جواب تمہیں پڑھ کر سنائے جا رہے ہیں، برطانوی ہند میں قانون کے ذریعے قائم شدہ اس حکومت کے خلاف نفرت واہانت اور عدم اطمینان پھیلایا یا اسی کی سعی کی اور اس طرح زیر دفعہ ۱۲۴ الف آئی پی سی اور میرے ذاتی ادراک کے مطابق قابل تعزیر جرم کیا۔

سوم یہ کہ تم نے اپریل ۱۹۳۰ کے پندرہویں دن یا اس کے لگ بھگ پشاور میں وہ الفاظ کہہ کر، جو مقامی حکومت کے حکم نامے جاری شدہ ۲۱ اپریل ۱۹۳۰ کو زیر دفعہ ۱۹۶ سی پی سی بیان ہوئے، جن میں تمہارے خلاف مقدمہ قائم کرنے کا امر ہے اور جواب تمہیں پڑھ کر سنائے جا رہے ہیں، برطانوی ہند میں قانون کے ذریعے قائم شدہ اس حکومت کے خلاف نفرت واہانت اور عدم اطمینان پھیلایا یا اس کی سعی کی اور اس طرح زیر دفعہ ۱۲۴ الف آئی پی سی اور میرے ذاتی ادراک کے مطابق قابل تعزیر جرم کیا۔

اور بنابریں میں ہدایت جاری کرتا ہوں کہ تم پر میں خود اس جرم کی پاداش میں مقدمہ چلاؤں۔

دستخط
کیپٹن جی ایل میلم
ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور
۲۹ اپریل ۱۹۳۰

مندرجہ بالا الزام ملزم کو پڑھ کر سنایا گیا اور اس کی وضاحت کر دی گئی ہے، نیز اس کی تقریروں کے متعلقہ حصے بھی اسے پڑھ کر سنائے گئے ہیں۔ وہ صفائی پیش کرنے سے انکاری ہے۔

دستخط
کیپٹن جی ایل میلم
اے۔ڈی۔ایم پشاور
۲۹ اپریل ۱۹۳۰

فرد جرم

سرکار بنام عبدالرحیم بجرم ۱۲۴ الف

نام　　مولوی عبدالرحیم
ولد　　میاں عبدالحکیم
عمر　　۳۳ سال
ساکن　　پشاور شہر

نوٹ: ملزم اپنا نام یا اس فارم کے شروع میں دیے گئے کوائف میں سے کچھ بھی بتانے سے انکاری ہے۔
میں نے یہ سب ممکنہ حد تک چالان سے نقل کیا ہے۔

دستخط
کیپٹن جی ایل میلم
اے۔ڈی۔ایم پشاور

سوال:　کیا تم نے یہ تقریر کی ہے جو تم کو P.A سے P.F تک سنائی گئی یا نہ
جواب:　کوئی جواب نہیں دیا
سوال:　کیا تم کچھ کہنا چاہتے ہو
جواب:　کوئی جواب نہیں دیا
ملزم دستخط کرنے سے انکاری ہے
سوال:　کیا تم گناہ گار ہو یا بے گناہ ہو؟
جواب:　کوئی جواب نہیں دیا
سوال:　کیا تم کوئی صفائی پیش کرنا چاہتے ہو۔
جواب:　کوئی جواب نہیں دیا
سوال:　کیا تم گواہان استغاثہ پر فیصلہ کرنا چاہتے ہو
جواب:　کوئی جواب نہیں دیا
ملزم دستخط کرنے سے انکاری ہے

مولوی عبدالرحیم کو ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ کو گرفتار کرنے کے بعد ۲۳ اپریل ۱۹۳۰، ۲۶ اپریل، ۲۹ اپریل اور

آخری بار ۳۰ اپریل ۱۹۳۰ کو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کر کے فیصلہ سنا دیا گیا۔

فیصلہ:

دفعہ ۱۲۴ الف آئی پی سی

تاج شاہی بنام مولوی عبدالرحیم

فیصلہ:

ملزم مولوی عبدالرحیم پر الزام ہے کہ اس نے ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ کو ہیسٹنگ میموریل چوک پشاور شہر، ۱۱ اپریل ۱۹۳۰ کو اسی جگہ اور ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ کو شاہی باغ پشاور میں باغیانہ تقریریں کیں۔ مقدمے کی منظوری با قاعدہ طور پر مقامی حکومت نے زیر دفعہ ۱۹۶ سی پی سی، ایک حکم نامے میں دی۔ جس میں حقیقی طور پر مندرجہ بالا مواقع پر ملزم کی طرف سے کہے گئے الفاظ موجود تھے۔ یہ الفاظ الزام کا حصہ ہیں اور نمونہ P.A سے P.F تک کے سرخ خط کشیدہ حصوں کا ترجمہ ہیں۔ استغاثہ کی شہادت، تقاریر کی وہ اردو نقول ہیں جو اپنے اپنے طور پر سی آئی ڈی کے ایک انسپکٹر اور ضلع پشاور کی سپیشل برانچ پولیس کے ایک سب انسپکٹر نے درج کی تھیں۔ شہادت کا خلاصہ یہ ہے۔

۱) مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۰

انسپکٹر سی آئی ڈی	(گواہ نمبر ۱)	پی اے
اور سب انسپکٹر پولیس	(گواہ نمبر ۱)	پی ڈی

۲) مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۳۰

انسپکٹر سی آئی ڈی	(پی ڈبلیو نمبر ۱)	پی بی
اور سب انسپکٹر پولیس	(پی ڈبلیو نمبر ۲)	پی ای

۳) مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۰

انسپکٹر سی آئی ڈی	(پی ڈبلیو نمبر ۱)	پی سی
اور سب انسپکٹر پولیس	(پی ڈبلیو نمبر ۲)	پی ایف

ملزم پر الزام ہے کہ اس نے ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ کے جلسے کی صدارت کی تھی۔ وہ پشاور شہر کانگرس ورکنگ کمیٹی کا رکن اور نوجوان بھارت سبھا کا ایک سرگرم رکن بیان کیا جاتا ہے۔ملزم نے کوئی صفائی پیش نہیں کی۔ تمام تر کاروائی کے دوران اسکا رویہ مکمل لیکن خاموش توہین عدالت کا تھا۔ اس نے گواہوں پر جرح کرنے، بیان دینے یا الزام کی صفائی پیش کرنے سے انکار کیا۔ وہ واحد موقع جب اس نے خاموشی کو توڑ دیا تھا وہ عدالت میں آتے اور جاتے وقت تھا جب اس نے حسب دستور انقلابی نعرے لگائے کہ " انقلاب زندہ باد" جو میں نے مقدمے کی فائل پر لکھ لئے ہیں۔

نکات کا تعین:

۱) کیا ملزم نے نمونہ P.A سے P.F تک سرخ خط کشیدہ الفاظ کہے تھے؟

۲) اس طرح کیا ملزم نے برطانوی ہند میں قانونی طور پر قائم شدہ حکومت کے خلاف نفرت اور عدم اطمینان پھیلانے کی کوشش کی تھی۔

نکتہ نمبر ا

ملزم کی تین مبینہ تقریروں سے متعلق جو مندرجہ بالا تین مواقع پر کی گئیں، استغاثہ کی واحد شہادت پولیس اور سی آئی ڈی کے اہلکاروں کی ہے۔ اہلکاروں کے اندراجات شارٹ ہینڈ میں نہیں اردو میں لکھے ہیں اور یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ ملزم کی تقریروں کی مکمل لفظ بلفظ ترجمانی کرتے ہیں۔ تاہم یہ طے ہے کہ یہ ملزم کی تقریروں کے خاصے حصے کی روداد ہیں۔ اور یہ کہ یہ حصے جہاں تک تقریروں کے عام مفہوم اور مقصد کا تعلق ہے، کل تقاریر کے خاصی حد تک ترجمان ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ قانون اور انصاف کے تقاضے کے تحت مجھ پر لازم ہے کہ اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ کیا جن حالات میں یہ تقریریں کی گئیں تھیں، ان میں غیر جانبدار شہادت کی ضرورت نہ تھی۔

مجھ پر لازم ہے کہ میں اس قسم کے حقائق کا منصفانہ ادراک کروں جیسے پشاور کے فسادات، صوبے میں سول نافرمانی کی تحریک کا پھیلنا اور پشاور میں ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء، ۱۱ اپریل اور ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ء کے عام جلسے منعقد ہونا، جن کا مقصد گردونواح میں سول نافرمانی شروع کرنا اور اسے فروغ دینا تھا۔ یہ عین فطری بات ہے کہ تحریک کے حامی ہی اس قسم کے اجتماعات میں شرکت کرتے ہیں اور غیر جانبدار لوگ عموماً ان میں شریک نہیں ہوتے۔ اس لئے میں اس مقدمے میں غیر جانبدار گواہ کی موجودگی کی توقع

نہیں کرسکتا۔اس مقدمہ میں استغاثہ کی شہادت پر انحصار کرنے سے متعلق مجھ پر لازم ہے کہ میں ملزم کے رویئے سے بعض نتائج اخذ کروں۔گو کہ ملزم کو گواہان استغاثہ کے الزامات سے انکار کرنے کا ہر موقع فراہم کیا گیا لیکن وہ خاموش رہا۔اپنی خاموشی اور اپنے رویئے کے ذریعے اس نے عدالت کی بالادستی اور اس قانون کی تقریباً توہین کرڈالی جس کے تحت اس پر مقدمہ چلایا گیا۔

اس نے جان بوجھ کر ایسا طے شدہ رویہ اختیار کیا۔جس سے عدالت کا نتیجہ اس کے خلاف آئے۔آیا اس نے ایسا ذاتی قربانی دینے کے جذبہ کے تحت کیا یا اپنے نصب العین کے ساتھ والہانہ وابستگی کی وجہ سے کیا۔خواہ کوئی وجہ ہو یہ معاملہ اس فیصلے کی حدود سے تعلق نہیں رکھتا۔میں اس کے رویئے سے صرف وہی نتائج اخذ کرسکتا ہوں جو ملزم جان بوجھ کر مجھ سے اخذ کروانا چاہتا ہے اور یہ نتائج لامحالہ طور پر استغاثہ کی شہادت سے میل کھاتے ہیں۔

میں نے تقریروں کے مختلف اندراجات کا تقابل احتیاط سے کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان میں زیادہ فرق نہیں۔اس لئے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ملزم نے درحقیقت وہ الفاظ کہے تھے جو نمونہ پی اے P.A سے پی ایف P.F تک سرخ خط کشیدہ ہیں۔

نکتہ نمبر۲ کیا یہ،الفاظ دفعہ ۱۲۴ الف آئی پی سی کے تحت باغیانہ ہیں؟

مجھے اس سوال کا جواب ہاں میں دینے میں کوئی تامل نہیں ہے۔یہ الفاظ واشگاف طور پر طے شدہ تھے کہ یہ حکومت ہند کے خلاف نفرت واہانت اور عدم اطمینان پھیلائیں۔یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان تقریروں کا مقصد حکومت کے خلاف بے اطمینانی کے سوا کوئی اور ہے۔

نتیجہ:

میں ملزم مولوی عبدالرحیم کو دفعہ ۱۲۴ الف آئی پی سی کے تحت ۳۱ مارچ، ۱۱ اپریل اور ۱۵ اپریل ۱۹۳۰ کو باغیانہ تقریریں کرنے کا مجرم گردانتا ہوں۔

سزا:

سزا سناتے ہوئے مجھے اس صورت حال کو مدنظر رکھنا پڑے گا جو اس قسم کی تقریروں سے پشاور میں پیدا ہوئی ہے۔جیسی ملزم نے کی ہیں اور ان سے پشاور شہر میں ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ کو فسادات اور خون خرابہ ہوا ہے۔ میں ملزم مولوی عبدالرحیم کو زیر دفعہ ۱۲۴ الف آئی پی سی تین دفعہ تین تین سال قید

بامشقت کی سزا سناتا ہوں۔ تینوں سزائیں بیک وقت نافذ العمل ہوں گی۔

دستخط کیپٹن جی ایل میلم
اے۔ڈی۔ایم
۳۰ اپریل ۱۹۳۰ء

حکم کا اعلان کر دیا گیا

دستخط کیپٹن جی ایل میلم
اے۔ڈی۔ایم
۳۰ اپریل ۱۹۳۰ء

علامہ پوپلزئی کو طویل ترین سزا:

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو گرفتار کرنے کے بعد دیگر ساتھیوں سمیت پشاور سنٹرل جیل پہنچا دیا گیا۔ سب کو علیحدہ علیحدہ کوٹھڑیوں میں بند کر دیا گیا۔ دوسرے دن عام قیدیوں کو پتہ چلا کہ رات کو وہ لوگ جیل لائے گئے ہیں جن کی گرفتاری پر شہر میں لوگوں نے احتجاج کیا ہے اور انگریزی فوج کی گولیوں سے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ شہید ہوئے ہیں۔ اس پر اخلاقی قیدیوں نے مشقت پر جانے سے انکار کر دیا۔ جب جیل کے حکام نے ان پر سختی کی تو جیل میں ہنگامہ ہو گیا۔ قیدیوں نے بیرکوں کے دروازے توڑ پھوڑ دیے، چکیاں توڑ دی گئیں۔ قیدی شور مچاتے ہوئے وارڈنوں سے لڑتے جھگڑتے سیاسی قیدیوں کے احاطے کی طرف دوڑ پڑے۔ انہوں نے سیاسی قیدیوں کے احاطے کا دروازہ بھی توڑ ڈالا اور اندر داخل ہو گئے۔ بعض قیدیوں نے اللہ بخش برقی اور غلام ربانی سیٹھی کو کاندھوں پر اٹھا لیا اور "انقلاب زندہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے باہر کے بڑے گیٹ کی طرف چل پڑے۔ تاکہ ان لیڈروں کو جیل سے باہر کر دیں۔ بڑی مشکل سے غلام ربانی سیٹھی اور اللہ بخش برقی نے قیدیوں کو سمجھایا، منت سماجت سے ان کا جوش ٹھنڈا کیا۔ اتنے میں باقی لیڈر بھی وہاں پہنچ گئے اور ان قیدیوں کو کارخانے کی طرف چلنے کو کہا۔ قیدی ان کے کہنے کے مطابق کارخانے میں جمع ہو گئے۔ پھر سید لعل بادشاہ، مولانا عبدالرحیم

پوپلزئی اور غلام ربانی سیٹھی نے وہاں مختصر سی تقریریں کیں اور قیدیوں کو بتایا کہ ہم لوگ اپنی خوشی سے جیل آئے ہیں۔ اس ملک کو آزاد کرانے کیلئے سب کچھ کر رہے ہیں۔ جب ملک آزاد ہو جائے گا تو تم لوگ بھی آزاد ہو جاؤ گے۔ اور ہم بھی آزاد ہو جائیں گے۔ اس کے ساتھ انہوں نے جیل حکام سے بھی کہا کہ وہ قیدیوں کے خلاف انتقامی کاروائی نہ کریں اس طرح یہ جیل کی بغاوت ختم ہوگئی۔ چند دنوں بعد ان تمام سیاسی قیدیوں کو جن کی تعداد گیارہ تھی سنٹرل جیل سے قلعہ بالا حصار لے جایا گیا۔ (محمد یونس قریشی بانگ حرم ۲۰ فروری ۱۹۶۷ء)۔

قلعہ بالا حصار میں مختلف رہنماؤں کو مختلف تاریخوں پر مختلف المیعاد سزائیں سنا دی گئیں۔ سب سے طویل سزا عبدالرحیم پوپلزئی اور رحیم بخش غزنوی کو سنائی گئی۔ سزاؤں کی تفصیل یہ ہے۔ (۱) آغا سید لعل بادشاہ بخاری ولد مسجد شاہ پر دفعہ ۱۰۸ اور دفعہ ۴۸۰ سی پی سی کے تحت مقدمہ چلایا گیا اور ۲۸ اپریل ۱۹۳۰ء کو یعنی وقوعہ کے پانچ روز کے اندر اندر انہیں تین سال قید با مشقت سزا سنا دی گئی۔

۲۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ولد عبدالحکیم پوپلزئی پر آئی پی سی کے باغیانہ ایکٹ کی دفعہ 124-A کے تین مختلف مقدمات کے تحت کاروائی کر کے 30 اپریل 1930ء کو وقوعہ کے ایک ہفتے کے اندر 9 سال قید بامشقت کی سزا سنا دی گئی۔ تین مقدمات میں سے ہر مقدمے میں تین تین سال قید بامشقت ہوئی۔

۳۔ روشن لعل ولد رام چند پر سی پی سی کی دفعہ 108 کے تحت مقدمہ قائم کر کے یکم مئی 1930ء کو انہیں سزا سنا دی گئی۔

۴۔ خان علی گل خان ولد عبداللہ خان پر سی پی سی کی دفعہ 108 کے تحت مقدمہ قائم کر کے یکم مئی 1930 کو ہی سزا سنا دی گئی۔

۵۔ پیڑا خان ولد چوتھو رام پر سی پی سی کی دفعہ 108 کے تحت مقدمہ قائم کر کے 28 اپریل 1930 کو سزا سنائی گئی۔

۶۔ اللہ بخش برقی ولد محمد بخش پر آئی پی سی کی دفعہ 124-A کے تحت مقدمہ چلا کر 30 اپریل 1930 کو فیصلہ سنا دیا گیا۔

۷۔ رحیم بخش غزنوی ولد میاں احمد جی پر بھی آئی پی سی کے باغیانہ دفعہ 124-A کے تحت مقدمہ قائم کر کے انہیں بھی 30 اپریل 1930ء کو سزا سنا دی گئی تھی۔ انہیں بھی 9 سال قید با

مشقت کی مجموعی سزا سنائی گئی تھی۔ جو علامہ عبدالرحیم کی طرح سب سے طویل سزا تھی۔

۸۔ غلام ربانی سیٹھی ولد غلام جیلانی کو آئی پی سی کی دفعہ 124-A کے تحت 30 اپریل 1930 ہی کو سزا سنائی گئی۔

۹۔ عبدالرشید ولد غلام حسن پر سی پی سی کی دفعہ 107 کے تحت مقدمہ قائم کر کے یکم مئی 1930 کو سزا سنائی گئی۔

۱۰۔ عبدالرحمٰن ریا ولد غلام حیدر پر سی پی سی کی دفعہ 108 کے تحت مقدمہ قائم کر کے 24 اپریل 1930 کو سزا سنائی گئی

۱۱۔ مولانا خان میر ہلالی ولد گل میر خان پر سی پی سی کی دفعہ 108 کے تحت مقدمہ بنا کر 24 اپریل 1930 ئہی کو سزا سنائی گئی۔

۱۲۔ اچرج رام ولد کرپا رام پر بھی سی پی سی کی دفعہ 108 کے تحت مقدمہ قائم کر کے 24 اپریل 1930 کو سزا سنائی گئی۔مندرجہ بالا کے علاوہ خان عبدالغفار خان اور ان کے ساتھی بھی یہیں موجود تھے۔

۱۳۔ خان عبدالغفار خان آف اتمان زئی کو ایف سی آر کی دفعہ 40 سرحدی کے تحت 26 اپریل 1930 کو 3 سال قید کی سزا ہوئی۔

۱۴۔ میاں احمد شاہ بارایٹ لا کو بھی 26 اپریل 1930 کو ایف سی آر دفعہ 40 سرحد کے تحت سزاوار قرار دیا گیا۔

۱۵۔ عبدالاکبر خان آف اتمان زئی کو بھی اس روز 26 اپریل 1930 کو دفعہ 40 سرحدی کے تحت سزا سنائی گئی۔

۱۶۔ حاجی شاہنواز خان آف اتمان زئی کو بھی 26 اپریل کو دفعہ 40 سرحدی کے تحت سزا سنائی گئی۔

۱۷۔ سرفراز خان آف اتمان زئی پر بھی ایف سی آر دفعہ 40 کے تحت مقدمہ قائم کر کے 26 اپریل 1930 ہی کو سزا سنائی گئی۔

ان رہنماؤں کو قلعہ بالا حصار میں سزائیں سنا کر گجرات سپیشل جیل بھیج دیا گیا۔جیل کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے خود رحیم بخش غزنوی اپنے انٹرویو میں جو "روزنامہ شہباز" پشاور میں 24 اپریل

1954 کو چھپا تھا، بیان کرتے ہیں۔

لیکن سنٹرل جیل کے اخلاقی قیدی حکومت کے ان مظالم سے باخبر ہو چکے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تین ہزار کے قریب اخلاقی قیدیوں کے جذبات مشتعل ہو گئے اور انہوں نے ایک عظیم سیلاب برپا کرتے ہوئے جیل کے مختلف کمروں کے دروازے توڑ ڈالے۔ اخلاقی قیدی ہمیں بھی کمروں سے نکال کر جیل کے ایک کارخانے میں لے گئے جہاں انہوں نے ہمیں صحیح صورت حال سے آگاہ کیا۔ لیکن ہم نے سیاسی تدبیر سے کام لیتے ہوئے انہیں پرامن رہنے اور بگڑے ہوئے حالات کو سنوارنے کی تلقین کی۔ چنانچہ جیل کے اس واقعے کے قریباً تین گھنٹہ بعد ہمیں فوج اور پولیس کی ایک بہت بڑی جمعیت کی نگرانی میں قلعہ بالا حصار لے جایا گیا۔ جہاں ایک اے ڈی ایم نے ہمارے مقدمات کی سماعت کی اور مختلف کارکنوں کو صرف ایک ایک سال سزائے قید دی لیکن مولانا عبدالرحیم اور مجھے نو نو سال قید سخت کی سزا دی گئی۔

اس کے ایک ہفتہ بعد رات کے آٹھ بجے ہمیں پولیس کی لاریوں میں قلعہ بالا حصار سے اکوڑہ خٹک کے ریلوے سٹیشن پر پہنچایا گیا۔ پشاور سے اکوڑ خٹک تک فوج کے مسلح گھوڑ سوار سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ اکوڑہ سے ہمیں ہتھکڑیاں پہنا کر اور قیدیوں کی گاڑی میں بند کر کے گجرات سپیشل جیل میں لے جایا گیا۔ جہاں سے ہمیں دو ماہ بعد مختلف جیلوں میں منتقل کر دیا گیا۔ (رحیم بخش غزنوی "شہباز" 24 اپریل 1954)۔

اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ 23 اپریل کی رات گزار کر 24 اپریل کی صبح پشاور جیل کے عام قیدیوں نے حالات کا علم ہونے پر بغاوت کر دی تھی اور اس روز یعنی 24 اپریل کو بغاوت برپا ہونے سے 3 گھنٹے بعد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی، رحیم بخش غزنوی اور دوسرے قیدیوں کو قلعہ بالا حصار منتقل کر دیا گیا تھا۔ انہیں ایک ہفتہ قلعہ بالا حصار میں محبوس رکھا گیا اور ایک ہفتے کے بعد انہیں غالباً یکم مئی 1930 کو گجرات سپیشل جیل بھیج دیا گیا تھا۔ کیونکہ ان میں سے بعض کو یکم مئی 1930 کو قلعہ بالا حصار میں سزا سنائی گئی تھی۔ سزا سنانے کے بعد ان کو مزید وہاں رکھنے کا بندوبست کرنا خود حکومت کے لئے ایک خطرہ تھا۔ اس لئے یکم مئی کو انہیں وہاں سے گجرات روانہ کر دینا ضروری تھا۔

انہیں اکوڑہ خٹک سے گجرات تک ہتھکڑیاں پہنا کر جس طرح لے جایا گیا اس کا ذکر

کرتے ہوئے 10 مئی 1930 کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے والد محترم مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے مسجد قاسم علی خان میں نماز عید سے قبل اپنی تقریر میں کہا کہ برطانوی حکومت قیدیوں پر بہت سختی برت رہی ہے اور اس کی بدسلوکی کا یہ عالم ہے کہ گجرات جیل لے جاتے ہوئے دو قیدیوں کو ایک ہی ہتھکڑی پہنائی گئی۔ نماز عید کے بعد مولانا عبدالحکیم نے حاضرین سے غیر ملکی کپڑے کے بائیکاٹ کی اپیل کی اور شہداء اور اسیروں کے لئے خصوصی دعائیں کرائیں۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو جب قلعہ بالا حصار سے گجرات جیل بھیجا جانے لگا تو کسی نے ان سے کہا کہ حضرت 9 سال کی طویل بامشقت قید اور وہ بھی اپنے شہر سے اتنی دور گجرات میں، تو علامہ صاحب نے اس کے جواب میں ایک برجستہ قطعہ کہا۔

دور از وطنم نہ از خیالات
رنجے نہ برم ازیں مکافات
ما جان برائے دوست دادیم
مارا چہ پشاور و چہ گجرات

یعنی میں کسی بھی لمحے نہ تو اپنے وطن سے دور ہوسکتا ہوں اور نہ ہی اپنے نظریے سے دور ہوسکتا ہوں۔ جو کچھ بھی میرے ساتھ ہو رہا ہے اس کا مجھے کوئی افسوس نہیں کیونکہ یہ تو میری جدوجہد کا لازمی نتیجہ تھا۔ ہم اپنے دوست کی خاطر دل و جان سے گزر گئے ہیں اور ہمارے لئے پشاور ہو یا گجرات، ایک ہی دشت کی سیاحی ہے۔

گجرات جیل میں اسیری کا حال مولانا ظفر علی خان نے اپنے انٹرویو میں بیان کیا ہے۔ یہ انٹرویو شورش کاشمیری نے ان سے لیا تھا۔ اور بعد میں "قید فرنگ" کے نام سے 1980 میں کتابی صورت میں چھپ گیا تھا۔ مولانا ظفر علی خان نے اپنے انٹرویو میں گجرات جیل میں مقید جن رہنماؤں کے نام گنائے ہیں وہ یہ ہیں۔

مولانا عبدالقادر قصوری، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مسٹر آصف علی، ڈاکٹر عالم، ڈاکٹر ستیہ پال، مسٹر ساہنی ایڈیٹر نیشنل کال، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا احمد سعید، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، ڈاکٹر بھارگو، سردول سنگھ کویشر، رائے زادہ ہنسراج، سردار منگل سنگھ، خان عبدالغفار خان، مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، عارف ہنسوی، شیخ حسام الدین، دیوی داس گاندھی،

دیش بندھو گپتا، گیانی کرتار سنگھ اور ماسٹر تارا سنگھ وغیرہ۔

ان رہنماؤں کے علاوہ صوبہ سرحد سے جو دوسرے لوگ پہلے گرفتار ہو کر اس جیل میں قید کاٹ رہے تھے ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ رام سنگھ ولد دولا سنگھ پر آئی پی سی کی دفعہ 124-A کے تحت مقدمہ قائم کر کے 17 اپریل 1930ء کو سزا دی گئی تھی

۲۔ عبدالرحیم ولد عبدالمنور جنہیں فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کی دفعہ 40 کی تحت 15 اپریل 1930 کو سزا سنائی گئی تھی۔

۳۔ سامو ولد ٹھاکر داس جنہیں ایف سی آر کی دفعہ 40 سرحدی کے تحت 15 اپریل 1930 کو سزا سنائی گئی تھی۔

صوبہ سرحد کے قیدیوں میں سے پیڑا خان اور عبدالرشید کو بعد ازاں کیمبل پور ڈسٹرکٹ جیل پہنچا دیا گیا تھا۔ اللہ بخش برقی اور عبدالرحمٰن ریا میانوالی جیل پہنچا دیئے گئے اور رحیم بخش غزنوی اور اچرج رام لائل پور ڈسٹرکٹ جیل بھیج دئے گئے۔ غلام ربانی سیٹھی اور خان میر ہلالی کو امبالہ ڈسٹرکٹ جیل بھیج دیا گیا تھا۔

مولانا ظفر علی خان نے عبدالرحیم پوپلزئی، لال بادشاہ اور علی گل خان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا" سرحد کے ان لوگوں نے انگریزوں سے ٹکر لینے میں بڑی ہمت دکھائی۔ ان کا صوبہ سرزمین بے آئین تھا۔ انہوں نے انگریزوں کا زور اس طرح توڑا کہ وہاں استعمار کا طلسم ہی ٹوٹ گیا۔ قصہ خوانی بازار میں ان لوگوں نے جس طرح گولیاں کھائیں اور جس جواں مردی سے بہیمانہ تشدد کا مقابلہ کیا وہ محض انہی کا حصہ تھا"۔

(مولانا ظفر علی خان "قید فرنگ" صفحہ نمبر 24 مطبوعہ فروری 1980)

آگے مولانا ظفر علی خان کہتے ہیں۔

پشاور کو یہ سانحہ پیش آیا تو میں ان دنوں گجرات جیل میں تھا۔ مفتی کفایت اللہ کی صدارت میں فوراً ہی ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔" فرزندان سرحد" کے عنوان سے برسبیل ارتجال ایک نظم ہو گئی۔

فرزندان سرحد

ملک الموت کو خاطر میں نہ لانے والے
گولیاں تانے ہوئے سینوں پہ کھانے والے
قبر تک جبر کو ہنستے ہوئے جانے والے
صبر کا معجزہ دنیا کو دکھانے والے
رنگ اسلام کا محفل میں جمانے والے
اپنے ہی خون شہادت میں نہانے والے
اپنے اقبال کا نقارہ بجانے والے
ناچ طاغوت کو تگنی کا نچانے والے
دل کی بستی کو محبت سے بسانے والے
شیخ کا جوڑ برہمن سے ملانے والے
ہندوؤں کے لئے گھر بار لٹانے والے
شان ایثار زمانہ کو دکھانے والے
کشور ہند کو آزاد کرانے والے
نام مشرق سے غلامی کا مٹانے والے
جانتے بھی ہو کہ کس خاک سے اٹھی ہے یہ قوم
جس کے گن گاتے ہیں اور گائیں گے گانے والے
فخر ہے صوبہ سرحد کو کہ اس کے ذرے
ہیں خمیر اس کی شجاعت کا اٹھانے والے

دنگ ہیں دیکھ کے اس قوم کے یہ رنگ ڈھنگ
نارمن بولٹن اور ان کے گھرانے والے

(مولانا ظفر علی خان)

مولانا ظفر علی خان کے مطابق یہ سب رہنما با مشقت کی سزا پا کر آئے تھے۔ لیکن ان سے مشقت کون لیتا۔ سب اپنے زمانے کے نامور لوگ تھے اور انہوں نے آپس میں ایک دربار قائم کر رکھا تھا۔ جیل کے کام کے لئے انہوں نے باہمی تعاون سے کمیٹیاں بنا دی تھیں۔ جن کے حوالے مختلف کام کئے گئے تھے۔ کسی کو کھانا پکانے کی ذمہ داری سونپی گئی، کسی نے صفائی کا کام سنبھال لیا۔ کوئی ملاقاتوں پر مامور ہوا تو کسی کو حکام سے گفت وشنید کی ذمہ داری ملی۔ مسلمان رہنما جیل میں بھی با جماعت نماز ادا کرتے۔ کبھی مفتی کفایت اللہ دہلوی امامت کے فرائض انجام دیتے تو کبھی خود مولانا ظفر علی خان امام ہوتے یا پھر مولانا احمد سعید صاحب امامت کرا دیتے۔

ان اوقات کے علاوہ باقی تمام وقت یہ لوگ اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں الگ الگ بند کر دیئے جاتے تھے۔ ہفتے میں ایک بار مشاعرہ منعقد کیا جاتا تھا۔ اکثر مولانا ظفر علی خان مشاعرے

کی صدارت کرتے تھے ۔شعر کہنے والوں میں آصف علی ، ڈاکٹر عالم ،مفتی کفایت اللہ دہلوی ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی وغیرہ شامل ہوتے ۔

مولانا ظفرعلی خان نے اس انٹرویو میں یہ بھی فرمایا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی طبع آزمائی کرتے تھے مگر مشاعرہ نہیں پڑھتے تھے ۔

خان عبدالغفار خان کے بارے میں مولانا ظفرعلی خان نے فرمایا کہ وہ مشاعروں میں شریک تو ہوتے تھے اور بعض شعروں پر جھومتے بھی تھے مگر شعر کہنا ان کے بس میں نہیں تھا ۔ اپنی ہی دنیا کے آدمی تھے ۔ میرے ساتھ ہی ان کا سیل تھا ۔صبح کی سیر میں اکٹھے ہوتے اور بلا ناغہ جیل کی چاردیواری کے گرداگرد کئی کئی پھیرے ڈالتے تھے ۔

مولانا ظفرعلی خان نے اپنے اس انٹرویو میں عبدالرحیم پوپلزئی کو "غیرت کا نقش" قرار دیا۔

اسی جیل میں ان دنوں شیخ حسام الدین بھی قید کاٹ رہے تھے ۔ انہوں نے ایک انگریز مسٹر ایڈورڈ ٹامسن کے جنگ آزادی 1857 کے بارے میں مظالم کے اعترافات پر مبنی ایک کتاب کا اردو ترجمہ جیل میں ہی کیا۔اوراس ترجے پر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے مقدمہ لکھوایا اس کتاب کا نام "انقلاب 1857 تصویر کا دوسرا رخ The other side of medal تھا۔

اس کے دیباچے میں شیخ حسام الدین لکھتے ہیں ۔

جہاں تک کتاب کے مضامین اور مصنف کی رائے کا تعلق ہے میں اپنی طرف سے کوئی اضافہ کرنا نہیں چاہتا ۔ کیونکہ میرے محترم دوست مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پشاوری نے نہایت وضاحت اور بلاغت سے مقدمہ میں کتاب کے مضامین پر کافی روشنی ڈالی ہے جو حقیقت میں اس کتاب کا زیور ہے ۔ میں قارئین سے استدعا کروں گا کہ وہ مقدمہ کے ایک ایک حرف کو بغور پڑھیں ۔جس کے بعد وہ کتاب کے مطالعہ سے قرار واقعی فائدہ حاصل کرسکیں گے ۔ میں مولانا موصوف کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے نہ صرف مقدمہ لکھ کر کتاب کی حیثیت میں چار چاند لگا دیئے ہیں بلکہ کتاب کی ترتیب اور زبان کی درستی میں بھی مسلسل وقت دے کر قابل قدر مشوروں سے سرفراز فرماتے رہے ۔

(شیخ حسام الدین)

کتاب کے مقدمے میں سے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا ایک اقتباس یہاں نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔علامہ عبدالرحیم فرماتے ہیں۔

جوقوم اپنی گزشتہ غفلتوں اور کمزوریوں کا تدارک نہیں کرتی وہ کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ ہندوستان کا مستقبل اسی وقت روشن ہوسکتا ہے کہ ہندوستانی اپنی تباہی کا احساس پیدا کر کے میدان عمل میں نکل آئیں اور ملک کی آزادی کے لئے کسی قسم کی قربانی سے بھی دریغ نہ کریں۔آزادی کی منزل کتنی ہی کٹھن اور راستہ کتنا ہی دشوارگزار کیوں نہ ہو،اس کی تمام کلفتیں ایک محبّ وطن کے لئے جان سے زیادہ عزیز اور پیاری ہوتی ہیں۔زمانے نے بتلا دیا کہ ابھی بھی جان نثاران وطن کا ایک قافلہ اسی راہ سے گزرا اور منزل مقصود کو پہنچ گیا۔

راہ آزادی کے اے ہندوستانی مسافر! تو بھی عبرت کی آنکھیں کھول اور دیکھ کہ تیرے سامنے ان کے نقش پا کی شوخیاں ہمت واستقلال،عزیمت وایثار کی کیا کیا مثالیں پیش کر چکی ہیں۔زمانے نے تیرے لئے اب ایک جدید اور ہنگامہ خیز دور کا آغاز کر دیا ہے۔اس لئے اُٹھ اور کمر ہمت باندھ، ذلت وادبار کی گہرائیوں سے نکل اور رفعت و بلندی کے آسمان پر چمک"۔

اس کتاب کے کئی ایڈیشن پاکستان اور ہندوستان میں چھپ چکے ہیں موجودہ زمانے میں ہندوستان میں اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو اور پاکستان میں گوتم پبلشرز لاہور نے یہ کتاب شائع کی ہے۔

مارشل لا کا نفاذ:

گورنمنٹ گزٹ غیر معمولی صوبہ سرحد شمالی مغربی

مقام پشاور مورخہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

اعلان

چونکہ ایسی صورت حالات پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ ضروری ہے کہ مارشل

لا(Martial Law) کا نفاذ کیا جاوے، اس لئے ہزایکسیلنسی نواب گورنر جنرل بہادر ان اختیارات کے رو سے جوان کو زیر دفعہ ۴۲ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ حاصل ہیں، مارشل لا آرڈیننس نمبر ۸ سنہ ۱۹۳۰ء (Martial Law Ordinance No VIII of 1930) کو مرتب اور جاری فرما کر ضلع پشاور میں اس کو نافذ فرماتے ہیں۔

مورخہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

دستخط ایس۔ای۔پیرس

چیف کمشنر شمال مغربی سرحد صوبہ

مارشل لا نوٹیفکیشن نمبر ا

جناب والا شان چیف کمشنر بہادر صوبہ سرحد شمال مغربی ان اختیارات کے استعمال کے رو سے جوان کو زیر دفعہ ۴ (۳) آف آرڈیننس نمبر ۸ سنہ ۱۹۳۰ء جناب جنرل آفیسر کمانڈنگ ان چیف بہادر ناردرن کمانڈ نے دیئے ہیں، بحیثیت چیف ایڈمنسٹریٹر آف مارشل لا ضلع پشاور کو مفصلہ ذیل ایڈمنسٹریٹوایریاز۔(علاقہ جات بلحاظ انتظام) میں تقسیم فرماتے ہیں اور ہر ایک علاقہ کے بالمقابل دئے ہوئے افسر کو اس علاقے کا ایڈمنسٹریٹر آف مارشل لا مقرر فرماتے ہیں۔

علاقہ	ایڈمنسٹریٹر
تحصیل پشاور جس میں پشاور سٹی (شہر) اور سٹی کنٹونمنٹ (چھاونی) شامل ہیں۔	مجسٹریٹ اینڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور
چارسدہ سب ڈویژن	اسسٹنٹ کمشنر اینڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ چارسدہ۔
نوشہرہ سب ڈویژن	

۲۔ صوبہ سرحد شمالی مغربی گورنمنٹ گزٹ غیر معمولی مطبوعہ ۱۶ اگست ۱۹۳۰ء

استنٹ کمشنر اینڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ
نوشہرہ۔

مردان سب ڈویژن

جائنٹ ڈپٹی کمشنر اینڈ ایڈیشنل ڈسٹرکٹ
مجسٹریٹ مردان۔

مذکورہ بالا افسران کے علاوہ ڈپٹی کمشنر پشاور کو تحصیل پشاور جس میں پشاور شہر اور چھاونی شامل ہیں اور چارسدہ سب ڈویژن کے علاقوں میں اختیارات بطور ایڈمنسٹریٹر آف مارشل لا حسب ضرورت مورخہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۳۰ء۔

دستخط ایس۔ای۔پیرس
چیف ایڈمنسٹریٹر

مارشل لا نوٹیفیکیشن نمبر ۲

ہرگاہ کہ مارشل لا کا اعلان ہو چکا ہے اور ضلع پشاور میں جاری ہے۔اس لئے اب ہم ان اختیارات کے استعمال کے رو سے جو جنرل آفیسر کمانڈنگ ان چیف نادرن کمانڈ نے زیر دفعہ ۴ (۳) آف آرڈیننس نمبر ۸ سنہ ۱۹۳۰ء ہم کو دیئے ہیں، حکم دیتے ہیں کہ مفصلہ ذیل ریگولیشنز (قواعد) کی پابندی ضلع پشاور میں کی جاوے۔

دستخط ایس۔ای پیرس
مورخہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۳۰ء چیف ایڈمنسٹریٹر

حصہ اول

جنرل

نمبر ۱

ان قواعد میں جو کچھ بھی ہو، عدالت ہائے فوجداری جو قانون کے رو سے قائم شدہ ہیں ان اشخاص کے مقدمات کی سماعت جن کے برخلاف ذیل کے جرائم کا الزام ہو کرینگے۔

(الف) ان قواعد کے پیدا کردہ جرائم کے علاوہ دیگر جرائم۔

(ب) جرائم جنکا تعلق موجودہ شورش کے ساتھ نہ ہو۔

(ج) جرائم جنکا تعلق موجودہ شورش کے ساتھ ہو اور ان قواعد کی تحت ایسی عدالتوں کے سماعت کے لئے منتقل کیئے گئے ہیں۔

نمبر ۲

ہر وہ جرم جو براہ راست موجودہ شورش کے ساتھ تعلق رکھتا ہو اور جو تعزیرات ہند کے مفصلہ ذیل بابوں کی کسی دفعہ کے تحت بیان کیا گیا ہو:۔

باب ششم۔ جرائم خلاف سرکار

باب ہفتم۔ بری و بحری فوج کے متعلق جرائم۔

صوبہ سرحد شمال مغربی گورنمنٹ گزٹ غیر معمولی مطبوعہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

باب ہشتم۔ جرائم خلاف امن عامہ۔

باب شانزدھم۔ جسم انسانی کے متعلق جرائم

باب ہفتدھم۔ جرائم خلاف مال وجائداد۔

مارشل لا کے برخلاف جرم قرار دیا جاتا ہے اور ان قواعد کے تحت حسب شرائط تعزیرات ہند قابل مواخذہ قرار دیا جاتا ہے۔

نمبر ۳

ریگولیشن (قاعدہ) کی خلاف ورزی کے لئے انتہائی سزا وہ ہے جو ہر ایک قاعدہ کے

اختتام پر مخصوص کی گئی ہے اور ملزم جو کسی ایک قاعدہ کی خلاف ورزی کا مرتکب ہو، اس کو یا انتہائی سزا یا کوئی کم سزا جو ان قواعد کے تحت جائز ہو دیجاویگی۔ اگر مجرم نے ارتکاب جرم میں جبر مجرمانہ کا استعمال حسب مفہوم تعزیرات ہند کیا ہو، اس کو بجائے یا علاوہ اس سزا کے جو اس قاعدہ، جسکی خلاف ورزی کی ہو، کے مطابق جائز ہو تازیانہ کی سزا دیجائیگی۔

نمبر۴

ہر وہ شخص جو ان قواعد میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی کا اقدام کرے یا اس کی خلاف ورزی کی اعانت کرے، اسی طرح مستوجب سزا ہوگا، جیسے کہ اس نے اس قاعدہ کی خلاف ورزی کی ہو۔

نمبر۵

ان قواعد کے برخلاف جرم کرنیوالے کو کوئی عہدہ دار سول فوج یا پولیس وارنٹ کے ذریعہ یا بلا وارنٹ گرفتار کرنے کا مجاز ہوگا۔

حصہ دوئم

جرائم اور ان کی سزائیں

نمبر۱

کوئی شخص

(الف) کسی حکم کی جو کہ مارشل لا آرڈیننس نمبر ۸ سال سنہ ۱۹۳۰ء کے مطابق دیا گیا ہو نافرمانی کریگا یا اسکی مطابقت کرنے میں غفلت کریگا

(ب) کسی افسر یا دوسرے شخص کی جو کسی حاکم مجاز تحت مارشل لا کے احکام کی تعمیل کرتا ہو یا بصورت دیگر مارشل لا کے تحت اپنا فرض منصبی ادا کرتا ہو، مزاحمت کریگا اور اس کے راستہ میں رکاٹ یا بندش پیدا کریگا۔ یا

(ج) جھوٹا بیان جس سے وہ جانتا ہے کہ جھوٹا ہے، کسی پاس یا رعایت جو مارشل لا کے تحت جاری ہو، کے حاصل کرنے کے لئے کریگا۔ تو اس کو انتہائی سزا پانچ سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں دیجاوینگی۔

صوبہ سرحد شمال مغربی گورنمنٹ گزٹ غیر معمولی مطبوعہ ۱۶ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

نمبر۲

کوئی شخص جھوٹی خبر جو وہ جانتا ہو کہ جھوٹی ہے نہ پھیلا ویگا یا ایسی اطلاعات جو موجب پیدا کرنے خطرہ یا مایوسی ہوں نہ مشہور کریگا۔ انتہائی سزا تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر۳

کوئی شخص کسی نوٹس کو جو مارشل لا کے تحت لگایا گیا ہو تلف بدنما یا کسی طرح سے اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کریگا جب تک ایسے نوٹس کا نفاذ رہے۔ انتہائی سزا تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر۴

کوئی شخص

(الف) کسی طرح سے ریلوں، پلوں، کشتیوں یا انہار کے کام میں خلل اندازی نہ کریگا یا

(ب) کسی سامان یا مال متعلق ریلوں، پلوں، کشتیوں یا انہار کا نقصان نہ کریگا یا اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کریگا یا

(ج) تار برقی یا ٹیلیفون کی لائنوں یا آلہ یا کسی وائرلیس تار برقی مقام کو نقصان نہ پہنچاویگا یا اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کریگا۔

(د) کسی سلسلہ تار برقی یا ٹیلیفون کے ساتھ بہ ارادہ اخذ پیغامات دست اندازی نہیں کریگا۔

(ی) کسی مقام برقی روشنی یا اس کے جزو کا نقصان نہ کرے گا یا اس کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کرے گا۔ انتہائی سزا سات سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر۵

کوئی شخص کسی ایسے شخص کی جو موجودہ شورش میں سرگرم ہے یا سرگرم رہا ہے کی امداد،

اس کو خبر دینے میں یا اس کو پناہ سامان خورد ونوش، روپیہ، اسلحہ، بارود ذخیرہ، چارہ، سامان سواری مہیا کرنے میں یا کسی طریقہ سے گرفتاری سے بچنے میں نہیں دیگا۔ انتہائی سزا سات سال قید بامشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر۶

کوئی شخص ماسوائے سرکاری ملازمان کے جو سگنل کرنے کے مجاز ہوں، سگنل کسی طرح کا نہ کریگا اور کوئی شخص اپنا مکان یا زمین ماسوائے سرکاری ملازمین کے، جو سگنل کرنے کے استعمال کے لئے جو ایسا کرنے کے مجاز ہوں کی استعمال ہونے کی اجازت نہیں دیگا۔ انتہائی سزا تین سال قید بامشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر۷

کوئی شخص کسی جیل یا حراست سے، جس میں وہ مارشل لا کے تحت مقید یا محبوس کیا گیا ہو، نہ بھاگے گا۔ انتہائی سزا سات سال قید بامشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر۸

کوئی شخص یا ادارہ جھوٹی شہادت کسی مقدمہ کے دوران میں، روبروئے فوجی عدالت یا افسر جو مارشل لا کے تحت سرسری طور پر کسی جرم کی سماعت کرتا ہو، نہ دیگا۔ انتہائی سزا پانچ سال قید بامشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر۹

کوئی شخص ایسا فعل نہ کریگا یا ایسا کسی ترک فعل کا مرتکب نہ ہوگا۔

الف۔ جو حسن انتظام کے لئے یا حفاظت عامہ کے لئے مضر ہو۔

ب۔ جو ملک معظم کی افواج کی نقل وحرکت کو مغالطہ میں ڈالے یا اس کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرے، اس کی کامیابی کو خطرہ میں ڈالے۔

انتہائی سزا سات سال قید بامشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر۱۰

ہر وہ شخص جو

الف۔ کسی ایسے اشخاص کو دیکھے یا ان کے ساتھ ملے جو سرگرمی سے موجودہ شورش میں مصروف ہوں یا

ب۔ ایسے اشخاص، کسی اجتماع یا نقل وحرکت یا ان کے ایسی اجتماع کرنے کے یا نقل وحرکت کے ارادے رکھنے کی اطلاع پاوے یا۔

ج۔ یہ جانتا ہو یا یقین رکھتا ہو کہ اس کا کوئی رشتہ دار یا تعلق دار ایسے اشخاص کے ساتھ مل گیا ہے یا ان کے ساتھ ملنے والا ہے، بغیر توقف اس کی مفصل اطلاع نزدیک تر فوجی یا سول افسر کو دیگا۔ اس ریگولیشن کی تعمیل نہ کرنے کی انتہائی سزا تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر ۱۱

کوئی شخص ماسوائے ذیل کی دی ہوئی حالتوں کے بغیر باقاعدہ پرمٹ کے کوئی جلسہ پانچ سے زیادہ اشخاص کا منعقد نہ کریگا اور نہ ایسے جلسے میں شامل ہوگا۔

الف۔ جلسہ جو درحقیقت مذہبی اغراض کے لئے کسی مستند عبادت گاہ میں منعقد ہووے۔

ب۔ جلسہ جو ایک گھر میں رہنے والے اشخاص کریں یا ایسے اشخاص کا اجتماع ایسے گھر میں ہو۔

ج۔ شادی اور تجہیز وتکفین کی رسوم

د۔ تسلیم شدہ تمدنی یا تعلیمی جماعتوں کے جلسے یا دیگر غیر سیاسی جماعتوں کے جلسے انتہائی سزا تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر ۱۲

جہاں مارشل لا کے تحت مسافروں کی نگرانی کیلئے احکام جاری کئے گئے ہوں، کوئی شخص اس علاقہ میں جہاں مارشل لا کا نفاذ ہو، آمد ورفت یا اس میں ادھر اُدھر نقل وحرکت، ایسے احکام کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نہ کریگا۔ انتہائی سزا تین سال قید یا مشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

نمبر۱۳

ہر وہ شخص جس سے کوئی فوجی یا سول افسر جوان قواعد کے تحت کام کرتا ہو یا کوئی سپاہی یا پولیس افسر جو وردی میں ہو دریافت کرے تو اپنا درست نام اور پتہ دیوے اور اپنا پرمٹ یا پاس پیش کرے۔اس ریگولیشن کی عدم تعمیل کی انتہائی سزا تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں ہونگی۔

نمبر۱۴

ہرایک ایڈمنسٹریٹر آف مارشل لا کو ایسی گاڑیوں، جائداد اور مشقت جو کہ خدمت عامہ کیلئے ضروری ہوں، کی طلبی کا اختیار دیا جاتا ہے اور وہ دیگر سول یا فوجی افسران کو اپنے علاقے میں ایسے کرنیکے اختیارات دینے کا مجاز ہوگا۔اور ہر وہ شخص جس سے اس قسم کا مطالبہ کیا جاوے، وہ فوراًاس کی تعمیل کریگا۔اس ریگولیشن کے تحت حکم کی عدم تعمیل کیلئے انتہائی سزا تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں ہونگی۔

نمبر۱۵

ہرایک ایڈمنسٹریٹر آف مارشل لا کو کسی عمارت یا احاطہ جسکے اردگرد دیواریں ہوں اور جو حفاظت عامہ یا حسن انتظام کے نقصان کے لئے استعمال ہوتا ہو یا استعمال ہونے کے قابل ہو، کے گرانے کے اختیارات دیے جاتے ہیں۔

نیز یہ اختیارات بھی دیے جاتے ہیں کہ وہ ایسے باغات، اراضیات، درختوں یا فصلوں۔جن میں دشمنوں کے پناہ پانیکا احتمال ہو یا جن میں دشمنوں نے پناہ لی ہو یا جنکی ہستی سرکاری افواج کے لئے باعث خطرہ ہو، کوگرادینے کا یا دور کرانے کا حکم صادر فرماوے۔

چیف ایڈمنسٹریٹر اس امر کے فیصلہ کرنے کے لئے مجاز ہوگا کہ آیا کوئی عوضانہ ایسی جائیداد کے لئے جس کو اس ریگولیشن کے تحت کوئی نقصان پہنچایا گیا ہو، قابل ادائیگی ہے اور اگر ہے تو کس قدر۔اس ریگولیشن کے تحت حکم کی خلاف ورزی کی سزا انتہائی تین سال قید یا جرمانہ یا دونوں ہونگی۔

نمبر۱۶

ہر ایک ایڈمنسٹریٹر آف مارشل لا کو یہ اختیارات دئے جاتے ہیں کہ وہ کسی بھی جگہ خواہ اس کے اردگرد چار دیواری ہو یا نہ ہو، کسی عمارت جس کا استعمال حفاظت عامہ یا ملک معظم کی افواج کی نقل وحرکت کو آسان کرنے کے لیئے ضروری سمجھا جاوے، میں مداخلت کرے اور اس پر قبضہ کرے۔

چیف ایڈمنسٹریٹر اس امر کے فیصلے کرنے کا مجاز ہوگا۔ کہ آیا کوئی عوضانہ ایسی جائیداد کے لئے جسکو اس ریگولیشن کے تحت کوئی نقصان پہنچایا گیا ہو، قابل ادائیگی ہے اور اگر ہے تو کس قدر اس ریگولیشن کے تحت حکم کی عدم تعمیل کی انتہائی سزا تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں ہونگی۔

نمبر۱۷

ہر ایک ایڈمنسٹریٹر آف مارشل لا کو اختیارات دئے جاتے ہیں کہ وہ فوجی ضرورت کی بنا پر کس مخصوص علاقہ کے باشندگان کو علاقہ خالی کردینے کا حکم دیوے۔ اس ریگولیشن کے تحت حکم کی تعمیل نہ کرنے کی سزا تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں ہونگی۔

نمبر۱۸

(۱) کوئی شخص کوئی ایسے الفاظ اس نیت سے استعمال نہ کرے گا جن سے۔

(الف) ملک معظم کی رعایا میں بغاوت پیدا کرنا یا انگیخت کرنا مراد ہو یا ملک معظم کے دشمنوں کی اعانت کرنا ہو یا

(ب) ایسی رعایا کی مختلف جماعتوں میں عداوت بڑھانا مراد ہو

(۲) کوئی شخص ایسے رسالے یا کتابیں وغیرہ جن میں ایسے مضامین ہوں جو اس بغاوت یا عداوت جس کی تشریح اوپر کی گئی ہے، کو پیدا کرے یا جن میں ان کے پیدا ہونے کا احتمال ہو، نہ تحریر کریگا، نہ چھپائے گا نہ شائع کریگا، نہ ادھراُدھر بھجوائیگا، نہ اپنے قبضہ میں رکھے گا۔

انتہائی سزا تین سال قید با مشقت یا جرمانہ یا دونوں۔

باب۱۴ علامہ پوپلزئی گجرات جیل کا آخری قیدی

جنگ آزادی کے معرکہ 1930ء میں آغا سید لعل بادشاہ وارکونسل کے ڈکیٹر اول تھے جب کہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ڈکیٹر دوم تھے۔اس کے باوجود آغا سید لعل بادشاہ بخاری کو تین سال قید سخت سزا سنائی گئی۔وارکونسل کے ایک رکن رحیم بخش غزنوی کو بھی علامہ عبدالرحیم کے برابر 9 سال قید کی سزا دی گئی۔باقی رہنماؤں کو ایک سے تین سال تک کی سزائیں سنائی گئیں۔

جہاں تک علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو سب سے زیادہ سزا دیئے جانے کا تعلق ہے۔اس کا جواز یہی ہوسکتا ہے کہ وہ وارکونسل کے ارکان میں سے کانگرس کے عہدیدار ہونے کے ساتھ ساتھ نوجوان تحریک کے قائد بھی تھےاورنوجوان تحریک کوکانگرس کی امن پسندی کے بالمقابل جنگ پسندی کی تحریک پر محمول کیا جاتا تھا۔اس کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ یہ لوگ کانگرس کی عدم تشدد کی پالیسی کی معروف شکل پرعمل نہیں کرتے اور جب کبھی موقع پاتے ہیں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر انقلابی چھاپہ مار کاروائی کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں نوجوان تحریک، خان خوانین کی جانشینی کی تحریک نہ تھی بلکہ یہ ملک کے عوام کی آزادی کا مطالبہ کرتی تھی جو درحقیقت انگریزوں کے علاوہ کانگرس پر مسلط ہونے والے سرمایہ داروں کو بھی منظور نہ تھا۔اس پس منظر کو اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے اہمیت حاصل تھی لیکن اس معرکہ آزادی میں علامہ عبدالرحیم کے منفرد کردار نے اس زمانے میں بہت شہرت حاصل کر لی تھی۔مثلاً تحریک خلافت اور ساردھا ایکٹ کے سلسلے میں ان کا قائدانہ کردار،صوبہ سرحد میں انگریزوں کے جابرانہ قوانین کے خلاف کرتی کسان کے 27 دسمبر 1929 کے جلسہ میں تقریر اور پھر انکوائری کمیٹی کے سلسلے میں ہزارہ کا دورہ ایسے اقدامات تھے جن کی وجہ سے ان کا ایک سامراج دشمن سرکردہ رہنما کے طور پر حکومت کی نظر میں آجانا ناگریز تھا۔(اگرچہ اس سے کئی سال پہلے بھی وہ اسلامی خلافت کے قیام کے سلسلے میں بین الاقوامی تحریک کے رہنما کی حیثیت سے سی آئی ڈی کی نظر میں تھےاوراس کا ذکر ان کے Who is Who میں بھی موجود ہے)15 اپریل 1930ء کو شاہی باغ کے ایک جلسہ عام میں مولانا عبدالرحیم نے کہا تھا کہ میں موجودہ سامراجی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں۔یہ بات خفیہ والوں نے نوٹ کر کے بطور خاص حکام کے سامنے پیش کی تھی۔

اس کے بعد وہ معرکہ آزادی کی وار کونسل کے رکن تھے۔ انہوں نے ہی شاہی باغ کے اس تاریخی جلسہ عام میں احتجاج کی وہ قرارداد پیش کی تھی جس کا ذکر جلسہ کے ہر مقرر نے کیا تھا اور جو اس جلسہ عام کا مرکزی نقطہ بن گئی تھی۔ جس کے ایک دن بعد قصہ خوانی میں احتجاجی سانحہ رونما ہونے والا تھا۔ اگلے دن اس نوجوان تحریک کے رضا کار کارکنوں کا اجلاس بھی علامہ پوپلزئی کے مکان پر ہی علامہ صاحب کی صدارت میں ہوا تھا اور ڈی ایس پی نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ وہ اگلے دن انقلاب برپا کرنے والے تھے (ان سب باتوں کے پیش نظر) علامہ عبدالرحیم صاحب کو 9 سال کی جو طویل ترین سزا سنائی گئی اس کا ذکر کئی جگہ ملتا ہے مثلاً۔

ا۔ بخشی فقیر چند کے اس مضمون میں رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 25 میں چھپا تھا یہ ذکر موجود تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو دفعہ 124 الف کے تحت تین مختلف مقدمات میں 9 سال قید بامشقت کی سزا دی گئی۔

۲۔ رحیم بخش غزنوی کے انٹرویو میں جو شہباز پشاور 24 اپریل 1954 میں چھپا تھا۔

۳۔ فارغ بخاری کی کتاب باچا خان میں

۴۔ ان کے والد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی نے 2 مئی 1930ء کو مسجد قاسم علی خان میں تقریر کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو دی جانے والی 9 سال قید بامشقت کی سزا کا ذکر کیا جس کے ساتھ سی آئی ڈی نے نوٹ لکھا تھا کہ یہ سزا ایک وقت شروع ہوگی۔

(خفیہ نمبر 1858 آئی بی پشاور مورخہ 3 مئی بحوالہ بستہ نمبر 1 فائل نمبر 17 صفحہ نمبر 295 ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ محکمہ دستاویزات لائبریری صوبہ سرحد)

جہاں تک رحیم بخش غزنوی کو بھی اتنی ہی طویل سزا سنائے جانے کا سوال ہے، تو اس سلسلے میں ذیل کے چند حقائق، اس کانگرسی رہنما کو بھی نوجوان سبھا کے قائد کے برابر سزا دیئے جانے پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ا۔ ٹرائیبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر 64 کی فائل نمبر 1775 میں صفحہ نمبر 26 پر ان کا نام اور کوائف اس طرح درج ہیں مولوی رحیم بخش غزنوی جو ایک بہت ہی متشدد مقرر ہے اور جو دفعہ 124-A آئی پی سی کے تحت گرفتار کیا گیا۔ خلافت کمیٹی کا جائنٹ سیکرٹری اور کانگرس اور نوجوان سبھا کا رکن ہے

۲۔ شاہی باغ کے فیصلے کن جلسہ عام میں رحیم بخش غزنوی نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی قرار

داد کی حمایت کرنے کے ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ ہم پرسوں مورچہ سنبھال لیں گے۔اور یہ کہ حکومت کے پاس بندوقیں ہیں تو وہ آزاد ہے کہ جو جی چاہے کرلے۔وہ قتل کرنے سے باز نہیں آتی اور ہم جان دینے سے باز نہیں آئیں گے۔

اس تقریر کو دیکھ کر رحیم بخش غزنوی پر بھی انگریزوں کے عتاب نازل ہونے کی وجہ سمجھ میں آجاتی ہے۔رحیم بخش غزنوی کو بھی پہلے پہل گجرات جیل بھیجا گیا تھا اور پھر کوئی دو ماہ بعد انہیں وہاں سے لائل پور ڈسٹرکٹ جیل پہنچادیا گیا تھا۔علامہ عبدالرحیم پوپلزئی شروع سے آخر تک گجرات سپیشل جیل میں ملک کے چوٹی کے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ قید رکھے گئے۔وہ اپنے شہر سے بہت دور تھے اس دوران میں ان پر سنگین مقدمات کا "مجرم" ہونے کی وجہ سے مخصوص پابندیاں عائد تھیں۔اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصے میں ان کی اپنے رشتہ داروں سے ملاقاتیں نہ ہوسکتی تھیں۔صرف ایک مرتبہ علامہ عبدالرحیم کی گرفتاری کے کوئی تین ہفتوں بعد جب وہ گجرات جیل میں تھے تو سرکاری ریکارڈ کے مطابق ان کے بھائی ان سے ملنے کے لئے گجرات روانہ ہوئے تھے۔ چنانچہ سرحد خفیہ پولیس کے خلاصے کی جلد XXVI پیراگراف 623 اور صفحہ نمبر 244 پر اس کا ذکر ملتا ہے کہ مولانا عبدالقیوم (پوپلزئی) 16 مئی 1930 کو گجرات جیل میں قید اپنے بھائی مولانا عبدالرحیم (پوپلزئی) سے ملنے کے لئے پشاور سے روانہ ہوئے تھے۔

جب گاندھی اِروِن سمجھوتہ ہوا تو گاندھی نے کانگرس کی طرف سے شروع کی جانے والی سول نافرمانی کی تحریک بند کردی اور اس کے بدلے میں حکومت نے تمام سیاسی قیدیوں کو رہا کرنے کا وعدہ کرلیا۔نوجوان تحریک کے کئی کارکن اور کانگرس کے بعض نوجوان انقلابی کارکن اس سمجھوتے کو قوم کی توہین سمجھتے تھے اس لئے وہ اس سمجھوتے کے مخالف تھے۔

بہرحال تمام سیاسی قیدی رہا کردیے گئے اور گجرات جیل کے قیدیوں کو بھی رہائی نصیب ہوئی،تو سرکاری رپورٹ کے مطابق 11 مارچ 1931 کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی گجرات جیل میں آخری قیدی رہ گئے تھے۔یہ انکشاف بھی اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے کہ گجرات جیل سے رہا ہونے والے آخری سیاسی قیدی بھی مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ہی تھے۔

چنانچہ 11 مارچ کو گجرات جیل انتظامیہ کی طرف سے چیف کمشنر صوبہ سرحد کو ایک ٹیلی گرام بھیجا گیا تھا جس میں اس بات کا ذکر تھا۔یہ ٹیلی گرام ٹرائیبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر 58 کی فائل نمبر

1626 میں 36 نمبر صفحہ کی دستاویز کے طور پر لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں بھی محفوظ ہے۔

باب ۱۵ کراچی سپیشل سیشن میں!

1931ء میں گاندھی ارون سمجھوتہ، جس کے تحت گاندھی جی نے سیاسی قیدیوں کی رہائی کے بدلے میں سول نافرمانی کی تحریک روک دینے کی شرط قبول کر لی تھی، ملک کے جوشیلے نوجوان گروپوں کی نظر میں ایک توہین آمیز فیصلے کی حیثیت رکھتا تھا۔ خصوصاً ان حالات میں جب بھگت سنگھ اور اس کے ساتھی اس کے تحت رہا نہ ہو سکے تھے۔ مارچ 1931ء کی 27 اور 28 تاریخ کو گاندھی ارون پیکٹ اور گول میز کانفرنس میں شمولیت کے متنازعہ مسائل پر بحث کے لئے کراچی میں کانگرس کا ایک خصوصی اجلاس بلایا گیا تھا۔ اس اجلاس کا ذکر کرتے ہوئے محمد یونس قریشی اپنے ایک مضمون شائع شدہ روزنامہ "بانگ حرم "5 جولائی 1960ء میں رقم طراز ہیں۔

یہ سیشن اپنی نوعیت کے لحاظ سے بڑا اہم تھا کیونکہ اس اجلاس میں نوجوان اور بوڑھے کانگریسیوں کے درمیان زبردست رسہ کشی ہونے والی تھی۔ دونوں پارٹیاں لنگر لنگوٹے کسنے لگیں۔ صوبہ سرحد کے بہت سے کانگرسی کارکن جن میں خان پیر بخش خان ایڈوکیٹ بھی تھے۔ سید لعل بادشاہ اور خان علی گل خان کی قیادت میں اور نوجوان بھارت سبھا کے کوئی چالیس کے قریب کارکن مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی، صنوبر حسین مہند، سید امیر بادشاہ اور نکو دیوی کی رہنمائی میں عازم کراچی ہو گئے۔ جب یہ لوگ گاڑی میں سوار ہونے کے لئے روانہ ہوئے تو ہزاروں آدمی "انقلاب زندہ باد" کے نعرے لگاتے ہوئے ان کے ساتھ سٹیشن تک گئے۔ نوجوان بھارت سبھا کے کارکن سرخ وردیوں میں ملبوس تھے۔ ان کی ٹرین جب لاہور پہنچی تو پنجاب کے کانگرسی رضا کار اور نوجوان بھارت سبھا کے بے شمار والنٹیر بھی اس گاڑی میں سوار ہو گئے۔ راستے میں معلوم ہوا کہ لاہور سنٹرل جیل میں خفیہ طور پر سردار بھگت سنگھ اور ان کے دو دیگر ساتھیوں سکھ دیو اور راج گورو کو پھانسی دے دی گئی ہے اور ان کی لاشیں دریائے ستلج کے کنارے نذر آتش کر دی گئی ہیں۔

محمد یونس قریشی آگے لکھتے ہیں۔

اس خبر نے تمام قومی کارکنوں کو چونکا دیا۔ اب وہ غصے اور بے بسی کے عالم میں " بھگت سنگھ اور اسکے ساتھی زندہ باد۔ انقلاب زندہ باد" اور " ظالم گورا شاہی برباد" کے نعرے لگانے لگے۔ گاڑی چلتی رہی۔ راہ میں جتنے سٹیشن آتے، سیکڑوں آدمی موجود ہوتے جو پر جوش نعروں سے ٹرین میں سوار محبان وطن

کا استقبال کرتے۔ جب یہ گاڑی کراچی کے ریلوے سٹیشن پر پہنچی تو وہاں مقامی لوگوں کے علاوہ ہندوستان سے آئے ہوئے ہزاروں سیاسی کارکن جھنڈے لئے موجود تھے۔انہوں نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ اس گاڑی کا خیر مقدم کیا۔ یاد رہے کہ اس ٹرین کے پہنچنے سے پہلے ہی کراچی میں بھگت سنگھ وغیرہ کی پھانسی کی اطلاع پہنچ چکی تھی۔ بے پناہ ہجوم اس بات کی تصدیق کرنے کیلئے یہاں جمع ہوا تھا۔ جونہی ٹرین رکی، لاتعداد آدمی دوڑ کر پلیٹ فارم پر آ گئے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ اتنے میں پنجاب کے کارکنوں کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہمارے پاس شہید وطن سردار بھگت سنگھ اور انکے ساتھیوں کی راکھ اور جلے ہوئے گوشت کے ٹکڑے ہیں جن کا اب جلوس نکالا جائے گا۔ اس اعلان نے ایک دھماکے کا کام کیا اور لوگوں کے دل دہل گئے۔ ہزاروں آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

سسکیوں اور آہوں کے درمیان جلوس روانہ ہوا۔ جس کی قیادت ڈاکٹر سین گپتا، سوباش چندر بوس، یوسف مہرعلی، جے پرکاش نرائن، مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، کے سنتا تم، اور مبارک ساغر کر رہے تھے۔ آگے ارتھی جا رہی تھی اور لاکھوں سوگوار جوش وخروش کے عالم میں آہستہ آہستہ پیچھے چل رہے تھے۔ اس جلوس میں ہندوستان کے مختلف صوبوں کی تمام انقلابی جماعتیں مثلاً ٹیررسٹ، سوشلسٹ، کرتی کسان اور بنگال کی انقلاب پسند پارٹیوں، نوجوان بھارت سبھا، مزدور انجمنوں اور طلباء کی بے شمار جماعتوں نے حصہ لیا۔ جلوس شہر کے بڑے بڑے بازاروں کا چکر لگاتا ہوا پنڈال پہنچا جہاں نوجوان بھارت سبھا کے زیر اہتمام کانفرنس ہو رہی تھی۔ پنڈال میں گاندھی جی اور دیگر بڑے لیڈروں کے خیموں پر والنٹیر رات دن پہرہ دیتے تھے تاکہ کوئی ناخوشگوار واقعہ نہ پیش آ جائے۔

محمد یونس قریشی مرحوم اپنے طویل مضمون میں آگے چل کر لکھتے ہیں

دوسرے دن کے سیشن میں کانگرس کا وہ اہم ریزولیوشن سامنے آیا جس کے متعلق ملک بھر میں بحث چل رہی تھی اور نوجوان طبقہ جسے ہندوستان کے وقار کے خلاف سمجھتا تھا۔ جب اجلاس شروع ہوا تو دونوں طرف سے زبردست کنویسنگ جاری ہو گئی۔ آخرکار غالباً مولانا ابوالکلام آزاد نے ریزولیوشن پیش کیا جس کی تائید ولبھ بھائی پٹیل نے کی۔ ریزولیوشن میں کہا گیا تھا کہ یہ اجلاس گاندھی ارون پیکٹ کی تصدیق کرتا ہے اور گول میز کانفرنس میں کانگرس کی شمولیت کی اجازت دیتا ہے۔ اسکی مخالفت میں سوباش چندر بوس۔ ڈاکٹر سین گپتا۔ جے پرکاش نرائن نے تقریریں کیں۔ دیر تک بحث ومباحثہ ہوتا رہا۔ اور جب رائے شماری ہوئی تو اصل ریزولیوشن بھاری اکثریت سے پاس ہو گیا۔ نوجوان بڑے جوش و

خروش کی حالت میں پنڈال سے باہر نکل گئے۔ بس یہیں سے کانگرس دو دھڑوں میں بٹ گئی۔ ان دھڑوں کو یہ نام دیئے گئے۔

۱۔ دایاں بازو یا رائٹسٹ:۔ اس بازو میں کانگرس کے تمام پرانے اور بڑے بڑے جہاندیدہ لیڈر اور کارکن تھے یعنی گاندھی جی۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ خان عبدالغفار خان اور سردار ولبھ بھائی پٹیل وغیرہ۔ یہ دھڑا متحد الخیال اور اپنے سیاسی عقائد کے لحاظ سے عدم تشدد پر ہر حالت میں قائم رہنے والا تھا۔

۲۔ بایاں بازو یا لفٹسٹ:۔ اس بازو میں ہندوستان کی وہ پارٹیاں اور گروہ شامل تھے جو نہ متحد الخیال تھے اور نہ ہی عقائد کے پکے کانگریسی۔ وہ عدم تشدد کو صرف ایک سیاسی مسلک کے طور پر تو چاہتے تھے مگر عقیدتاً نہیں۔ ان کا خیال تھا کہ کوئی بھی ملک تشدد کے بغیر آزاد نہیں ہوسکتا۔ یہ فریق ان لوگوں کی قیادت میں کام کرتا تھا۔ ۱) ڈاکٹر سین گپتا۔

۲) سوباش چندر بوس ۳) یوسف مہر علی ۴) ایم آر مسانی ۵) جے پرکاش نرائن

۶) اجے گھوش ۷) مبارک ساغر ۸) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی

۹) سوہن سنگھ جوش ۱۰) تیجا سنگھ سونتر ۱۱) کے سنتا تم وغیرہ۔

آگے چل کر یہ دونوں دھڑے اپنے نظریات کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف الزام تراشی اور نکتہ چینی کرتے رہے۔

(بحوالہ روزنامہ بانگ حرم پشاور مورخہ 12 جولائی 1960ء)

بہرحال اس خصوصی اجلاس میں صوبہ سرحد کے عوام کی قربانیوں کا ذکر بھی خصوصیت کے ساتھ کیا گیا اور اس صوبے کے عوام نے اپنے خون سے صوبے میں نافذ خصوصی اور امتیازی قوانین کی طرف جس طرح ملک کی توجہ مبذول کی تھی، اس کی بازگشت اس کراچی سیشن میں منظور ہونے والی دو قراردادوں کی صورت میں دور دور تک سنی گئی۔ اس قسم کی ایک قرارداد میں کہا گیا تھا کہ جیسا کہ صوبہ سرحد میں یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ کانگرس ان کی صحیح ترجمانی نہیں کررہی اور یہ مناسب ہے کہ کانگرس اس تاثر کو ختم کرنے کے لئے اقدامات کرے۔ یہ کانگرس اس موقع پر اپنے اس خیال کو ریکارڈ پر لاتی ہے کہ کسی آئینی منصوبے میں صوبہ سرحد میں بھی اسی طرز کی حکومت ہوگی جو کہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں ہو۔

دوسری قرارداد کے مطابق کانگرس نے صوبہ سرحد میں فارورڈ پالیسی کو مسترد کیا تھا۔ باقی

جہاں تک گاندھی اروِن پیکٹ اور مکمل عدم تشدد کی پاسداری کا سوال تھا اس کے پایہ ثبوت تک پہنچنے میں چند سال باقی تھے کہ ہندوستان چھوڑ دو کی پرتشدد تحریک، تقسیم ہند کے فرقہ وارانہ فسادات اور آزادی کے بعد پاکستان اور ہندوستان کی باہمی جنگوں کے معاملے میں عدم تشدد کی بجائے تشدد کے راستے کو ہی حصول آزادی اور بقائے آزادی کا ضامن سمجھا گیا۔ اور یوں عدم تشدد کو ہر حال میں عقیدتاً جزوِ ایمان سمجھنے والوں نے بالآخر خود بھی، اسے پالیسی کے ایک حربے سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ حالانکہ آزادی کے بعد عدم تشدد کے راستے پر چلنے کی اصل ضرورت تھی۔

باب۱۶ شہدائے پشاور کی پہلی برسی

23 اپریل 1931ء کو شہدائے پشاور کی برسی منائی گئی۔ اس موقع پر کئی اخبارات نے معرکہ قصہ خوانی کے حوالے سے خصوصی ایڈیشن اور نمبر شائع کئے۔ بعض اخبارات نے جن میں "فرنٹیر ایڈووکیٹ"، "پرتاب"، "ہندوستان ٹائمز" شامل تھے، سانحہ 23 اپریل کی تصاویر بھی شائع کیں۔ بعض اخبارات نے اگلے دن 24 اپریل کی اشاعت کو اس خصوصی نمبر کے لئے مخصوص رکھا۔

سیاسی رہنما اس ماہ کے وسط میں چند دن پہلے ہی گجرات جیل اور دیگر جیلوں سے گاندھی اروِن پیکٹ کے نتیجے میں رہا کئے گئے تھے۔ ان میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی بھی شامل تھے۔ انہوں نے رہا ہوتے ہی دوبارہ تعمیری سیاسی کام شروع کر دیا تھا۔ 23 اپریل 1931 کو پشاور شہر میں زبردست مظاہرے ہوئے، لیکن تمام مظاہرے پرامن تھے۔ سب سے زیادہ جوش وخروش تحریک خلافت، کانگرس اور نوجوان سبھا کے جلوسوں میں دیکھا گیا۔ ان مظاہروں کا ذکر خلاصہ خفیہ پولیس سال 1931ء میں بھی موجود ہے۔

پونے تین بجے بعد از دوپہر کریم پورہ بازار سے نوجوان سبھا کا ایک جلوس نکالا گیا جو کانگرس دفتر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں شرکاء جلوس نعرے لگا رہے تھے۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور کاکاجی صنوبر حسین قیادت کر رہے تھے۔ کانگرس کے دفتر میں نوجوان تحریک کے علاوہ دیگر کئی تنظیموں کے رضاکار بھی آکر جمع ہونے لگے۔ چنانچہ سہ پہر تین بجکر بیس منٹ پر کانگرس دفتر سے جمعیت نوجوانان اسلام، خلافت کمیٹی، سادات کمیٹی، خواتین کا جلوس، نوجوان بھارت سبھا، اکالی جتھہ اور بال بھارت سبھا کے جلوس بھی نکالے گئے۔ کانگرس دفتر کے باہر ان سب تنظیموں کا اجتماعی جلوس تیار ہوا ہی تھا کہ چارسدہ سے بسوں میں سوار سرخپوشوں کا جلوس بھی کانگرس دفتر کے قریب ہی سہ پہر 35-3 پر ان سے آملا۔ اس جلوس میں خان عبدالغفار خان، میاں جعفر شاہ، عبدالاکبر خان وغیرہ بھی تھے ان کیساتھ چارسدہ سے جو لوگ بسوں میں سوار ہو کر پہنچے تھے ان کی تعداد 88 کے قریب تھی۔

اب کانگرس دفتر کے باہر جو ہجوم گھنٹہ گھر میں جمع ہوا تو سی آئی ڈی کی رپورٹ کے مطابق جو سپیشل برانچ فہرست اول سال 1931ء میں موجود ہے رضاکاروں کی تعداد حسب ذیل تھی۔

تحریک خلافت پشاور	85 رضا کار
کانگرس کمیٹی پشاور	75 رضا کار
نوجوان بھارت سبھا	48 رضا کار
جمعیت نوجوانان اسلام پشاور	26 رضا کار
بال بھارت سبھا	20 رضا کار
سادات کمیٹی پشاور	18 رضا کار
اکالی جتھہ پشاور	17 رضا کار
محمد علی رجمنٹ نمبر 1	16 رضا کار

نوجوان تحریک کے جلوس کی قیادت امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی، فخر مہمند کاکاجی صنوبر حسین مہمند، روشن لعل، بخشی فقیر چند وید، اچرج رام گھمنڈی، سید امیر بادشاہ ماسیزئی کر رہے تھے۔ شرکاء جلوس ایک سرخ اور ایک سیاہ پرچم اُٹھائے ہوئے تھے اور ہر شخص کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سیاہ جھنڈا بھی تھا۔ جلوس کے ساتھ پلے کارڈ بھی تھے۔ جن پر کچھ اس طرح کے نعرے درج تھے۔

انقلاب زندہ باد

محنت کش زندہ باد

سرمایہ داری مردہ باد

شہدائے پشاور زندہ باد

مزدوروں اور کسانوں کی آزادی

شہیدوں کے خون نے ہمیں راستہ دکھایا ہے

جلوس میں شریک نوجوان تحریک کے رضا کار یہ نعرے بلند کرتے رہے

انقلاب زندہ باد

گڑھوالی اسیروں کو رہا کرو

اسیران پشاور کو رہا کرو

اسیران میرٹھ کو رہا کرو

کامریڈ ہری کشن کو رہا کرو

اپ اپ دی نیشنل فلیگ

ڈاؤن ڈاؤن دی یونین جیک

انقلابی خواتین نے بھی جلوس نکالا۔اس جلوس میں ایک سو عورتیں شامل تھیں۔جن میں دس بارہ مسلمان خواتین بھی تھیں اس جلوس کی قیادت نوجوان سبھا اور کانگرس کی خاتون رہنما لکو دیوی کر رہی تھی۔اس کے ساتھ اٹو اور نہالی نامی خواتین بھی پیش پیش تھیں۔خواتین "بھگت سنگھ زندہ باد" کے نعرے لگا رہی تھیں۔بعض خواتین قومی ترانے گا رہی تھیں۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ نوجوان بھارت سبھا پنجاب کے جوان سال سرفروش بھگت سنگھ کو اپنے ساتھیوں سمیت 23 مارچ کو پھانسی دی گئی۔ بھگت سنگھ اور ان کے ساتھیوں کو آنریری مجسٹریٹ نواب محمد احمد خان کے حکم کے تحت پھانسی کی سزا ہوئی۔اور انہیں لاہور سنٹرل جیل میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔وقت کا عجیب تغیر دیکھئے کہ اسی جیل کے قریب چوک میں کئی سال بعد نواب محمد احمد خان کا قتل بھی ہوا جو سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے مقدمے کے طور پر دنیا بھر میں مشہور ہوا۔

باب ۱۷ یادگار شہدا اور علامہ پوپلزئی کی تحریک

27 اپریل 1930ء کو عارضی طور پر فوج کے پہرے اندرون شہر سے ہٹا لئے گئے۔ اس روز شاہی باغ میں تحریک خلافت کا ایک جلسہ عام بھی منعقد ہوا اور اسی روز ایک پرانے خلافتی اور قومی کارکن محمد عاشق حسین بقال نامی قصہ خوانی کے ایک فروٹ مرچنٹ نے معرکہ قصہ خوانی کی شہداء کے ایک یادگار اپنے ذاتی خرچ سے تعمیر کی اور اس پر یہ عبارت لکھوادی کہ۔

بیادگار شہیدان آزادی ہند 23 اپریل 1930ء

یہ یادگار اسی مقام پر تعمیر کی گئی جہاں آج کل شہداء کی یادگاریں ہیں۔ اس زمانے میں اس پر عاشق بقال کو اپنی جیب سے ایک سو روپے خرچ کرنے پڑے تھے۔ اس یادگار کا تعمیر ہونا تھا کہ عوام نے جوش عقیدت سے اس پر دن کو پھول نچھاور کرنا اور رات کو چراغ جلانا شروع کر دیئے۔ اس یادگار کی ایک قلمی تصویر اخبار ترجمان سرحد کے صفحہ نمبر 7 پر شائع ہوئی۔ بعد میں یہی قلمی تصویر اگلے سال اس دن کی یاد میں شائع ہونے والے فرنٹیر ایڈووکیٹ اخبار کے خصوصی ایڈیشن میں بھی چھپی۔

اس کی ایک کیمرے سے لی گئی تصویر اگلے سال 24 اپریل 1931 کے ہندوستان ٹائمز نے شائع کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویر تقریباً اسی روز لی گئی تھی جس روز یہ یادگار بنی تھی۔ کیونکہ اگلے دن اس یادگار کے گرد ایک کٹہرا بھی بنا دیا گیا۔ اس حالت میں یادگار کی کیمرے سے لی گئی تصویر اللہ بخش یوسفی کی کتاب "دی فرنٹیئر ٹریجڈی" میں شائع ہوئی۔ اس یادگار کو تعمیر ہوئے ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ کہ عاشق بقال کو دفعہ 302 تعزیرات ہند کے تحت گرفتار کر کے پابند سلاسل کر دیا گیا۔ 19 مئی 1930 کو رات کی تاریکی میں عاشق حسین بقال کو سخت پہرے میں جیل سے لایا گیا۔ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اسے کچھ علم نہ تھا کہ اسے کہاں لے جایا جا رہا ہے۔ یادگار کے مقام پر پہنچا کر اسے مجبور کیا گیا کہ اس یادگار کو وہ خود اپنے ہاتھوں سے مسمار کر دے۔ اسے خوب دھمکایا گیا۔ اشک بار آنکھوں سے اس نے اپنی تعمیر کردہ یادگار پر پہلی ضرب لگا دی۔ اس کے بعد سپاہیوں نے خود باقی ضربیں لگا کر دیکھتے ہی دیکھتے اس یادگار کو مسمار کر دیا۔ اس وقت انگریز سپاہی اور انگریز افسر موقع پر موجود تھے۔ اس یادگار کا ذکر پٹیل کمیٹی کی رپورٹ میں بھی موجود ہے۔

اس رپورٹ میں پچاسویں گواہ محمد بخش (گلکار) نے ایک سوال کے جواب میں بتایا کہ یہ یاد

گار 27 اپریل کو تعمیر ہوئی۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں اس یادگار کی تصویر بھی پیش کرسکتا ہوں جس پر میں نے اردو زبان میں یہ الفاظ لکھے تھے۔

"آزادی ہندوستان کے شہیدان کی یادگار میں پشاور ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ء"

محمد بخش نے اخبار ترجمان سرحد کا صفحہ نمبر 7 بھی پیش کیا جس پر اس یادگار کی ہاتھ کی بنی ہوئی تصویر تھی۔ جب تحریک خلافت کے کارکن محمد عاشق بقال کی تعمیر کردہ یادگار شہدا کو گرانے کی باتیں ہورہی تھیں تو جمعے کے خطبے کی ایک سی آئی ڈی رپورٹ کے مطابق مفتی سرحد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی صدر تحریک خلافت صوبہ سرحد نے مسجد قاسم علی خان میں ایک تقریر کے دوران قرآن وسنت کے حوالے سے شہیدوں کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ اگر شہیدوں کی یادگار مسمار کردی گئی تو یاد رکھو کہ ہیسٹنگز میموریل بھی نہیں رہے گی۔

(اور پیشن گوئی درست ثابت ہوئی آج ہیسٹنگ میموریل کا کوئی وجود نہیں اس کی جگہ چوک یادگار ہے)۔

ڈپٹی کمشنر ریکارڈ کے بستہ نمبر 1 فائل نمبر 17 صفحہ نمبر 295 محکمہ دستاویزات کے مطابق 2 مئی 1930 کو مسجد قاسم علی خان میں جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مفتی عبدالحکیم نے اپنے بیٹے مولوی عبدالرحیم کو دی جانے والی سنگین سزا کو ذکر کیا یہ سزا 9 سال قید با مشقت تھی۔ اس طرح دوسرے لوگوں کو بھی سزائیں سنائی گئی تھیں۔ مولانا عبدالحکیم صاحب نے کہا کہ اس قسم کی سزائیں کافر انہیں دے رہے ہیں۔ اگر شہر کے اندر مشین گنیں نہ لائی جاتیں اور بچے بوڑھے اور جوانوں پر گولیاں نہ برسائی جاتیں تو اس قسم کی احتجاجی تحریک پیدا نہ ہوتی۔ یہ سب ظلم وجبر برطانوی حکومت کی طرف سے ہورہا ہے۔ ظلم کا پیمانہ جب لبریز ہوجاتا ہے تو وہ لازماً چھلک پڑتا ہے۔ مولانا عبدالحکیم صاحب نے نمرود کے واقعے کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ رہنما تشدد کے کسی طور پر حامی نہ تھے۔ نہ ہی کانگرس کے منشور میں تشدد شامل تھا۔

تشدد خود حکومت نے کیا اور مشین گنیں لے آئی۔ آخر میں شہدا کی ارواح کو ایصال ثواب کے لئے دعا کی گئی۔ اگلے دن 3 مئی 1930 کو شام ساڑھے چار بجے نقارچی نے ڈھول پر شہر میں اعلان کیا کہ آج 7 بجے شام نوجوان بھارت سبھا کے زیر اہتمام ایک جلوس نکالا جائیگا۔ اعلان میں کہا گیا تھا کہ لاہور سازش کیس کے بھگت سنگھ اور دت وغیرہ کی طرف سے ایک ٹیلی گرام ملا ہے کہ شہدائے قصہ خوانی

کی یادگار پران کی طرف سے پھول چڑھائے جائیں۔اعلان میں مزید کہا گیا تھا کہ یادگار شہدا پر پھول چڑھائے جانے کے بعد ایک جلسہ چوک یادگار میں منعقد کیا جائے گا۔عوام سے جوق در جوق شرکت کی اپیل کی جاتی ہے(بحوالہ ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 1 فائل نمبر شمار 17 صفحہ نمبر AR-298 لائبریری محکمہ دستاویزات پشاور)اسی طرح ٹرائیبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر 58 فائل نمبر 1619 میں صفحہ نمبر 242 پر 16 مئی 1930 کو جمعہ کے خطبے کے موقع پر کی جانے والی مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کی ایک تقریر بیان ہوئی ہے اس کے مطابق 16 مئی 1930ء کو مسجد قاسم علی خان میں خطبہ جمعہ کے موقع پر سیاسی رہنما مولوی عبدالحکیم نے قرآن پاک کی بعض آیات کے مطالب بیان کیئے۔اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ایک جاہل ملا نے فتویٰ دیا ہے کہ قصہ خوانی میں یادگار مسمار کر دی جائے۔اگر یہ یادگار اور مقدس نشان مٹا دیا گیا تو یہ کہیں گے کہ کیوں نہ دوسرے مقدس مقامات،مسجدیں،زیارتیں اور قبرستان بھی مسمار کر دیں۔انہوں نے اجتماع سے پوچھا کہ آپ چاہتے ہیں کہ یادگار کو ہٹا دیا جائے۔تو جواب میں اجتماع کے شرکا نے کہا کہ "ہرگز نہیں"۔

اس پر مولوی صاحب نے اعلان کیا کہ آئندہ بھی اس قسم کے جلسے ہوا کریں گے۔انہوں نے کہا کہ کیا وہ معافی مانگ لیں گے؟ حاضرین نے جواب دیا نہیں۔انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں ہم نہ تو معافی مانگیں گے اور نہ ہی حکام کو معاف کریں گے کیونکہ یہ سب ظلم وستم اور تشدد حکومت کا کیا دھرا ہے۔آپ کے بھائی بندوں کو انہوں نے شہید کیا اور آپ کے بھائی بندوں کو جیل میں قید کر رکھا ہے۔

اب بھی برابر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں۔ظلم وستم اب بھی جاری ہے۔مولانا صاحب نے ایک آیت پڑھ کر تشریح کی کہ ایک قتل وہ ہے جو خطا سے ہو جائے اور ایک قتل عام وہ ہے جو انہوں نے جان بوجھ کر کیا ہے۔اور قتل عمد کے بدلے میں قتال ہونا چاہیے۔اس کے لئے انگریز راضی نہ ہوں گے۔ان کے پاس طاقت ہے اور ہم مجبور اور مظلوم ہیں۔وہ نہ قصاص کو مانتے ہیں نہ دیت کو۔مولانا عبدالحکیم صاحب نے مزید کہا کہ میرے بیٹے کے علاوہ دوسرے لوگ بھی ہیں جنہیں 3 سال قید کی سزا ہوئی ہے مجھے ان سب کا رنج ہے اور مجھے اس بات پر سخت تشویش لاحق ہے کہ ان پر اور دوسرے جوانوں پر کیا بیت رہی ہوگی۔

مولانا صاحب نے کہا کہ آپ کے بھائیوں کو شہید کیا گیا ہے اور بعض کی نماز جنازہ تو پڑھی گئی اور بعض کو موٹر لاریوں میں لے جا کر غائب کر دیا گیا۔نہ جانے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔یہ حق و

انصاف کا تقاضا ہے کہ حکومت شہر سے شراب خانے، جوا خانے اور قحبہ خانے ہٹا دے۔ اُلٹا انہوں نے ان لوگوں کو گرفتار کر لیا جو ان اڈوں پر پکٹنگ کرتے تھے۔ حالانکہ یہ اڈے تو ہر مذہب میں ناجائز ہیں۔

پتہ نہیں شہر کا کیا بنے گا۔ خدا جانے یہاں پولیس کی تعزیری چوکیاں لگائی جاتی ہیں یا کچھ اور کیا جاتا ہے۔ جلسے کے اختتام پر ایک نامعلوم شخص نے کہا کہ آج خوانین اور خان بہادروں کا ایک جلسہ ہونا تھا لیکن وہ ناکام ہو گیا ہے۔ یہ حکومت ہم پر مظالم ڈھا رہی ہے۔ یہ ایک سفاک حکومت ہے۔ آپ تشدد نہ کریں۔ لیکن کانگرس اور خلافت کے رضاکاروں میں نام درج کروائیں۔ حاضرین جلسہ کی تعداد ایک ہزار تک تھی۔

(نوٹ:۔ مندرجہ بالا رپورٹ سی آئی ڈی کے سب انسپکٹر پرکاش سنگھ کی ہے)

جس دن یادگار شہداء کو مسمار کیا گیا اس دن علامہ عبدالرحیم کی نوجوان تحریک کے بارے میں خفیہ پولیس نے ذیل کی رپورٹ پیش کی۔

کہا جاتا ہے کہ نوجوان بھارت سبھا کے بعض ارکان اس مقصد کے لئے اشتہاروں کے مسلے پر غور کر رہے ہیں کہ اگر حکومت نے شہیدی یادگار مسمار کر دی تو ہم ہیسٹنگ میموریل کو ڈھا دیں گے اور اس کی جگہ قصہ خوانی والی یادگار کے بدلے میں اپنی یادگار تعمیر کر دیں گے۔ کہا جاتا ہے کہ دوسری شہیدی یادگار کے لئے عبدالحیٔ وغیرہ انتہائی خفیہ طور پر عوام سے چندہ جمع کر رہے ہیں (صفحہ نمبر 164)

اس وقت سے لے کر یادگار شہداء کے دوبارہ تعمیر ہونے تک نوجوان تحریک نے برابر اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ جب کانگرسی وزارت صوبے میں برسر اقتدار آ گئی تو انہوں نے یادگار شہداء کی تعمیر کے لئے اپنی کوششیں تیز کر دیں۔ لیکن کانگرسی وزارت نے بھی شروع میں ان کا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ اس زمانے کے عینی شاہد اور جنگ آزادی کی وار کونسل کے ایک رکن عبدالرحمٰن ریا اس صورت حال پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں۔

"پہلی مرتبہ جب صوبہ سرحد میں کانگرس وزارت قائم ہوئی تو اس نے یادگار شہیدان قصہ خوانی دوبارہ تعمیر کرانے سے صاف انکار کر دیا کہ یہاں تو فقراء اور مساکین لوگ مارے گئے اور کوئی مشہور قوم پرست (کانگرسی) نہیں مارا گیا تھا۔ یہ نوجوان بھارت سبھا کی کوششوں کا ثمرہ تھا کہ موجودہ یادگار شہیداں عالم وجود میں آئی۔ سب سے پہلے نوجوان بھارت سبھا کے ممبروں نے یادگار شہیدان پر پھول چڑھائے جس کے بعد یہ رسم ایک فیشن بن کر رہ گئی جسے مفاد پرست ہر سال دہراتے ہیں اور جس کا بین ثبوت یہ

ہے کہ آج تک ان شہدا کے پس ماندگان کو کوئی عملی امداد قطعاً نہیں دی گئی (روزنامہ ترجمان افغان پشاور 5 مئی 1954)۔

معرکہ قصہ خوانی میں پریس اور اشتہارات کی جنگ سے لیکر سیاسی اجتماعات تک اور فوج اور پولیس کے آمنے سامنے مورچے باندھ کر جوابی لڑائی لڑنے تک، نوجوان تحریک کے سرفروشوں نے جو قائدانہ کردار ادا کیا، وہ محض ایک دن کے مسلحہ مقابلے تک محدود نہ تھا بلکہ آئندہ کئی سال تک بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری رہا۔ اور یادگار شہدا کی دوبارہ تعمیر کے لئے انہوں نے جو تحریک چلائی، وہ کانگرس وزارت کے عہد میں 1938 کے اوائل میں بھی جاری تھی۔ (اس کے بعد وہ مردان کے مظلوم عوام کی غلہ ڈھیر تحریک میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی قیادت میں مصروف عمل ہو گئے تھے)

اس بات کا ایک بین ثبوت روزنامہ "سرحد" پشاور مورخہ 19 فروری 1938 کے شمارے میں صفحہ نمبر 5 پر رام سرن نگینہ سابق جنرل سیکرٹری سوشلسٹ پارٹی پشاور کی طرف سے وہ بیان ہے جو اس بارے چھپا تھا۔ اور جس میں شہیدوں کی اس یادگار کی تعمیر کا مطالبہ دہرایا گیا تھا۔ اس مطالبے پر مبنی بیان کو "شہیدان پشاور کی یادگار بنائی جائے" کی سرخی لگا کر "کانگرس حکومت کی توجہ کے قابل" کی ذیلی سرخی سے شائع کیا گیا۔

باب ۱۸ علامہ پوپلزئی کی تحریک اور صوبہ سرحد

1930ء کا معرکہ پشاور ہماری آزادی کی جدو جہد کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ یہ اس اہم تاریخی موڑ کی نشاندھی کرتا ہے جب صوبائی دارالحکومت میں شروع ہونے والی اس عوامی جدو جہد اور پھر اس کے ردعمل کے طور پر پشاور کے بازار کلاں، ٹکر، کوہاٹ، ہاتھی خیل، وزیرستان، باجوڑ آفریدی، کرم ایجنسی وغیرہ میں قربانیوں سے لبریز جدوجہد کا ایک ایسا سلسلہ چل پڑا جو سترہ سال میں بالآخر اپنی کامیابی سے ہمکنار ہوگیا۔لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس تاریخی معرکہ آزادی کی اصل حقیقت پر مختلف مفادات کے پردے ڈالے جاتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کی اصل حقیقت نظروں سے اوجھل ہوگئی۔اس میں بدقسمتی سے دیدہ دانستہ تاریخی بددیانتی بھی برتی گئی ہے۔ایک دور ایسا بھی آیا ہے کہ جس کا بس چلا، اس نے اپنے مخالفین کے کارناموں پر مبنی قیمتی ریکارڈ ضائع کرنے میں بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی۔اور ایسا وقت بھی آیا جب اس معرکہ آزادی پر لکھنے والے نے اس کے اصل ہیرو رہنماؤں کا ذکر کیئے بغیر داستان مکمل کردی۔لیکن ایسا کرنے کے لئے انہیں سانحہ قصہ خوانی کے ہر مرحلے کو مسخ کرنا یا حذف کرنا پڑا جس کی وجہ سے سی آئی ڈی کے ریکارڈ اور پرانے اخبارات وغیرہ سے از سرنو جمع کیا جانے والا یہ دستاویزی مواد اس تفصیل سے مختلف نظر آئے گا جس سے ہمارے کان آشناء ہو چکے تھے۔

اس تاریخی سانحے کی اصل دستاویزات اور تاریخ کا کھوج لگانے والے کو معلوم ہوگا کہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی امام حریت اور ان کے والد محترم مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کا ذکر کیئے بغیر یہ واقعہ کتنا نامکمل رہتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کے نام کی اہمیت ان کی تحریکوں کے ساتھ وابستہ ہے۔اس ضمن میں بعض دستاویزی شہادتوں کا ذکر مختصراً کرنا ضروری ہے۔ پشاور آرکائیوز ریکارڈ میں ڈپٹی کمشنر آفس کی فہرست اول کے بستہ نمبر 11 فائل نمبر 213 اور صفحہ نمبر 9 پر بیان شدہ خفیہ پندرہ روزہ سرکاری رپورٹ مورخہ 13 فروری 1930ء میں لکھا ہے کہ۔

(خفیہ) یہ تمام عرصہ جس کی رپورٹ پیش کی جارہی ہے، مقابلتاً سیاسی ہیجان انگیزی سے خالی رہا ہے اور وہ واحد جماعت جس نے اس دوران بھرپور سیاسی سرگرمی کا مظاہرہ کیا صرف "نوجوان سبھا" ہی ہے۔ان کے ایک رکن نے جوان کے نئے اخبار نوجوان سرحد کا جائنٹ ایڈیٹر بھی ہے، یتیموں اور مزدوروں کے لئے ایک مفت سکول کھولنے کا اعلان کیا ہے۔

معرکہ قصہ خوانی کے بارے میں:۔

تحریک خلافت کے سیکرٹری اور قائداعظم کے قریبی ساتھی اللہ بخش یوسفی نے بھی گواہی دی کہ "پشاور میں ان دنوں کانگرس کمیٹی قائم تھی تاہم زیادہ سرگرمی نوجوان بھارت سبھا کے وہ کارکن دکھا رہے تھے جن کی رگ وپے میں انقلاب کا جذبہ موجزن تھا"

(تاریخ صوبہ سرحد از محمد شفیع صابر 855)

وارکونسل کے رکن:۔ مولانا خان میر ہلالی ہفت روزہ جمہوریت کی 26 اپریل 1957ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔آج قصہ خوانی کے شہدا کے متعلق مسلم لیگ، سرخپوش اور دوسری جماعتیں اس بات کی دعویدار ہیں کہ عوام نے یہ قربانی ان کی جماعت کے تحت دی۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ قصہ خوانی کی قربانی صرف اور صرف پشاور کی کانگرس کمیٹی (جو اس وقت نوجوان بھارت سبھا اور تحریک خلافت کے اشتراک سے کام کررہی تھی) کی قیادت میں دی گئی۔کیونکہ مسلم لیگ یا خدائی خدمت گار تحریک کا ان دنوں شہر میں وجود ہی نہ تھا۔سرحد کی صوبائی کانگرس کے صدر اس وقت آغا سید لعل بادشاہ تھے اور جنرل سیکرٹری خان علی گل خان۔اس طرح نوجوان بھارت سبھا کے صدر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی تھے اور جنرل سیکرٹری خان میر ہلالی۔

(ہفت روزہ جمہوریت 26 اپریل 1957ء)

یعنی جن دو جماعتوں کے اشتراک سے یہ معرکہ لڑا گیا ان دو جماعتوں کے سربراہ باپ بیٹا تھے تحریک خلافت کے صدر مولانا عبدالحکیم پوپلزئی اور نوجوان سبھا کے قائد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی تھے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ خود انگریزوں کے ریکارڈ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت، کانگرس اور نوجوان تحریک میں سے بھی وہ زیادہ تر نوجوان سبھا ہی کو موردالزام ٹھہراتے تھے۔چنانچہ ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر 58 کی فائل نمبر 1618 کے صفحہ نمبر 17 پر درج شدہ ٹیلی گرام نمبر P-278 بابت مورخہ 24 اپریل 1930ء بوقت صبح 45-11 از دفتر چیف کمشنر پشاور برائے شملہ کے مطابق نوجوان تحریک کو خلاف قانون قرار دینے کا فیصلہ کیا گیا اور ہوم ڈیپارٹمنٹ سے اس بارے میں اس طرح رائے حاصل کی گئی ہے کہ نوجوان بھارت سبھا صوبہ سرحد کو غیر قانونی تنظیم قرار دینے کی تجویز ہے۔اس پر توا مید ہے کہ کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔اس کے بعد خلافت اور کانگرس رضا کاروں کو غیر قانونی قرار دینے کا

سوال پوچھا گیا ہے کہ کیا اس پر کوئی اعتراض ہے یا نہیں۔

سرکاری دستاویزات کے مطالعے سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ قصہ خوانی سے شروع ہونے والی تحریک آزادی ہی دراصل صوبہ سرحد کے طول وعرض میں شروع کی جانے والی جدوجہد کی پیش روتھی۔ نیز صوبے کے دیگر مقامات پر پیش آنے والے آمنے سامنے تصادم کے واقعات، اس معرکہ پشاور کا ہی ردعمل اور اس کی نقل تھے۔ صوبائی دارالحکومت ہونے کی وجہ سے پشاور میں صوبہ سرحد کے معرکہ آزادی کی ابتدا ہونی عین فطری بات تھی۔ لیکن بعد میں اس حقیقت کو اس حد تک نظر انداز کیا گیا کہ یہ کئی سوانح نگاروں کی ذہن اور قلم دونوں سے محو ہوتی چلی گئی۔ اگر چہ اس حقیقت کی باز یافت کے لئے تاریخ کے طالب علم کو انگریزی دور کی سرکاری دستاویزات دیکھ کر کوئی زیادہ دقت پیش نہیں آئے گی، لیکن سر دست یہاں پر صرف ایک حوالہ ہی بیان کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

یہ ٹرائیبل ریسرچ سیل کے ریکارڈ لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں بستہ نمبر 64 کی فائل نمبر 1775 کے صفحہ نمبر 21 پر درج ہے۔ اس میں انسپکٹر جنرل پولیس صوبہ سرحد کی طرف سے سیکرٹری برائے چیف کمشنر صوبہ سرحد کو رپورٹ لکھی گئی ہے۔ اس خط کا نمبر 232/C مورخہ نتھیا گلی 18 ستمبر 1930ء ہے اس میں کہا گیا ہے کہ

"The out break which started in Peshawar District spread to other distrcts and was imitative "

"ضلع پشاور میں شروع ہونے والی یہ تحریک دوسرے اضلاع میں بھی پھیل گئی اور یہ (دراصل اسی کی) نقل تھی"

(آئی جی پی صوبہ سرحد)

باب۱۹ دوسرا مقدمہ بغاوت

جون 1931ء میں نوجوان تحریک کا ایک سرگرم نوجوان جس کی عمر سولہ سترہ سال ہی تھی، پھانسی کے پھندے پر جھول گیا۔ یہ نوجوان ایک ہندو تھا۔لیکن اس کے جذبہ آزادی کے عملی مظاہرہ کو دیکھ کر ہر مذہب وملت کے لوگ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔اس نوجوان کا نام ہری کشن تھا۔اور وہ مردان کے ایک گاؤں کا رہنے والا تھا۔

نوجوان تحریک کے صدر علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے شمع آزادی کے اس پروانے کی قربانی سے عوام کو آگاہ کرنے کے لئے 11 جون 1931ء کوشام ساڑھے چار بجے شاہی باغ میں جلسہ عام کا اعلان کروادیا۔ دن بھر اس جلسے کا اعلان کیا جاتا رہا اور لوگوں کو اس نوجوان کی بے مثال جرات وقربانی سے باخبر کیا جاتا رہا۔شام کے چار بجے ہی تھے کہ مقامی حکومت نے دفعہ 144 نافذ کردی اور نوجوان تحریک پر جلسہ کرنے اور جلوس نکالنے کی پابندی عائد کردی۔ یہ حکم نامہ اسی وقت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو بھیج دیا گیا۔لیکن اس حکم کے باوجود علامہ عبدالرحیم نے یہ فیصلہ کیا کہ مقررہ وقت اور مقام پر جلسہ ضرور منعقد کریں گے اور جس اقدام کا دن بھر اعلان کرواتے رہے ہیں اس پر ہر قیمت پر عمل درآمد بھی کریں گے۔ چنانچہ شام ساڑھے چار بجے عبدالرحیم پوپلزئی اپنے ایک قریبی رفیق عبدالغفور آتش کے ہمراہ پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر حیرت انگیز طریقے سے شاہی باغ پہنچ گئے۔انہوں نے شاہی باغ کے جلسہ عام میں ایک انقلاب آفرین تقریر کی۔انگریزی حکومت کی کھل کر مذمت کی۔اور اسے علی الاعلان دہشت پسند، ظالم اور جابر قرار دیا۔انہوں نے اپنی تقریر میں جواں سال ہری کشن کو آزادی وطن کی خاطر پھانسی کے پھندے کو چومنے پر زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ان کے رفیق خاص عبدالغفور آتش نے بھی اس موقع پر تقریر کی اور اپنے جذباتی انداز میں غاصب حکمرانوں کے ظلم و جبر کا پردہ چاک کیا۔

عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش شاہی باغ کے اس جلسہ عام میں آتش بار تقریریں کرنے کے بعد اسی طرح پولیس کی آنکھوں میں دھول جھونک کر واپس آگئے، جس طرح گئے تھے۔اس کے بعد وہ دوسرے مقامات پر بھی تقریریں کرکے عوام میں آزادی کی تڑپ پیدا کرتے رہے اور کسانوں کی تنظیم بھی کرتے رہے۔لیکن حکمرانوں کو ان کی اس جسارت پر بہت غصہ آیا کہ وہ دفعہ 144 اور جلوس جلسے کی

پابندیوں کے باوجود انگریزی قانون کی دھجیاں اڑاتے ہوئے شاہی باغ میں 11 جون کو جلسہ کرنے میں کامیاب رہے تھے۔

باغیانہ تقریر:

علامہ عبدالرحیم پوپل زئی کی تقریر انگریزی قانون کے خلاف ایک للکار اور ایک کھلا چیلنج تھی۔ ان دنوں انگریزی حکومت کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ دفعہ 144 نافذ کر دینے اور نوجوان تحریک پر پابندیاں لگا دینے کے باوجود بھی کوئی جلسہ عام منعقد کرنے کی جسارت کرے گا۔ اس لئے شاہی باغ میں احتیاط کے طور پر ایک آدھ خفیہ نویس ہی متعین کیا گیا تھا۔ اور وہ خفیہ نویس بھی شاید بہت زیادہ تجربہ کار نہ تھا۔ اس نے تقریر کے درمیانی حصے کے چند جملے ہی نوٹ کئے تھے اور اسی کو بنیاد بنا کر مقدمہ کھڑا کر دیا گیا۔ وہ باغیانہ جملے اس خفیہ نویس کے مطابق یہ تھے۔

"لیکن حکومت جس کی بنیاد ہی ظلم و تشدد پر رکھی ہوئی ہے اور جس کی تمام تر عزت و وقار، غلبہ، تسلط اور طاقت کا دارومدار ظلم تشدد اور استبداد پر ہے، یہ نہیں چاہتی تھی کہ لوگ یہاں آ کر بیٹھیں اور آنجہانی (شہید وطن) کا تھوڑی دیر ماتم کر لیں۔ آج چار بجے اس نے دفعہ 144 کے تحت ایک حکم نامہ بھیج کر نوجوان بھارت سبھا پر جلسہ کرنے یا جلوس نکالنے کی پابندی لگا دی اور اس طرح اپنی پرانی روش استعمال کی"۔

افسر استغاثہ کی چٹھی بنام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور:۔

بادشاہت برطانیہ بنام مولوی عبدالرحیم ولد عبدالحکیم ساکن پشاور شہر

الزام زیر دفعہ 124-A انڈین پینل کوڈ

افسر استغاثہ کی شکایت مودبانہ عرض ہے

ا۔ کہ مولوی عبدالرحیم نے 11 جون 1931 کو شاہی باغ پشاور میں ہری کشن کی پھانسی پر اپنی تقریر میں حسب ذیل معنی کے الفاظ کہے۔ "لیکن حکومت جس کی بنیاد ظلم و تشدد پر رکھی گئی ہے اور جس کے عزت، وقار، تسلط اور قوت سب کا دارومدار جبر، تشدد او استبداد پر ہے، یہ نہیں چاہتی تھی کہ لوگ یہاں آ کر بیٹھیں اور تھوڑی دیر کے لئے آنجہانی جانثار شہید وطن کا ماتم کر لیں۔ آج چار بجے اس نے ایک وارنٹ (حکم) زیر دفعہ 144 بھیج کر نوجوان بھارت سبھا پر جلسہ کرنے اور جلوس نکالنے کی پابندی عائد

کردی اوراس طرح اپنی پرانی روش استعمال کی"۔

۲۔ یہ کہ ان الفاظ سے مذکورہ مولوی عبدالرحیم نے قانون کے ذریعے قائم شدہ حکومت کے خلاف غم وغصہ اورنفرت پیدا کی یا پیدا کرنے کی کوشش کی یا اس کے خلاف عدم اطمینان ابھارا یا ابھارنے کی سعی کی۔ اوراس طرح انڈین پینل کوڈ کی دفعہ 124-A کے تحت قابل تعزیر جرم کا مرتکب ہوا۔

۳۔ مذکورہ مولوی عبدالرحیم پر دفعہ 124-A کے تحت مقدمہ چلانے کے بارے میں مقامی انتظامیہ کا حکم ساتھ منسلک ہے۔

۴۔ اس لئے استدعا ہے کہ ملزم پر مقدمہ چلایا جائے اور جن جرائم کا مرتکب پایا جائے، ان کی سزا دی جائے۔

دفتر چیف کمشنر سے ڈپٹی کمشنر کو مراسلہ:۔

جناب والا۔ مجھے یہ کہنے کی ہدایت ملی ہے کہ چیف کمشنر نے 11 جون 1931 کو شاہی باغ میں اس تقریر کرنے کی پاداش میں جس کا مقصد برطانوی ہند میں قانون کے ذریعے قائم شدہ حکومت کے خلاف نفرت اور عدم اطمینان پھیلانا تھا، مولوی عبدالرحیم کے خلاف انڈین پینل کوڈ کی دفعہ 124-A کے تحت مقدمہ چلانے کی منظوری دے دی ہے۔

۲۔ مجھے دفعہ 196 سی پی سی کے تحت ایک رسمی حکم نامہ پیش کرنا ہے جس میں پولیس کے افسر استغاثہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ زیر دفعہ 124-A آئی پی سی مولوی عبدالرحیم کے خلاف اقدامات کرے اور درخواست کرے کہ مقدمہ کے فیصلہ کے فوراً بعد مقدمہ کے نتیجہ سے حکومت کو مطلع کیا جائے گا۔ عدالت میں پر کرنے کے لئے استغاثہ کا مسودہ بھی پولیس کے افسر استغاثہ کے لئے منسلک ہے۔

۳۔ مجھے درخواست کرنی ہے کہ مقدمہ کا نتیجہ انسپکٹر جنرل پولیس اور ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سی آئی ڈی شمال مغربی سرحدی صوبہ کو بھی بھیجا جائے گا اور مجسٹریٹ کے فیصلے کی ایک نقل ان دونوں افسروں کو بھیجی جائے گی۔ ملزم کو سزا ہونے کی صورت میں مجرم کی طرف سے کی جانے والی اپیل پر تاج برطانیہ کی نمائندگی کرنے والے وکیل کو ہدایت کی جائے کہ وہ جوڈیشل کمشنر کے فیصلے کی ایک نقل بھیج کر مقامی انتظامیہ کو مقدمے کے نتیجہ سے مطلع کرے۔

چیف کمشنر کا مراسلہ محکمہ داخلہ حکومت ہند کے سیکرٹری کے نام:۔

بعنوان دفعہ A 124 کے تحت مقدمہ

جناب والا :۔

مجھے آپ کو اطلاع دینے کا اعزاز حاصل ہے کہ مولوی عبدالرحیم سکنہ پشاور شہر کے خلاف دفعہ 124 (A) آئی پی سی کے تحت 11 جون 1931ء کو پشاور میں ایک ایسی قابل اعتراض تقریر کرنے پر مقدمہ چلانے کی منظوری دی گئی ہے جس کا مدعا یہ تھا۔

" لیکن حکومت جس کی بنیاد ہی تشدد وظلم پر رکھی گئی ہے اور جس کی عزت، وقار، تسلط اور قوت سب کا دارومدار جبر وتشدد اور استبداد پر ہے، یہ نہیں چاہتی تھی کہ لوگ یہاں آ کر بیٹھیں اور تھوڑی دیر کے لئے آنجہانی جانثار کا ماتم کر لیں۔ آج چار بجے اس نے ایک حکم زیر دفعہ 144 بھیج کر نوجوان بھارت سبھا پر جلسہ کرنے اور جلوس نکالنے کی پابندی عائد کر دی اور اس طرح اپنی پرانی روش استعمال کی۔

۲۔ مولوی عبدالرحیم نوجوان بھارت سبھا پشاور کا صدر ہے۔ اس کو سول نافرمانی تحریک کے دوران زیر دفعہ (A) 124 سزا ہوئی تھی اور معاہدہ گاندھی ارون کے تحت رہا کیا گیا تھا۔ ایک خفیہ رپورٹ کے مطابق یہ مولوی اس مرکزی اشترا کی پارٹی بمبئی کا ایک ایسا رکن ہے جس کو صوبہ سرحد میں سیاسی اور اقتصادی صورت حال پر ایک رپورٹ مرتب کرنے کے لئے امرتسر میں متعین کیا گیا تھا۔

عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش ساکنان پشاور پر دفعہ 124-A آئی پی سی کے تحت مقدمہ چلانے کی استدعا۔ یہ درخواست ایس ایس پی اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور کی تجویز پر کی جارہی ہے۔

پبلک پراسیکیوٹر اس بات پر متفق ہے کہ موجود شہادت کی بنا پر مقدمہ کامیاب ہونے کی توقع ہے۔

از طرف
ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس
سی آئی ڈی صوبہ سرحد

منسلکہ 16 عدد

۱۔ مسودہ حکم زیر دفعہ 196 سی پی سی

دوعدد

۲۔ مسودہ استغاثہ

دوعدد

۳۔ ڈپٹی کمشنر پشاور کو خط کا مسودہ

دوعدد

۴۔ حکومت کو خط کا مسودہ

دوعدد

ہر خط کی دو دو کاپیاں۔

سیکرٹری یواونمبر 2640/2842 آئی۔بی مؤرخہ یکم اگست 1931ء

مقدمہ کی سماعت:۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے آج مولانا عبدالرحیم اور عبدالغفور آتش کے مقدمے کی سماعت کی اور اسے 14 ستمبر تک ملتوی کر دیا۔ یہ تاریخ فیصلے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔

(دستخط) دھنی رام

11 ستمبر 1931ء

(نوٹ:۔ اس مقدمے کی پہلی سماعت کے لئے 9 ستمبر کی تاریخ مقرر کی گئی تھی اس کے بعد اگلی سماعت صرف دو دن بعد 11 ستمبر کو ہوئی) پہلی سماعت کے لئے سی آئی ڈی والوں نے رائے عامہ کی بنیاد پر رپورٹیں پیش کی تھیں کہ سماعت والے دن بڑی تعداد میں مقامی لوگوں کے عدالت کے احاطے میں جمع ہونے کا امکان ہے۔

17 ستمبر 1931ء کا اندرونی اطلاع نامہ:۔

16 ستمبر کی شام کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور نے 11 جون 1931 کو ہری کشن ڈے منانے کے سلسلے میں شاہی باغ میں باغیانہ تقریریں کرنے کے سلسلے میں مولانا عبدالرحیم کو ایک سال قید با مشقت اور عبدالغفور آتش کو تین سال قید با مشقت کی سزا سنائی۔ مولانا عبدالرحیم کو بی کلاس دی گئی ہے

جبکہ عبدالغفور آتش کو سی کلاس قیدی کا درجہ حاصل ہے۔

پریس ٹیلی گرام جو پکڑے گئے:۔

منجانب ایس ثناءاللہ

برائے

۱۔ ایسوسی ایٹڈ لاہور

۲۔ ایسوسی ایٹڈ نیو دہلی

۳۔ ایسوسی ایٹڈ شملہ

۴۔ ایسوسی ایٹڈ کلکتہ

۵۔ ایسوسی ایٹڈ بمبئی

۶۔ ایسوسی ایٹڈ مدراس

۷۔ پائنیر آلہ باد

۸۔ لیڈر آلہ باد

۹۔ آج بنارس

۱۰۔ سرچ لائٹ پٹنہ

اسسٹنٹ کمشنر پشاور شہر کی عدالت سے گاؤں ماشوخیل کے احتجاج کرنے والے دس سرخپوشوں میں سے چھ کو بلوہ کرنے پر 25 روپے جرمانہ اور چھ چھ ماہ قید بامشقت ہوئی۔ تین کو رہا کر دیا گیا۔ ایک کو تنبیہ کی گئی۔ یقین ہے کہ کانگرس کا غیر ملکی کپڑے کے تاجروں کے ساتھ کوئی عارضی معائدہ طے پا گیا ہے جس کے نتیجے میں پکٹنگ ہٹالی گئی ہے۔

عبدالرحیم صدر اور عبدالغفور رکن نوجوان بھارت سبھا کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی طرف سے دفعہ 124-A کے تحت بالترتیب ایک سال اور تین سال قید بامشقت کی سزا۔ مولانا کو بی کلاس۔ احتجاج کرنے والے تین سرخپوشوں گل محمد دلاور اور امین اللہ کو ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر چارسدہ (ای او ایم) کی عدالت سے پولیس کے سپاہیوں کا راستہ روکنے پر تین تین ماہ قید بامشقت اور ۲۲۴ اور ۳۵۳ روپے الگ الگ فی کس جرمانے کی سزا۔

اپیل

عبدالغفور آتش اور مولوی عبدالرحیم جن کو زیر دفعہ (A) 124 آئی پی سی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت سے 16 ستمبر 1931ء کو سزا ہوئی تھی، ان کی اپیل کی سماعت جوڈیشل کمشنر نے 7 دسمبر 1931ء کو کی۔

مسٹر پیر بخش اور عبدالرب نشتر ملزموں کی طرف سے پیش ہوئے۔ دلائل سننے کے بعد اپیل مسترد کر دی گئی۔

(دستخط) دھنی رام
10 دسمبر 1931ء

باب۲۰ گرفتاری پرعوامی احتجاج

29 اگست 1931ء کوعبدالرحیم پوپلزئی کوگرفتار کرلیا گیا تھا۔ ان کی گرفتاری پر عوامی مظاہرے ہوئے اورعبدالرحیم پوپلزئی کو جبر استبداد کے دور میں جرات کا مظاہرہ کرنے پر خراج تحسین پیش کیا گیا۔ان دنوں کے بعض اجتماعات کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔

انجمن کسانان کی طرف سے ایک جلسے کا اہتمام 8 ستمبر 1931ء کوتکیہ سنگان پشاورشہر میں کیا گیا۔سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر 2 فائل نمبر 24 صفحہ نمبر 47 لائبیر یری ومحکمہ دستاویزات صوبہ سرحد کے مطابق 8 ستمبر 1931 کوسرخ روشنائی سے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک اشتہار شہر میں چسپاں کیا گیا تھا جس کی سرخی تھی "جلسہ عام" اس کے ساتھ "انقلاب زندہ باد" اور کسانان زندہ باد" کے الفاظ درج تھے۔ اشتہار میں تحریر تھا کہ انجمن کسانان کا ایک جلسہ تکیہ سنگان پشاور شہر میں آج رات کومنعقد ہوگا۔اس جلسے میں سیکڑوں افراد نے شرکت کی اور جلسہ رات 10 بجے سے بارہ بجے تک جاری رہا تھا۔اس کی رپورٹ فائل نمبر 1309 میں صفحہ نمبر 31 پر مذکورہ ہے کہ 8 ستمبر کی رات کوتکیہ سنگان میں ایک "بڑا جلسہ عام" تھا۔ جلسے کی مفصل رپورٹ لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں موجود سپیشل برانچ فہرست دوم کے بستہ نمبر 71 فائل نمبر 1309 بابت سال 1931ء میں موجود ہے۔اس جلسے میں تقریر کرنے اور عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری اور سزایابی پر صدائے احتجاج بلند کرنے کی پاداش میں اللہ بخش برقی پر زیر دفعہ 124-A باغیانہ ایکٹ ایک اور مقدمہ کھڑا کر دیا گیا تھا۔یہ جلسہ تحریک خلافت کے رہنما اللہ بخش یوسفی کی صدارت میں ہوا۔

جلسے میں سرخپوش گل میر نے ایک نظم پڑھی جس میں کہا گیا تھا کہ "افغانو! اٹھو اور آزادی حاصل کرو" ایک اور پشتون نوجوان حبیب اللہ نے بھی ایک نظم پڑھی تھی جس میں پیغام دیا گیا تھا۔کہ اے نوجوانو قربانی دو۔اس میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ مخبروں اور سرکار کے ایجنٹوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جلسے کے ایک مقرر ملک دلاور خان نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اورعبدالغفور آتش کی گرفتاری کا ذکر کیا اور کہا کہ ان کی گرفتاری اس لئے عمل میں لائی گئی ہے کہ وہ نوجوان بھارت سبھا کے رکن تھے۔ان کی گرفتاری کا مقصد اس تحریک کو کچلنا ہے۔انہوں نے کہا کہ انجمن زمینداران (انجمن کسانان) کا مقصد کسانوں کو منظّم کرنا ہے۔دہلی معاہدے کے باوجود ہم پر مظالم ڈھائے جارہے ہیں۔مولانا عبدالرحیم اورعبدالغفور

آتش کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ حکومت کو بے نقاب کر رہے ہیں۔ معاہدے کی رو سے انہیں گرفتار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ گول میز کانفرنس کے بعد پھر حکومت کی مرضی تھی کہ وہ جو کچھ چاہتی کر لیتی۔

دلاور خان نے ایک قرارداد پیش کی کہ۔

" یہ جلسہ عبدالغفور اور مولانا عبدالرحیم کی گرفتاری کے خلاف احتجاج کرتا ہے اور حکومت کی طرف سے ان کے ساتھ عام قیدیوں جیسے سلوک پر حکومت کی مذمت کرتا ہے۔"

اللہ بخش برقی نے اپنی تقریر میں عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کی گرفتاری کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ صرف اس وجہ سے گرفتار کئے گئے ہیں کہ وہ نوجوان بھارت سبھا کے ارکان ہیں۔ اس اقدام کا مقصد تحریک کو کچلنا ہے۔ لیکن ان کی گرفتاری سے حالات کی تبدیلی رونما ہوگی۔ انہوں نے ان دونوں کو دی جانے والی جیل کی ناقص خوراک کی شکایت کی اور کہا کہ حکومت نوجوانوں کو کچلنے پر تلی ہوئی ہے۔ لیکن وہ دن دور نہیں جب نوجوان وہ کام کریں گے جو بھگت سنگھ نے کیا تھا۔

انہوں نے ہری کشن کے پنجاب جانے اور پھانسی کے پھندے پر جھول جانے کا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے نوجوانوں سے کہا کہ وہ چاہیں تو اس حکومت کو ختم کر سکتے ہیں۔ انہوں نے عبدالغفار خان کی پالیسی کا ذکر بھی کیا۔ اللہ بخش برقی نے یہ بھی کہا کہ حکومت نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کو گرفتار کر کے اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ پشاور شہر کے فضل رحمان نے ایک نظم پڑھی جس میں پیغام تھا کہ مسلمان اٹھیں اور دشمن کو مٹا دیں۔

ایک اور مسلمان جس کا نام سی آئی ڈی والوں کو معلوم نہ ہوسکا، کی تقریر بھی اس جلسے میں شامل تھی۔ اس نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ مسلمانو متحد ہو جاؤ اور اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلو۔ اس نے یہ بھی کہا کہ یہاں ہندوستان کے مقامی باشندوں کے معاوضے کم اور انگریزوں کی بھاری تنخواہیں مقرر ہیں۔ اس نے اپنی تقریر میں آزادی حاصل کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہونے کی اپیل بھی کی۔

اللہ بخش برقی پھر اٹھے اور کہا کہ مسلمانوں نے حکومت کی مدد کی۔ اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے مقدس مقامات پر بمباری کی۔ اس کا انگریز کی طرف سے ان پر ظلم وستم کی صورت میں صلہ دیا گیا۔ انہوں نے اس سلسلے میں ۲۳ اپریل ۱۹۳۰ کے سانحہ کی مثال پیش کی اور کہا کہ مسلمانوں کو اس روز گولیوں سے چھلنی کیا گیا۔ انہوں نے انگریزوں کے بے رحمانہ انداز میں مالیہ وصول کرنے کا ذکر بھی کیا اور کہا کہ لوگ مالیہ ادا کرنے کیلئے بیوی بچے تک فروخت کرنے پر مجبور ہوگئے۔

اکبر پورہ کا قصہ بیان کرتے ہوئے اللہ بخش برقی نے کہا کہ نوجوانوں کو سنگینوں سے لہولہان کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ خدائی خدمت گاروں کو ڈپٹی کمشنر پشاور نے طویل المعیاد قید کی سزائیں سنائی ہیں۔ ڈپٹی کمشنر اپنے آپ کو خدا سمجھ بیٹھا ہے۔ سرخپوش اس حکومت کے مظالم کا مقابلہ کرنے اور انہیں ختم کرنے کے لئے سرخ لباس میں ملبوس ہو کر سامنے آئے ہیں۔ یہاں گاندھی مندر میں اور مولانا شوکت علی مسجد میں دعائیں مانگیں گے اور نوجوان خود بتا دیں گے کہ آزادی کیسے حاصل کی جاتی ہے۔ انہوں نے حاضرین سے کہا کہ اپنے دوسرے دھندے پیچھے چھوڑ کر آزادی کے حصول کی جدوجہد میں لگ جائیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں بھگت سنگھ کی مثال دی۔ انہوں نے یہ قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی۔

"یہ جلسہ اکبر پورہ اور اضاخیل کے زمینداروں کو مبارکباد پیش کرتا ہے" دلاور خان نے قرارداد کی تائید کی اور اکبر پورہ کا واقعہ بیان کیا۔ تحریک خلافت کے اللہ بخش یوسفی نے ایک تقریر کی جس میں انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کو ان کی گرفتاری پر مبارک باد پیش کی۔ اور کہا کہ پچھلی دفعہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو جیل میں بی کلاس دی گئی تھی اور اب ان کے ساتھ عام قیدیوں کا سا سلوک ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب میں سیاسی قیدیوں کو بیڑیاں نہیں ڈالی جاتیں جب کہ یہاں سیاسی قیدیوں کے پیروں میں بیڑیاں ڈالی جارہی ہیں۔

انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کسانوں کی مدد کریں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مسلمان کی فطرت میں غلامی نہیں ہے۔ مسلمان غلام نہیں رہ سکتا۔ انہوں نے کہا کہ بعض لوگوں کے نزدیک مذہب اور سیاست جدا جدا ہیں لیکن اسلام انہیں جدا نہیں کرتا۔ اسلامی شریعت میں آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت کا حکم ہے۔ انہوں نے اتحاد کی اپیل کی اور کہا کہ آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے۔ اور ہم اسے حاصل کر کے رہیں گے۔ آخر میں انہوں نے کسانوں کی امداد کی اپیل کی اور کہا کہ انقلاب روس کسانوں نے برپا کیا اور انقلاب فرانس فوج نے کیا۔ اللہ بخش یوسفی نے حسب ذیل قرارداد پیش کی۔

"یہ جلسہ محمد اسلم شرر کو ان کی گرفتاری پر مبارک باد پیش کرتا ہے اور ان کی ساتھ عام قیدیوں جیسا سلوک کرنے پر حکومت کی مذمت کرتا ہے"۔ اس جلسے کی رپورٹ دھنی رام نے ۹ ستمبر ۱۹۳۱ کو پیش کی۔ اور چٹھی نمبر ۶۹۸/ ۳۰۶۱ آئی بی مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۱ کے ذریعے پبلک پراسیکوٹر کو دفعہ ۱۲۴A آئی پی سی کے تحت اللہ بخش برقی پر مقدمہ چلانے کیلئے بھیجی گئی۔ پبلک پراسیکیوٹر نے ان شواہد کی بنا پر اللہ بخش برقی پر بغاوت کا مقدمہ چلانے سے اتفاق نہ کیا تو خفیہ پولیس صوبہ سرحد کی طرف سے بذریعہ چٹھی ڈی او

نمبر ۲۶-۶۹۸/۳۲۸۰ آئی بی مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ ڈپٹی کمشنر کو ان کی خفیہ چٹھی نمبر PA-۱۱۳۶ مورخہ ۱۷ستمبر ۱۹۳۱ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ جواز پیش کیا گیا کہ اس مقدمے کو پبلک پراسیکیوٹر کے خیال کی بنیاد پر نہیں بلکہ تقریر کے متن کی بنیاد پر دیکھا جائے۔ اس طرح گویا ایک بے جان مقدمے میں بھونڈے انداز سے جان پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ بہرحال عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کے مقدمے پر اس عوامی ردعمل سے حکومت پریشان ہوگئی۔ یہ عوامی ردعمل یہیں ختم نہ ہوا بلکہ سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر۲ فائل نمبر۲۴ کے صفحات ۵۶ اور ۵۷ وغیرہ کے مطابق ۱۱ستمبر ۱۹۳۱ کو شام سات بجے چوک یادگار سے ساتھ آٹھ سو افراد نے جلوس نکالا جس کے شرکاء ایک قومی جھنڈا اور پانچ سرخ پرچم لئے ہوئے تھے۔ یہ لوگ آٹھ بجے شام نمک منڈی چوک پہنچے جہاں عبدالرحیم پوپلزئی اور رحیم بخش غزنوی وغیرہ کی گرفتاری کے خلاف احتجاجی تقریریں کی گئیں۔

لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد میں موجود سپیشل برانچ بستہ نمبر۲ فائل نمبر۲۴ ہی کے صفحہ نمبر۶۱ کے مطابق اسی روز گیارہ ستمبر کو رات ساڑھے آٹھ بجے نمک منڈی ہی میں ایک اور بہت بڑا جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں سی آئی ڈی کے مطابق ڈیڑھ دو ہزار حاضرین موجود تھے۔ اس جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کانگرس کے صوبائی جنرل سیکرٹری پیر بخش خان وکیل نے کہا کہ حکومت نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، عبدالغفور آتش اور تہکال کے غازی عبدالغفور خان کو جیل میں ڈال کر ناعاقبت اندیشی کا مظاہرہ کیا ہے۔

پیر بخش خان وکیل نے یہ بھی کہا کہ میں نے اور عبدالرب نشتر نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جیل میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ڈاکوؤں کی طرح بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا گیا ہے۔ یہی حال عبدالغفور آتش اور رحیم بخش غزنوی کا تھا۔ اس جلسے میں پیر بخش خان نے ایک قرارداد پیش کی جو منظور کر لی گئی۔ "پشاور کے عوام کا یہ جلسہ عام حکومت کی ناعاقبت اندیشانہ اور مطلق العنان پالیسی کی مذمت کرتا ہے۔ جس کے تحت اس نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، رحیم بخش غزنوی، عبدالغفور آتش، ڈیرہ اسماعیل خان کے محمد رمضان خان وکیل اور صوبہ سرحد کے دوسرے قومی رہنماؤں کو گرفتار کیا ہے۔ عوام کے خیال میں حکومت کا یہ طرز عمل گاندھی ارون پیکٹ کی کھلی خلاف ورزی ہے اور سرحد حکومت کے ذمہ دار افسران اپنے اقدامات کے ذمہ دار ہوں گے"۔

پیر بخش خان نے پولیس رپورٹروں کو مخاطب کر کے کہا کہ اپنے آقاؤں تک یہ بات پہنچا دو کہ

وہ سمجھوتے پر عمل درآمد نہیں کر رہے اور گڑ بڑ ہونے کی صورت میں ساری ذمہ داری ان پر عائد ہوگی۔ اگر حکومت چاہتی ہے کہ لوگ پرامن رہیں تو وہ ظلم بند کر کے لوگوں کے ساتھ مفاہمت کا رویہ اختیار کرے۔ اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کانگرس کے صوبائی صدر علی گل خان نے بھی پیر بخش خان کے خیالات کی تائید کی۔ اس جلسے کے علاوہ لائبریری محکمہ دستاویزات میں سپیشل برانچ کے بستہ نمبر ۲ فائل نمبر ۲۴ صفحہ نمبر ۶۸ کے مطابق ۱۵ ستمبر کو ۱۹۳۱ء مسجد گنج علی خان میں بھی مسلمانوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی رہائی کی دعائیں مانگی گئیں۔

ان دنوں کی عوامی بے چینی اور رائے عامہ کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہفتہ وار اخبار سیلاب پشاور نے اپنی ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ کی اشاعت میں "مولانا عبدالرحیم صاحب صدر نوجوان بھارت سبھا اور حکومت" کے عنوان کے تحت " حکومت نے ان کی گرفتاری میں سخت غلطی کی" کی سرخی لگا کر لکھا ہے مولانا عبدالرحیم صاحب کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ سرحد کا بچہ بچہ ان کو پہچانتا ہے۔ مگر میں جرآت سے کہتا ہوں کہ سرحد میں مولانا سیاسی تدبر اور قابلیت کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ مجھے ان کی صحبت میں رہتے ہوئے دو سال ہوئے۔ قومی تحریک چلانے میں مولانا صاحب ایک خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ ان کی پالیسی بالکل صاف ہے۔ ارادے کے نہایت ہی پختہ اور تعمیری کام کے نہایت ہی دلدادہ تھے۔ بلکہ یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ ان کے دماغ میں سوائے تعمیری نقشہ کے اور کوئی چیز سمائی ہی نہیں گئی ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ حبیب نور ڈے کا اعلان ہو چکا تھا۔ نوجوان جوش سے تیاری کر چکے تھے۔ مگر حکومت نے ۱۴۴ کا نفاذ کر دیا۔ نوجوان آپے سے باہر ہو رہے تھے۔ مگر مولانا صاحب نے ان کو نہایت ہی موثر اور مدلل طریقے سے سمجھایا اور نوجوانوں کی توجہ تعمیری کام کی طرف مبذول کی۔ چنانچہ اس دن حبیب نور ڈے منانا ملتوی کر دیا گیا۔ مگر ہماری حکومت بھی عجیب واقع ہوئی ہے۔ دفعہ ۱۴۴ کو آلہ کار بنا کر خواہ مخواہ نوجوانوں کو مشتعل کرتی رہتی ہے۔

ہری کشن ڈے کے دن پھر وہی صورت پیش آئی۔ اگر مولانا صاحب موجود نہ ہوتے تو شاید نہیں بلکہ اغلب تھا کہ دس کی جگہ دس سو والنٹیر گرفتار ہو جاتے۔ غرض یہ کہ مولانا صاحب کی سرپرستی تھی کہ سرحد میں نوجوانوں کی تحریک بالکل تعمیری رنگ میں چلتی رہی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ گورنمنٹ ان کو اور ان کے رفیق عبدالغفور آتش کو زیر دفعہ ۱۲۴ الف گرفتار کر چکی ہے۔ ہمیں اس وقت ان کی گناہ گاری اور

بے گناہی پر بحث مقصود نہیں۔ میں جرات سے کہتا ہوں کہ گورنمنٹ نے ان کو نوجوانوں سے الگ کر کے نوجوانوں کو مشتعل کر دیا اور ایسی ہستی کو جیل میں بھیج دیا جو تعمیری پروگرام کی حامل تھی اور تحریک کو نہایت امن سے چلا رہے تھے۔

اگر حکومت کے کارندوں میں ذرہ بھر بھی دانش ہو اور مستقبل کا خیال رکھتے ہوں تو مناسب ہے کہ مولانا صاحب اور اس کے ساتھی کا مقدمہ واپس لے لے۔ اسی اخبار سیلاب ۲۱ ستمبر ۱۹۳۱ میں ایک بڑا چوکٹھہ لگا کر یہ سرخی جمائی گئی ہے۔ "مولانا عبدالرحیم صاحب صدر پراونشل نوجوان بھارت سبھا اور عبدالغفور آتش ممبر نوجوان بھارت سبھا کی سزایابی"۔ چوکٹھے میں اس سرخی کے تحت یہ مختصر خبر لکھی گئی ہے۔ پشاور ۱۸ ستمبر، آج معلوم ہوا کہ ڈپٹی کمشنر نے ۱۷ ستمبر ۱۹۳۱ کی شام کو دونوں رفیقوں کے مقدمہ کا فیصلہ جیل کلب میں سنا دیا۔ اسی دن مولانا صاحب کے پیرو پیشی کی تلاش میں سرگردان پھر رہے تھے مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ شام کو فیصلہ ہوا۔ مولانا صاحب کو ایک سال قید سخت کی سزا ہوئی اور بی کلاس میں رکھے گئے۔ عبدالغفور آتش کو تین سال قید سخت کی سزا ہوئی اور سی کلاس میں رکھا گیا۔ (نامہ نگار)

اس چوکھٹے کے نیچے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور عبدالغفور آتش کی سرخی کے تحت حسب ذیل مضمون لکھا گیا ہے۔ "اسی پرچہ مین اسی عنوان کے ماتحت ہم نے ایک شذرہ سپرد قلم کیا ہے۔ اس میں گورنمنٹ کو مولانا صاحب کا مقدمہ واپس لینے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ پرچہ ابھی پریس میں نہیں گیا تھا کہ یہ خبر جو بالکل غیر متوقع نہ تھی ہمارے کانوں میں پہنچی کہ مولانا صاحب کو ایک سال اور عبدالغفور آتش کو تین سال قید سخت کی سزا ہوئی۔ مولانا صاحب ایک دیرینہ خادم قوم ہیں۔ مولانا عبدالحکیم صاحب گاڈی خانہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ عربی زبان میں زبردست مہارت رکھتے ہیں۔ خصوصاً عربی قصیدہ بہت اعلیٰ پیمانہ پر لکھ سکتے ہیں۔ غرض کہ مولانا صاحب کی قابلیت کا اعتراف بڑے بڑے علماء ہند تک کرتے ہیں۔ جس پر ہمیں فخر کرنا مناسب ہے۔

خدا نے مولانا صاحب کو ابتداء ہی سے مزدور نواز دماغ دیا ہے۔ مزدور تحریک کے بانی مبانی اور اس خیال کے سرحد میں پیدا کرنے والے ہی مولانا صاحب ہیں۔ ان کے فیض سے سینکڑوں نوجوان بہرہ اندوز ہوئے ہیں۔ مولانا صاحب کو پہلی جنگ سول نافرمانی میں نو سال قید سخت کی سزا ہوئی تھی اور بی کلاس میں رکھے گئے تھے۔ گاندھی ارون کی عارضی صلح میں رہا ہوئے۔ نمائشی شہرت کے سخت مخالف

ہیں۔ چنانچہ گجرات جیل سے رہا ہوتے وقت کسی کو بھی اطلاع نہ دی گئی صرف قبلہ گاہ صاحب کو غالبًا ایک کارڈ لکھ چکے تھے کہ میں رہا ہوا۔ چنانچہ دوسرے تیسرے دن بالکل بے خبری میں شہر میں گھس آئے اور سیدھے گھر بھاگنے کی کوشش کر رہے تھے کہ راستے میں نوجوان بھارت سبھا کے ممبروں نے گھیر لیا اور مولانا کی مرضی کے خلاف ان کا جلوس نکالا گیا۔

جیل سے رہا ہوکر مولانا صاحب تنظیم نوجوانان میں مصروف ہوئے۔ ہمیں یقین تھا کہ مولانا صاحب کی سرگرمیاں گورنمنٹ کو نہیں بھاتیں۔ ہم ان کو بہت کہا کرتے تھے کہ وہ احتیاط کیا کریں۔ وہ بالکل تعمیری کام کر رہے تھے مگر خوئے بدرا بہانہ بسیار مولانا کا وجود ہی گورنمنٹ کی نگاہوں میں کھٹکتا تھا۔ ورنہ قارئین کرام مولانا صاحب کی وہ تقریر جس کی بناء پر مقدمہ دائر کر دیا گیا ہے اٹھا کر دیکھ لیں۔ اور کانگرسی لیڈروں کی کوئی تقریر اٹھا کر مقابلہ کریں تو آپ کو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔

کانگرسی لیڈر بہانگ دہل کہہ رہے ہیں کہ جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔ مگر گورنمنٹ اس پر خاموش ہے۔ برعکس اس کے مولانا صاحب کی ہر تقریر نے تعمیری پہلو اختیار کیا ہوا ہے۔ ابھی نہ جنگ کی تیاری کا اعلان ہے اور نہ ہی پبلک کو اشتعال دلایا گیا ہے۔ مگر گورنمنٹ .... سرمایہ دار لیڈر جتنا بھی تیز تقریریں کریں ان کا گول بھی معلوم ہے کہ چند مراعات کے علاوہ وہ اور کچھ چیز نہیں چاہتے۔ سو اگر گورنمنٹ نے مولانا صاحب کو صرف ان کے گول اور منشاء کو مدنظر رکھ کر جیل بھیج دیا ہے تو اس میں گورنمنٹ بالکل حق بجانب ہے۔ اور اگر تقریر کی بنا پر مقدمہ چلایا گیا ہے تو گورنمنٹ بالکل حق بجانب نہیں۔ موجودہ قانون میں انسان نیت پر ماخوذ نہیں جب تک کہ اقدام یا ارتکاب نہ کرے۔ مگر مولانا صاحب کے ساتھ صرف ان کی نیت اور گول کو مدنظر رکھ کر گورنمنٹ نے جیل بھیج دیا ہے۔ ورنہ استغاثہ ثبوت الزام سے قاصر ہے۔ (صنوبر حسین)

رفیق عبدالغفور آتش نوجوان بھارت سبھا کے نہایت ہی فداکار ممبر ہیں۔ تحریک سول نافرمانی کے ایام میں آپ نوجوان سرحد کے ایڈیٹر رہے۔ اور باغیانہ مضامین شائع کرنے کے الزام میں گرفتار ہوکر تین سال قید سخت کی سزا پا چکے تھے۔ پشاور شہر کے سیاسی قیدیوں میں عبدالغفور آتش پہلے نوجوان تھے جن کو سب سے زیادہ سزا مل چکی تھی، آپ نے قید کے ایام بنوں جیل میں سخت مشقت کے باوجود نہایت استقلال سے گزار دئے۔ عارضی صلح میں رہا ہوئے۔ مگر ان کا جوش اس سخت قید نے ٹھنڈا نہ کیا۔ اور پھر میدان عمل میں اتر آئے اور مولانا صاحب کی سرپرستی میں شہر میں انجمن کسانان کی بنیاد ڈالی۔ کسانوں

کے غالبًا پہلے جلسے میں تقریر کی اور اب دوبارہ تین سال کیلئے گورنمنٹ کے مہمان ہوئے۔ (ایک نوجوان)

امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری پر عوامی ردعمل کے ضمن میں ہفتہ وار اخبار سیلاب نے اپنی پشتو اشاعت بروز دوشنبہ ۱۴ جمادی اول ۱۳۵۰ھ کو صفحہ اول پر "جمعیت العلماء افغان کا خاص جلسہ" کے زیر عنوان پشتو میں حسب ذیل خبر لکھی۔ آج ۱۱ ستمبر کو بعض اراکین جمعیت علماء افغان بمقام دفتر میں مشورہ کی غرض سے جمع ہوئے تھے۔ ذیل کی تجاویز منظور کی گئیں۔

۱۔ جمعیت علماء افغان کے اراکین مولانا عبدالرحیم صاحب کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور یہ عقیدہ ظاہر کرتے ہیں کہ مولانا صاحب کا شمار صوبہ سرحد کے اکابر علماء میں سے تھا۔ وہ علم وعرفان کے علاوہ استقلال وتدبر کے لحاظ سے صوبہ سرحد میں واحد شخصیت کے مالک تھے۔

۲۔ جمعیت علماء افغان کے اراکین مولانا عبدالحکیم صاحب صدر مجلس خلافت کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ جو مصیبت ان پر مولانا عبدالرحیم صاحب کی جدائی سے آئی تھی اس کا اجر خداوند کریم انہیں عطا فرمائیں۔

۳۔ جمعیت علماء افغان کے اراکین پشاور سنٹرل جیل کے افسروں کے ظالمانہ رویہ پر اظہار غم و غصہ کرتے ہیں کہ انہوں نے سیاسی قیدیوں کو بیدزنی کی سزا دی ہے۔ اور اس ناجائز رویہ کی وجہ سے تمام سیاسی قیدیوں نے فاقہ کشی اور بھوک ہڑتال سے اپنی زندگیاں خطرے میں ڈال دی ہیں اور حکام سرحد اور جیل کے افسروں پر یہ بات واضح کرتے ہیں کہ یہ ایسا ناجائز رویہ ہے کہ سرحد کے جذبات مشتعل ہونے والے ہیں۔ اور یہ ناگوار فضا پیدا کرنے کیلئے ایک پیش خیمہ ہے۔

(محمد اسرائیل ناظم جمعیت علماء افغان اتمانزئی)۔

باب۲۱ دوبارہ اسیری کے شب وروز

گرفتاری کے بعد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو پشاور سنٹرل جیل میں رکھا گیا۔ ان دنوں پشاور سنٹرل جیل میں قیدیوں کے ساتھ بہت برا سلوک کیا جارہا تھا۔ سیاسی قیدیوں سے ان دنوں حکام کا سلوک اتنا برا رہا کہ پابندیوں اور اخبارات کی ضمانتیں ضبط کرنے کے اس دور میں بھی بعض اخبارات اس پر خاموش نہ رہ سکے۔ علامہ عبدالرحیم صاحب اور دوسرے سیاسی قیدیوں کو پیروں میں بیڑیاں پہنادی گئی تھیں۔ ان کی ملاقاتیں بند کردی گئیں اور ان کو بدترین قسم کی سڑاندوالی ناقص اور غلیظ خوراک دی جانے لگی۔ کئی سیاسی قیدیوں کو کوڑے مارے جاتے تھے۔ ان حالات میں عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ایک سیاسی رفیق عبدالرحمٰن ریا کی حالت نازک ہوگئی۔ اس کی خبر جب جیل سے باہر پہنچی تو نہ صرف پشاور بلکہ راولپنڈی، لاہور اور امرتسر تک کے اخبارات میں اس صورت حال کی خبریں اور تبصرے شائع ہوئے۔

روزنامہ ملاپ لاہور نے اپنی ٦ ستمبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں نامہ نگار کے حوالے سے لکھا کہ "پشاور ٦ ستمبر: مولانا عبدالرحیم پوپلزئی صدر پراونشل نوجوان بھارت سبھا پشاور اور کامریڈ عبدالغفور آتش کے ساتھ جیل میں اچھا سلوک نہیں کیا جارہا۔ آج کل وہ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ جب علی گل خان، سید قاسم جان اور پیر بخش ایم اے ایل ایل بی ان سے ملنے کیلئے گئے تو انہیں بتادیا گیا کہ پولیس کی اجازت کے بغیر ملاقات نہیں کرائی جاسکتی۔ اس لئے وہ سب احتجاجاً واپس آ گئے۔

اخبار سیلاب پشاور ۱۴ جمادی الاول ۱۳۵۰ ھجری "مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ ملاقات کی درخواست نامنظور کے زیرعنوان لکھا ہے کہ آج مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ ملاقات کرنے کیلئے درخواست دی گئی تاکہ اپیل کی نسبت ان کا مشورہ لیا جائے مگر سپرنٹنڈنٹ جیل نے ان کی درخواست نامنظور کی۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ سیاسی قیدیوں کے ساتھ جو ناروا سلوک ہورہا ہے وہ ظاہر نہ ہو ورنہ اور کوئی وجہ نہیں ہوسکتی، کیا ڈپٹی کمشنر توجہ فرمائیں گے۔ (نامہ نگار)۔

محکمہ دستاویزات و لائبریری صوبہ سرحد میں موجود ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر ۵۷ کی فائل نمبر ۱۶۱۳ سے پتہ چلتا ہے کہ پشاور کے اخبار فرنٹیئر ایڈوکیٹ نے اپنی ۱٦ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں "سیاسی قیدی بیڑیوں میں" اور "سیاسی قیدیوں پر سختیاں" کی ذیل میں تبصرے شائع کئے تھے۔ اس

اخبار نے اپنے اداریہ میں آہنی بیڑیاں کے زیرعنوان جیل میں سیاسی اسیروں کی حالت زار بیان کی تھی۔ یہ اداریہ اخبار کے مدیر کشن چند ملہوترہ نے لکھا تھا۔ اخبار کے مندرجات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رحیم بخش غزنوی کو بھی آہنی بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا گیا تھا۔ اسکے علاوہ اس میں سیاسی اسیروں پر ملاقات کی پابندی کا ذکر بھی تھا۔ ان دنوں راولپنڈی سے شائع ہونے والے ایک اخبار "خیبر" نے اپنی ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں لکھا تھا کہ پشاور جیل میں سیاسی قیدیوں سے برا سلوک کیا جاتا ہے۔ ان کے رشتہ داروں کو ان سے ملاقات کی اجازت نہیں ہوتی خواہ وہ بیمار ہی کیوں نہ ہوں۔

اخبار نے یہ بھی لکھا تھا کہ ہم حکام کے اس غیر ہمدردانہ رویے کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے کس کے ایماء پر انصاف ترک کر رکھا ہے۔ اور جیل کے قوانین وضوابط کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ سیاسی اسیروں کے ساتھ سیاسی قیدی کا سلوک کرنے کی بجائے انہیں بیڑیاں پہنائی جاتی ہیں اور ان سے ملاقات پر پابندیاں ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض نوجوانوں کو محض قومی نعرے لگانے پر کوڑوں کی غیر انسانی سزا دی گئی ہے۔ ان کی خوراک بھی بدترین ہے۔ ان سے سخت مشقت لی جاتی ہے۔ ہم سرحد حکومت کو اس حقیقت سے خبردار کرتے ہیں کہ عوام میں بے چینی کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ سیاسئین کی تمام شکایات دور کرے ورنہ حکومت خود اس کے نتائج کی ذمہ دار ہوگی"۔

ہفتہ وار اخبار سیلاب پشاور جمعۃ المبارک ۲۵ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ اور مذکورہ فائل نمبر ۱۶۱۳ بستہ نمبر ۵۷ ٹرائبل ریسرچ سیل میں مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ اخبار سیلاب اپنی ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں صفحہ نمبر ۲ پر "مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی علالت" کے عنوان سے لکھتا ہے کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی صاحب کی طرز زندگی اور جسمانی حالت کا تقاضہ یہ ہے کہ انہیں ہر طرح سے آرام مہیا ہو۔ اگرچہ فاضل مجسٹریٹ نے ان کو بی کلاس میں رکھنے کی سفارش کی ہے مگر جہاں اس بے آئین ملک میں اور ہزاروں قسم کی بے آئینی برتی جاتی ہے وہاں باوجود ایک تجربہ کار سپرنٹنڈنٹ مسٹر ہاروے کے جیل پشاور میں داروغہ جیل ایک ایسا رویہ قیدیوں کے ساتھ روا رکھتا ہے جس کو بے آئینی کے بغیر دوسرا نام ہی نہیں دیا جاسکتا۔ اس سے پہلے بھی سیاسی قیدیوں میں گڑبڑ پیدا ہوئی تھی۔ وہ داروغہ جیل کی بے جا سختی، تعصب اور جیل خانوں کے قانون کے خلاف قیدیوں سے مغرورانہ رویہ رکھنے کے باعث پیدا ہوئی تھی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو بی کلاس کی کل رعایات فراخدلی سے نہیں دی جاتیں۔ اس کے علاوہ مولانا صاحب کے سینے میں مدت سے درد کی شکایت ہے مگر عملہ ہسپتال کچھ توجہ نہیں کرتا۔ مولانا

صاحب کی یہ بیماری اگر بصورت عدم توجہ عملہ ہسپتال خطرناک صورت اختیار کرے تو اس کے ذمہ دار گورنمنٹ اور حکام جیل ہوں گے"۔

اسی سلسلے میں سیاسی قیدیوں پر ہونے والے ظلم وستم کے نتیجے میں بالآخر جیل میں پھر گڑ بڑ ہوگئی اور قیدیوں نے کوڑے کھانے کے باوجود انقلاب زندہ باد کے نعرے لگانا شروع کر دیے اور آخر کار انہوں نے بھوک ہڑتال کر دی۔ اس صورت حال کی عکاسی امرتسر کے "اخبار مزدور کسان" کی مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۱ کی اشاعت سے ہوتی ہے۔ اخبار مزدور کسان: "پشاور سنٹرل جیل کی حالت زار" کی سرخی اور "سیاسی قیدیوں کی دردناک کہانی" کی ضمنی سرخیوں کے ساتھ ان واقعات کو کچھ اس طرح بیان کرتا ہے۔ (بحوالہ ٹرائبل ریسرچ سیل ریکارڈ بستہ نمبر ۷۵ فائل نمبر ۱۶۱۳ محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد لائبریری)

پشاور ۱۹ اکتوبر بعض رہا شدہ قیدیوں سے معلوم ہوا ہے کہ مسٹر ہاروے اور حکم چند داروغہ کی بد سلوکی سے سیاسی قیدیوں کی حالت قابل رحم ہوگئی ہے۔ چند دن پہلے ماشوخیل کے قیدیوں کو انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگانے پر کوڑے مارے گئے۔ ان کے ساتھ جمعدار حسام الدین اور ایک دوسرے لمبردار نے بدتمیزی کی۔ اور انہیں کوڑے بھی مارے گئے۔ احتجاجاً دوسرے قیدیوں نے بھوک ہڑتال کر دی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ معاملے کی تحقیقات ایک غیر جانبدار کمیشن سے کروائی جائے۔

اسٹنٹ کمشنر کے کہنے پر اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور محمد رمضان خان وکیل کی کوششوں سے اس یقین دہانی کے بعد تصفیہ طے پا گیا کہ معاملے کی منصفانہ تحقیقات کرائی جائے گی۔ اور حسام الدین جمعدار کو سزا دی جائیگی۔ مندرجہ بالا حالات کے باوجود بھوک ہڑتالی قیدیوں کو چکی پینے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارباب عبدالغفور، عاشق شاہ بادشاہ اور آٹھ دوسرے افراد کو یہاں سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔ مولانا عبدالرحیم اور کامریڈ عبدالرحمٰن ریا کی حالت بہت تشویشناک ہے۔ انہیں بدترین خوراک دی جارہی ہے۔ سپرنٹنڈنٹ جیل اور مسٹر حکم چند جیلر کے خلاف سیاسی قیدیوں میں غم وغصہ بڑھتا جارہا ہے۔ (بحوالہ نمبر I.B-۳۵۰ مورخہ پشاور ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۱)۔

مذکورہ فائل نمبر ۱۶۱۳ کے صفحہ نمبر ۷ اپر ۲ نومبر ۱۹۳۱ یادداشتوں میں مذکور ہے کہ "اخبار انگار" کے ایڈیٹر ارباب محمد اسلم خان کو ۱۵ سیر گندم روزانہ پینے کی مشقت دی گئی۔ اسی روز کی یادداشت کے مطابق نوجوان بھارت سبھا کے سیکرٹری عبدالرحمان (ریا) کو تھائسس کی بیماری لاحق ہوگئی۔ مورخہ ٦

نومبر ۱۹۳۱ء کی یاداشت میں بتایا گیا ہے کہ اس روز چیف میڈیکل افسر نے اپنے دورہ کے موقع پر بی کلاس کے قیدیوں کو دھمکی دی کہ اگر اخبارات میں ان کے متعلق کچھ چھپا تو ان کی مراعات واپس لے لی جائیں گی۔ پشاور سنٹرل جیل میں رہتے ہوئے ۱۵ اگست ۱۹۳۱ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی میعاد قید ختم ہوگئی۔ انہیں رسمی طور پر رہا کرنے کے احکام جاری کرنے کے ساتھ ہی فوراً پشاور جیل کے جوڈیشل لاک اپ میں بند کر دیا گیا اور کہا گیا کہ ایسا اقدام خصوصی اختیاراتی آرڈیننس کی دفعہ (۱) ۳ کے تحت اٹھایا گیا ہے۔ پشاور جیل سپرنٹنڈنٹ کے ایک خط نمبر H-۳/ ۱۷۵۵ بنام آئی جی جیل خانہ جات صوبہ سرحد کے مطابق جو پشاور آرکائیوز ٹرائبل ریسرچ سیل کے بستہ نمبر ۳۹ کی فائل نمبر ۱۱۰۲ میں موجود ہے، بعد میں ۱۲ اگست ۱۹۳۲ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور سے گزشتہ تاریخ ۴ اگست ۱۹۳۲ء کا ایک حکم نامہ حاصل کیا گیا اور اس طرح ایک نا کردہ جرم کی سزا کا دور شروع ہوگیا۔ اس سزا کی معیاد ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۲ کو ختم ہونے سے پہلے ہی ایس پی او کی دفعہ (ط) (۱) ۴ کے تحت مزید قید رکھنے کا حکم طلب کر لیا گیا۔ اس سلسلے میں ٹرائبل ریسرچ سیل کے مذکورہ ریکارڈ کی فائل نمبر ۱۱۰۰ کے مطابق ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ء کو ڈپٹی کمشنر پشاور جے۔ جی۔ ایچی سن نے صوبہ سرحد کے چیف سیکرٹری کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے بارے میں سی آئی ڈی کی تیار کردہ ہسٹری شیٹ بھی بھیجی۔ اس خط میں جو مذکورہ فائل ۱۱۰۰ کے صفحہ نمبر ۱۵۳ پر موجود ہے ڈپٹی کمشنر ایچی سن نے لکھا کہ وہ (مولانا) ایک خوفناک کردار ہے۔ اور اگر اسے رہا کیا گیا تو عین ممکن ہے کہ وہ ضلع پشاور میں اپنی قابل اعتراض سرگرمیاں بحال کرنے کے ساتھ صوبے کے باہر حکومت مخالف عناصر سے خطرناک رابطے کرلے۔ اس لئے اس بات کی سفارش کی جاتی ہے کہ مقامی حکومت خصوصی اختیاراتی آرڈیننس کی دفعہ (ط)(۱)۴ کے تحت ایک حکم جاری کر کے، اس کی رہائی کی تاریخ کے ساتھ ہی اس کو کیمپ میں نظر بند کر دے۔ اس قید در قید کی سفارش کے ساتھ ہی مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی اس زمانے تک کی حسب ذیل ہسٹری شیٹ چیف سیکرٹری صوبہ سرحد کو ارسال کی گئی۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ولد مولوی عبدالحکیم ساکن گاڑی خانہ پشاور شہر عمر تقریباً ۴۰ سال۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی دیوبند کا ایک نامور عالم ہے۔ ۱۹۲۱ میں اینٹیلیجنس بیورو کے ڈائریکٹر کو اطلاع ملی کہ وہ پان اسلامک خفیہ سوسائٹی کا رکن ہے۔ یہ سوسائٹی اس وقت ترکی سے ہندوستان کے ذریعے وسطی ایشیا تک کام کر رہی تھی۔ اس سال بنگال کا ایک سیاسی مفرور جو مولانا ابوالکلام آزاد کے تحت کام کرتا تھا اس (مولانا پوپلزئی) کے ذریعے مجاہدین چمرکند کے پاس بھیجا گیا تھا۔ یہ کوشش ناکام رہی لیکن چونکہ

اس طرح مولوی عبدالرحیم پوپلزئی کا پتہ چل گیا اس لئے وہ خاموش ہوگیا۔ اور پھر ۱۹۲۹ میں رضا کاران خلافت کے سالار کی حیثیت سے ظاہر ہوا۔ اسی سال افغانستان میں گڑ بڑ کے دوران اس نے ۲۵ مولویوں کے وفد کے ساتھ مہمند ایجنسی کے علاقے کا دورہ کیا تا کہ امان اللہ خان کیلئے ساز گار حالات پیدا کر سکے۔ اس نے اس جماعت کے رہنما کی حیثیت سے حاجی ترنگ زئی اور مجاہدین چمر کند سے ملاقات کی۔ اسی سال اس نے سارھا بل کے خلاف مظاہروں میں حصہ لیا۔ جولائی ۱۹۲۹ میں اسے پشاور سٹی کانگرس کمیٹی کا صدر چن لیا گیا۔ نومبر ۱۹۲۹ اسے صوبہ سرحد کانگرس کی مجلس عاملہ کا رکن منتخب کر لیا گیا۔ اسی سال دسمبر میں اس نے لاہور کے کانگرس سیشن میں پشاور کے ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے شرکت کی۔ اسی دوران اس نے کیرتی کسان کانفرنس میں شرکت کی۔ اس موقع پر اس نے پنجاب نوجوان بھارت سبھا کے ساتھ وابستگی پیدا کر لی۔ لاہور کے ان اجلاسوں سے واپسی پر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پشاور میں نوجوان بھارت سبھا قائم کرنے میں پیش پیش تھا۔ اس نے اخبار نوجوان سرفروش پشاور کے پتہ پر آل انڈیا نوجوان بھارت سبھا کے ساتھ خط و کتابت کی۔ نوجوان بھارت سبھا کی رکنیت کے دوران بیرونی کارکنوں کے ساتھ اس کا رابطہ ہوگیا۔ اور ساتھ ہی اس کا تعلق روشن لعل اور اسکی ماں نکو دیوی کے ساتھ قائم ہوگیا۔ جو یہاں پر بیرونی عناصر کے ساتھ رابطے کا ذریعہ ہیں۔ پرانا سیاسی کارکن ہونے کہ وجہ سے اس پر خاص اعتماد کیا جانے لگا۔ اسے ۱۹۳۰ کی گڑ بڑ میں ایک باغیانہ تقریر پر سزا سنائی گئی اور پھر عام معافی (گاندھی ارون پیکٹ) کے تحت رہا ہوا۔ اسے گزشتہ سال ۱۱ جون کو ہری کشن ڈے پر ایک باغیانہ تقریر کرنے کی پاداش میں پھر سزا ہوئی ہے۔ اس نے امرتسر کے مرکز کے ساتھ وہاں کے قصاب مولوی احمد دین کے ذریعے اس موقع پر تعلق پیدا کر لیا جب وہ پشاور کے دورے پر آیا۔

صوبہ سرحد کے سیاسی حالات سے متعلق ایک رپورٹ لے کر امرتسر گیا اور موخر الذکر (مولوی احمد دین) سے امرتسر میں ملا۔ یہ رپورٹ یہاں ہونے والی گڑ بڑ کے نتیجے میں تیار ہوئی تھی۔ اس کا مقدمہ ہری کشن ڈے، پر اس کی تقریر کے بعد قدرے تاخیر سے شروع ہوا۔ اب وہ ۱۸ ماہ سے مذکورہ تقریر کے سلسلے میں سزا پانے کے بعد جیل میں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے مسماۃ نکو اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر بیرونی رابطے بنائے ہیں۔ لیکن وہ محمڈن ایجی ٹیٹر کے طور پر اپنی سابقہ کارگزاری کی وجہ سے بھی ایک نمایاں شخصیت تھا۔ اس بات پر غور کیا جائے کہ کرتی کسان پارٹی کے مقامی جنرل سیکرٹری نے امرتسر میں جماعت کے ہیڈ کوارٹرز کو لکھا تھا کہ ان علاقوں میں کرتی کسان پارٹی اس وقت

مولوی عبدالرحیم کی ہدایات کے مطابق منظّم کی گئی جب وہ جیل میں تھا اور وہاں سے ہدایات جاری کرتا تھا۔اس بات کا شبہ ہے کہ وہ اب بھی جیل سے باہر اپنی جماعت کے لوگوں سے رابطہ رکھے ہوئے ہے اور یہاں سے قبائلی علاقے میں موجود صنوبر حسین اور سید امیر بادشاہ جیسے مفروروں سے بھی رابطہ موجود ہے۔ وہ اب کیپٹن کولڈسٹریم کے قاتل عبدالرشید کی پھانسی پر جیل میں بھوک ہڑتال شروع کروا رہا تھا۔

گویا ایک سال ان حالات میں پشاور جیل میں گزارنے کے بعد ۲۹ ستمبر ۱۹۳۲ کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو بعض دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ ہری پور جیل میں رکھنے کے احکامات جاری کئے گئے۔اس کا ذکر سپیشل برانچ کی فہرست دوم کے بستہ نمبر ۳۹ کی فائل نمبر ۱۴۱ ۶ کے صفحات ۱۶۶ اور ۱۶۷ میں موجود ہے۔اس کے مطابق مولانا عبدالرحیم پوپلزئی وغیرہ کو پشاور سے ہری پور جیل بھیجنے کیلئے صوبہ سرحد کی سی آئی ڈی کے آئی جی پی کے اسسٹنٹ مسٹر ایچ جی وکرز نے خصوصی اختیارات کے آرڈیننس کے تحت پشاور میں پولیس کے سینئر سپرنٹنڈنٹ کو بذریعہ خط نمبر ۳۱۴۲/۴۸۵۳ ایس بی مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ مطلع کر دیا تھا۔ٹرائبل ریسرچ سیل پشاور آرکائیوز کے بستہ ۳۹ کی فائل نمبر ۱۱۰۰ میں صفحہ ۱۶۸ کے مطابق سنٹرل جیل ہری پور کے سپرنٹنڈنٹ سرانجام خان نے ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۲ کو ڈپٹی کمشنر پشاور کو بذریعہ خط نمبر H-۷/۹۳/۵۷ ڈائری نمبر ۲۲۸۷ لکھا کہ آپ کے ٹیلی گرام مورخہ ۱۵ اکتوبر کی تعمیل کر دی ہے پکا کم بھی ارسال کر دیں۔

بہرحال حکومت نے پشاور جیل میں گڑبڑ اور بدامنی کے زمانے میں علامہ عبدالرحیم صاحب کو ہری پور جیل تو بھیج دیا لیکن بدامنی اور بے چینی کی اصل وجوہات دور کرنے کی کوشش نہ کی۔اور ہری پور جیل میں بھی وہی سخت گیری اور ایذا رسانی کی پالیسی جاری رکھی۔ چنانچہ اسی سال ہری پور جیل میں بھی قیدیوں نے احتجاج شروع کر دیا۔اور ان کی شکایات پر حکومت اور جیل انتظامیہ نے کان نہ دھرا تو بات جیل میں بغاوت تک جا پہنچی۔ چنانچہ ہری پور جیل میں ۱۹۳۲ میں ہونے والی بغاوت کے قصے بہت مشہور ہیں۔اس جیل میں تو نوبت اس حد تک پہنچی کہ جیل حکام کو مدد کیلئے فوج بلانا پڑی تھی اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل سے منتقل کر کے ہری پور کیمپ جیل میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔ان دنوں ہری پور جیل میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے دوسرے ساتھیوں کے علاوہ ان کے ایک سیاسی اور روحانی پیروکار اور جنگ آزادی کے مجاہد عمر فاروق خان آف ملک پور ہزارہ بھی موجود تھے۔ وہ سرحد اسمبلی کے رکن حاجی فقیرا خان کے بھائی تھے۔انہوں نے اس زمانہ اسیری میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے فیض صحبت

سے بہت استفادہ کیا تھا۔ اور ان کے اصل منبع بصیرت حضرت شاہ ولی اللہ کی کتاب حجتہ اللہ البالغہ کی سیاسی افادیت سے بھی آگاہی حاصل کی تھی۔ عمر فاروق خان نے بعد میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پر ایک کتاب بھی لکھی تھی جو ایک اشترا کی عالم دین مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے نام سے چھپی تھی۔ یہ کتاب مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے افکار وخیالات پر ایک مستند دستاویز سمجھی جاتی ہے۔ کتاب کا نام البتہ پروفیسر محمد سرور تلمیذ مولانا عبیداللہ سندھی کا تجویز کردہ تھا۔ (کتاب کے اس اشترا کی نام پر بعض علماء کرام نے اعتراض کیا تھا تاہم کتاب کے اندر مندرجات پر اعتراض نہیں کیا گیا)۔ ہری پور جیل میں بھی گڑ بڑ ہوجانے پر علامہ عبدالرحیم کو ہری پور کیمپ جیل میں بہت سی پابندیوں کے ساتھ قید رکھا گیا۔

دراصل ۱۹۳۲ میں جیل کے قیدیوں میں بے چینی اور سختیوں کے رد عمل کے واقعات کے بعد صوبہ سرحد کیلئے ایک نیا قانون نافذ کر دیا گیا تھا۔ اس کا نام دفعہ ۴ (ا) (ب) اور (د) کا خصوصی اختیاراتی آرڈیننس نمبر x مجریہ ۱۹۳۲ رکھا گیا تھا۔ یہ قانون دوسرے قیدیوں کے ساتھ علامہ صاحب پر بھی مزید پابندیوں کا پیغام لے کر آیا۔ یکم اکتوبر ۱۹۳۲ کو چیف سیکرٹری کے دستخطوں سے آپ کو لکھا گیا کہ حکومت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ آپ پبلک سیفٹی اور امن کے خلاف ورزی والے کام یا تو کر چکے ہیں یا کرنے والے ہیں اس لئے آپ کیمپ کی حدود میں رہ کر مقامی حکومت کی طرف سے کیمپ میں کاروائی اور انتظام کیلئے جاری کردہ منسلکہ احکام بجالائیں۔

اس قانون کے تحت یکم اکتوبر ۱۹۳۲ کو کیمپ کے اندر رہتے ہوئے براہ راست یا بالواسطہ سیاسی اغراض ومقاصد سے سختی سے منع کر دیا گیا۔ اس حکم نامے کو تاحکم ثانی جاری رکھنے کا نوٹس دیا گیا۔ کیمپ کی اسیری کو تکلیف دہ بنانے کیلئے گورنر صوبہ سرحد کے حکم سے چیف سیکرٹری کے دستخطوں سے ۱۵ احکام جاری کر دیے گئے۔ وہ احکام یہ تھے:

۱۔ نظر بند اپنے کیمپ کی حدود میں اپنے کیمپ کمانڈنٹ کی طرف دی گئی جگہ پر رہے گا۔ وہ اس سے باہر صرف اپنے کمانڈنٹ کی طرف سے عام یا خاص حکم نامے کے تحت ہی جائے گا۔

۲۔ وہ کیمپ کے کمانڈنٹ کے کیمپ اور اس میں رہنے والوں کے آرام، حفاظت، صحت اور درست کارکردگی کیلئے جاری کئے جانے والے احکام کی پابندی کرے گا اور اپنے آپ کو اسی حالت میں رکھے گا۔

۳۔ وہ کیمپ میں کمانڈنٹ کی طرف سے مقرر کردہ اوقات اور مقامات پر اپنی حاضری کا جواب

دے گا اور اپنا نام پکارے گا۔

۴۔ وہ دن کے اوقات میں صاف ستھرا رہے گا۔ اور جب کوئی باختیار معائنہ کرنے والا افسر آئے تو وہ کھڑا ہو جائے گا اور اگر ان افسران یا معائنہ کاروں نے ڈیوٹی کے سلسلے میں کوئی سوال پوچھا تو وہ اس کا جواب دے گا۔ ان کی عزت وتکریم کرے گا۔

(نوٹ: یہاں قید کے دوران علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نہ تو کبھی کسی کیلئے احتراماً اٹھے اور نہ ہی ان احکامات پر دستخط کیے جو ہر بار میعاد قید ختم ہو جانے کے بعد نئی میعاد کے سلسلے میں بھیجے جاتے تھے۔ اسی قید کے دوران ایک بار گورنر صوبہ سرحد مسٹر جارج کننگھم معائنے کیلئے آیا تو وہ یہ دیکھ کر سخت شرمندہ ہوا کہ علامہ عبدالرحیم نے اس کیلئے بھی احتراماً کھڑا ہونا گوارا نہ کیا)

۵۔ وہ قصداً اپنے آپ کو بیمار کرنے یا زخمی کرنے والا کوئی کام از خود نہ کرے گا۔

۶۔ وہ اپنے قبضے میں کسی قسم کے پیسے، نوٹ، یا تبادلے کا کوئی ذریعہ نہ رکھے گا۔ اگر کسی نظر بند کے پاس کچھ پیسے ہوں یا اسے وقتاً فوقتاً وصول ہوں تو وہ انہیں کیمپ کمانڈنٹ کے حوالے کر دے گا۔ جو ہر نظر بند کا الگ حساب رکھے گا۔ ان پیسوں میں سے کمانڈنٹ جن اخراجات کے لئے مناسب سمجھے خرچ کرے گا۔ مثلاً اخبارات خریدنا، سگریٹ، کھانے پینے کی چیزیں وغیرہ لینا، جن کی وہ وقتاً فوقتاً منظوری دیتا رہے گا۔

۷۔ نظر بند کوئی خط، تار، ڈاک کے ذریعے پیغامات یا کسی قسم کے مواصلات بشمول پارسل اس وقت تک وصول نہ کریگا جب تک کمانڈنٹ انہیں کھول کر معائنہ نہ کرلے اور اس کے بعد نظر بند کو انہیں لے لینے کی اجازت نہ دے دے۔ وہ ہفتہ میں تین خطوط سے زیادہ نہ لکھ سکے گا۔ اور ان خطوط کے معائنے اور اجازت نامے کے بغیر وہ انہیں جیل سے باہر سپرد ڈاک کرنے نہیں بھیج سکے گا۔

۸۔ وہ کمانڈنٹ کی پیشگی اجازت کے بغیر کسی سے ملاقات نہیں کریگا۔ اور اس صورت میں بھی اپنے رشتہ داروں کے سوا کسی کے ساتھ ملاقات نہ کر سکے گا۔ اور وہ بھی ہفتے میں صرف ایک مرتبہ۔ وہ کمانڈنٹ کی اجازت کے بغیر آدھ گھنٹہ سے زیادہ ملاقات نہ کر سکے گا۔ دوران ملاقات وہ ایک سرکاری افسر کو ساتھ رکھے گا تاکہ وہ سن سکے۔ وہ کوئی کتاب، رسالہ یا اخبار حکومت کی پیشگی اجازت کے بغیر نہیں خرید سکے گا۔

۹۔ قاعدے نمبر ۸ کے سوا وہ کیمپ والوں کے علاوہ کسی سے بھی براہ راست یا بالواسطہ خط و

کتابت، رابطہ یا میل جول نہ رکھے گا۔ جیسا کہ خصوصی اختیار کے آرڈیننس نمبر ۱۰ زیر دفعہ ۴ (ا) (ب) مجریہ ۱۹۳۲ میں مذکور ہے کہ وہ ایسا کیمپ کمانڈنٹ کے عمومی یا خصوصی تحریری احکام کے بغیر نہیں کر سکے گا۔

۱۰۔ وہ ہر وقت کیمپ، میڈیکل افسروں اور کیمپ کمانڈنٹ کی اجازت سے آنے والے کسی بھی سرکاری ملازم کو اندر آنے دے گا۔

۱۱۔ جب بھی کیمپ کمانڈنٹ یا اس کی غیر موجودگی میں کیمپ کے انچارج افسر یا اسسٹنٹ یا سب اسسٹنٹ سرجن کیمپ کی طرف سے اسے بلایا جائے تو وہ غیر ضروری دیر لگائے بغیر حاضر ہو جائے گا۔

۱۲۔ جب کوئی باوردی پولیس افسر اسے اپنا نام بتانے کو کہے تو وہ ایسا ہی کرے گا۔

۱۳۔ جب ایک باوردی پولیس افسر یا کیمپ کا میڈیکل افسر اسے اپنی بیرک یا ہسپتال کے وارڈ میں واپس آنے یا رہنے کا حکم دے تو وہ فوراً ایسے حکم کی تعمیل کرے گا۔

۱۴۔ ہر قسم کی شکایات اور درخواستیں کیمپ کمانڈنٹ کو اس کے مقررہ اوقات اور مقامات پر ہی بھیجی جائیں گی۔ مقامی حکومت کو اپیلیں ہر صورت میں کمانڈنٹ کے ذریعے بھیجنا ہوں گی۔ علاج معالجہ کیلئے میڈیکل افسر کو درخواستیں کیمپ کمانڈنٹ کی منظوری سے اور مقررہ مقامات پر دینا ہوں گی۔

۱۵۔ نظر بند کسی بھی وقت کیمپ کمانڈنٹ یا اس کی عدم موجودگی میں کیمپ کے افسر مجاز کو اپنی تلاشی، جگہ یا چیزوں کی تلاشی کا ہر موقع مہیا کرے گا۔ یہ احکامات خصوصی اختیارات کے آرڈیننس نمبر ۱۰ مجریہ ۱۹۳۲ کے تحت بنائے گئے ہیں اور آرڈیننس کی زیر دفعہ ۴ (ا) (ب) اور (د) نظر بند نے ان کی تعمیل کرنا ہوگی۔

جب بھی اس نے جان بوجھ کر ان احکامات کی کسی ہدایت کی حکم عدولی کی تو اسے خصوصی اختیارات کے آرڈیننس کی دفعہ ۱۷ کے تحت سزا دی جائے گی۔ ان احکامات کے اجراء کے ذریعے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی صاحب پر جو پابندیاں عائد کی گئیں ان سے کہیں زیادہ پابندیاں وہ تھیں جو عملاً ہوتی تھیں اور جن کا ذکر ان دکھاوے کے احکامات میں نہیں ہوتا تھا۔ مولانا کے احباب اور معتقدین ہی مولانا سے مل سکتے تھے رشتہ داروں میں والد کا بڑھاپا اور بیٹے کی کمسنی ان کی ہری پور آمد اور ملاقاتوں میں حائل تھی۔ گویا ان شرائط کی آڑ میں ان کی ملاقات پر عملاً پابندی عائد رہی۔ یہاں تک کہ انہیں ان کے وکیل سے بھی ملاقات کی اجازت نہ تھی۔

ادھر ان کی سزا کی معیاد کبھی کی گزر چکی تھی۔ اور ۱۹۳۱ میں شروع ہونے والی ایک سال قید

بامشقت ۱۹۴۳ میں بھی ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔ انہیں خطرناک سیاسی رہنما تصور کرتے ہوئے مختلف حیلوں بہانوں سے بلا جواز قید رکھا جارہا تھا۔ ان کے دو چھوٹے چھوٹے بچے ایک بیٹی اور ایک بیٹا ان کی راہ تک رہے تھے۔ لیکن حکومت نے انہیں میعاد قید گزر جانے کے بعد بھی رہا نہ کیا اور ان کی رہائی ناممکن نظر آنے لگی۔ علامہ کے والد اپنے بیٹے کے غم میں نڈھال ہورہے تھے۔ جمعہ یا عید کے موقع پر اپنی تقریر میں اپنے غم کا ذکر کرتے اور کبھی کبھار بے اختیار ان کی آنکھوں سے دوران تقریر آنسو نکل آتے۔ سید رسول شاہ ابوالوفا مشتاق مولائی نے ان کو بیٹے کی جدائی پر آنسو بہاتے ہوئے خود دیکھا تھا۔ ستم بالائے ستم معیاد قید گزرنے کے باوجود رہائی تو درکنار انہیں اپنے وکیل سے ملاقات کی اجازت بھی نہ دی گئی۔ اور ۱۹۴۱ء میں ایک سال کی قید پانے والے اس اسیر نے ۱۹۴۳ میں ۶ مارچ کو جب ملاقات کیلئے ہری پور جیل کے کیمپ کمانڈنٹ کو لکھا تو اس نے بذریعہ خط نمبر ۱۱-۷-۱۲۷ مورخہ ۶ مارچ ۱۹۴۳ کو اسی روز انہیں جواب دے دیا کہ

" آپ کے ۶ مارچ ۱۹۴۳ کے خط کے حوالے سے حکومت کے نافذ کردہ ضوابط کے مطابق نظر بند کو اس کے عزیزوں کے سوا کسی بھی شخص سے ملنے کی اجازت نہیں ہے۔ تاہم نظر بند اگر اپنے وکیل سے ملاقات کرنا چاہے تو شاید حکومت اس سے انکار نہ کرے۔ اسی روز وکیل سے ملاقات کا معاملہ حکومت کی صوابدید پر ڈالنے والے کیمپ کمانڈنٹ نے کیمپ کے اسیروں کے بارے میں مزید مطلوبہ چال چلن کے طریقوں پر عمل کرنے کے فرمائشی احکامات بھی علامہ عبدالرحیم پوپلزئی صاحب کے حوالے کردیے۔ ان میں پہلے والے قواعد اور ضوابط کو کچھ اور سخت کر دیا گیا تھا۔ اس حکم نامے کا عنوان تھا کہ یہ مزید ضوابط ہری پور کیمپ کے نظر بندوں کے چال چلن کے بارے میں حکومت کے جاری کردہ ضابطوں کی بناء پر بنائے گئے ہیں۔ ان ضوابط کی تفصیل اس طرح درج کی گئی تھی:

۱۔ روزانہ نظر بند کے احاطے کے سامنے صبح ساڑھے سات بجے اور شام ساڑھے چھ بجے حاضری ہوا کرے گی۔ ہر روز ایک دفعہ اچانک حاضری ہوجایا کرے گی۔ اس مقصد کیلئے ایک کتاب رکھی جائے گی۔

۲۔ کمانڈنٹ کی اجازت کے بغیر مندرجہ ذیل کے سوا کوئی بھی نظر بندی کے کیمپ میں اندر نہیں آئیگا۔

(الف) گارڈ کے ارکان (ب) کمانڈنٹ کا متعین کردہ نائب داروغہ جو ملاقات پر پابندی رکھے گا (ج)

کمانڈنٹ کی طرف سے باختیار نظر بندی کے خادمین (د) ایس اے سرجن

۳۔ انچارج پولیس افسر ایک کتاب رکھے گا جس میں ہر دفعہ آنے والے تمام ملاقاتی دستخط کریں گے۔ اگر دستخط نہ کر سکیں تو انچارج پولیس افسران کے نشان ہائے انگوٹھہ ثبت کرائے گا۔

۴۔ ٹھیکیدار یا ٹھیکیدار کے نمائندے یا کسی دوسرے غیر مختار شخص کو نظر بند سامان بہم پہنچانے کا نہیں کہہ سکے گا۔

۵۔ ٹھیکیدار یا ٹھیکیدار کے نمائندے یا کسی دوسرے غیر مختار شخص سے کوئی سامان نظر بند وصول نہیں کر سکے گا۔

۶۔ پولیس افسران سامان بہم پہنچانے کیلئے اپنے مقررہ وقت پر ہی تحریری آرڈر وصول کرے گا اور جیل کے دفتر کو دن کے ۱۲ بجے روزانہ بھیجے گا۔ ٹھیکیدار کو دیے جانے سے پہلے آرڈر کی خود کمانڈنٹ پارسل کی طرف سے افسر مجاز کی منظوری لی جائے گی۔

۷۔ نظر بند کو دیے جانے سے پہلے خود کمانڈنٹ یا کمانڈنٹ کی طرف سے مقرر کردہ اسسٹنٹ جیلر سامان کا معائنہ کرے گا۔ دودھ کے سوا باقی سامان دن میں صرف ایک مرتبہ وصول کیا جا سکے گا۔

۸۔ تمام سامان جیل کے گیٹ پر حوالے کیا جائے گا۔

۹۔ ٹھیکیدار یا اس کے نمائندے یا دوسرے غیر مجاز شخص کو نظر بندی کیمپ کے قریب نہیں جانے دیا جائے گا۔

۱۰۔ رات بارہ بجے سے چھ بجے صبح تک تمام نظر بند اپنے کواٹر میں رہیں گے۔ جب تک انہیں کمانڈنٹ، گارڈ کمانڈنٹ یا میڈیکل افسر باہر نکلنے کی اجازت نہ دے۔

۱۱۔ پولیس نظر بندی کیمپ میں ہر دفعہ اندر داخل ہونے یا باہر نکلنے پر خدمت گاروں یا حفاظتی ارکان کی تلاشی لے گی۔

۱۲۔ کمانڈنٹ سے ملنے کی درخواست ماسوائے خاص حالات کے روزانہ صبح ۱۰ بجے دی جائے گی جو شکایات یا درخواستیں سننے کا بندوبست کرے گا۔

کمانڈنٹ

میجر آئی ایم ایس

کمانڈنٹ نظر بندی کیمپ مورخہ ۶ مارچ ۱۹۳۳ء

وکیل سے ملاقات کرنے کی اجازت مانگنے پر پابندیوں کا یہ دوسرا حکم نامہ تھما دیا گیا تو علامہ عبدالرحیم صاحب نے اگلے دن ۷ مارچ ۱۹۳۳ کو اپنی فریاد اور شکایات لکھ کر کمانڈنٹ کو ارسال کیں اور اسطرح کمانڈنٹ جیل کے ہاتھوں مشق ستم بننے پر اسی کمانڈنٹ کو شکایت کی کیونکہ جیل میں شکایت کا کوئی دوسرا ذریعہ نہ چھوڑا گیا تھا۔ اور کیمپ کے نت نئے ضابطوں کے مطابق کمانڈنٹ کی شکایت بھی یا تو کمانڈنٹ ہی کو کرنا ہوتی یا پھر اس کے توسط سے ہی کرنا پڑتی تھی۔ ظاہر ہے اس طرح کسی شکایت کی شنوائی بھی عملاً ناممکن بنادی گئی تھی۔ کمانڈنٹ کے نام اپنے خط میں مولانا نے پوچھا تھا کہ ملاقات کی ضرورت کے پیش نظر اعلیٰ حکام کیا سلوک کریں گے۔ کیا مجھے وکیل سے ملنے دیا جائے گا اور یہ کہ اگر وکیل سے بھی ملنا ممکن نہ رہے تو کیا اپنے وکیل کو اپنے کیس کے متعلق خط کے ذریعے آگاہ کرسکتا ہوں۔ اس اسیر فرنگ کی اس چٹھی کے جواب میں دوسرے روز یعنی ۸ مارچ کو کمانڈنٹ نے بذریعہ چٹھی نمبر ۱۱-۷/۱۳۶۰ مندرجہ ذیل جواب لکھ بھیجا۔

۱۔ آپ نے میرے ۳۳-۳-۶ والے خط کو غلط سمجھا ہے

۲۔ میں کچھ نہیں جانتا کہ حکام اعلیٰ خط کتابت کے جواب میں کیا قدم اٹھائیں گے۔ میں نے آپ کو بتادیا تھا کہ قیدیوں کے ساتھ رابطہ کرنا جرم ہے۔

۳۔ مجھے آپ کا خط آپ کے وکیل کو بھیجنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے آپ کو خط سینسر کرانے کے بعد اسے بھیجنے کا حق حاصل ہے۔

۴۔ صورت حال یہ ہے کہ آپ کو رشتہ داروں کے سوا کسی سے ملنے کی اجازت دینا میرے اختیار میں نہیں ہے اور اس لئے اگر آپ کا وکیل یہاں آجائے تو میں اسے آپ سے ملاقات کی اجازت نہیں دے سکتا۔

۵۔ اسے ملاقات کی اجازت سے انکار کی نوبت نہ آنے کیلئے اور اس کے وقت اور خرچ کے ضیاع کو روکنے کیلئے، میں نے آپ کا خط اعلیٰ حکام تک پہنچانے کا سوچا تاکہ آپ کے وکیل کو آنے کا کہنے سے پہلے ملاقات کی منظوری لی جاسکے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کوئی ایسی خاص وجوہات نہ ہوئیں جو مجھے معلوم نہیں ہیں تو اس سے انکار نہیں کیا جائے گا۔ اور ذاتی طور پر مجھے اس کی پیش کش پر کوئی اعتراض نہیں۔

برائے کرم جو قدم آپ اٹھانا چاہتے ہیں اس سے مجھے زبانی طور پر مطلع کریں۔

میجر آئی ایم ایس

کمانڈنٹ کیمپ نظر بندی ہری پور ہزارہ

اس کے جواب میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے دوسرے دن یعنی ۹ مارچ ہی کو کیمپ کمانڈنٹ کو وضاحت کیلئے یہ خط لکھا۔ بجواب خط نمبر ۱۳۶۰-۷/ ایچ رسد ۸ مارچ ۱۹۳۳ (۱) آپ نے میری چٹھی بنام مسٹر پیر بخش خان وکیل کے متعلق جو مشورہ دیا ہے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن میں نے جہاں تک غور کیا ہے، یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ اگر مقامی گورنمنٹ سے ملاقات کی منظوری ضروری ہے تو کس کیلئے، ملاقاتی کیلئے یا میرے لئے یا اور کسی کیلئے، کیونکہ مجھے یقین نہیں کہ اس قسم کی ملاقاتوں میں مقامی گورنمنٹ سے منظوری حاصل کرنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ اس بنا پر میں آپ کی توجہ اس جانب مبذول کراؤں گا کہ آپ میری چٹھی محررہ ۶ مارچ ۱۹۳۳ کو بنام مسٹر پیر بخش خان وکیل روانہ کردیجے۔ (۲) میں اپنے خط محررہ ۷ مارچ ۱۹۳۳ کے متعلق پھر توجہ دلاتا ہوں کہ از روئے مہربانی فقرات ۵، ۷، ۸ کے جوابوں سے مشکور کیجئے۔

فقط

عبدالرحیم پوپلزئی

۹ مارچ ۱۹۳۳ء

یہاں وکیل سے ملاقات کا معاملہ اس قدر پیچیدہ بنادیا گیا تھا۔ اور ادھر ۲۷ جنوری ۱۹۳۳ کو نتھیا گلی میں واقع چیف کمشنر سیکرٹریٹ حکومت صوبہ سرحد سے علامہ عبدالرحیم صاحب کو ایک اور حکم نامہ جاری کیا جاچکا تھا جس میں پابندیوں کا اعادہ کیا گیا تھا۔ اور ان پابندیوں کو ۲۸ دسمبر ۱۹۳۳ تک نافذ العمل رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔ یہ حکم نامہ مسٹر او کے کیرو چیف سیکرٹری صوبہ سرحد کے دستخطوں سے جاری ہوا تھا۔ ادھر علامہ صاحب پر یہ بیت رہی تھی اور ادھر آپ کے غم میں آپ کے والد محترم نڈھال ہوچکے تھے۔ مدت قید ختم ہونے کے طویل عرصہ بعد بھی علامہ کی رہائی کا کوئی راستہ نہ تھا۔ رہائی کی آس میں دن گنتے گنتے اور روتے روتے آپ کے والد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی بالآخر ۱۰ مئی ۱۹۳۳ کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس دنیا سے رخصت ہوگئے۔

علامہ کی قید بہت طویل ہوچکی تھی۔ یکم اپریل ۱۹۳۳ء کو آپ کے بارے میں کپٹن بارنس نے چیف سیکرٹری کو لکھا کہ جہاں تک مجھے علم ہے ہری پور میں نظر بندی کیمپ کا سوال کبھی بھی ناقدانہ جائزے

کیلئے اس طرح حکومت کے سامنے نہیں رکھا گیا جیسے موجودہ اور ہمارے نظر بندوں کی نظر بندی کا تعلق ہے۔ دوسرے مخفی دہشت پسندوں کے مقابلے میں ان لوگوں کے ساتھ مختلف سلوک کی وجوہات کچھ بھی ہوں لیکن یہ بات ضرور شبہ رکھتی ہے کہ ان کی وجوہات آیا اتنی وزنی ہیں کہ ان سے حکومت اور محکمہ جیل دونوں پر ملازمین، اخراجات اور تکلیف بڑھانے والے خصوصی کیمپ کا جواز پیدا ہو سکے۔

دوسرے صوبوں (یقیناً بنگال اور پنجاب) میں نظر بندوں کے مقدمے دو سیشن ججوں کے سامنے رکھے جاتے ہیں جو ہر ایک دہشت پسند کے خلاف سی آئی ڈی کے جمع کردہ شواہد پر اپنا خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے یہ تجویز کرنا مقصود نہیں کہ ہم اس صوبے میں اس پیچیدگی کا اضافہ کریں لیکن ہمیں ہر مقدمے کو سی آئی ڈی کے دفتر اور اپنے دفتر دونوں میں مزید تنقیدی جائزے کیلئے پیش کرنا چاہیے۔ مجھے غیر سرکاری طور پر بتایا گیا ہے کہ ہمارے نظر بندی کیمپ سے زیادہ اس کے باہر زیادہ خطرناک افراد ہیں۔ تجویز کیا جاتا ہے کہ آئی جی پی کے سامنے اس معاملے کو رکھا جائے۔

اس نوٹ کے جواب میں چیف سیکرٹری صوبہ سرحد مسٹر او کے کیرو نے ۱٦ اپریل ۱۹۳۳ء کو لکھا کہ کپٹن بارنس کی تجویز قابل غور ہے اور ہم آئی جی پی کو اس پر خیال ظاہر کرنے کیلئے کہہ سکتے ہیں۔ اس نوٹ کے بعد فائل گورنر صوبہ سرحد مسٹر جارج کننگھم کے سامنے رکھی گئی تو انہوں نے ۱۸ اپریل ۱۹۳۳ء کو اس سے اتفاق کرتے ہوئے دو الفاظ لکھے کہ "(ہاں یقیناً)" اسکے بعد جے ایچ آدم آئی جی پولیس نے ۱۰ اپریل ۱۹۳۳ء کو فائل پر لکھا کہ نظر بندی کیمپ میں کون افراد ہیں؟۔ اس پر اے آئی جی ایچ جے وکرز نے اسی روز ایس پی اے سی فریئر کو لکھا کہ ان افراد کی مکمل ہسٹری شیٹ اپنے اندراجات کے ساتھ پیش کریں۔ ایس پی اے سی فریئر نے ۱۳ اپریل ۱۹۳۳ء کو ایک مفصل نوٹ کے ساتھ ہری پور کیمپ جیل میں نظر بند چار قیدیوں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، بخشی فقیر چند وید، عبدالرحمٰن غالب اور اللہ بخش برقی کی ہسٹری شیٹ پیش کر دی۔ ایس پی اے سی فریئر نے مندرجہ ذیل تفصیلی اندراجات کیے تھے۔

"یہ سچ ہے کہ ہری پور کے نظر بندوں کا سوال کبھی حکومت کے سامنے تنقیدی جائزے کیلئے نہیں رکھا گیا اور تبدیلیاں زیر غور آنی چاہیں۔ یہ حکومت کو اس قسم کے معاملات کے مشاہدے میں آنے کی سطح پر ہی ایک اور معاملہ پیش کرنے والی بات ہے۔ اس معاملے میں ہم نے یہی کیا کہ چار افراد کی نظر بندی کے احکامات مانگے اور وہ منظور کر لئے گئے۔ مجھے یقین نہیں کہ کپٹن بارنس کی یہ بات درست ہے کہ دوسرے صوبوں میں تمام نظر بندوں کے مقدمات کی چھان بین دو سیشن جج کرتے ہیں۔ ایسا حکومت

ہند کی ہدایات کے نتیجے میں ۱۸۱۸ کے ضابطہ نمبر III کے تحت پنجاب میں نظر بند ہونے والے بعض افراد اور بنگال میں کیا گیا تھا۔ ٹرینکوئیلٹی ایکٹ کا معاملہ مختلف ہے۔ اس میں اس بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ ایمرجنسی سے نمٹنے کیلئے خصوصی اختیارات دیتی ہے اور اس بات کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ آخر کیوں حکومت رضا کارانہ طور پر ان اختیارات سے اپنے آپ کو محروم کر لے۔ بعض ایسے افراد کے بارے میں اطلاعات جمع ہوئیں ہیں جو اب تک آزاد پھر رہے ہیں۔ اس طرح وہ نظر بند افراد کی نسبت زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں مثلاً غلہ ڈھیر کا خاندان جس کو اعلیٰ ذہنی صلاحیتیں بھی حاصل ہیں۔ نیکو دیوی کی سرپرستی میں پشاور کا وہ گروپ، جو اب تک پنجاب کے انقلابیوں سے روابط رکھے ہوئے ہے، اور بنوں والا گروپ۔ کسی بھی لمحے ہمیں ایسی اطلاع مل سکتی ہے جو ان میں سے بعض کو ہری پور میں نظر بند کرنے کے سلسلے میں ہمارا موقف مضبوط کر دے گی۔ اس کیمپ کا کام ایک ہوا Deterrant کا ہے اور فی الحال اسے ختم کرنا خطرے سے خالی نہ ہوگا۔ تاہم ٹرینکوئیلٹی ایکٹ کی دفعہ ۵ (ا) "پبلک ٹرینکوئیلٹی کے خلاف نقل و حرکت کرنا" جس میں سب کچھ آسکتا ہے۔ اس کے وسیع اختیارات حاصل ہونے کے باوجود ہمیں صرف ان مخفی طور پر خطرناک وہشت پسندوں کو (یہاں رکھنے کیلئے) بھیجنا چاہیے، جو خفیہ خفیہ کام کرتے ہیں۔

نظر بندوں کی ہسٹری شیٹیں حسب ذیل ہیں:

ا۔ **مولوی عبدالرحیم**: اب اسکی عمر ۳۴ سال ہے۔ وہ ۱۹۲۱ سے کل ہند کی سطح پر برطانیہ مخالف سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ اس پر اس نوجوان بھارت سبھا کے آرگنائزر ہونے کا خاص طور پر شبہ ہے جو دہشت پسندوں کی آماجگاہ قرار دی جاسکتی ہے تاہم اس نے ماضی میں کھلے عام کام کیا ہے اور ہمیں اس کی حقیقی دہشت پسند تنظیم یا سرگرمیوں کا کوئی شبہ نہیں ہے۔ اب سیاسی میدان میں اس کی غیر حاضری سے بلا شک و شبہ موجودہ فضاء بہتر ہوئی ہے۔ لیکن اب میرے خیال میں اس کو رہا کیا جاسکتا ہے اور اسے ان احکامات کے ساتھ پشاور شہر میں اس کے محلے میں پابند رکھا جاسکتا ہے کہ وہ تھانہ ڈی ڈویژن میں ہر روز شام سات بجے پیش ہوا کرے۔

۲۔ **فقیر چند**: وہ نوجوان بھارت سبھا کا ایک لیڈر ہے اور وہ شخص ہے جس نے تشدد کا پرچار کیا۔ اس کا دہشت پسندوں سے کوئی حقیقی تعلق معلوم نہیں ہوسکا ہے۔ اس کے والد نے مسلسل اس کو اچھے چال

چلن کا حلف نامہ دستخط کرنے کیلئے کہا ہے لیکن اس نے اپنی ضد پر برقرار رہ کر انکار کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کی رہائی سے پہلے پہلے اس کو حلف نامہ پیش کرنے کیلئے آمادہ کرنے کی مزید کوشش کی جانی چاہیے۔

۳۔ **عبدالرحمٰن:** ہسٹری شیٹ کلی طور پر ناکافی ہے۔لیکن اس کو درست کرنے میں، میں نے کوئی کوتاہی نہ کی۔ میں نے کل اسکے باپ کی درخواست کے سلسلے میں اسکے خلاف اپنی اطلاعات کی تفصیلات کے ساتھ ایک نوٹ پیش کیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اگر کپٹن کولڈ سٹریم کے قتل کا منصوبہ ساز نہیں تو تقریباً مکمل طور پر اس سے باخبر ضرور تھا۔ میں اس کی رہائی کی سفارش نہیں کر سکتا لیکن اگر نیکو دیوی اور اسکے ساتھیوں نے جن کا اس (عبدالرحمٰن) پر بہت زیادہ اثر ہے کوئی چونکا دینے والی حرکت نہ کی تو ہم دو ماہ کے عرصے میں اس کے معاملے پر دوبارہ غور کر سکتے ہیں۔

۴۔ **اللہ بخش برقی:** کانگرس اور نوجوان بھارت سبھا کا ایک بہت نمایاں کارکن ہے۔اور وہ شخص ہے جس نے سب سے بڑھ چڑھ کر شہر میں احتجاجی تحریک بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔اب جب کہ کھلی احتجاجی تحریک کا مرحلہ خصوصی طور پر شہر میں گزر چکا ہے تو اسے رہا کر کے اسی طرح پابند رکھا جا سکتا ہے جس طرح نظر بند نمبر ا مندرجہ بالا (عبدالرحیم پوپلزئی) کو رکھا جائے گا۔

یہ طویل بیان اے سی فریئر نے ۱۳ اپریل ۱۹۳۳ء کو لکھا تھا۔اس کی روشنی میں فائل پر پولیس کے اے آئی جی نے حسب ذیل نوٹ درج کیا۔

حکومت کا احکامات اور تاثرات کیلئے آئی جی کے مشورہ کیلئے نقطۂ نظر یہ ہے کہ سی آئی ڈی ہماری موجودہ تنظیم اور عملے کے پیش نظر نہ تو اتنے زیادہ مخفی دہشت پسندوں پر نظر رکھ سکتی ہے اور نہ ہی ضلعی پولیس مکمل ذمہ داری لے سکتی ہے۔ فی الحال نمبر ا اور نمبر ۴ (مولوی عبدالرحیم اور اللہ بخش برقی) کو رہا کیا جا سکتا ہے اور انہیں اپنے اپنے محلے میں رہنے کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ وہ روزانہ پولیس کے سامنے پیش ہوا کریں۔ اور دوسرے دو (فقیر چند اور عبدالرحمٰن) کو کیمپ میں ہی رکھا جانا چاہیے۔کیمپ کو اس وقت تک ضرور برقرار رکھا جائے جب ۲۸ جون ۱۹۳۳ء کے بعد اس سوال کا پورا جائزہ لے لیا جائے کہ پبلک ٹرینکویلٹی ایکٹ کے تحت کون کون سے اختیارات رکھے جائیں۔ آواخر مئی تک آخری اطلاعات ملنے تک سیاسی حالات (جومردان اور پشاور صدر میں حال ہی میں خراب ہو گئے ہیں) احتیاط سے زیر غور

لائے جائیں اور ۱۰ جون تک اس بارے میں فیصلہ کرلیا جائے کہ

ا) پی ٹی اے کے تحت موجودہ اختیارات کا برقرار رہنا

ب) ہری پور نظر بندی کیمپ کا برقرار رہنا یا نہ رہنا

ج) اگر کیمپ برقرار رہے تو ان افراد کے نام جو نظر بند رکھے جائیں۔

پھر پی ٹی اے کے تحت تمام ضروری احکامات کا مسودہ تیار کیا جائے اور ہمارے جون ۱۹۳۲ اور جنوری، فروری ۱۹۳۳ کے تجربات کو دہرائے جانے سے بچنے کیلئے مناسب وقت پر ہی احکام جاری ہو جائیں۔

(ایچ جے ورکرز)

اس تفصیل کے بعد انسپکٹر جنرل نے ذیل کا نوٹ لکھا۔

نظر بندی کیمپ میں کل چار افراد ہیں اور ہم نے آہستہ آہستہ پی ٹی ایکٹ کے ترک کرنے کیلئے حالات ساز گار کرنے ہیں۔ ان حالات میں، میں اس بات کی سفارش کیلئے تیار ہوں کہ یہ چار آدمی رہا کر دیے جائیں۔ اور انہیں اپنے محلوں میں رہنے اور پولیس کے سامنے حاضر ہونے کے احکامات دیئے جائیں۔ اس دوران میں نگرانی کے اضافی انتظامات کر لئے جائیں۔ اس پر کچھ اضافی خرچہ آئے گا لیکن اس کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں۔

جے ایچ آدم مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۳۳

آخری نوٹ چیف سیکرٹری حکومت صوبہ سرحد کا تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ پولیس کو کہا جائے کہ براہ کرم ہری پور نظر بندی کیمپ کے ختم کرنے سے متعلق کاغذات مجھے دے دیں۔ یا بہتر ہوگا کہ کیپٹن بارنس اور پھر یو ایس کے نوٹ کے نتیجے میں ہونے والے تمام مندرجات کی نقول دے دیں۔ مجھے علم ہے کہ فقیر چند کو رہا کیا جا چکا ہے۔ اگر نظر بندی کیمپ سے مزید کوئی رہائی زیر غور ہو تو مجھے بروقت بتایا جائے تا کہ اگر ضروری ہو تو میں پبلک ٹرینکویلٹی ایکٹ کی دفعہ ۵ کے تحت جاری ہونے والے کسی احکام کے متعلق کچھ تجویز کرسکوں۔

اے سی فریئر ۱۸ مئی ۱۹۳۳

اسکے نیچے آئی جی پی نے فائل موصول ہونے کا دستخط ثبت کیا ہوا تھا۔

۱۰ مئی کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے والد محترم انتظار کے شب و روز گنتے گنتے وفات پا گئے۔ ان کے جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ ایک رپورٹ میں ۲۰۰۰ تعداد بتائی گئی ہے۔ اس میں

یہ بھی تحریر ہے کہ جنازے میں کانگرس اور نوجوان بھارت سبھا کے اراکین کے علاوہ خاکساروں نے بھی شرکت کی۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو ۱۱ مئی کو رہا کیا گیا اور قبلہ گاہ مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کو دفنائے جانے کے دوسرے دن علامہ عبدالرحیم گھر پہنچے اور تعزیت کرنے والوں سے ملتے رہے۔ اسی روز انہوں نے دیکھا کہ ایک پانچ سالہ بچہ بھی تعزیت کرنے والوں کے درمیان بیٹھا تھا اور ٹکٹکی لگا کر علامہ عبدالرحیم صاحب کو دیکھ رہا تھا۔ علامہ عبدالرحیم نے اندازہ لگایا کہ یہ بچہ ان کا اپنا فرزند عبدالرؤف ہی ہوسکتا ہے۔ پانچ سالہ عبدالرؤف صاحب بھی اسی نتیجے پر پہنچ چکے تھے۔ بہرحال مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۳۳ء کو ڈپٹی کمشنر کو مسٹر ٹیک چند نے یہ تحریر لکھ کر بھیجی۔

نظر بندی کیمپ سے حال ہی میں جو دو آدمی رہا ہوئے ہیں وہ (۱) فقیر چند اور (۲) عبدالرحیم ہیں۔ جہاں تک نمبر (۱) کا تعلق ہے تو کیا ڈپٹی کمشنر صاحب مہربانی کر کے جلد اول کے صفحہ نمبر ۱۴۰ پر اپنا ۴ مئی ۱۹۳۳ء والا نوٹ ملاحظہ فرمائیں گے۔ نمبر (۲) عبدالرحیم کو کسی اور وجہ کی بجائے ان کے والد کی وفات کی بنا پر رہا کیا گیا ہے۔ نظر بندی کیمپ میں اب دوسرے دو افراد خطرناک ہیں جن کی رہائی کی سفارش حال ہی میں سیکرٹریٹ کی فائل پر اپنی رائے لکھتے ہوئے ڈپٹی کمشنر نے نہیں کی تھی۔ تاہم چیف سیکرٹری کو جواب دینے سے پہلے شاید سی آئی ڈی کے آئی جی کو اپنی رائے ظاہر کرنے کی استدعا کرنا پڑے گی۔ ڈپٹی کمشنر جے۔جی ایچ سن نے ۲۱ مئی ۱۹۳۳ کو حسب ذیل نوٹ تحریر کیا۔

"ہاں مجھے پھر بھی ایسا لگتا ہے کہ ماسوائے جب تک ان میں سے ایک یا دونوں کے بارے میں کوئی نئی بات سامنے نہ آجائے تو ان کے معاملے کو جیسا کہ پہلے ہی فیصلہ ہوا تھا، بعد میں نتھیا گلی میں ہونے والی کانفرنس میں غور کرنے کیلئے چھوڑ دیا جائے۔ اس نوٹ کی سی آئی ڈی کے اے آئی جی کو پی اے نمبر ۹۷۰ مورخہ ۲۲ مئی ۱۹۳۳ء کے ذریعے اطلاع کر دی گئی تھی۔ اے آئی جی (سی آئی ڈی) نے اس پر اپنی رپورٹ لکھ بھیجی کہ،

ا۔ مزید غور وخوض اور آئی جی پی کے ساتھ صلاح مشورہ کے بعد (جو میرے ساتھ متفق ہیں) میں ہری پور میں اب رہ جانے والے دونوں نظر بندوں کی چند دنوں کے اندر رہائی کے حق میں ہوں۔ اس طریقے سے ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ ان کی رہائی کے بعد ان کی سرگرمیوں کی نگرانی کر سکیں اور ۲۸ جون ۱۹۳۳ کے بعد پی ٹی اے کا نفاذ برقرار رکھنے کے سلسلے میں حکومت کی مدد کیلئے مزید مواد مہیا کر سکیں گے۔

۲۔ اگر یہ تجویز منظور کر لی جائے تو تجویز کیا جاتا ہے کہ مذکورہ دو نظر بند اللہ بخش برقی اور عبدالرحمٰن کو یہ آرڈر دے دیا جائے کہ وہ اپنے محلوں میں پابند رہیں گے۔ اور مقامی پولیس کے سامنے ہر شام ۷ بجے اور سی آئی ڈی کے دفتر میں ہر ہفتے کے دوران پیر کے دن گیارہ بجے پیش ہوا کریں۔ آرڈر میں یہ ذکر ہونا چاہیے کہ مذکورہ شخص آرڈر کے مطابق مقرر وقت اور مقررہ جگہ پر پیشی کے بغیر اپنے محلے سے باہر نہیں نکلے گا۔

دستخط اے آئی جی

سی آئی ڈی

اسکے نیچے اس تجویز پر مبنی ایک تحریر ہے کہ کیا آپ ان افراد کے آنے کے دنوں میں ترمیم کر سکیں گے؟ روشن لعل اور فقیر چند اس دن یہاں آیا کریں گے اور ہم نہیں چاہتے کہ وہ ایک دوسرے سے مل سکیں۔ میرا خیال ہے بدھ اور جمعرات کے دن اللہ بخش برقی اور عبدالرحمٰن کیلئے رکھ لیں۔ کیا آپ ڈپٹی کمشنر کو فون کر لیں گے؟

اس نوٹ کے ساتھ دستخط اور ۳۱ مئی ۱۹۳۳ کی تاریخ ہے اور یہ آگے پھر اے آئی جی کو بھیجا گیا ہے۔

جب ہری پور کیمپ جیل سے مولانا کو بالآخر رہائی ملی تو ۹ جون کو پابندیوں کا ایک اور حکم نامہ بھی بھیج دیا گیا۔ یہ حکم نامہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور کی طرف سے تھا جس کے مطابق انہیں کہا گیا تھا کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ کے پبلک ٹرینکویلٹی ایکٹ کے اضافی اختیارات مجریہ ۱۹۳۲ دفعہ ۵ کی ذیلی دفعہ ا (د) کے تحت میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ حکومت کی طرف سے غیر قانونی قرار دی جانے والی تنظیموں میں حصہ نہیں لیں گے۔ یا ان کی امداد یا ان سے ربط نہیں رکھیں گے اور ان غیر قانونی تنظیموں کی طرف سے جاری کردہ کسی سیاسی تحریک کے ساتھ کسی قسم کا بلا واسطہ یا بالواسطہ تعلق رکھنے سے احتراز کریں گے۔ آپ کو مزید حکم دیا جاتا ہے کہ آپ مذکورہ غیر قانونی تنظیموں کے مقاصد کے فروغ کیلئے اپنی ذاتی یا زیر تصرف جائیداد کو استعمال کرنے کی اجازت نہ دیں گے۔ اس حکم کے موصول ہونے کے چند دن کے اندر ہی ۲۰ جون ۱۹۳۳ کو مزید پابندیوں کا اطلاع نامہ بھی بھیج دیا گیا۔ اس تازہ حکم نامے میں مندرجہ بالا پابندیوں پر زور بڑھانے کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ آپ کو شمال مغربی سرحدی صوبہ کے پبلک ٹرینکویلٹی ایکٹ کے اضافی اختیارات مجریہ ۱۹۳۲ کی دفعہ ۵ (ا) (ب) کے تحت مزید حکم دیا جاتا ہے کہ

آپ پشاور کی حدود کے اندر رہیں گے۔

اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی اپنے والد محترم مفتی سرحد مولانا عبدالحکیم پوپلزئی کی وفات کے بعد جانشینی تسلیم کئے جانے کے باوجود حکومت نے انہیں مسجد قاسم علی خان کی خطابت سے روکنے کی کوشش کی۔ان کی اوقاف کی تنخواہ بند کردی گئی اور بعض سرکار پرست مولویوں کے ذریعے ان کے خلاف پروپیگنڈہ کروایا گیا۔اس کے جواب میں مولانا عبدالرحیم نے ایک پمفلٹ جاری کیا۔اس پمفلٹ سے عبدالرحیم پوپلزئی کے خیالات کا صحیح پتہ چلتا ہے پمفلٹ حسب ذیل ہے۔

حقیقتِ حال

سبحانہ تعالیٰ

کرتا ہوں جمع پھر جگر لخت لخت کو
مدت ہوئی ہے دعوت مژگان کیے ہوئے

مئی ۱۹۳۳ء کی رہائی کے بعد مجھے جن حوادث سے روشناس ہونا پڑا ان میں ایک طرف تو میری عملی زندگی کی تاریخ میں ایک جدید باب کا افتتاح تھا اور دوسری طرف ملکی سیاسیات کے ایک مہتمم بالشان دور کا آغاز۔ دنیا جس ماحول کو ردِ عمل سے تعبیر کرتی ہے وہ دراصل سیاسی دور کا ایک ایسا سکون ہے جس کے اندر نظام فطرت کو نئے ڈھنگ پر اسباب و علل کی ترتیب سے راہ عمل کی دوسری منزل کا پروگرام بنانا مقصود ہوتا ہے۔اس چھان بین سے کوتاہ اندیش لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہی دراصل کشمکش کا آخری انجام ہے۔اوراس کے بعد فاتح کو شکست خوردہ قویٰ پر پورا تسلط وغلبہ حاصل ہوسکتا ہے۔وہ نادان نہیں جانتے کہ اصول ارتقاء کے مطابق دنیا میں بہت قومیں بڑھ بڑھ کر ہٹیں اور بہت سی ہٹ ہٹ کر بڑھیں۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ سفر کے درمیانی وقفوں میں قافلے کا رکنا بھی اور چلنے کیلئے ہے۔

اس میں شک نہیں کہ زمانے کے دلفریب کرشمے مضبوط سے مضبوط ارادے کو بھی متزلزل کر سکتے ہیں۔ پر یہ حقیقت ہے کہ کامیابی کا راز عزیمت میں ہے اور چشمک آرزو کے فریب خوردہ ارادے دنیائے عزیمت کی حدود سے خارج ہیں۔ مانا کہ سختی ونرمی دونوں قوانین ہیں۔کون ان سے بچا اور کون بچ کر زندہ رہ سکا،لیکن کیا اس کا یہ معنی ہے کہ انسان کی شخصی زندگی کا نصب العین محض اس کی راحت ہے اور ذاتی کلفت کے مقابلے میں قومی بہبودی کا سوال غلط ہے۔نہیں بلکہ راحت طلب انسان

عیش پسندی کے باعث جسقدر پستی کی طرف جھکتا جاتا ہے اسی قدر اس میں بے حسی و بزدلی کے آثار بڑھتے جاتے ہیں اور وہ اپنے روز افزوں جھکاؤ کو بھی فطرتی لچک سمجھنے لگتا ہے اور یہ محض اس لئے کہ اس کا دماغ ہوا پرستی کے زہریلے اثرات سے ماؤف ہو چکتا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ جس شورا بے کو وہ اپنی دانست میں دور دور تک لہریں مارتا ہوا سمندر سمجھ رہا ہے وہ یقیناً اس کی پیاس کو نہیں بجھا سکتا۔ یہی حال بعینہ ان ذہنیتوں کا ہے جو اپنی نفسانی خواہشات کی بنا پر باطل کو حق کی نمائش دے کر قوم کو دھوکہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔

اسلام نے مسلمانوں کو اسی خطرے سے آگاہ کیا۔ اہل حق نے اسی کے برخلاف احتجاج کیا۔ آخر مجھے کوئی یہ تو بتاؤ کہ قوم کی بہبودی، ملک کی ترقی وخوشحالی، مظلوم کی ہمدردی، ظالم سے اعراض، غمزدوں کی تشفی، بے کسوں کی دلجوئی، بنی نوع انسان کے ساتھ سلوک رواداری، کس مذہب میں منع، کس دین میں جرم، کس تہذیب سے خلاف ہے، کیا اسلام نے ان امور کی دعوت نہیں دی۔ شریعت نے ان کا احساس نہیں دلایا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو بتلایئے کہ ۱۹۲۹ء سے لے کر اس وقت تک میری متعدد تقریریں اور تحریریں کس موضوع پر تھیں۔ کیا ان میں امور متذکرہ بالا کے سوا ایسے مواد بھی موجود ہیں، جن کی وجہ سے مذہبی وملی مفاد کو خطرہ پہنچتا ہو۔

کوئی برا منائے یا اچھا۔ مجھے اس چیز کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں نے سیاسیات حاضرہ کے متعلق جو کچھ کہا اور لکھا وہ سراسر حق کی حمایت میں تھا۔ باور نہیں تو میرے تمام سیاسی ریکارڈ کو مختلف کتابوں، اخباروں، رسالوں اور ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء کی سرکاری مسلوں سے فراہم کر کے دیکھ لیجئے۔ اور میسر ہو تو ذرا اکابر اہل اسلام کی تقریروں پر بھی غور کر لو، دیکھو، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی۔ حضرت الاستاد شیخ الہندؒ، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا کفایت اللہ وغیرہ ہم مسلمان اور موجودہ حکومت کے موضوع پر مجھ سے بڑھ چڑھ کر کیا کیا نہیں کہہ چکے۔

میں نے کبھی حکومت کے سامنے کوئی غلط چیز نہیں رکھی۔ مجھے تو ہمیشہ سے یہ مطلوب ہے کہ دنیا چین و امن کی زندگی بسر کرے، ہندوستان کا نظام حکومت معاشی واقتصادی خوشحالی کا کفیل ہو، عدل و انصاف کا دور دورہ ہو، اور ظلم واعتساف کا استیصال، نہ ظالم کی حمایت ہو اور نہ مظلوم کی حق تلفی۔ مگر افسوس کہ بعض لوگ دیدہ دانستہ قوم کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اس قسم کی بے اعتدالیوں سے سوائے پھوٹ اور رخنہ اندازی کے اور کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ آج دنیائے سیاست کا

بچہ بچہ اس حقیقت سے واقف ہے کہ خودغرض شخصیتوں، جماعتوں، حکومتوں نے کبھی کسی قوم پر فتح وغلبہ حاصل کیا تو قوت اور طاقت کے بل پرنہیں بلکہ مذہب کے نام پر۔ کیونکہ مادی قوتوں کی ناکامی ان کو مجبور کردیتی ہے کہ وہ مذہب کو ہی اپنا آلہ کار بناکر تمام ہوسیں پوری کرلیں۔ مورخ فرانس موسیو داسٹل دی کولنج نے کہا ہے کہ مما لک گال میں رومی سلطنت کو قوت و طاقت کے بل پر استحکام نہیں ہوا۔ بلکہ صرف اسلئے کہ اس نے لوگوں کے ذہنوں میں ایک مذہبی اعتقاد پیدا کردیا تھا۔ تاریخ میں کوئی ایسی سلطنت کی مثال نظر نہیں آتی جس سے اس کی رعایا نالاں ہو اور باوجود اس کے، اس کا ستارہ اقبال عروج پر رہا ہو۔ بلکہ اس کے برخلاف تاریخ سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ایسی حکومتیں کبھی دیرپا نہیں ہوتیں۔ اگر گال کے باشندے رومن حکومت کو پسند نہ کرتے تو کیا یہ ممکن تھا کہ رومی شہنشاہ کی تیس پلٹنیں ایک لاکھ باشندگان گال کو زیر کرلیتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رومی نشان کے آگے بیکس اقوام جو سپر انداز ہوگئیں تو اس کی وجہ یہ تھی کہ شہنشاہ روم ان کی نگاہ میں ایک معبود کے رتبے پر پہنچ گیا تھا۔ اور لیجے نپولین کہتا ہے کہ جنگ ونڈین میں، میں نے اس وقت فتح حاصل کی جب کہ میں نے کیتھولک مذہب اختیار کرلیا۔ اٹلی میں، میں اس وقت کامیاب ہوا جب میں عصمت پوپ کا قائل ہوگیا اور اگر میرے زیر سایہ کوئی یہودی خاندان ہوتا تو یقیناً میں عبادت گاہ سلیمان کی جاروب کشی کرتا۔

ان نظائر کے بعد کون انکار کرسکتا ہے کہ زمانہ حال کے بوالہوس، مادی قوی کی ناکامی پر مذہب کی آڑ میں نفس پرستی نہیں کرتے۔ رہی یہ بات کہ آج کل یہ حربہ عام طور پر ناکام کیوں ہو رہا ہے۔ سو اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ قومیں کچھ نہ کچھ بیدار ہوچکی ہیں۔ وہ تاڑ جاتی ہیں کہ مذہب کی آڑ میں جس چیز کی مخالفت کی جارہی ہے وہ حقیقت میں مذہب سے خلاف نہیں۔ اور جو لوگ مذہب مذہب کرکے اہل حق کی مخالفت کررہے ہیں، ان کو مذہب سے کوئی لگاؤ نہیں۔ کیونکہ ان کی عملی زندگی مذہبی نقطۂ نگاہ سے عوام کے دلوں میں بہت کچھ شکوک وشبہات پیدا کرچکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام قومی مہموں میں ان پر کسی طرف سے بھی نظر اعتماد نہیں پڑتی۔ اور یہی وجہ تھی کہ حکومت سرحد کے نوٹس کے مطابق جب مسجد قاسم علی خان کی اوقاف کمیٹی نے مجھ پر یہ پابندیاں عائد کیں کہ میں سیاسی معاملات میں حصہ نہ لوں اور ان جماعتوں سے تعلق نہ رکھوں جو حکومت وقت کے برخلاف ہوں یا حکومت ان کو برخلاف سمجھتی ہو، تو کمیٹی مذکورہ کے برخلاف عوام میں ایک ہنگامہ خیز ہیجان پیدا ہوگیا۔ اس وقت اگر مسلم آزاد پارٹی اس گتھی کے سلجھانے میں سعی نہ کرتی تو مجھے ڈر تھا کہ اوقاف کمیٹی کی ناعاقبت اندیشی امن عامہ میں ایک

خطرناک تزلزل پیدا کردیتی۔ واقعات شاہد ہیں کہ آزاد مسلم پارٹی اور اس کے علاوہ دیگر خیراندیش مصلحین کے حسن تدبر سے ہی ان خطرات کا کسی حدتک ازالہ ہوا۔

اور مجھے امید ہے کہ اگراوقاف کمیٹی اپنی اس خطرناک غلطی کا اب بھی علی الاعلان اعتراف کرلے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی باقی لغزشوں کی اصلاح بوجہ احسن نہ ہو سکے۔ مسلم کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ سمجھانے پر بھی اپنے جرم پر اصرار کرتا رہے۔ پھر جرم بھی وہ جس کا وبال ایک شخص پر نہیں بلکہ تمام مسلمانوں پر پڑتا ہو۔ مجھے اس معاملے میں چنداں زور دینے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ مجھے نہ قاضی الوقت بننے کی خواہش ہے نہ مفتی اعظم، نہ تنخواہ کی طلب ہے نہ اور کوئی لالچ۔ میں تو ان الجھیڑوں سے ہمیشہ یکسو رہا ہوں۔ البتہ قوم کی خدمت اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتا ہوں اور اس سے مجھے کسی وقت بھی عذر نہیں۔ کوئی مانے یا نہ مانے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ میں نے تو اپنی زندگی حق کی حمایت میں وقف کردی ہے۔ رنج وکلفت اس سلسلے میں میرے لئے راحت ہے اور ذلت، عزت۔ ہاں یہ خواہش ضرور ہے کہ جو لوگ محض ناسمجھی کی وجہ سے خلاف مذہب امور کو مذہب وشریعت کا نام دے رہے ہیں وہ صحیح راستے پر آجائیں۔ اگر کسی کو واقعی طور پر حکومت وقت کی حمایت مقصود ہو تو اس کو یہ خیال کرلینا چاہیے کہ حقیقت میں مذہب اسلام اور موجودہ نظام حکومت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ حکومت کی رضا جوئی کیلئے مذہب کو ذریعہ اور آلہ کار بنا کر اسلام کو ذلیل وبرباد نہ کریں۔

فقط

عبدالرحیم پوپلزئی یکم ستمبر 1933ء پشاور

باب۲۲ انجمن خدام انسانیت اور سوشل ورک

۱۹۳۳ء میں رہائی کے ساتھ ہی اتنی ذیادہ پابندیوں کے نفاذ کے باوجود مولانا عبدالرحیم کو چین سے بیٹھنا گوارا نہ تھا۔انہوں نے فلاحی کاموں(Social Work) کا پروگرام بنایا۔مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے باہمی تنازعات کے تدارک کیلئے انجمن خدام انسانیت کے نام سے عوامی خدمت کا کام شروع کردیا۔انجمن خدام انسانیت کا ایک اجلاس "اخبار ترجمان سرحد" کے بیان کے مطابق ۶ نومبر ۱۹۳۳ کو منعقد کیا گیا۔اس میں ذیل کی قراردادیں منظور کی گئیں۔

۱۔ ۵۰ روپے ماہوار کے ابتدائی خرچہ پر ایک لائبریری اور ایک مفت ہسپتال قائم کیا گیا۔

۲۔ پشاور شہر کے کچھی محلّہ کی پس ماندگی کے پیش نظر یہاں ایک شبینہ سکول کھولا جائے۔ایک اور سکول پشاور صدر کے احاطہ نمبر ۸۴ میں جاری کیا جائے۔ان سکولوں میں مفت تعلیم دی جائے۔

۳۔ مردان میں اس انجمن کی ایک شاخ قائم کی جائے۔

۴۔ صوبہ سرحد کی دیہات سدھار مہم کیلئے ایک ذیلی کمیٹی قائم کی جائے۔

۵۔ خواتین کی تعلیم کی مکمل حمایت کی جائے۔

۶۔ ایک خیبر یونیورسٹی کے قیام کی تحریک چلائی جائے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے سرکاری ریکارڈ کے مطابق نوجوان بھارت سبھا کے فنڈز میں سے مبلغ ۲۰۰ روپے اس مقصد کیلئے عبدالرحمٰن ریا کے حوالے کئے تاکہ ان منصوبوں کو وسعت دی جاسکے۔اس انجمن کے شبینہ سکول میں پہلے ہفتے میں تین دن کلاسیں لی گئیں۔اس میں بچوں کو ابتدائی طور پر عربی پڑھائی گئی۔عبدالرحمٰن ریا کے ساتھیوں نے اس ہفتے صرف ۸ روپے عطیہ پیش کیا۔(خلاصہ خفیہ پولیس جلد(xxix) پیرا نمبر ۶۵۳ سال ۱۹۳۳ صفحہ نمبر ۳۴۴)

علامہ اقبال کی پشاور آمد اور نوجوان سبھا:۔

۲۲ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو علامہ ڈاکٹر محمد اقبال پشاور آئے تھے۔رات ڈین ہوٹل کمرہ نمبر ۱۸ میں گزاری اور اگلے دن کابل روانہ ہوئے اس دورے کے روئیداد میں نوجوان بھارت سبھا کے ارکان سے بھی ملاقات کا ذکر ملتا ہے۔ملاقات میں مولانا سید سلیمان ندوی اور سر سید احمد خان کے پوتے سر راس

مسعود موجود تھے۔ اس کا ذکر سید سلیمان ندوی کی کتاب سیر افغانستان میں موجود ہے۔ علامہ اقبال نے نوجوان بھارت سبھا کے بھگت سنگھ کی طرف سے اس کے پھانسی کے مقدمے کی پیروی بھی کی تھی۔ علامہ اقبال کابل سے واپسی پر ۶ نومبر ۱۹۳۳ کو براستہ کوئٹہ واپس آئے تھے۔

جنوری ۱۹۳۴ء میں زلزلے نے بہار اور اڑیسہ میں تباہی مچادی تھی۔ اس کیلئے مولانا عبدالرحیم اور عبدالرحمٰن ریا نے امدادی فنڈ قائم کر دیا (خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر ۹۷ سال ۱۹۳۴ء صفحہ نمبر ۳۲) اس کے علاوہ سرکاری رپورٹوں کے مطابق ۳۱-۱۹۳۰ء کے معرکوں کے رہنماؤں کی طرف سے بہار اور اڑیسہ کے متاثرین زلزلہ کیلئے عطیات جمع کرنے کی اپیل پر مبنی اشتہارات جاری کئے گئے۔ ان میں رہنماؤں کے نام اس ترتیب سے درج تھے۔

پشاور

(۱) آغا سید لعل بادشاہ (۲) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی
(۳) ڈاکٹر سی سی گھوش (۴) خان علی گل خان
(۵) پیر بخش ایم ایل سی (۶) عبدالرب نشتر
(۷) حکیم عبدالجلیل ندوی (۸) سردار ملاپ سنگھ
(۹) عبدالغفور خان بارایٹ لا

کوہاٹ

(۱) میاں خیر محمد جلالی (۲) میاں غلام محمد پراچہ
(۳) مولانا احمد گل

بنوں

(۱) محمد جان بارایٹ لا (۲) حبیب اللہ خان ایم ایل سی
(۳) سردار رام سنگھ (۴) حکیم عبدالرحیم
(۵) لالہ ہندی رام

ڈیرہ اسماعیل خان

(۱) ملک خدا بخش خان ایم ایل سی (۲) محمد رمضان خان وکیل

(۳) غلام جعفر خان چوہان　　　(۴) عبدالحمید خان ایم ایل سی

(۵) لالہ پیٹرا خان

ہزارہ:

(۱) ملک فقیرا خان　　(۲) عبدالقیوم خان ایم ایل سی　　(۳) مولانا غلام ربانی

اشتہارات میں کہیں بھی لفظ کانگرس استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ ان میں تجویز کیا گیا کہ اس مقصد کیلئے روپیہ پیسہ اکٹھا کرنے کی غرض سے ایک مرکزی کمیٹی بنائی جانی چاہیے۔ یکم فروری ۱۹۳۴ء کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی تنظیم ینگ مین ایسوسی ایشن کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں ۷۰ افراد شریک ہوئے اس میں طے کیا گیا کہ ینگ مین ریلیف فنڈ کے نام سے ایک فنڈ قائم کیا جائے اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائی جائے گی جس کے سیکرٹری اللہ بخش برقی تھے۔ فقیر چند ولد گوپی چند اور محمد یونس قریشی کو عطیات جمع کرنے کا کام تفویض کیا گیا۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اس کمیٹی کے تحت عطیات جمع کرنے کیلئے اشتہارات جاری کئے۔ (خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرا نمبر ۹۷ صفحہ نمبر ۳۹ سال ۱۹۳۴ء)

یہاں یہ بات واضح کرنا ضروری ہے کہ اگر چہ مولانا صاحب کے بنیادی فکر کا ماخذ شاہ ولی اللہؒ کی حکمت اور فلسفہ ہی تھا۔ لیکن معروضی حالات کے ساتھ وہ مختلف ناموں سے انجمن یا تحریک کا کام کرتے رہتے تھے۔ جہاں ایک سیاسی پارٹی پر پابندی لگ جاتی تو اسی کا کام کسی اور نام سے جاری رکھا جاتا تھا۔ ان کی فکری اساس پر قائم عملی صورتوں کو دیکھ کر بادی النظر میں یہ عجیب محسوس ہوگا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کا نام تک نہیں لیا جاتا اور پھر بھی مولانا اپنے سیاسی مشن کو اس تحریک سے اخذ کردہ تصور کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقسیم پاک و ہند سے پہلے کسی ایسے منصوبہ آزادی کا تصور محال تھا جس میں مسلمانوں اور ہندوؤں وغیرہ میں سے کسی ایک کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ اس لئے سیاسی اصطلاحات ہمہ گیر وغیر فرقہ وارانہ طرز کی ہوتی تھیں۔

باب۲۳ آئینی اور پارلیمانی جدوجہد

انگریزی قانون میں مسلم پرسنل لاء (Muslim Personal Law) کیلئے مفتی عبدالرحیم اوران کے ساتھیوں کی جدوجہد ۱۹۳۴ء میں جاری تھی۔اس زمانے میں لیجسلیٹو کونسل میں سرحد سے لئے جانے والے اراکین حکومت کے اپنے مقرر کردہ افراد ہوتے تھے ۱۹۳۴ میں آئینی و پارلیمانی جدوجہد اس حد تک پہنچ گئی کہ حکومت نے سرحد سے اپنے نامزد رکن کی بجائے ایک منتخب رکن کے تقرر کا عوامی مطالبہ تسلیم کرلیا۔ چنانچہ ۱۵ اگست ۱۹۳۴ کو نماز ظہر کے بعد کالعدم نوجوان بھارت سبھا اور کالعدم سرخپوش تحریک کے افراد بھائی جان نامی کانگرسی کے ہاں جمع ہوئے۔انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے درخواست کی کہ وہ ان کے مشترکہ اجلاس کی صدارت کریں تاکہ قانون ساز کونسل کے سرحدی رکن کے انتخاب کیلئے لائحہ عمل مرتب کیا جاسکے۔مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے صدارت سے معذرت کرلی۔انہوں نے کہا کہ یہاں سعداللہ خان موجود ہیں میں صدارت نہیں کرنا چاہتا۔تاہم تمام حاضرین کے اصرار پر وہ صدارت کیلئے راضی ہوگئے۔مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے حاضرین سے خطاب بھی کیا۔انہوں نے تقریر میں کہا کہ چونکہ سرخپوشوں نے بیش بہا قربانیاں پیش کی ہیں اس لئے آپ سب پر لازم ہے کہ آپ اسمبلی کیلئے سرخپوش امیدوار کی حمایت کریں۔انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ذاتی طور پر سرخپوشوں کے طریقہ کار سے متفق نہیں۔یہ لوگ صرف عدم تشدد کے ذریعے آزادی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔جبکہ میں ان کی رائے کو حتمی نہیں سمجھتا۔اس کے باوجود اس نازک مرحلے پر میں آپ سب کو خبردار کرتا ہوں کہ جہاں تک ووٹ کے استعمال کا تعلق ہے۔آپ سب سرخپوش امیدوار ہی کو ووٹ دیں۔شہر میں یہ خبر گرم ہے کہ میرے قریبی دوست پیر بخش خان اور سردار عبدالرب نشتر بھی کھڑے ہورہے ہیں۔اس کے باوجود میں سرخپوش امیدوار کو اکیلا نہیں چھوڑوں گا اور اگر اس کے حق میں تحریک چلانا ضروری ہوا تو میں خود سب سے آگے رہوں گا۔آخر میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے یہ قرارداد پیش کی جو منظور کرلی گئی۔

یہ اجلاس قرار دیتا ہے کہ اسمبلی کی نشست کیلئے صرف سرخپوش امیدوار کی حمایت کی جائے اور باقی سب کی مخالفت کی جائے۔ یہ اجلاس ایک گھنٹہ جاری رہا۔اس کی رپورٹ آرکائیوز ریکارڈ آفس لائبریری پشاور میں سی آئی ڈی کی کانگرس تحریک نامی سپیشل برانچ بستہ نمبر ۱۴ کی فائل نمبر ۶۵۶ جلد نمبر IV

مورخہ ۳۴-۸-۱۶ میں موجود ہے۔ان دنوں سردار سردول سنگھ کوئیشر نے قاضی عطاء اللہ جان کو پیغام بھیجا کہ وہ عنقریب پشاور آئیں گے اور صوبے بھر کے تمام کارکنوں کو مطلع کر دیا جائے تا کہ اس سلسلے میں انہیں ایک مناسب مقام پر جمع کیا جا سکے۔ ۱۶ اگست ۱۹۳۴ء کو دوپہر بارہ بجے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے حجرہ میں انقلابی کارکنوں کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔اس میں محمد افضل کٹانگر، غلام جیلانی، عبدالغفور آتش، رام سرن نگینہ، محمد یونس قریشی اور عثمان نسواری شریک تھے۔اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے غازی محمد عثمان (نسواری) نے کہا کہ وہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے اس خیال کی پرزور مخالفت کرتے ہیں کہ شہر کے سیاسی کارکن سرخپوش امیدوار کی حمایت کریں۔جب شہر کے اپنے امیدوار سردار عبدالرب نشتر اور پیر بخش خان وکیل موجود ہیں تو کسی اور کا شہر پر کیا حق ہے؟ انہوں نے کہا کہ پیر بخش کو تو میں حق دار نہیں سمجھتا کیوں کہ ان کی اپنی اغراض ہیں جبکہ میں سردار عبدالرب نشتر کیلئے کنویسنگ کرنے تیار ہوں۔مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اس موقع پر بھی سرخپوش امیدوار کی حمایت پر اصرار کیا۔اس بحث وتکرار میں ایک گھنٹہ گزر گیا اور اجلاس کسی نتیجے کے بغیر ختم ہو گیا۔

ادھر پیر بخش وکیل نے عوام میں یہ استدلال پیش کرنا شروع کر دیا کہ وہ چونکہ کانگرس کمیٹی کے رکن ہیں اس لئے وہ کانگرس کے ٹکٹ پر انتخاب لڑیں گے۔اس کے جواب میں کانگرسی اور سرخپوش حلقوں نے کہا کہ کانگرس کے ٹکٹ پر انتخاب لڑنے والوں کو کانگرس کا حلف اٹھانا ہوگا۔اگلے روز ۱۷ اگست کو شام ۶ بجے نوجوان تحریک کے سیاسی کارکن چیلا رام، اچرج رام گھمنڈی، فقیر چند وید، عبدالغفور آتش اور عبدالعزیز خوش باش، مہتہ کرپا رام کی دکان پر جمع ہوئے اور طے کیا کہ کانگرس کی انتخابی مہم کیلئے ایک پارلیمانی بورڈ بنایا جائے۔انہوں نے فیصلہ کیا کہ کانگرسی کارکنوں کی صحیح رہنمائی کیلئے اگر پارلیمانی بورڈ تشکیل نہ دیا گیا تو بہت سے غیر ذمہ دار لوگ کانگرس کے ٹکٹ پر الیکشن لڑنے کا دعویٰ کرنے لگیں گے۔ اجلاس میں یہ طے پایا کہ اس مقصد کیلئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور روشن لعل سے صلاح مشورہ ضروری ہے۔اسی روز اتمان زئی کے سعداللہ خان نے اخبارات کو ایک بیان جاری کیا کہ پنڈت امیر چند بموال سرخپوشوں پر بے بنیاد الزامات لگا رہے ہیں۔اس بیان میں انہوں نے پیر بخش خان ایم ایل سی پر بھی نکتہ چینی کی کہ وہ کانگرس کے ٹکٹ پر انتخاب لڑنے کیلئے پر تول رہے ہیں۔ بیان میں کہا گیا کہ اگست ۱۹۳۱ء میں سٹی کانگرس کمیٹی مستعفی ہو گئی تھی اور صوبائی کانگرس کمیٹی کا کام آل انڈیا کانگرس کی ورکنگ کمیٹی نے افغان جرگہ کے سپرد کر دیا تھا۔اس فیصلے کی روشنی میں پیر بخش خان کانگرس کے ٹکٹ پر انتخاب لڑنے کے

مجاز نہیں۔

ان دنوں حکیم عبدالسلام ہزاروی، حاجی فقیرا خان ملک پوری اور مورا کلان کے کرم داد خان جدون کی طرف سے ذیل کے حضرات کے نام دعوت نامے جاری کیے گئے کہ وہ اسمبلی کے امیدوار کے چناؤ کیلئے ۲ستمبر ۱۹۳۴ء کو ہونے والی ایبٹ آباد کانفرنس میں شرکت کریں۔

(۱) مولانا اسرائیل اتمان زئی
(۲) مولوی شاکر اللہ نوشہرہ
(۳) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی
(۴) خان عبدالقیوم خان بارایٹ لا
(۵) مولانا سالم
(۶) عبدالغفور خان بارایٹ لا
(۷) سعداللہ خان اتمان زئی
(۸) رب نواز خان اتمان زئی
(۹) عبیداللہ خان اتمان زئی
(۱۰) حاجی عبدالغفار خان اتمان زئی
(۱۱) حیات گل اتمان زئی
(۱۲) فیض اللہ خان اتمان زئی
(۱۳) محمد عباس خان
(۱۴) خان عبدالولی خان اتمان زئی
(۱۵) میاں عبداللہ شاہ آف قاضی خیل
(۱۶) میاں جعفر شاہ شاہ آباد
(۱۷) میاں احمد شاہ بارایٹ لا
(۱۸) قاضی عطاء اللہ وکیل
(۱۹) ثمین جان وکیل
(۲۰) علی اصغر وکیل
(۲۱) امیر محمد خان ہوتی
(۲۲) غلام محمد خان لوندخوڑ
(۲۳) فردوس خان لوندخوڑ
(۲۴) راحت خان آف اسماعیلہ
(۲۵) حیات خان ٹوپی
(۲۶) پیر شہنشاہ آف کوہاٹ
(۲۷) محمد افضل خان لاتمبر
(۲۸) رمضان خان ڈی آئی خان
(۲۹) جعفر خان ڈی آئی خان
(۳۰) مظفر خان آف ڈی آئی خان
(۳۱) رام سنگھ بنوں
(۳۲) اسلم خان بنوں
(۳۳) مقصود خان بنوں
(۳۴) وشوا منتر آزاد خان بنوں
(۳۵) اکبر علی خان بنوں

دعوت نامے میں درج تھا کہ انہیں جامع مسجد ایبٹ آباد کے قریب جہانگیر منزل میں ٹھہرایا جائے گا۔ ادھر پیر شہنشاہ آف کوہاٹ نے اخبارات کو ایک طویل بیان جاری کر دیا جس میں کہا گیا تھا کہ

پیر بخش خان وکیل نہ تو آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے رکن ہیں اور نہ ہی صوبائی کانگرس کے ممبر ہیں۔اس لئے وہ کانگرس کے ٹکٹ پر کھڑے ہونے کے مجاز نہیں۔اس بیان میں تو قع ظاہر کی گئی تھی کہ مسلم آزاد پارٹی بھی ان سے لاتعلقی ظاہر کردے گی۔ یہ گہما گہمی جاری تھی کہ خبر آئی کہ خان سعداللہ خان کا نام انتخابی اہلیت کی فہرست میں شامل کرلیا گیا ہے اور اگر ان کے والد نے الیکشن نہ لڑا تو خود سعداللہ خان بھی امیدوار کے طور پر سامنے آسکتے ہیں۔ چنانچہ ۲۳ اگست کو رات دس بجے سدھار لائبریری علاقہ گنج میں ہری رام ولد ٹھاکر داس، کاہن سنگھ، اجودھیا ناتھ، امیر سنگھ، امر سنگھ، اچرج رام ولد بھگت رام، رام سرن نگینہ، بخشی فقیر چند ولد گوپی چند جمع ہوئے۔ان سے خطاب کرتے ہوئے بخشی فقیر چند وید نے کہا کہ یہ بات بہت اہم ہے کہ انتخاب میں ڈاکٹر خان صاحب یا سعداللہ خان کو کامیاب کرایا جائے۔اس پر اجودھیا ناتھ نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ سدھار سوسائٹی سیاسی لوگوں کے ساتھ اپنی شناخت وابستہ نہیں کرے گی۔اس کے جواب میں بخشی فقیر چند اور کاہن سنگھ نے اس اعتراض کو مسترد کردیا اور کہا کہ یہ بات پہلے ہی طے ہو چکی ہے کہ کانگرس کے امیدوار کی حمایت کی جائے گی۔

ان دنوں بنوں میں کانگرس کی سرگرمیاں دیگر اضلاع سے بڑھ چڑھ کر شروع ہو چکی تھیں لیکن سرخپوش اتمان زئی میں اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھے۔سعداللہ خان نے بمبئی کانگرس کے اجلاس میں شرکت کیلئے مندوب تیار کرنا شروع کردیئے تھے۔۲۰ اگست کو شام سات بجے عبدالرحمٰن ریا، عبدالغفور آتش، عبدالودود سرحدی اور چند دیگر کارکنوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے ان کی حجرہ میں ملاقات کی۔مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے ان سے کہا کہ آپ لوگ انتخابی معاملے اپنے خیالات پر نظر ثانی کریں۔ کیونکہ راجہ حیدر زمان ایک سرکار پرست شخصیت ہیں جبکہ ڈاکٹر خان صاحب ایک قومی آدمی ہیں۔عبدالرحمٰن ریا نے اس پر شدید اختلاف کیا۔اور کہا کہ مہاتما گاندھی تو سوشلسٹوں کو دہشت گرد اور بھگت سنگھ کو غدار کہنے کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ان کا امیدوار کیسے عوام کا سچا ہمدرد ہو سکتا ہے؟۔

مشہور کانگرسی کارکن محمد عثمان نسواری نے الیکشن مہم میں حصہ لینے سے ہی انکار کر دیا تھا۔ غازی محمد عثمان پرانے خلافتی اور سیاسی کارکن تھے ان جیسے لوگوں اور عبدالرحمٰن ریا جیسے انقلابی کارکنوں کا کانگرس کی پالیسی پر تنقید کرنا خاصی اہمیت رکھتا تھا۔اس لئے ایک مشہور کانگرسی اور ڈاکٹر خان صاحب کا کمپونڈر (Compounder) بھائی جان دوسرے کانگرسی کارکنوں کو لے کر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے پاس گیا اور ان سے التجا کی کہ ایسے افراد خصوصاً عبدالرحمٰن ریا کو ذاتی طور پر قائل کریں کہ وہ خان

صاحب کے خلاف مہم بند کردے۔مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کہا کہ اس معاملے میں ان لوگوں پر کسی نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔

۲۵اگست ہی سے غلام محمد خان لوندخوڑ پشاور میں تھے۔انہوں نے روشن لعل،مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور قائم شاہ بارایٹ لا سے مذکرات شروع کرر کھے تھے۔ان کو شکایت تھی کہ صوبائی کانگرس کمیٹی آئینی انداز میں کام نہیں کررہی۔ان کا کہنا تھا کہ رام سنگھ،سعداللہ خان،عطاءاللہ اور چند دیگر افراد نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے لئے ورکنگ کمیٹی کی منظوری کے بغیر چار کا ٹولہ بنا رکھا ہے۔غلام محمد خان لوند خوڑ کی باتیں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور دیگر قائدین نے غور اور ہمدردی سے سنیں لیکن انہیں مشورہ دیا کہ ایسا قدم نہ اٹھائیں کہ پیچیدگیاں بڑھ جائیں اور کانگرس کی صفوں میں پھوٹ پڑ جائے۔کوہاٹ میں پیر شہنشاہ بھی ناراض تھے کہ وہ صوبائی کانگرس کمیٹی کے صدر ہیں لیکن اہم ترین معاملات پر ان کے مشورے کے بغیر اجلاس منعقد کئے جارہے تھے۔پیر شہنشاہ کی مایوسی اس وقت اور بھی بڑھ گئی جب حکیم عبدالسلام ہزاروی نے ایبٹ آباد میں اجلاس بلانے کا اعلان کردیا تھا۔ بنوں کے رام سنگھ بھی حکیم عبدالسلام ہزاروی سے ناراض ہوگئے تھے۔کہ انہوں نے کانگرس کمیٹی کی کابینہ کو اعتماد میں لیے بغیر اپنے طور پر اجلاس کیوں طلب کیا۔

۱۳اکتوبر کو شام سات بجے ملک دلاور خان،عبدالرحمٰن ریا،مولوی محمد شفیق ایمو،محمد یونس قریشی اور مولوی عبدالودود سرحدی نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی سے ان کے حجرے میں ملاقات کی۔انہوں نے مولانا عبدالرحیم سے کہا کہ آپ علاقہ گاڑی خانہ کے رائے دہندگان کو کیا پیغام دینا چاہیں گے۔اس پر مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے ان سے کہا کہ آپ لوگ سب ڈاکٹر خان صاحب کو ووٹ دیں۔اور الیکشن آفس جا کر انکی ضروری مدد اور تعاون پیش کریں۔عبدالرحمٰن ریا نے ان سے اختلاف رائے ظاہر کیا اور کہا کہ میں تو کامل آزادی پر یقین رکھنے والا آدمی ہوں۔مجھے تو اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ مولانا صاحب کا رویہ مختلف حالات میں مختلف کیوں ہوجاتا ہے۔بعض اوقات تو وہ کانگرس کی مکمل حمایت کرتے ہیں۔اور کبھی نوجوان بھارت سبھا کو اصل حمایت کی مستحق سمجھتے ہیں۔لیکن آخر میں سرخپوشوں کی جھولی میں اپنی ساری ہمدردیاں ڈال دیتے ہیں۔عبدالرحمٰن ریا نے یہ بھی کہا کہ اگر کسی اور شخص کی حمایت کے بارے میں کہیں تو میں اسکی حمایت کی مہم میں حصہ لے لوں گا لیکن ڈاکٹر خان صاحب کی حمایت کسی صورت نہیں کروں گا۔کانگرس تو خود کمیونل ایوارڈ اور مذہبی امور میں عدم مداخلت پر کاربند ہونے کا فیصلہ کرچکی ہے۔

اس پر علامہ عبدالرحیم پوپلزئی صاحب بہت رنجیدہ ہوئے۔ عبدالرحمٰن ریا مولانا عبدالرحیم کے ساتھ تلخ کلامی کرنے کے بعد غصے کی حالت میں باہر چلے گئے۔ ملک دلاور خان نے مولانا عبدالرحیم صاحب کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔ کانگرس سرگرمیوں سے متعلق آرکائیوز ریکارڈ آفس لائبریری کے سپیشل برانچ کے بستہ نمبر ۱۴ جلد نمبر VIII کی فائل ۶۶۰ میں ان واقعات کی پوری تفصیل موجود ہے۔ رات کو ملک پور ہزارہ کے ملک فقیرا خان پشاور پہنچ گئے ان کے ساتھ سلیمان نامی ایک سرخپوش بھی تھا۔ وہ " ترجمان سرحد " کے ایڈیٹر ملک امیر عالم اعوان کے ہاں ٹھہرے۔ وہ ایک بات پر سعداللہ خان اور قاضی عطاء اللہ سے ناراض تھے کہ انہوں نے ہزارہ کانفرنس کیلئے سرخپوشوں کو نہیں بھیجا۔ اوراس طرح ہزارہ کے لوگوں میں سرخپوشوں کا تاثر مجروح ہوا۔ اب ڈاکٹر خان صاحب کیلئے انتخابی مہم چلانے میں انہیں دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ ذاتی طور پر تو وہ اب بھی ڈاکٹر خان صاحب کی حمایت کریں گے۔ سعداللہ خان اور عطاء اللہ خان نے ہزارہ میں انتخابی مہم کیلئے ۱۰۰۰ روپے بھیجنے کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن وہ اپنا یہ وعدہ بھی ایفا نہ کر سکے۔ اس شکایت کا ذکر مبینہ طور پر انہوں نے خان عبدالغفار خان سے بھی کیا۔

ادھر بنوں میں انتخابی مہم زوروشور سے جاری تھی۔ بنوں کے چوک کلاں میں ۱۲ اکتوبر کی رات کو کانگرس کمیٹی کا ایک جلسہ منعقد ہو چکا تھا۔ جسکی صدارت حاجی میر مختیار نے کی تھی۔ منگل سائیں نے اس میں ایک قرارداد پیش کی۔ جس میں کانگرس پارلیمانی بورڈ کے اس فیصلے پر خوشی کا اظہار کیا گیا جس میں ڈاکٹر خان صاحب کو نامزد کیا گیا تھا۔ منگل سنگھ نے ایک مختصر تقریر بھی کی۔ جس میں ڈاکٹر خان صاحب کی قومی خدمات کا ذکر تھا۔ کوتو رام اور کیول رام نے قرارداد کی تائید کی اور حاضرین پر زور دیا کہ وہ ڈاکٹر خان صاحب کی حمایت کریں۔ عبدالغفور خان بارایٹ لا نے بھی ملک خدابخش سے کہا کہ وہ آزاد (Independant) پارٹی کی طرف سے ڈاکٹر خان صاحب کی حمایت میں ایک بیان جاری کریں۔ عبدالغفور خان نے ملک خدابخش سے یہ بھی کہا کہ سعداللہ خان عنقریب انتخابی مہم چلانے کیلئے کوہاٹ اور ڈیرہ اسماعیل خان آئیں گے۔ آرکائیوز لائبریری کے ریکارڈ آفس کی سپیشل برانچ کی جلد VI بستہ نمبر ۱۴ کی فائل نمبر ۶۵۸ میں اسکی پوری تفصیل موجود ہے۔

اسکے بعد آئینی اصلاحات کیلئے جو جدوجہد کی گئی اس میں ۱۹۳۵ کے قانون میں مسلمانوں کے پرسنل لاء کی ترمیم اور بعد میں قانون مزارعت کی ترمیمات کا تفصیلی ذکر کتاب ہزارہ کے مظلوم عوام

اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی میں موجود ہے۔ تاریخ کے طالب علم کیلئے اب تک یہ بات ایک حیرت انگیز انکشاف کا درجہ رکھتی ہے کہ ان ترامیم کا مسودہ بھی امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی تیار کرتے تھے۔ ۱۹۳۹ء میں سرحد لیجسلیٹو اسمبلی میں مزارعان پنجاب (شمال مغربی سرحدی صوبہ ترمیمی) ایکٹ جو سردار عبدالرب نشتر نے پیش کیا تھا، اس کا ایک ایک حرف مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا تجویز کردہ اور تحریر کردہ تھا۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی مسودہ بھی موجود ہے اور سرکاری ریکارڈ میں "شمال مغربی سرحد صوبہ لجسلیٹو اسمبلی میں پنجاب ٹیننسی (شمال مغربی سرحدی صوبہ ترمیم) بل ۱۹۳۹ پر آرا" کے شائع شدہ سرکاری رسالے میں صفحہ نمبر ۴ پر عبدالرحیم پوپلزئی کا یہ مسودہ چھپ چکا ہے۔ یہی مسودہ قانون کے طور پر منظور کر کے نافذ کیا گیا۔

باب ۲۴ اسلام بی بی اور حقوق نسواں

۵ مارچ ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے کہ خیدوخیل تھانہ ڈومیل کی ایک ہندو لڑکی نے مسلمان ہو کر امیر نور علی شاہ نامی مسلمان سے نکاح کر لیا اور اپنا نام رام کور سے اسلام بی بی رکھ لیا۔ اس پر ہندوؤں نے لڑکی کے اغوا کا مقدمہ درج کروا کر امیر نور علی شاہ اور اسکے اہل خاندان کو گرفتار کرا دیا۔ جب لڑکی کو ۱۵ جون ۱۹۳۶ کو سینئر سول جج بنوں کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ تو اس نے بیان دیا کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں اور میری ماں منشا دیوی غیر مسلم ہے۔ اسلئے اب مجھے اس کی تحویل میں نہ دیا جائے۔ انگریزی حکومت نے اپنی روایات کے مطابق اس ہندو مسلم تنازعے کو بھی خوب ہوا دی اور دونوں مذہبی گروپوں کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کرا دیا۔ اس طرح لڑاؤ اور حکومت کرو کی آزمودہ حکمت عملی سے ایک بار پھر بنوں اور وزیرستان کی فضاء کو مکدر کر دیا۔

بنوں کے قریب ایک گاؤں ایپی کی مسجد کے امام مرزا علی خان فقیر کو اس واقعے سے بہت شہرت ملی اور ان پر اس مقدمے کے علاوہ مسجد شہید گنج کے تنازعے کے دوران مسلمانوں کو اکسانے کے الزام میں مقدمات درج کر لئے گئے۔ مرزا علی خان عرف حاجی فقیر ایپی بندوبستی علاقہ سے وزیرستان کے قبائلی علاقے میں روپوش ہو گئے اور وہاں پر جہاد شروع کر دیا۔ مفتی اعظم صوبہ سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ان دنوں ہندو مسلم تنازعات کو سلجھانے اور دونوں کو غیر ملکی حکمرانوں کے خلاف متحد کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ سرکاری ریکارڈ خلاصہ خفیہ پولیس سال ۱۹۳۶ پیرا نمبر ۱۱۳۴ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان علمائے کرام نے انہیں بلا کر بنوں کی مشہور مسجد قصابان میں ایک بہت بڑے جلسہ عام کا صدر بنا دیا تھا۔ یہ جلسہ عام اسلام بی بی کیس کے سلسلے میں آئے دن ہونے والے جلسوں میں سب سے بڑا تاریخی جلسہ تھا اور پولیس کے خفیہ رپورٹروں نے اس کے حاضرین کی تعداد چھ ہزار لکھی ہے۔ اس عظیم اجتماع میں بنوں کے شہری وزیر قبائلی اور بنوچی مسلمان شریک تھے۔

یہ جلسہ عام سپیشل برانچ ریکارڈ فہرست دوم بستہ نمبر ۱۸۰ اور فائل نمبر ۱۴۳۶ میں ۱۴ نومبر ۱۹۳۶ کی ڈائری کے مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۳۶ کو نماز جمعہ کے بعد ۲ بجے دوپہر سے ڈھائی بجے سہ پہر تک منعقد ہوا تھا۔ مذکورہ بالا دونوں رپورٹوں کے مطابق اسکی صدارت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے کی تھی۔ لیکن ان میں سے کسی ایک رپورٹ میں بھی یہ ذکر موجود نہیں کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے خود بھی اس میں تقریر

کی یا نہیں۔ قیاس یہی ہے کہ نہیں کی ہوگی ورنہ صدر جلسہ کی تقریر رپورٹ کرنا ضروری تھا۔ خصوصاً اس موقع پر جب بنوں شہر کی پولیس کے اے ایس آئی حقداد خان اور فٹ کانسٹیبل سرفراز خان خود موجود تھے اور سب انسپکٹر بنوں نے اپنے دستخطوں سے اس کی رپورٹ اعلیٰ حکام کو بھیجی تھی۔ یہ مقدمہ کافی عرصہ تک چلتا رہا تھا اور اس کی رپورٹ ۱۴ اپریل ۱۹۳۶ کے اخبار "سرحد پشاور" میں بھی چھپی تھی۔

۱۳ نومبر ۱۹۳۶ کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں ہونے والے اجتماع سے مولانا مہر گل اور قاضی حبیب الرحمٰن سوکڑئی نے خطاب کیا تھا۔ مولانا مہر گل نے اپنے خطاب میں کہا کہ مسلمانوں کو اسلام بی بی کے مقدمے کے دوران بہت تنگ کیا جاتا رہا ہے۔ (اس پر حاضرین نے تائید کی) انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک اسلام بی بی کو واپس حاصل نہیں کر لیتے۔ افسوس یہ ہے کہ ہم میں اتفاق نہیں۔ ہم میں سے بہت سے لوگ ہماری حمایت کا دم بھرتے ہیں لیکن بات حکومت کی مانتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا صوبہ ہے۔ اور اگر ہم سب مسلمان متحد ہو کر اسلام بی بی کے حصول کیلئے آواز اٹھائیں تو حکومت ضرور اس جائز مطالبے کو تسلیم کر لے گی۔ انہوں نے حاضرین کو بتایا کہ یہاں سے شیخ غلام سرور، خان ملا اور حکیم عبدالرحیم صاحب شہید گنج کانفرنس کے سلسلے میں لاہور گئے ہوئے ہیں۔ وہ اس کانفرنس میں بھی اسلام بی بی کا معاملہ پیش کریں گے۔ تا کہ پورے ہندوستان کے مسلمان اس مشترکہ دکھ میں شریک ہو جائیں۔

ہم غریب مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ سے برا سلوک روا رکھا جاتا رہا ہے۔ مسجد شہید گنج لاہور کے معاملے میں مسجد سکھوں کو دے دی گئی۔ فلسطین میں ظلم ہوا تو مسلمانوں پر ہوا۔ اور اب بنوں میں ایک مسلمان لڑکی غیر مسلموں کے حوالے کی جارہی ہے۔ اس لڑکی کا نکاح شریعت محمدیؐ کے مطابق جمعیت علماء بنوں نے کرایا۔ ہمیں اپنے رہنماؤں کی نصیحت ہے کہ قانون پر کاربند رہ کر اپنا کام کرو۔ اسی لئے ہم ان کے حکم کو مانتے ہوئے قانون پر کاربند ہیں۔ ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ جلد از جلد اسلام بی بی اور اس کی ماں کو عدالت میں پیش کرے۔ ہم ایسے گواہ لانے کی کوشش کریں گے جو اسلام بی بی کو جانتے ہوں تا کہ ہندو ہمیں دھوکہ نہ دیں۔ اگر مولوی صاحبان کی اجازت ہو تو ہم لوگ کثیر تعداد میں پیشی کے موقع پر پہنچ سکتے ہیں۔ یہ محض وقتی جذبات کی بات نہیں۔ اگر مولوی صاحبان اسلام بی بی کے بارے میں جلسہ عام سے دور و نزدیک دیہات والوں کو خبر کر دیں تو آپ دیکھیں گے کہ ہزاروں کیا لاکھوں مسلمان حاضر ہو جائیں گے۔

قاضی حبیب الرحمٰن سوکڑئی نے اپنی تقریر میں کہا کہ مجلس قانون ساز کے ایک آریہ سماجی رکن نے ایک قرارداد پیش کی ہے۔ کہ اگر کسی بھی مذہب کی عورت آریہ سماج مذہب اختیار کرلے تو اس کی شادی کا بندھن ٹوٹ جائے گا۔ لیکن اس کی وراثت کے حقوق متاثر نہیں ہوں گے۔ اور اگر ایک آریہ سماج عورت کوئی دوسرا مذہب قبول کرلے تو شادی کا بندھن برقرار رہے گا۔ اور اگر اس قرارداد کا بل قانون کے طور پر منظور ہوجائے تو اس عورت کے خاوند کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے ازدواجی حقوق کیلئے لڑے۔ قاضی حبیب الرحمٰن نے کہا کہ یہ اقتباس ۵ نومبر ۱۹۳۶ء کے اخبار میں چھپا تھا جو میں نے خود پڑھا ہے۔ ہمیں شریعت کی موجودگی میں اس سلسلے میں کسی اور قانون کی ضرورت نہیں۔ ہم پرزور الفاظ میں استدعا کرتے ہیں کہ اس قانون میں ترمیم کی جائے۔ اس سے مسلمان مستثنٰی قرار دئے جائیں۔ اور اس قرارداد کا پیش کنندہ بھی اس سے مسلمانوں کے استثنٰی کی کوشش کرے۔

اس کے بعد قاضی صاحب نے ایک قرارداد پیش کی جس میں انہوں نے مجلس قانون ساز کے مسلمان ارکان سے کہا کہ وہ مذکورہ بالا قرارداد پر مبنی قانون منظور نہ کریں۔ ان کی یہ قرارداد شرکاء جلسہ نے متفقہ طور پر منظور کرلی۔ مولوی مہر گل نے اس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ یہ قرارداد مسلمان ارکان اسمبلی کو ٹیلی گرام کے ذریعے ارسال کردی جائے۔ سی آئی ڈی والوں نے اس جلسے کی رپورٹ پیش کرنے کے بعد لکھا تھا کہ اس جلسے کی تقریروں سے حاضرین پر اچھا اثر ہوا۔

باب۲۵ دھقانوں اور گجروں کے حقوق

دہقانوں کے انسانی حقوق کیلئے صوبہ سرحد میں سب سے پہلے غلہ ڈھیر نامی گاؤں میں ایک عظیم معرکہ آزادی لڑا گیا۔غلہ ڈھیر مردان کے قریب واقع ہے۔اس گاؤں پر نواب طورو کے قبضے کی کہانی اس طرح بیان کی جاتی ہے کہ نواب طورو حمیداللہ خان کے دادا قادر خان اور اسکے بھائی بہادر خان نے دوسری جگہ سے آ کر طورو میں رہائش اختیار کر لی تھی۔قادر خان اپنے زمانہ کے ایک تندرست و توانا اور وجیہہ و شکیل نوجوان تھے۔شخصیت کی ظاہری خوبیوں کے علاوہ عام باشندوں سے بھی ان کا رویہ نہایت شریفانہ تھا۔اس نے اپنے اخلاق اور حکمت عملی سے بارسوخ آدمیوں کو ساتھ ملا کر اپنا حلقہ اثر پیدا کرلیا۔۱۸۴۹ء میں ضلع ہزارہ پر قابض ہونے کے بعد انگریز اس علاقے پر قابض ہوئے اور باثر لوگوں کو مختلف طریقوں سے خریدنا شروع کر دیا۔قادر خان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کی ہر ممکن مدد کی۔جس کے صلے میں اسے علاقے کا ملک بنا دیا گیا۔اور سرسری بندوبست میں قادر خان کو ملک تسلیم کیا گیا۔اب ملک قادر خان نہ صرف خود انگریزوں کا معاون اور مددگار بن گیا۔ بلکہ مواضعات غلہ ڈھیر اور طورو کے باشندوں کو ہر جائز و ناجائز طریقوں سے انگریزوں کی مدد کرنے پر مجبور کرنے لگا۔ حکومت نے ملک قادر خان کو اس کی خدمات کے صلے میں مالیہ میں ملک ہونے کی وجہ سے پنچوترہ دینا شروع کر دیا۔

ملک قادر خان کا بیٹا مہابت خان نہایت سمجھدار اور وقت شناس شخص تھا۔اس نے نئے بندوبست میں متعلقہ افسروں سے ساز باز کر کے مواضعات غلہ ڈھیر و طورو کی اراضیات کا اندراج اپنے نام کرالیا۔اس وقت غلہ ڈھیر کے چند کسانوں نے اس فیصلے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے احتجاج کیا تو کئی کسانوں کو حوالات میں قید کر دیا گیا۔حکومت کے انتہائی تشدد اور خان پرست زمینداروں کے ظالمانہ رویہ نے باشندگان غلہ ڈھیر کو اس حد تک مجبور کر دیا کہ وہ حکومت اور طبقہ خوانین کی ہر جائز و ناجائز بات کو بلا چون و چرا تسلیم کرلیں۔نواب مہابت خان نے غلہ ڈھیر پر قابض ہونے کے بعد اصل باشندوں پر کئی اقسام کے ٹیکس لگانے شروع کر دئے۔جن کے ادا کرنے کیلئے مزارعین مجبور تھے۔ان ٹیکسوں میں ملبہ۔طورہ۔ناظرانہ۔پٹواریانہ۔ بابت۔سرمنی اور ڈھیری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر تھے۔غریب مزارعین سے انتہائی تشدد کے ساتھ بیگار لی جاتی تھی۔زرا سی بات پر بھاری جرمانے عائد

کردیے جاتے۔ جرمانہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں بے کس مزارعین کو کئی کئی دن تک تنگ وتاریک کوٹھڑیوں میں بند رہنا پڑتا تھا۔

۱۹۳۴ء کے وسط میں نواب زادہ محمد اعظم خان نے ایک مزارعہ کو معمولی شکایت پر ۲۰ روپیہ جرمانہ کردیا۔ جرمانہ ادا کرنے کے بعد اس مزارعہ نے غصہ کی حالت میں باغ کے کچھ پودے خراب کردئے۔ جس پر نواب آف طورو نے تمام موضع پر ایک روپیہ فی گھر جرمانہ کردیا اور زبردستی وصولی شروع کردی۔ یہاں تک کہ بیوہ عورتوں کو بھی جرمانہ ادا کرنا پڑا۔ کئی بیواؤں نے گندم پیسنے کی چکیاں تک فروخت کردیں۔ پانچ عورتوں نے اپنے بستر بے فروخت کرکے جرمانہ ادا کیا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ نواب کے ملازمین گاؤں میں داخل ہوکر زبردستی لوگوں کے گھروں میں گھس آئے اور وصولی جرمانہ کے نام پر بیل، بھینس، گائے اور دیگر کئی ضروری اشیاء لے کر چلتے بنے۔ اس سلسلہ میں گاؤں کی مستورات کو بے عزت کیا گیا۔ اور کئی سفید ریش کسانوں کو زدوکوب کیا گیا۔ اس انتہائی تشدد اور اقتصادی بدحالی کے زمانہ میں بھی غریب مزارعین تمام اقسام کے ٹیکس ادا کرتے رہے۔ جب عام باشندگان غلہ ڈھیر کو آئے دن آبائی زمین سے بیدخل ہوکر چلے جانے کو کہا جانے لگا تو انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان حالات سے آگاہ کیا۔ رشکئی کے وارث خان نے ایک تفصیلی خط حضرت علامہ پوپلزئی کو لکھا جس میں غلہ ڈھیر کے باشندوں پر نواب کے مظالم کا تفصیل سے ذکر تھا۔

۱۲ جولائی ۱۹۳۸ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی خود غلہ ڈھیر تشریف لے گئے تو وہاں کے سرکردہ نمائندوں نے ان کے سامنے حالات کی تفصیل بیان کی اور تحریری ریکارڈ رجسٹر، روزنامچے اور خطوط ان کے سامنے رکھے۔ ان کا جائزہ لینے کے بعد مولانا عبدالرحیم نے مظلوموں کی عملی مدد کا فیصلہ کرلیا۔ اس اثناء میں ایک وار کونسل بھی تشکیل دی جا چکی تھی جس کے ارکان کے نام یہ تھے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی۔ میاں اکبر شاہ وکیل۔ میاں مکرم شاہ۔ میاں محمد شاہ پبی۔ عبدالغفور آتش۔ فقیر چندوید۔ وارث خان رشکئی۔ اجون خان اکوڑہ۔ افضل بابا۔ غلام محمد خان۔ حضرت گل۔ لعل دین جرنیل اور صاحب شاہ میاں غلہ ڈھیر میں ایک طرف احتجاجی جلسے اور دوسری طرف بیدخلیاں اور پکڑ دھکڑ جاری تھی۔ ۱۷ جولائی ۱۹۳۸ کی صبح کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی دوبارہ غلہ ڈھیر تشریف لے گئے۔ اس شب کو موضع چوکی میں سرخپوش کسانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسے میں مولانا صاحب، میاں اکبر شاہ، میاں مکرم شاہ، وارث خان اور بھگت رام وغیرہ نے شرکت کی۔ جلسے کی ابتدا تلاوت

قرآن شریف سے کی گئی۔ اس کے بعد امیر محمد خان ہوتی ممبر لیجسلیٹو اسمبلی نے تقریر کی اور احتجاج کرنے والوں کی مذمت کی۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ جن لوگوں کے اکسانے پر آپ نے تحریک کا آغاز کیا ہے وہ آپ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ آپ کو یوں بہکا رہے ہیں کہ نواب کی زمینوں پر زبردستی قبضہ جمالو اور نواب کے کسی حکم کی پابندی نہ کرو ان کے کچھ ذاتی اغراض ہیں۔ یہ سن کر سامعین نے بآواز بلند ان کی تردید کی۔ امیر محمد خان نے کہا کہ موجودہ ایجی ٹیشن ان لوگوں نے کانگرس کی اجازت کے بغیر شروع کر رکھی ہے۔ ہزاروں خدائی خدمت گار کھڑے ہو کر جواباً بولنے لگے کہ آپ بیٹھ جائیں جس پر امیر محمد خان نے لوگوں کو خبردار کیا کہ تم سب خدائی خدمت گار ہو۔ تم میرا حکم مانو نہ کہ کسی اور کا حکم مانو۔ تم سب خاموش ہو کر بیٹھ جاؤ۔ ادھر سے حاضرین کہہ رہے تھے کہ آپ بیٹھ جائیں۔ ان حالات میں صدر جلسہ نے امیر محمد خان کو بٹھا دیا۔

اس جلسے سے مفتی اعظم مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے بھی خطاب کیا۔ انہوں نے پرزور الفاظ میں تردید کی کہ جو لوگ ہم پر یہ الزام تراشتے ہیں کہ ہماری طرف سے کسانوں کو نواب کی زمینوں پر قابض ہو جانے کی ترغیب دی رہی ہے وہ محض کسانوں کی ایجی ٹیشن کو کچلنے کی ناپاک سازش کرتے ہیں۔ میں پرزور الفاظ میں تردید کرتا ہوں کہ ہمارا نواب کی زمینوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ہم کسانوں کو زمینوں پر قابض ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔ ہماری ایجی ٹیشن کا مقصد بیدخلیوں کے سلسلے کو ختم کرنا اور جابرانہ ٹیکسوں کو منسوخ کرانا ہے۔ ہماری جدوجہد اپنے جائز حقوق کو نواب سے تسلیم کروانے کیلئے جاری ہے۔

مولانا صاحب کی تقریر نے کسانوں پر کافی اثر ڈالا۔ جلسہ میں میاں اکبر شاہ نے فیڈریشن کے موضوع پر عالمانہ تقریر کی۔ وارث خان آف رشکئی نے کسانوں کو متحد ہونے کی تلقین کرتے ہوئے کسان تنظیم کے فوائد سے آگاہ کیا۔ جلسہ خوش اسلوبی سے رات ساڑھے بارہ بجے ختم ہوا۔ یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ امیر محمد خان ہوتی کی تقریر سے کسانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی جس کی وجہ سے خان صاحب مایوس ہو کر واپس گئے۔ نام نہاد کانگرسیوں اور خوانین کے غلط پروپیگنڈہ کا دندان شکن جواب دینے کی غرض سے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی، میاں اکبر شاہ وکیل آف بدرشی، بھگت رام اور اجون خان پر مشتمل ایک وفد دیہات کے دورہ پر روانہ ہوا۔

۳۱ جولائی ۱۹۳۸ء کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور فقیر محمد خان وکیل ۲۰ سرخپوشوں کے ساتھ

دیہات کے دورہ پر پھر روانہ ہوئے راستہ میں بہرام، سرخ ڈھیری اور محمد آباد کے کسانوں سے ملاقاتیں کیں۔ اور انہیں اتحاد کا درس دیا۔ اس کے بعد موضع کورغ و چمتار سے ہوتے ہوئے رات کو منگہ پہنچے جہاں ایک تاریخی اجتماع ہوا۔ صدارت کے فرائض مولانا طاؤس خان نے انجام دیے۔ تقریر کرتے ہوئے حضرت گل نے کہا کہ غلہ ڈھیر کی طرح کسانان منگہ کو اپنے مطالبات کے حصول کیلئے پر امن جدوجہد کرنی چاہیے۔ میاں اکبر شاہ نے کسانوں کی تنظیم سازی پر زور دیا۔ آپ نے کہا کہ موضع منگہ کے کسانوں کو قانون بے دخلی کی خلاف ورزی کرنی چاہیے۔ اور غلہ ڈھیر تحریک کے جھنڈے تلے جمع ہوجانا چاہیے۔ کیونکہ نواب طورو کی تقلید کرتے ہوئے منگہ کے خان نے ۱۵ مزارعین کو بے دخلیوں کے نوٹس دے رکھے تھے۔

موضع محمد آباد کے باشندگان نے وفد کے رہنماؤں کے سامنے اپنی شکایات پیش کیں جو حسب ذیل ٹیکسوں کے بارے میں تھیں:

شفتل نرخ ۲۰ روپیہ فی جریب، دمہ ۱/۴ یعنی ۵ روپیہ فی جریب، بابت فی کنال ۴ آنہ فی جریب اور فی جریب ایک روپیہ۔ جنانہ ۴ روپیہ فی قلبہ، آبیانہ ۲ روپیہ فی جریب، فصل شفتل گندم ۲ روپیہ ۲ آنہ فی جریب گندم بابت ۲ سیر فی من، دڑی برائے ملا فی قلبہ دڑی برائے پٹواری زمیندار کی مرضی پر، چار دڑی بیگار جب خان کو ضرورت ہو لے سکتا ہے۔ محمد آباد کے لوگوں نے درخواست کی کہ اتنے ٹیکس ادا کرنا ممکن نہیں اسے لئے شفتل ۱۰ روپے فی جریب طورہ ۱۲ روپیہ نکی جوار ۱۰ روپے فی جریب آٹھ ۶ روپے فی جریب وصول کیا جائے تو ہم ادا کرسکیں گے۔

موضع خان گڑھی کے مزارعین نے رہنماؤں کے سامنے ان ٹیکسوں کی تفصیل رکھی جو ان سے وصول کئے جارہے تھے۔ انہوں نے جو ٹیکس بتائے وہ یہ تھے۔

مزارعہ ۱/۴ حصہ ۲ ۱/۲ سیر فی من

بابت ۱/۲ ۷ سیر

جنانہ (مالیہ) چوکیدارہ ۲ دڑی فی قلبہ

پٹواری دھڑی ملاں طبیب فی دھڑی نظرانہ فی قلبہ ایک عدد مرغہ، فی قلبہ ایک پاؤ گھی، قلبہ ۶ آنہ، خوراکہ فی قلبہ، طورہ ۱۸ روپے مالیہ بذمہ کاشتکار ۲۰ روپیہ فی جریب کے حساب سے وصول کیا جاتا ہے۔ نکی جوار ۲۰ روپے فی جریب، باغ فروخت کرنے پر ایک روپیہ ناظر وصول کرتا ہے۔ شادی شدہ اور غیر

شادی شدہ دونوں سے وصول کیا جاتا تھا۔ موضع گڈھ کے کاشتکاروں نے بتایا کہ ان سے کرایہ مکان ۱۰ روپیہ سال۔

بابت فی من ۳ سیر طورہ ۲۰ روپیہ

جنانہ ۱۲ روپیہ

فصل آٹھ آنہ وصول کیا جاتا ہے

موضع عمزہ والوں نے بتایا کہ جنانہ ۱۲ روپیہ، طورہ ۱۹ روپیہ، ۶ سیر فی من بابت ۲ سیر فی من انڈرک فی روپیہ ایک آنہ فی قلبہ وصول کیا جاتا ہے۔ اس طرح ضلع مردان کے طول وعرض میں مختلف دیہات میں تقریباً یہی شکایات بیان کی گئیں۔ اس تحریک کے دوران آئے دن عوامی مظاہرے ہوتے اور گرفتاریاں ہوتی تھیں۔

۲۲ اگست ۱۹۳۸ء کو صبح آٹھ بجے کے قریب پولیس انسپکٹر دو سب انسپکٹر اور ۵۰ مسلح کانسٹیبل غلہ ڈھیر میں داخل ہوگئے۔ پولیس کی اچانک آمد سے گاؤں میں کھلبلی مچ گئی۔ آناً فاناً سینکڑوں سرخپوش باوردی دفتر کے نزدیک پہنچ گئے۔ عورتوں کا ایک بڑا گروہ بھی گھروں سے نکل آیا۔ اور اپنے آپ کو گرفتاری کیلئے پیش کیا۔ اس وقت مولانا عبدالرحیم صاحب اور رام سرن نگینہ غلہ ڈھیر میں موجود تھے۔ گاؤں کے نمبر دار گوکل چند نے آکر مولانا صاحب سے کہا کہ آپ کو پولیس نے گڑھی میں بلایا ہے۔ مولانا صاحب نے کہا مجھے کیوں بلایا جارہا ہے۔ اگر ان کا میرے ساتھ کوئی کام ہے تو وہ یہاں آجائیں۔ ۵ منٹ کے بعد انسپکٹر پولیس وہاں آگیا۔ پولیس نے اس دفتر کا محاصرہ کرلیا جہاں مولانا صاحب موجود تھے۔ وارنٹ دکھا کر مولانا صاحب اور رام سرن نگینہ دونوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ گرفتاری کے وقت ہزاروں دہقان مرد وزن احتجاج کیلئے وہاں جمع ہو چکے تھے۔ گرفتاری کے بعد مسلح پولیس کی حراست میں ان کو مردان پہنچایا گیا۔ ان کے دیگر ساتھی بھی اسی اثناء میں یکے بعد دیگرے گرفتار ہو چکے تھے۔ مردان میں ڈپٹی کمشنر کے بنگلہ کے باہر ایک کشادہ چمن میں مولانا صاحب اور رام سرن نگینہ کو زمین پر بٹھایا گیا۔ ان کے اردگرد پولیس کا پہرہ تھا، تھوڑی دیر ہی میں میاں اکبر شاہ وکیل، افضل بابا اور غلام محمد سالار اعظم بھی گرفتار ہو کر وہاں آگئے۔ ایک گھنٹہ بعد اچرج رام کپور، میاں محمد شاہ، خرم شاہ، اجون خان اور لال دین جرنیل بھی جیل پہنچا دیے گئے۔

اگلے دن ۲۳ اگست کو پولیس نے عبدالغفور آتش اور بخشی فقیر چند وید کے وارنٹ گرفتاری بھی

جاری کردیے تھے۔ فیصلہ کے تحت دونوں حضرات روپوش ہوگئے اورتحریک کا حال ملک کے دوسرے حصوں تک پہنچانے اور انصاف طلب کرنے کا کام سنبھال لیا۔۲۴ اگست کومردان میں ایک شب بڑا احتجاجی جلوس نکالا گیااورنمک منڈی مردان میں جلسہ عام منعقد ہوااوراس وقت کی کانگرس وزارت کی عوام دشمن پالیسی کی سخت مذمت کی گئی۔۲۵ اگست سے مولانا صاحب اوران کےساتھیوں کے مقدمات کی سماعت شروع ہوئی۔ روزانہ سماعت ہوتی اور ہزاروں کی تعداد میں مردان اور پشاور کے غریب دہقان اور سیاسی کارکن کاروائی سننے آتے رہے۔ تین دن تک کاروائی جاری رہی اورمولانا عبدالرحیم پوپلزئی،میاں اکبرشاہ وکیل اوررام سرن نگینہ کوسزاسنا کر پشاورجیل بھیج دیا گیا۔مردان سے پشاورجیل جاتے ہوئے مولاناعبدالرحیم پوپلزئی نے کسانوں کے نام جو پیغام پریس نمائندگان کودیاوہ یہ تھا۔

مزدورکسان ساتھیو! آج جو جنگ لڑی جارہی ہے وہ ظالم اورمظلوم کے درمیان جنگ ہے۔ نواب آف طوروکی امدادکرکے کانگرس کے سرمایہ دارلیڈروں نے اپنے آپ کو بےنقاب کردیاہے کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام کو برقراررکھنا اورمحنت کش عوام کی لوٹ کھسوٹ پر ہمیشہ کیلئے زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ باوجودانتہائی تشدد کے بھی اپنی پرامن جدوجہدکو جاری رکھیں گے۔آپ کی راہ میں مشکلات آئیں گی لیکن مجھے ان مشکلات میں ہی شعاع امیدنظرآرہی ہے۔اپنی جدوجہدکوجاری رکھیں۔تمام دنیاتمہاری مظلومیت کی طرف دیکھ رہی ہے۔آخرفتح ہماری ہی ہوگی"۔ چنانچہ عوامی قوتوں نے جدوجہد جاری رکھی۔

۳۰ اگست ۱۹۳۸ کوپولیس کی کثیرتعداد نے غلہ ڈھیرکامحاصرہ کرلیاتمام علاقہ کے مختلف حصوں میں پولیس کے پکٹ تعینات کردیے گئے۔ پولیس کےعلاوہ نواب طوروکےقریباًایک ہزارآدمی لاٹھیوں، برچھیوں اورکلہاڑیوں سے مسلح ہوکرسرکاری حفاظت کی چھتری تلےغلہ ڈھیرپہنچ گئے اورزبردستی کسانوں کی اراضیات میں داخل ہوناچاہا۔تھوڑے وقت ہی میں ہزاروں کسان مرداورعورتیں کھیتوں کےقریب جمع ہوگئیں اور پرامن احتجاج شروع کردیا۔ پولیس نے سادھوسنگھ،اننت رام،لیکھراج،امرناتھ، پرتھوی ناتھ وغیرہ کوحراست میں لے لیا۔ اسکے بعداندھادھندگرفتاریاں شروع ہوگئیں۔ گرفتار ہونے والوں میں گاؤں کے نابالغ بچے اوراسی برس کے بوڑھے بھی شامل تھے۔اس کے ساتھ ہی پولیس نے کئی بے گناہ مظلوموں کوبری طرح پیٹا۔

عورتوں نے بےگناہوں پرتشدددیکھاتوہاتھوں میں قرآن شریف لےکرپولیس افسران سے

دردمندانہ اپیلیں کیں کہ خدارا ہمارے لہلہاتے کھیتوں کو تباہ نہ کرو۔ ہمارے معصوم بچے بھوک سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔ ہمارے پاس گندم کا ایک دانہ تک نہیں۔لیکن ان کی آہ وزاری اور منت سماجت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ پولیس کے درندہ صفت آدمیوں نے نہایت بیدردی سے عورتوں پر ڈنڈے برسائے۔قرآن شریف کی بے حرمتی کی، معصوم بچوں کو پیٹا اور بوڑھے کسانوں کو بے دریغ تشدد کا نشانہ بنایا۔فصلوں کو آن کی آن میں تباہ و برباد کر دیا گیا۔ شام تک یہ ظلم وستم جاری رہا۔ دوسو کے قریب مزارعین گرفتار کر لئے گئے۔ ۱۵ عورتیں زخمی ہوئیں اور اگلے دن سے غلہ ڈھیر میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی گئی۔

جیل میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں کو سی کلاس میں رکھا گیا۔ حالانکہ کانگرسی حکومت سے پہلے انگریز بھی انہیں بی کلاس کا حقدار تسلیم کرتے تھے۔لیکن اپنی کانگرسی حکومت نے جیل میں انتہائی ناروا سلوک کر کے انگریزوں کے مظالم کو پیچھے چھوڑ دیا۔اس تحریک کے نتیجے میں ملکی اخبارات میں آئے دن غلہ ڈھیر کے مظلوموں کی داستان چھپتی اور ان سے ہمدردی کا اظہار کیا جاتا۔ یہاں تک کہ ریڈیو ماسکو سے بھی اس کی خبریں نشر ہونے لگیں۔صوبہ سرحد کی صوبائی اسمبلی میں کانگرس کی حکومت کے باوجود قومی کارکنوں اور رہنماؤں پر ظلم وستم کے خلاف احتجاج کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ کانگرس حکومت کے نازیبا سلوک پر سردار اورنگ زیب خان، حاجی فقیرا خان، سردار عبدالرب نشتر اور پیر بخش وکیل وغیرہ نے ۵ نومبر کو اسمبلی میں حکومت کی شدید مذمت کی۔

تحریک غلہ ڈھیر سرحد اسمبلی میں! (۵ نومبر ۱۹۳۸):۔

ہری پور جیل میں دفعہ ۱۴۵ آئی پی سی کے تحت ۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء کو سزا پانے والے غلہ ڈھیر کے قیدی دوسال قید بامشقت پانے والے حریت پسند:

۱۔ اننت رام ولد گورداس ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال
۲۔ لیکھ راج ولد چرن جیت لعل ساکن ہوتی مردان عمر ۲۶ سال
۳۔ پرتھمی ناتھ ولد بھولا ناتھ ساکن پشاور عمر ۱۸ سال
۴۔ سادھو سنگھ ولد حکم سنگھ سکنہ پشاور عمر ۲۵ سال

۵۔ امرناتھ ولد فقیر چند سکنہ پشاور عمر۲۲ سال
۶۔ صاحب شاہ ولد مرزا شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۷۔ گلاب شاہ ولد مہراب شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۸۔ دوارکا ناتھ ولد گنگا رام ساکن پشاور عمر ۲۰ سال
۹۔ خان زادہ ولد خان گل ساکن رشکئی عمر ۳۰ سال
۱۰۔ سمندر ولد افضل خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۱۱۔ پائندہ خان ولد افضل دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال

چھ ماہ قید بامشقت پانے والے حریت پسند:

۱۲۔ میر داد ولد رحیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۱۳۔ شریف زادہ ولد سید محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال
۱۴۔ زمان خان ولد دائیل خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۱۵۔ میر عباس ولد کریم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۱۶۔ عبدال خداد ولد زرداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۱ سال
۱۷۔ محمد عالم ولد شاہ خیلے ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۱۸۔ لالی ولد فضل محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۱۹۔ عدت شاہ ولد زرغن شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۲۰۔ علی اکبر ولد شیر حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۲۱۔ محمد افضل ولد فضل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۲۲۔ محبّ اللہ ولد رحیم اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال
۲۳۔ عظیم خان ولد بہرام خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۲۴۔ زرستان ولد لئیس خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۲۵۔ شہزادہ ولد محبّ اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۲۶۔ گلاب ولد شیر خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال

۲۷۔ پذیر گل ولد عمر گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال
۲۸۔ غلام ولد فضل احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال
۲۹۔ پوردل ولد طاوس ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۳۰۔ رخم الدین ولد علم دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۳۱۔ عمر شاہ ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۳۲۔ بہادر ولد قلندر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال
۳۳۔ گل خان ولد لعل خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۳۴۔ اول میر ولد لعل میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۳۵۔ خائستہ میر ولد شاہ میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۳۶۔ رخیم گل ولد سیدان شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۳۷۔ طوطی ولد میر سلام ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۲ سال
۳۸۔ گل رحیم ولد محمود ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۳۹۔ رحیم خان ولد جمعہ خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۴۰۔ حنیف خان ولد شیر حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۴۱۔ ابراہیم گل ولد امیر گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۴۲۔ عمر خطاب ولد اسلم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال
۴۳۔ صاحب زادہ ولد خرم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۷ سال
۴۴۔ حکم دین ولد موٹا دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۴۵۔ بصیر ولد نذیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۴۶۔ عجب خان ولد اسلم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۴۷۔ سیدان شاہ ولد جہاں شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۴۸۔ سید بر ولد عقرب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۸ سال
۴۹۔ فیروز ولد ظہور الدین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۵۰۔ محمد عمر ولد میر اسلم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال

۵۱۔ گل احمد ولد مبین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۵۲۔ نقاب شاہ ولد گل حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۵۳۔ عبدالمالک ولد محمد حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۵۴۔ پلیل ولد میر احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۵۵۔ عمراز ولد گلراز ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۸ سال
۵۶۔ گل زادہ ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۵۷۔ رحیم اللہ ولد شریف اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۵۸۔ زرستان ولد گلاب دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۵۹۔ سید عمر ولد شاہ خیلے ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۶۰۔ سلطان ولد سید میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۶۱۔ میر نواز ولد سید احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۶۲۔ میر محمد ولد سید احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۶۳۔ عبدالغنی ولد محمد ایاز ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۶۴۔ شمروز ولد امیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۶۵۔ رضا خان ولد ناصر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۶۶۔ دراز خان ولد وزیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۶۷۔ سرفراز ولد حیات میر شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۶۸۔ صنوبر ولد وزیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۶۹۔ سعداللہ ولد ضمیر گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۷۰۔ میر عباس ولد خواص ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۹ سال
۷۱۔ مکمل ولد محمد شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال
۷۲۔ صاحب شاہ ولد رحیم شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۷۳۔ شیرین گل ولد مزادین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۷۴۔ انذر گل ولد لباب گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۷۵۔ میر بیگ ولد نیاز بیگ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۷ سال
۷۶۔ جمال خان ولد مسار خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال
۷۷۔ ثواب گل ولد حلیم گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۷۸۔ سید عمر ولد قابل شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۷۹۔ میر اسلم ولد میر حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۸۰۔ غلام محمد ولد معروف شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۸۱۔ عبدالکریم ولد ضمیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۸۲۔ شمروز ولد میر حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۸۳۔ خان زادہ ولد وزیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۸۴۔ زیر اللہ ولد سادات ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۸۵۔ عثمان غنی ولد باز گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۷ سال
۸۶۔ شہزادہ ولد صفی اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۸۷۔ گلستان ولد محمد شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۸۸۔ مولا داد ولد سرباز ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۸۹۔ گل خان ولد خواص ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۹۰۔ شاہ میر ولد ضمیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۹۱۔ امیر خان ولد ظریف خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۹۲۔ رحمان گل ولد صمد گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۹۳۔ حمید اللہ ولد شفیع اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۹۴۔ عبدالخالق ولد محمد حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۹۵۔ میر اسلم ولد سرور ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۹۶۔ حبیب شاہ ولد حضرت شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۹۷۔ سفید شاہ ولد محمد شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۹۸۔ فیروز ولد گل حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال

۹۹۔ عین ولد رخیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ٦٠ سال
۱۰۰۔ اعظم دین ولد عبدالحکیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۱۰۱۔ سکندر ولد عجب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۰۲۔ غفور ولد نظر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۷ سال
۱۰۳۔ شمروز ولد یوسف ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۱۰۴۔ نوروز ولد ناصر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۰۵۔ رحیم شاہ ولد سیدن شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال
۱۰٦۔ خانزادہ ولد وزیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال
۱۰۷۔ رحمان الدین ولد شرف دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۱۰۸۔ مہراب شاہ ولد حضرت شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۱۰۹۔ مشرف ولد رحمان گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۱۰۔ لعل میر ولد سید میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۱۱۱۔ فقیر ولد محمود ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۲ سال
۱۱۲۔ زرداد ولد خوئیداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۱۱۳۔ ثنا گل ولد رحمان گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۱۱۴۔ زرغن شاہ ولد غریب شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ٦٠ سال
۱۱۵۔ گلاب ولد فقیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ٦٠ سال
۱۱٦۔ حکیم ولد فردوس ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال
۱۱۷۔ عبدالکریم ولد گل حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۱۸۔ ثنا گل ولد غریب اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۱۹۔ ڈیرانے ولد ہاشم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۳ سال
۱۲۰۔ شاہ خیلے ولد نور عالم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۲۱۔ ماشکی ولد ڈیران شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۲۲۔ لوانگین ولد محمد میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۲۳۔ محمد ولد عطا محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۳ سال

۱۲۴۔ سید اکبر ولد خائستہ خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال

۱۲۵۔ صاحب زادہ ولد سید محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال

۱۲۶۔ سید زمان ولد میر زمان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال

۱۲۷۔ وفادار ولد شاہ مدار ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال

۱۲۸۔ اول دین ولد سادات ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۲۹۔ شاہ داد ولد ہاشم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال

۱۳۰۔ عزت خان ولد سکندر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال

۱۳۱۔ خوشحال ولد ظریف خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۱۳۲۔ الف خان ولد میر اسلم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال

۱۳۳۔ حمید اللہ ولد شریف اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۱۳۴۔ پوردل ولد مجید ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال

۱۳۵۔ زرغن شاہ ولد کمال شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال

۱۳۶۔ جمعہ خان ولد فضل احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال

۱۳۷۔ فیروز ولد باز گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۱۳۸۔ اول خان ولد خواص ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

۱۳۹۔ نور دین ولد علم دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال

۱۴۰۔ ثمر گل ولد رحیم گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۴۱۔ رحمٰن گل ولد کمال شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۸ سال

۱۴۲۔ گل محمد ولد فضل احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال

۱۴۳۔ جمداد ولد زرداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۸ سال

۱۴۴۔ گل محمد ولد احمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال

۱۴۵۔ شاہ افضل ولد عبد الرحمٰن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۸ سال

۱۴۶۔ مہربان ولد مبارک شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال

۱۴۷۔ شمس القمر ولد فقیر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۴۸۔ قادر ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۱۴۹۔ اسماعیل ولد زیارت خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۱۵۰۔ شاہ خیلے ولد افضل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۱۵۱۔ سامودین ولد غلام محی الدین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۷ سال
۱۵۲۔ سیدن شاہ ولد ولی شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۱۵۳۔ رحمان گل ولد گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۵۴۔ شیرین ولد زرین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۱۵۵۔ گل محمد ولد غلام ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال
۱۵۶۔ مشال ولد اجون ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۸ سال
۱۵۷۔ محمد ایاز ولد حیات میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۱۵۸۔ شیر محمد ولد محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۵ سال
۱۵۹۔ لعل بادشاہ ولد محمود ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۱۶۰۔ نجیم ولد عجب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال
۱۶۱۔ محمد یوسف ولد معروف شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۶۲۔ محمد گل ولد سربلند ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۱۶۳۔ خانان ولد ڈھیرو ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۶۴۔ سکندر ولد خلیل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۶۵۔ باز ولد معروف شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۶۶۔ طاؤس ولد زمان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۷ سال
۱۶۷۔ باز ولد سید محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۶۸۔ تواب گل ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۱۶۹۔ چنار گل ولد شریف ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۴ سال
۱۷۰۔ حضرت گل ولد عباس ساکن چوکی عمر ۵۲ سال

۱۷۱۔ عبدالواحد ولد محمد یعقوب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۱۷۲۔ حبیب الرحمٰن ولد احمد جی ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال

دفعہ 562 کے تحت 300 روپے زرضمانت میں ایک سال کیلئے پابند سلاسل کئے جانے والے حریت پسند:

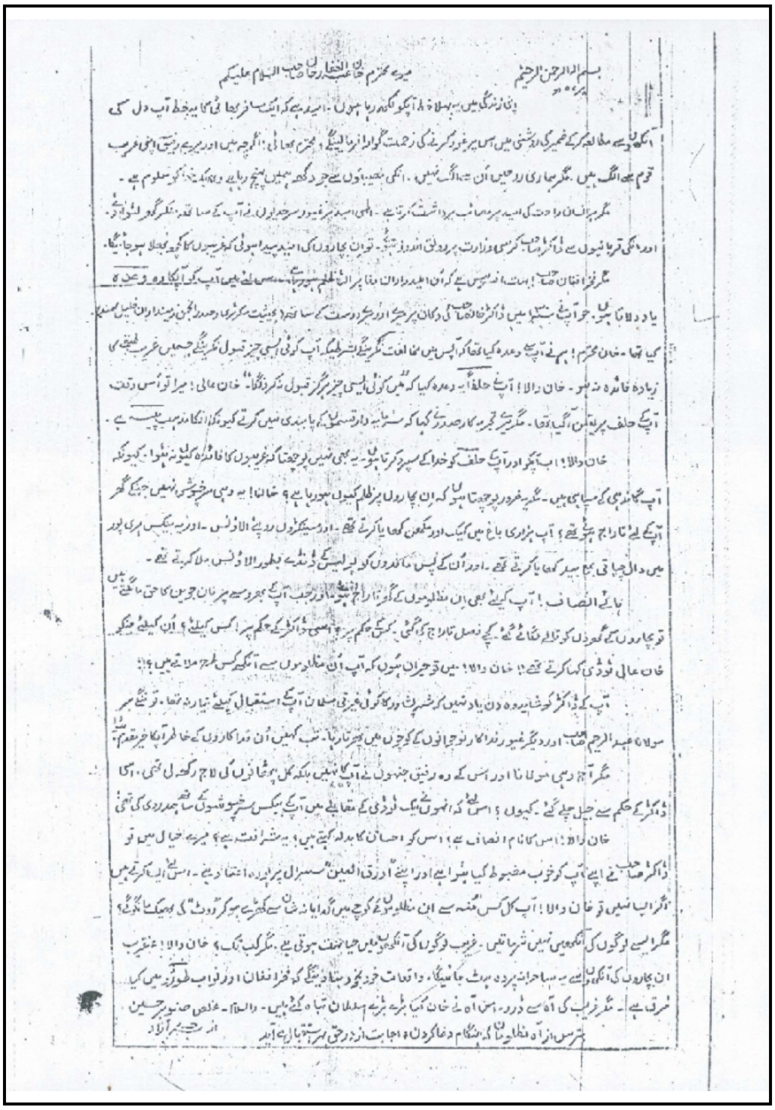
۱۷۳۔ محمد حسن ولد گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۵ سال
۱۷۴۔ جمعہ خان ولد قمر دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۱۷۵۔ ظریف ولد سرور ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۵ سال
۱۷۶۔ شہزاد میر ولد باز میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۷۷۔ حسن ولد دوران ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۵ سال
۱۷۸۔ ظریف ولد شیر و ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۱۷۹۔ حسن دین ولد گلاب دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۱۸۰۔ فرید ولد فتح گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۱۸۱۔ عجب خان ولد گل حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۱۸۲۔ عجب گل ولد وہاب گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۵ سال
۱۸۳۔ غلام یوسف ولد محمد دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۵۰ سال
۱۸۴۔ علی اکبر ولد معتبر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۷ سال
۱۸۵۔ رحیم ولد خوئیداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۱۸۶۔ عبداللہ ولد امیر خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۱۸۷۔ جعفر خان ولد گلاب ساکن غلہ ڈھیر عمر ۷۰ سال
۱۸۸۔ بابر ولد محمد میر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۸ سال
۱۸۹۔ میر عباس ولد ہاشم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۰ سال
۱۹۰۔ اخترے ولد اسماعیل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال
۱۹۱۔ لعل دین ولد غلام دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۲ سال

۱۹۲۔ امیر خان ولد نیاز محمد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۳۵ سال
۱۹۳۔ عبدالغفور ولد نور دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۴۰ سال
۱۹۴۔ حسن گل ولد لعل گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۶ سال
۱۹۵۔ بہرام ولد بادشاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۰ سال
۱۹۶۔ عبدالغفور ولد فیروز خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۲ سال

قیدی بچے، بوڑھے:۔

دفعہ 562 سی آر پی سی کے تحت تنبیہ پانے والے حریت پسند:

۱۹۷۔ معتبر ولد سکندر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۷ سال
۱۹۸۔ ثواب گل ولد فرید ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۵ سال



بسم اللہ الرحمن الرحیم — میرے محترم خان عبدالغفار خان صاحب السلام علیکم

زندگی میں پہلی دفعہ آپکو لکھ رہا ہوں۔ امید ہے کہ ایک سادہ بھائی کا یہ خط آپ دل کی
آنکھوں سے مطالعہ کرکے ضمیر کی روشنی میں اس پر غور کرنے کی زحمت گوارا فرمالینگے۔ محترم بھائی! اگرچہ میں اور میری رعیتی اپنی غریب
قوم سے الگ ہیں۔ مگر ہماری روحیں ان سے الگ نہیں۔ انکی مصیبتوں سے جو دکھ ہمیں پہنچ رہا ہے وہ کسی نہ کسی کو معلوم ہے۔
مگر ہر انسان راحت کی امید پر مصائب برداشت کرتا ہے۔ ہمیں امید پر غیور سرحدیوں نے آپ کے ساتھ ملکر گورا ...
اور انکی قربانیوں سے ڈاکٹر صاحب کرسی وزارت پر رونق افروز ہوئے۔ تو ان بیچاروں کی امید پیدا ہوئی کہ غریبوں کا کچھ بھلا ہوجائیگا۔
مگر فخر افغان صاحب! بہت افسوس ہے کہ ان امیدواران وفا پر اب ظلم ہورہا ہے۔ جس لئے میں آپ کو آپکا وہ وعدہ
یاد دلاتا ہوں۔ جو آپنے ۱۹۳۰ میں ڈاکٹر خان صاحب کی دکان پر میرے اور دیگر دوست کے ساتھ بحیثیت سکرٹری و صدر انجمن زمینداران خلیل و مہمند
کیا تھا۔ خان محترم! ہم نے آپسے وعدہ کیا تھا کہ آپس میں مخالفت نکرینگے بشرطیکہ آپ کوئی ایسی چیز قبول نکرینگے جسمیں غریب طبقہ کی
زیادہ فائدہ نہ ہو۔ خان والا! آپنے حلفاً یہ وعدہ کیا کہ "میں کوئی ایسی چیز ہرگز قبول نکرونگا" خان عالی! میرا تو اس وقت
آپکے حلف پر اطمینان آگیا تھا۔ مگر میرے تجربہ کار صدر نے کہا کہ سرمایہ دار قسموں کی پابندی نہیں کرتے کیونکہ انکا مذہب پیسہ ہے۔
خان والا! اب آپکو اور آپکے حلف کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ یہ بھی نہیں پوچھتا کہ غریبوں کا فائدہ کیوں نہ ہوا۔ کیونکہ
آپ کے مذہبی کرسیاں بھی ہیں۔ مگر یہ ضرور پوچھتا ہوں کہ ان بیچاروں پر ظلم کیوں ہورہا ہے؟ خانا! یہ وہی سرخپوش نہیں جنکے گھر
آپکے لئے تاراج ہوچکے تھے؟ آپ ہزاری باغ میں کیک اور مکھن کھایا کرتے تھے۔ اور سینکڑوں روپئے الاونس۔ اور یہ بیکس ہری پور
میں دال چپاتی بھی بسیر کھایا کرتے تھے۔ اور ان کے پس ماندوں کو پولیس کے ڈنڈے بطور الاونس ملا کرتے تھے۔
ہائے انصاف! آپ کیلئے بھی ان مظلوموں کے گھر تاراج ہوئے۔ اور جب آپکے بھروسہ پر خان جو حق مانگتے ہیں
تو بیچاروں کے گھروں کو تالے لگائے گئے۔ کچھ فصل تاراج کی گئی۔ کس کے حکم پر؟ اسی ڈاکٹر کے حکم پر! کس کیلئے؟ ان کیلئے جنکو
خان عالی ٹوڈی کہا کرتے تھے!! خان والا! میں تو حیران ہوں کہ آپ ان مظلوموں سے آنکھ کس طرح ملاتے ہیں؟!!
آپ کے ڈاکٹر کو شاید وہ دن یاد نہیں کہ شہر پشاور کا کوئی غیرتی مسلمان آپکے استقبال کیلئے تیار نہ تھا۔ تو تنہا میر
مولانا عبدالرحیم صاحب اور دیگر غیور وفادار نوجوانوں کے کوچوں میں پھرتا رہا۔ تب کہیں ان وفاداروں کے خاطر آپکا خیر مقدم ہوا۔
مگر آج وہی مولانا اور اس کے وہ رفیق جنہوں نے آپکا نہیں بلکہ کل پٹھانوں کی لاج رکھ لی تھی۔ اسی
ڈاکٹر کے حکم سے جیل چلے گئے۔ کیوں؟ اسلئے کہ انہوں نے ایک ٹوڈی کے مقابلے میں آپکے بیکس سرخپوشوں کے ساتھ ہمدردی کی تھی؛
خان والا! اس کا نام انصاف ہے؟ اس کو احسان کا بدلہ کہتے ہیں؟ یہ شرافت ہے؟ میرے خیال میں تو
ڈاکٹر صاحب نے اپنے آپ کو خوب مضبوط کیا ہوا ہے اور اپنے "ارزق العین" سسرال پر پورا اعتماد دینے۔ اسلئے ایسا کرتے ہیں
اگر ایسا نہیں تو خان والا! آپ کل کس منہ سے ان مظلوموں کے کوچے میں گدایانہ شان سے کھڑے ہوکر "ووٹ" کی بھیک مانگو گے؟
مگر ایسے لوگوں کی آنکھیں نہیں شرماتیں۔ غریب لوگوں کی آنکھوں میں حیا ضعف ہوتی ہے۔ مگر کب تک؟ خان والا! عنقریب
ان بیچاروں کی آنکھوں سے یہ ساحرانہ پردہ ہٹ جائیگا۔ واقعات خود بخود بتادینگے کہ فخر افغان اور نواب طوروی میں کیا
فرق ہے۔ مگر غریب کی آہ سے ڈرو۔ اس آہ نے خان کیا بڑے بڑے سلطان تباہ کئے ہیں۔ والسلام۔ مخلص صنوبر حسین
بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن — اجابت از در حق بہر استقبال می آید

کاکاجی صنوبر حسین کے خفیہ سائیکلوسٹائل پریس کے اخبار "شعلہ" کی اشاعت بابت شعبان ۱۳۵۷ھ ھجری کا عکس

۱۹۹۔ عبداللہ ولد جان عالم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۲ سال
۲۰۰۔ شیرین ولد سیف اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۵ سال
۲۰۱۔ خان زادہ ولد شفیع اللہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال
۲۰۲۔ فضل کریم ولد عبدالرحیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۴ سال
۲۰۳۔ کامل شاہ ولد زرغن شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۵ سال
۲۰۴۔ نواب ولد عمر ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸
۲۰۵۔ ہمیش گل ولد مشرف گل ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۲ سال
۲۰۶۔ طالب دین ولد رحمان الدین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال
۲۰۷۔ عامر خان ولد میاں خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۴ سال
۲۰۸۔ مظفر شاہ ولد حبیب شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال
۲۰۹۔ حیدر ولد زرغن شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال
۲۱۰۔ عنایت خان ولد حکمت خان ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال
۲۱۱۔ شیرین شاہ ولد سفید شاہ ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۴ سال
۲۱۲۔ منیر خان ولد اعظم دین ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال
۲۱۳۔ قادر ولد گل سید ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۵ سال
۲۱۴۔ عبدالکریم ولد سید عالم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۲۱۵۔ شریف ولد محمد حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۸۰ سال
۲۱۶۔ وحید اللہ ولد محمد حسن ساکن غلہ ڈھیر عمر ۲۰ سال
۲۱۷۔ اسماعیل ولد لطیف ساکن غلہ ڈھیر عمر ۶۵ سال
۲۱۸۔ احمد دین ولد سلیم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۸۵ سال
۲۱۹۔ بنارس ولد خائید یوف ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۹ سال
۲۲۰۔ گل داد ولد زرداد ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۸ سال
۲۲۱۔ فضل رحیم ولد عبدالکریم ساکن غلہ ڈھیر عمر ۱۵ سال

سردار محمد اورنگزیب خان: کیا آنریبل چیف منسٹر از راہ کرم بیان کریں گے کہ آیا قابل احترام حضرات مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور میاں اکبر شاہ کے ساتھ عام قیدیوں کا سا سلوک کیا گیا۔ اگر ایسا ہوا تو کیوں ہوا؟

ڈاکٹر خان صاحب: سب لوگوں کے ساتھ عام قیدیوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے اس سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔

سردار محمد اورنگزیب خان: کیا میں یہ معلوم کر سکتا ہوں کہ آیا جیل میں علیحدہ کلاسیں موجود ہیں اور بعض اشخاص گرفتار ہونے کے باوجود بسا اوقات ہتھکڑیوں میں نہیں جکڑے جاتے۔ کیا آنریبل وزیراعظم اس حقیقت سے باخبر ہیں۔

ڈاکٹر خان صاحب: میں آنریبل قائد حزب اختلاف کا مطلب نہیں سمجھا۔

سپیکر صاحب: کیا سوال مبہم ہے۔ اگر ہے تو فاضل رکن دوبارہ سوال کریں گے۔

سردار محمد اورنگزیب: کیا آنریبل وزیراعظم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ ہندوستان میں حالیہ سیاسی تحریک کے دوران ایسے واقعات ہوئے ہیں کہ بعض شخصیات کو ہتھکڑی نہیں لگائی گئی؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

سردار محمد اورنگزیب: آنریبل وزیراعظم نے یہ رعایت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور نوشہرہ کے سید اکبر شاہ وکیل کو کیوں نہیں دی؟

ڈاکٹر خان صاحب: یہ ایک نیا سوال ہے اور میں نوٹس ملنے کے بغیر اس کا جواب نہیں دے سکتا۔

سپیکر صاحب: سوال واضح ہے۔ آنریبل وزیراعظم اور آنریبل قائد حزب اختلاف ایک نکتے پر مختلف الرائے ہیں۔ آنریبل وزیراعظم اسے اب تازہ سوال قرار دیتے ہیں جب کہ آنریبل قائد حزب اختلاف اسے ایسا نہیں سمجھتے۔

سردار محمد اورنگزیب: کیا آنریبل چیف منسٹر از راہ کرم بیان کریں گے اور آیا ان حضرات (مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور میاں اکبر شاہ وکیل) کے ساتھ جیل میں اے کلاس قیدیوں کا سلوک کیا گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: میں تحقیقات کروں گا۔

سردار محمد اورنگزیب: کیا میں ان (ڈاکٹر خان صاحب) کی اطلاع کیلئے یہ بھی کہہ دوں کہ ان (مولانا صاحب اور وکیل صاحب) کے ساتھ سی کلاس کے قیدیوں کا سلوک کیا جا رہا ہے؟

سپیکر صاحب: یہ آنریبل قائد حزب اختلاف کی طرف سے اطلاع کا انکشاف ہے۔ انہیں معلومات

حاصل کرنی چاہیے۔

سردار محمد اورنگزیب: کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آنریبل وزیراعظم جیل میں اپنے مخالفین کو وہ سہولتیں دینے کیلئے تیار ہیں جو خود انہیں سابقہ شیطانی حکومت نے دی تھیں۔

ڈاکٹر خان صاحب: یہ ایک نیا سوال ہے۔

خان فقیر خان: کیا آنریبل وزیراعظم مولانا عبدالرحیم کو ذاتی طور پر جانتے ہیں؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

خان فقیر خان: کیا انہیں معلوم ہے کہ مسلمان انہیں "مفتی سرحد" کہہ کر پکارتے ہیں۔

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں

خان فقیر خان: کیا میں انہیں مطلع کرسکتا ہوں کہ مسلمان انہیں یہی پکارتے ہیں اور میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آیا حکومت ان کے ساتھ بہتر سلوک کیلئے تیار ہے؟

ڈاکٹر خان صاحب: مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا برا سلوک ہو رہا ہے۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا میں جیلوں میں قیدیوں کے ساتھ سلوک کے بارے میں اس حکومت کی پالیسی معلوم کرسکتا ہوں؟

ڈاکٹر خان صاحب: اس سوال پر رائے کا اختلاف موجود ہے وہ جو اس حکومت کے مخالف ہیں انہیں سیاسی قیدی نہیں بھی کہا جاسکتا۔

سردار اورنگزیب خان: آنریبل وزیراعظم کی سیاسی قیدیوں سے کیا مراد ہے؟

سردار عبدالرب نشتر: کن وجوہات کی بنا پر بعض حضرات کو ناپسندیدہ سمجھا گیا اور انہیں تنہائی کی کوٹھڑیوں میں قید رکھا گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: انہیں دوسرے قیدیوں کو گمراہ کرنے والے اور اس طرح جیلوں میں گڑبڑ پیدا کرنے والے سمجھا گیا۔

لالہ جمنا داس: کیا یہ حقیقت ہے کہ 172 قیدیوں میں سے 159 قیدی رہا کر دیئے گئے؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

لالہ جمنا داس: کیا یہ بھی حقیقت ہے کہ تقریباً سب ایک ہی دفعہ کے تحت گرفتار کئے گئے تھے؟

ڈاکٹر خان صاحب: مجھے نوٹس چاہیے۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا میں اس کی وجوہات معلوم کرسکتا ہوں کہ کیوں 159 قیدی رہا کئے گئے اور باقی نہیں کئے گئے جبکہ وہ سب ایک ہی تحریک میں ایک ہی دفعہ کے تحت سزایاب ہوئے تھے؟

ڈاکٹر خان صاحب: حکومت نے انہیں رہائی کیلئے موزوں سمجھا۔

سردار اورنگزیب خان: اپنے آنریبل دوست خان فقیر خان کے ضمنی سوال کے حوالے سے کیا میں معلوم کرسکتا ہوں کہ کیا آنریبل وزیراعظم اس حقیقت سے باخبر ہیں کہ جب خان عبدالغفار خان اس صوبے میں آئے تو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی ان حضرات میں سے تھے جو ان کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے کیلئے منتخب کئے گئے تھے؟

سپیکر صاحب: اس کا سوال یہاں پیدا نہیں ہوتا۔ اصل سوال کے ساتھ اس کا مطلقاً کوئی تعلق نہیں۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا میں معلوم کرسکتا ہوں کہ آیا یہ آنریبل چیف منسٹر کے علم میں ہے کہ جب ایک دفعہ پہلے مولانا عبدالرحیم کو گرفتار کر کے سزا دی گئی تھی تو اس وقت کی حکومت نے انہیں بی کلاس دی تھی؟

ڈاکٹر خان صاحب: یہ ایک تازہ سوال ہے اور مجھے نوٹس چاہیے۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا وہ اس معاملے میں تحقیقات کریں گے؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

رائے بہادر مہر چند کھنہ: اگر انہیں اطمینان ہو جائے کہ انہیں (مولانا صاحب کو) اس وقت کی حکومت کے احکام کے تحت بی کلاس دی گئی تھی تو کیا وہ (ڈاکٹر خان صاحب) آج اپنے حکم پر نظر ثانی کرنے پر تیار ہوں گے؟

ڈاکٹر خان صاحب: اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سپیکر صاحب: سوال پیدا ہوتا ہے۔ آنریبل وزیراعظم شاید اس کیلئے نوٹس چاہیں۔

ڈاکٹر خان صاحب: حکومت ہمیشہ اس قسم کے معاملات پر غور کرتی ہے۔

مسٹر پیر بخش خان: کیا حکومت قیدیوں کی اے بی سی کی گروہ بندی جاری رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

سپیکر صاحب: یہ پالیسی کا سوال ہے۔ اسے ایک نئے سوال کے طور پر تیار کیا جانا چاہیے۔

مسٹر پیر بخش: جناب یہ اس سوال کی تمہید ہے جو میں اس کے بعد کرنے والا تھا۔

ڈاکٹر خان صاحب: یہ ایک تازہ سوال ہے اور مجھے اس کیلئے نوٹس کی ضرورت ہے۔

سردار محمد اورنگزیب خان: کیا میں معلوم کرسکتا ہوں کہ مولانا عبدالرحیم اور سید اکبر شاہ اس حکومت کی نظر

میں سیاسی قیدی ہیں؟

سپیکر صاحب: اس سوال کا پہلے ہی جواب دیا جا چکا ہے۔(مجھے) یہ اچھی طرح یاد ہے۔

مسٹر پیر بخش: کیا میں اس معیار کی وجوہات معلوم کر سکتا ہوں جس پر بعض قیدی جیل سے رہا کئے گئے؟

ڈاکٹر خان صاحب: جناب میں ایک پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھتا ہوں۔تمام سوالوں کا مقصد معلومات حاصل کرنا ہے نہ کہ بحث مباحثہ کرنا۔آنریبل اراکین کو شاید اس نکتے پر پوری صورت حال کے بارے میں غلط فہمی ہے۔

سپیکر صاحب: موجودہ سوال بحث مباحثے کے قطعاً مترادف نہیں ہے۔یہ معلومات حاصل کرنے کا ہے۔

مسٹر پیر بخش: آنریبل وزیر اعظم نے ابھی بیان کیا کہ بعض قیدی موزونیت کے سبب رہا کئے گئے۔میرا سوال یہ ہے کہ ان قیدیوں کو رہا کرنے کے اسباب اور موزونیت کا معیار کیا ہے؟

ڈاکٹر خان صاحب: میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ وہ دوسرے قیدیوں کو گمراہ کر کے گڑ بڑ پیدا کر رہے تھے۔

مسٹر پیر بخش خان: یہ کہنے سے آنریبل وزیر اعظم کی کیا مراد ہے کہ وہ دوسرے قیدیوں کو گمراہ کر رہے تھے۔

سپیکر صاحب: میرا خیال ہے کہ گمراہ ہونے کے نتائج صاف ظاہر ہیں۔اس کی مزید وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں۔

رائے بہادر ایشر داس: کیا مولانا صاحب کی طرف سے اے کلاس میں رکھے جانے کی کوئی درخواست موصول ہوئی؟

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں

رائے بہادر ایشر داس: کیا یہ حکومت کے حوالے کے بغیر عدالتوں کا کام نہیں ہوتا کہ وہ خود اے بی سی کلاس عطا کریں۔

ڈاکٹر خان صاحب: یہ عدالتوں کی ذمہ داری ہے۔

رائے بہادر ایشر داس: اس معاملے میں عدالت نے کیا سفارش کی؟

ڈاکٹر خان صاحب: میرے پاس اس سلسلے میں کچھ اطلاع نہیں آئی۔

مسٹر پیر بخش: کیا میں معلوم کر سکتا ہوں کہ اگر آنریبل چیف منسٹر کو درخواست پیش کی جائے کہ وہ مولانا کو

اے کلاس میں رکھیں تو وہ اب ایسا کرنے پر تیار ہیں؟

ڈاکٹر خان صاحب: میں اس پر غور کروں گا۔

لالہ جمنا داس: کیا آنریبل چیف منسٹر یہ بتانا پسند کریں گے کہ کیا یہ حقیقت ہے کہ نواب آف طورو کے احکامات کے مطابق اس کے آدمی ۳۰ اگست ۱۹۳۸ اور اسکے بعد مسلسل چار پانچ دن پولیس افسروں کی موجودگی میں غلہ ڈھیر گاؤں کی مکئی کی فصل کاٹتے رہے؟

ڈاکٹر خان صاحب: نواب کے آدمیوں نے ۳۰ اگست ۱۹۳۸ کو ان کی زمین پر کھڑی فصلیں کاٹیں۔

لالہ جمنا داس: اگر ایسا ہوا تو نواب کے آدمیوں نے کتنے کنال مکئی فصل کاٹی اور برباد کی؟

ڈاکٹر خان صاحب: گرداوری کے اختتام تک اعداد وشمار نہیں دیے جاسکتے۔

لالہ جمنا داس: کیا یہ حقیقت ہے کہ نواب کے آدمیوں نے ان کسانوں کی فصلیں بھی کاٹ ڈالیں جنہیں کسی مالی یا دیوانی عدالت نے بے دخل نہیں کیا تھا اور جن سے زمین کا قبضہ نواب کو منتقل نہیں کرایا گیا تھا؟

ڈاکٹر خان صاحب: غلطی سے ۹۴ کنال فالتو زمین کی فصلیں کاٹ دی گئیں۔

لالہ جمنا داس: اگر ایسا ہے تو حکومت ایسے مزارعین کی فصلوں کے نقصان کی تلافی کیلئے کیا اقدامات تجویز کرتی ہے؟

ڈاکٹر خان صاحب: نواب نے پوری تلافی کی پیشکش کی ہے لیکن جب تک فصل پک نہیں جاتی اس نقصان کی صحیح قیمت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

لالہ جمنا داس تلواڑ: کیا یہ حقیقت ہے کہ آنریبل وزیر اعظم نے خود ۲ ستمبر ۱۹۳۸ء کو کھیتوں کا معائنہ کیا اور تسلی کر لینے کے بعد پولیس کو حکم دیا کہ وہ نواب کے آدمیوں کو ان افراد کی فصلیں نہ کاٹنے دیں جنہیں ۱۵ جون ۱۹۳۸ء یا اس کے بعد بے دخل یا قبضہ سے محروم نہیں کیا گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: میں نے ۲ ستمبر ۱۹۳۸ء کو کھیتوں کا معائنہ کیا اور احکام جاری کئے کہ قانون کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا جائے۔

جمنا داس تلواڑ: کیا آنریبل وزیر اعظم یہ بیان کرنا پسند کریں گے کہ 38-1937 میں غلہ ڈھیر کے کتنے مزارعین اپنے گھروں سے نکالے گئے۔؟

ڈاکٹر خان صاحب: پانچ

لالہ جمنا داس: کیا حکومت ان مزارعین کی فہرست میز پر رکھنے کیلئے تیار ہے جنہیں ستمبر ۱۹۳۸ء کے پہلے

ہفتے میں گھروں سے نکالا گیا اوران کا سامان پھینکا گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں

لالہ جمنا داس: کیا یہ حقیقت ہے کہ نواب کے آدمیوں نے غلہ ڈھیر کے مزارعین کو اپنا سامان ہٹانے کا موقع دیے بغیر، ان کے گھروں کی چھتیں گرا دیں جس کے نتیجے میں ان کا سامان مٹی اور ملبے وغیرہ سے ضائع ہو گیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: حکومت کو اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔

لالہ جمنا داس: کیا یہ حقیقت ہے کہ ایک گھر میں رکھا ہوا ایک من پیاز برباد ہو گیا۔ کیونکہ نواب کے ملازموں نے چھت گراتے وقت اس کے مالک کو اس کے ہٹانے کا موقع نہ دیا؟

ڈاکٹر خان صاحب: حکومت کو اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: کیا میں معلوم کرسکتا ہوں کہ کیا آنریبل وزیر اعظم نے اچاریہ نریندر دیو اور مسٹر ایم آر مسانی کو ان کے پشاور کے پچھلے دورے کے موقع پر یقین دہانی کرائی تھی کہ غلہ ڈھیر تحریک کے سلسلے میں گرفتار اور سزایاب ہونے والے تمام افراد کو تقریباً دو ہفتے میں غیر مشروط طور پر رہا کر دیا جائے گا؟

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں۔

سردار عبدالرب نشتر: کیا یہ حقیقت ہے کہ ستمبر کے آخری ہفتے میں ہونے والی پچھلی پولیٹیکل کانفرنس میں آنریبل چیف منسٹر نے اعلان کیا تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کی رہائی کے احکامات جاری ہونے والے ہیں؟

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں۔

سردار عبدالرب نشتر: کیا یہ حقیقت ہے کہ یہ اطلاع اخبارات میں چھپی تھی اور حکومت نے کبھی اس کی تردید نہیں کی؟

ڈاکٹر خان صاحب: حکومت کے پاس اس قسم کی ہر خبر کی تردید کا وقت نہیں ہے۔

رائے بہادر مہر چند کھنہ: اس صوبے میں پبلسٹی افسر کا کیا کام ہوتا ہے؟

سپیکر صاحب: یہ ایک نیا سوال ہے؟

لالہ جمنا داس تلواڑ: کیا آنریبل چیف منسٹر یہ بیان کرنا پسند کریں گے کہ غلہ ڈھیر تحریک میں سی پی سی کی

دفعہ 107/151 کے تحت جن لوگوں کو سزا ہوئی تھی۔ انہیں قید محض کے احکامات جاری ہوئے تھے؟

ڈاکٹر خان صاحب: ہاں۔

لالہ جمنا داس تلواڑ: کیا یہ حقیقت ہے کہ پشاور سنٹرل جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے گیارہ قیدیوں کی سزا تبدیل کر کے قید بامشقت کر دی جنہیں عدالت نے محض قید کے احکامات جاری کیے تھے۔

ڈاکٹر خان صاحب: نہیں۔

لالہ جمنا داس: کیا یہ حقیقت ہے کہ ان افراد نے جیل سپرنٹنڈنٹ سے کئی بار درخواستیں کیں کہ ان کے ساتھ مجسٹریٹ کے حکم کے مطابق سلوک کیا جائے لیکن ان کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

ڈاکٹر خان صاحب: سوال پیدا نہیں ہوتا۔

لالہ جمنا داس: جیل سپرنٹنڈنٹ کے اختیار کردہ طریقے کی وجوہات کیا ہیں؟

ڈاکٹر خان صاحب: سوال پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان سب کے ساتھ عام قیدیوں کا سلوک ہوتا رہا۔ کوئی مشقت نہیں تھی۔

لالہ جمنا داس: اگر جیل سپرنٹنڈنٹ کے اس عمل کی کوئی وجوہات بتائی نہیں جا سکتیں تو حکومت قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی کے ازالے اور آئندہ ایسے واقعات کی روک تھام کیلئے کیا اقدامات تجویز کرتی ہے؟

ڈاکٹر خان صاحب: سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۵ نومبر ۱۹۳۸ء کی سرحد اسمبلی کی بحثیں)



علامہ عبدالرحیم پوپلزئی: تحریک غلہ ڈھیر میں جیل سے رہائی کے فوراً بعد

تحریک غلہ ڈھیر کی خفیہ سرکاری رپورٹیں لائبریری و آرکائیوز پشاور میں محفوظ ہیں:۔

(بحوالہ نمبر 2/10/20 جلد اول 1938ء سی آئی ڈی روزانہ ڈائری صوبہ سرحد (خفیہ) بستہ 74 فائل نمبر 1377 محکمہ دستاویزات)

غلہ ڈھیر تحریک کا نتیجہ تھا کہ جلد ہی تحریک خود چارسدہ میں بھی زور پکڑ گئی اور قدرت کی شان دیکھئے کہ خود ڈاکٹر خان صاحب کے فرزند خان عبیداللہ خان اس تحریک میں سرگرمی سے حصہ لیتے ہوئے اپنے والد کی حکومت میں گرفتار کر لئے گئے۔ اس طرح دنیا سرحد کے مظلوم دہقانوں اور غریبوں کی حالت زار سے باخبر ہوئی اور نوابوں اور خوانین کے مظالم اور ٹیکسوں میں بہت حد تک کمی واقع ہوگئی۔ مردان کے دہقانوں کے مسائل و مشکلات کے امتحان سے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی بمشکل ہی فارغ ہوئے تھے کہ ہزارہ سے نوابوں اور خوانین کے مظالم کی داستانیں ان تک پہنچنے لگیں۔ یہاں پر گجروں اور بکروانوں پر خوانین نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ مولانا کے نام پر ہزارہ کے گجروں کسانوں اور بکروانوں کے متعدد دردناک مراسلے لکھے گئے اور ان کے دینی فریضے کے حوالے سے انہیں مخاطب کر کے ظلم سے نجات دلانے کی درخواستیں کی گئیں۔ یہ درخواستیں کتاب "ہزارہ کے مظلوم عوام" میں موجود ہیں۔

ہزارہ میں قانون رواج نے عوام کا جینا دوبھر کر رکھا تھا۔ انگریز حکمرانوں کے وفادار جاگیرداروں اور خوانین نے ہزارہ کے غریب عوام کو رواجی قوانین کے ایسے شکنجوں میں جکڑ رکھا تھا جن کا ذکر سنتے ہوئے بھی ہول آتا ہے۔ قدم قدم پر مزارعین اور گجر اپنے مالک اراضی کے عائد کردہ نت نئے ٹیکسوں کے پابند بنا دئے گئے تھے۔ خوانین نے عام آبادی کو بیگار کا پابند کر رکھا تھا۔ ان لوگوں کو اکثر وحشیانہ سزاؤں اور مار پیٹ کا نشانہ بنایا جاتا۔ لیکن سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ تھی کہ اس قانون کی رو سے بے اولاد مزارع کا وارث مالک اراضی ہوتا تھا۔ اگر مزارع خان کی اجازت کے بغیر اپنی زمین کو بذریعہ رہن، بیع، ہبہ یا تملیک منتقل کرتا تو مالک کو رقم ادا کئے بغیر تنسیخ کا رواجی حق حاصل تھا۔ اور مالک کی تحریری رضامندی کروا کر عدالت مال سے بھی اس کا فیصلہ حاصل کر لینا ان بے چارے مزارعین کے بس سے اکثر باہر ہوتا۔ اس طرح خاندان کے سربراہ کا سایہ اٹھتے ہی قانون رواج اس کی وراثت چھین کر

مالک اراضی کو دے دیتا تھا۔ اور بے سہارا رہ جانے والی بچیاں اور زیادہ بے سہارا کر دی جاتیں۔ اس طرح ایک مزارع اور چرواہے کی موت کا مطلب گویا اس کے پورے خاندان کی موت ہوتا تھا۔ اسی طرح ان کیلئے مرنا اور جینا دونوں مشکل بنا دیئے گئے تھے۔ ان کو لڑکے یا لڑکی کی شادی کروانے کیلئے بھی مالک اراضی کو ٹیکس ادا کرنے ہوتے تھے۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں نے ان بے سہارا لوگوں کو عزت سے جینے کا حق دلانے کیلئے تحریک شروع کی۔ اور اس کیلئے اس بار کانگرس والوں کو بھی اعتماد میں لیا۔ سرخپوش بھی ان کی قیادت میں پھر میدان میں نکل آئے۔ ایبٹ آباد میں کانگرس کی صوبائی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں ان کے ساتھی ملک امیر عالم اعوان نے مزارعین کے مطالبات پر مبنی تحریک پیش کی جو متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ اس کے بعد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں نے سیاسی اور آئینی محاذ پر مزارعین کے حقوق کیلئے بھرپور جدوجہد کی۔ اور اس مطالبہ کی تحریک اسمبلی میں پیش کی گئی کہ ۱۹۳۵ میں شریعت ایکٹ کے نفاذ میں صرف مالکان اراضی پر اس کا اطلاق کیا گیا ہے اور موروثی مزارعین پر یہ ایکٹ لاگو نہیں کیا گیا۔ لہٰذا شریعت کا قانون وراثت موروثی مزارع پر بھی لاگو کیا جائے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ آئینی ترمیمی بل کا مسودہ حرف بحرف خود مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے لکھا تھا جو اب بھی محفوظ ہے اور سردار عبدالرب نشتر نے اسی بل کو چھپوا کر اسمبلی میں پیش کیا۔ اس مقصد کیلئے جو مثالی جدوجہد کی گئی اس کے نتیجے میں قانون کی مطلوبہ ترمیم منظور ہوگئی اور اسی سال ۱۹۳۹ء کے آخر میں اس کا سرکاری گزٹ نوٹیفکیشن بھی جاری کر دیا گیا۔ اس تحریک کے دوران مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں کو جن آزمائشوں اور خطرات سے گزرنا پڑا ان کا اندازہ ان کے ساتھی عمر فاروق خان ہزاروی کی مولانا پر تحریر کردہ کتاب سے بخوبی ہوجاتا ہے عمر فاروق خان آف ملک پور اس کتاب میں لکھتے ہیں: "مولانا کی قیادت میں مزارعین پر ان مظالم کے خلاف جدوجہد شروع ہوئی۔ سردار عبدالرب نشتر نے جو ایک وقت میں پاکستان کے وزیر صنعت رہے اور پھر مغربی پاکستان کے گورنر بنے، ایک ترمیمی ایکٹ مزارعان، ان تمام امور کیلئے اسمبلی میں پیش کیا اور ہم نے اسے منظور کرانے کیلئے عوامی پلیٹ فارم سے جدوجہد شروع کر دی۔ حضرت مولانا نے شرعی حیثیت سے اس کی تائید میں فتویٰ دیا۔ اور ایکٹ منظور ہوگیا۔ خوانین نے سخت مقابلہ کیا اور مزارعین کی شرعی حیثیت کو چیلنج کیا۔ دارالعلوم دیوبند کی طرف استفتا بھیجے گئے۔ ہم نے بھی دورے شروع کئے۔ علاقہ میں بیداری کے آثار پیدا ہو چکے تھے۔ لیکن مولانا نے ہنگاموں کی بجائے تنظیم پر زور دیا۔ ہم دور دراز علاقوں میں پہنچ کر کسان

کمیٹیوں کی تنظیم کرتے، اور راتوں کو کسانوں میں بیٹھ کر انہیں کسان کمیٹی کے اغراض و مقاصد سمجھاتے۔

ان علاقوں میں جہاں سواری کا فقدان تھا، راستے بے حد خطرناک تھے۔ خود اس تحریک کے سوا ہمارے کوئی مددگار نہیں تھے۔ بالاکوٹ کے خوانین نے ہم پر حملے کرنے کی کوشش کی۔ خوش قسمتی سے اس علاقہ میں میری رشتہ داری ہمیں قتل ہونے بچا گئی۔ ورنہ خوانین تو قتل کا پختہ ارادہ کر کے آئے تھے۔ اور اس کی ہمیں اطلاع بھی ہوگئی تھی۔ پنجول علاقہ کونش درہ بھوگرمنگ میں ہمارے دورے نے طوفان برپا کر دیا۔ یہ ایک مقام تھا جو خوانین کا مضبوط گڑھ تھا۔ مزارعین کی بستیاں منتشر تھیں۔ میں اس دورہ میں اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کرتا تھا، اس لئے کہ یہاں میری کوئی رشتہ داری نہ تھی۔ قبائلی علاقہ میں رشتہ داری بڑی چیز ہوتی ہے۔ پھر یہاں کے خوانین سب سے بڑھ کر ظالم اور بے رحم تھے۔ اور ان کے مزارعین بالکل غلاموں کا درجہ رکھتے تھے۔ خان کے خلاف زبان کھولنا تو درکنار، مزارع خان کے سامنے بیٹھ کر روٹی نہیں کھا سکتا تھا۔ ضلع ہزارہ کے اس علاقے میں مجھے یوپی اور بہار کے بعض علاقوں کا نقشہ نظر آرہا تھا۔ ہمارے کچھ رفیق جو رضا کاروں کے طور پر ہمارے ساتھ تھے، جبوڑی سے جو کونش کے درہ کا سب سے پہلا گاؤں ہے، ڈرا دھمکا کر واپس کر دیے گئے تھے۔ اور حضرت مولانا، میں، مولوی فضل الٰہی، مولوی فضل ربی کے چھوٹے بھائی اور میرے ایک رشتہ دار مسکین خان ساکن ترنگڑی بالا آگے نکل کر پہاڑیوں میں چلے گئے تھے۔ خوانین نے پیچھے سے ہمارا راستہ بند کر دیا تھا اور وہ چاروں طرف سے ہمیں گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پنجول کے مقام سے ہی گزر کر ہم دریا کے دوسرے کنارے تک جا سکتے اور مزارعین کے علاقے میں پہنچ کر کام کر سکتے تھے۔

میری اطلاعات کے مطابق خوانین نے ہمیں قتل کرنے کیلئے اپنے نوکروں کو تیار کیا تھا۔ اور اس سلسلے میں روپیہ وغیرہ مقدمات لڑنے کیلئے بھی جمع کر لیا تھا۔ میں نے مولانا مرحوم کو مطلع کیا۔ لیکن وہ بغیر خوف کے کام جاری رکھے ہوئے تھے۔ علاقہ میں ہمارے قتل ہو جانے کا پروپیگنڈہ ہو چکا تھا، اور شاید پولیس تھانہ میں بھی اطلاعات پہنچ گئیں۔ ہمارے پنجول پہنچنے کا جو وقت تھا اس کے مطابق ہمارے ساتھیوں نے توکل علی اللہ مولانا کے حکم سے دریا کے پل کو اسی مقام سے پار کیا۔ چنانچہ عین پنجول کے سامنے ہم پر حملہ ہوا۔ خوانین نے ہماری اطلاعات کے مطابق اپنے نوکروں کو بھیجا جو بدمعاش اور جرائم پیشہ تھے۔ لیکن خود وہ نہیں آئے۔

ہم پر پتھر پھینکے گئے۔ اور ہمیں لاٹھیوں سے مارا گیا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہمیں شدید زخم آتے،

لوگوں نے بیچ بچاؤ کرادیا۔خوانین کے نوکر ہمیں گالیاں دیتے ہوئے واپس چلے گئے۔ہم کچھ زخمی ہوئے لیکن مولانا کو کوئی زخم نہیں آیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ میرا ایک سکول کا ساتھی پولیس سب انسپکٹر عبدالقدوس خان اتفاق سے موقع پر پہنچ گیا تھا۔غالباًاس کی موقع پر موجودگی کا اثر تھا کہ ہم قتل ہونے سے بچ گئے۔ یہاں سے آگے چل کر ہم نے بٹل کے خوانین کے علاقہ میں داخل ہونا تھا۔ گو محمد عطائی خان ایم-ایل-اے مرحوم کے خاندان سے ہماری رشتہ داریاں تھیں۔لیکن طبقاتی مفادات نے یہ سب اوجھل کردی تھیں۔ مجھے وکر کے ذریعے پیغام بھیجا گیا کہ ہمارے علاقہ میں داخل نہ ہونا۔اگر اس کے باوجود تم داخل ہوئے تو تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ بالکل بے فکر رہیں، اور اپنے طبقہ کے خوانین کی مدد کریں۔لیکن اب ہم دریا کے مغربی کنارے پر تھے جہاں ایک مضبوط کسان کمیٹی تھی۔ بایاں نامی گاؤں کے کسانوں سے پہلے ہی خوانین مقابلہ میں ہار چکے تھے۔ رات کو ہم بایاں پہنچ گئے۔صبح کو خوانین درہ کے راہ گزر کو گھیر کر بیٹھ گئے تھے۔

پچھلے حملے کا مجھ پر کافی اثر تھا لیکن مولانا معمول کے مطابق کام کر رہے تھے۔ مجھے دکھ بھی تھا اور غصہ بھی اور کچھ اپنی بے تدبیری پر بھی ندامت تھی۔ کیونکہ میں اس دورے میں اسلحہ ساتھ لا سکتا تھا اور ہم تینوں ساتھی مسلح ہو سکتے تھے۔ مقابلہ کی ضرورت کی صورت میں ظاہر ہے کہ ہمارا کام آسان ہوتا۔ مولانا نے جب مجھے پریشان پایا تو فرمانے لگے دیکھو عمر فاروق: قرآن حکیم نبی کریمؐ کو کیا اچھی بات کہتا ہے اور رب العالمین اپنے پیارے حبیبؐ کو کیسے مخاطب کرتا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ اگر تم کو نیک کام سرانجام دینے میں دکھ پہنچتا ہے تو تمہارے مخالف فریق کو بھی تو مقابلہ میں دکھ پہنچتا ہے۔لیکن تم اللہ تعالیٰ سے نیکی کی امید رکھتے ہو۔لیکن تمہارا فریق مخالف ایسی کوئی امید نہیں رکھتا۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ خیر کے کام میں دکھ تو پہنچتا ہے۔لیکن نیکی کے بدلہ کی امید تو ہوتی ہے۔مگر دکھ پہنچانے والے کو کوئی بدلہ کی امید نہیں ہوتی۔

اس وقت حضرت مولانا کے اس ارشاد گرامی نے ہم پر ایک مہمیز کا اثر کیا۔اور ہم تیزی سے منزل مقصود کی طرف چل پڑے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ گویا کوئی واقعہ پیش ہی نہیں آیا۔شام کو بیس پچیس میل کا سفر طے کر کے ہم کسانوں کے مرکز پر پہنچے۔ہم میں سے ہر ایک تھکا ہوا تھا۔اور آرام چاہتا تھا۔ لیکن مولانا جاتے ہی کسانوں کو مخاطب کرنے لگے، جو بڑی بے قراری سے ہمارا انتظار کر رہے تھے۔نماز ادا کرنے کے بعد مولانا ہمیں تسلی دیتے رہے اور صحابہ کرامؓ اور حضورؐ کے اسوہ حسنہ سے متعدد مثالیں بیان

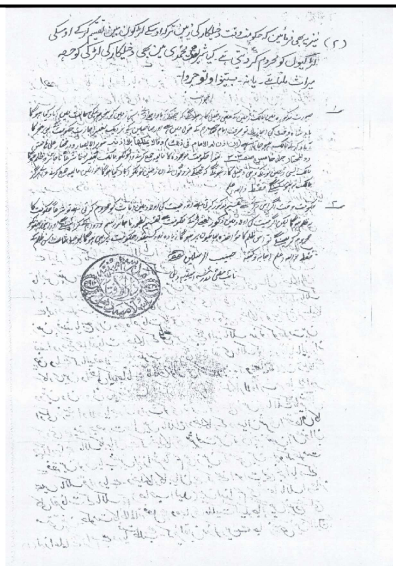
کر کے ہمیں مطمئن کرنے کی کوشش کرتے رہے۔آپ نے فرمایا یہ انقلاب کی ابتدائی منزل ہے کہ لوگ آپ کا پیغام جو دراصل ان کے مفاد اور بہبود کا پیغام ہے، سننے کے واسطے تیار ہو جائیں۔عمل کا درجہ بعد میں ہے۔صبح کو ہم نے بٹل کے خوانین کے راستہ کو چھوڑ کر ایک دشوار گزار پہاڑی راستہ سے کسانوں تک پہنچنے کی کوشش کی۔اور اس طرح خوانین اپنی تدابیر میں ناکام رہے۔اور ہم صحیح وسلامت شنکیاری پہنچ گئے۔ہمارے ان دوروں کے بعد جب مانسہرہ میں کانفرنس ہوئی تو تقریباً ایک لاکھ کسانوں کا اجتماع ہوا"۔

راقم کو اس تحریک کی بارآوری کا خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کا موقع نصیب ہوا ہے۔ یکم مئی ۲۰۰۱ء کو ہزارہ کے اس حلقے کے عوامی نمائندوں نے سردار محمد یوسف کی قیادت میں مزدوروں اور محنت کشوں کے دن کی مناسبت سے ایک بہت بڑی ریلی کا اہتمام کیا تھا۔جلسہ عام مانسہرہ کے ظفر پارک میں منعقد ہوا تھا۔اس تاریخی پروگرام کیلئے سردار یوسف صاحب نے دعوت نامے چھپوائے تھے۔دعوت نامہ میں جسٹس نسیم حسن شاہ، ڈاکٹر اسرار احمد اور احقر راقم الحروف کے نام بطور مہمانان خصوصی درج تھے۔سردار محمد یوسف کا یہ حلقہ پاکستان کے قومی اسمبلی کے حلقوں میں تقریباً سب سے بڑا ہے اور سردار صاحب اپنی عاجزی اور خدمت خلق کے سبب ہمیشہ یہاں سے کامیاب ہوتے ہیں۔ان کے ساتھ اس حلقے کے سابق ایم پی اے صاحبان بھی اس کام میں ہمہ تن مصروف نظر آئے۔ان صاحبان میں اخلاق اور خدمت کے اوصاف رکھنے والے معززین کی ایک فوج تھی، جو بات زیادہ حیران کن تھی وہ یہ تھی کہ ان معززین میں ایسے خوانین بھی تھے جن کے آباؤاجداد نے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی پر قاتلانہ حملے کروائے تھے اور جن کے مظالم کے خلاف علامہ صاحب نے تحریک شروع کی تھی۔لیکن ان کی اولاد اب عوامی فلاح و بہبود کے اس مشن میں پیش پیش تھی جو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے شروع کیا تھا۔

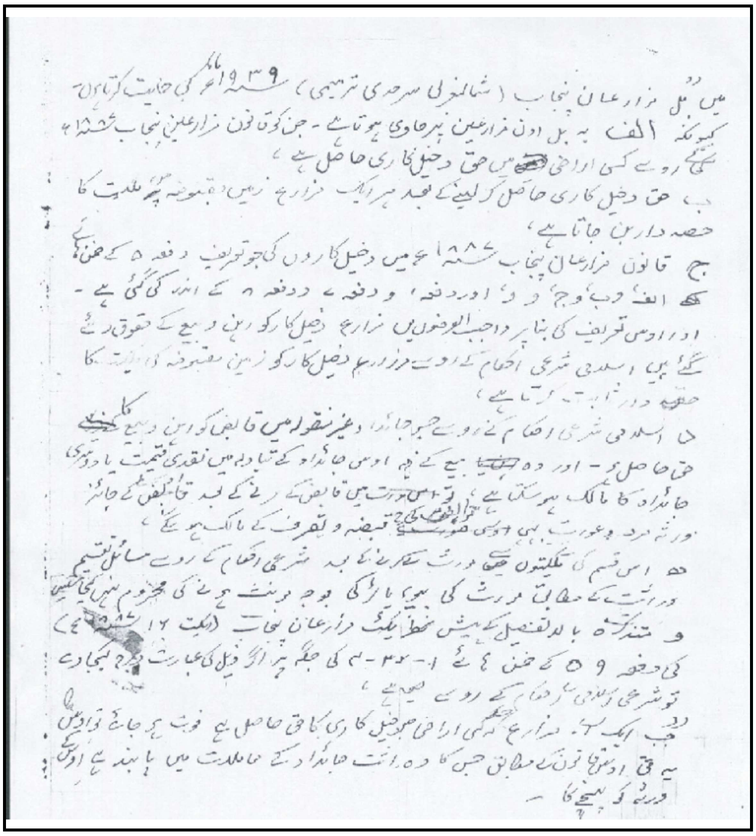
سردار صاحب اور ان کے دیگر ساتھی سچی خدمت کے جذبے سے سرشار تھے اور انہوں نے محنت کشوں کے لئے بڑھ چڑھ کر دامے درمے قدمے سخنے خدمات پیش کی تھیں۔ ہر طرف امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے انقلابی ساتھیوں کے ناموں کے بینر آویزاں تھے۔ جگہ جگہ ان بزرگوں کے ناموں سے مزین پوسٹر بھی لگے ہوئے تھے۔جلسہ گاہ میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی پر لکھی گئی کتابوں کے سٹال لگائے گئے تھے۔ ہزاروں افراد کا اجتماع تھا اور ہر طرف سے موٹریں اور گاڑیاں جلسے میں شرکت کیلئے آرہی تھیں۔کئی لوگ درختوں اور چھتوں پر چڑھ کر تقریریں سن رہے تھے۔

ہر مکتبہ فکر کے رہنما اس جلسہ میں بلائے گئے تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمد اور مولانا فدالرحمٰن درخواستی نے بھی تقریریں کیں۔ سردار یوسف صاحب کے ساتھیوں میں نواب زادہ وجیہ الزمان خان آف اگرور سابق وزیر صحت، جناب طارق سواتی، جناب پیر طریقت، ولی الرحمٰن صاحب، سابق ایم پی اے پیش پیش تھے۔ نواب زادہ وجیہ الزمان خان نے راقم کی بہت عزت افزائی کی اور خود آرام کرسی اٹھا کر راقم کیلئے سردار یوسف صاحب کے برابر میں بچھا دی۔ راقم کی آنکھیں نمناک ہوگئیں۔ ہزاروں محنت کشوں نے راقم کی آمد کے ساتھ حوصلہ افزائی کیلئے نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوکر استقبال کیا اور قریباً پون گھنٹہ تک راقم کی تقریر ہمہ تن گوش ہو کر سنی جو دراصل علامہ عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ان کی محبت کا زندہ ثبوت تھا اور یہ بعد از وصال علامہ صاحب کی کرامت بھی تھی۔



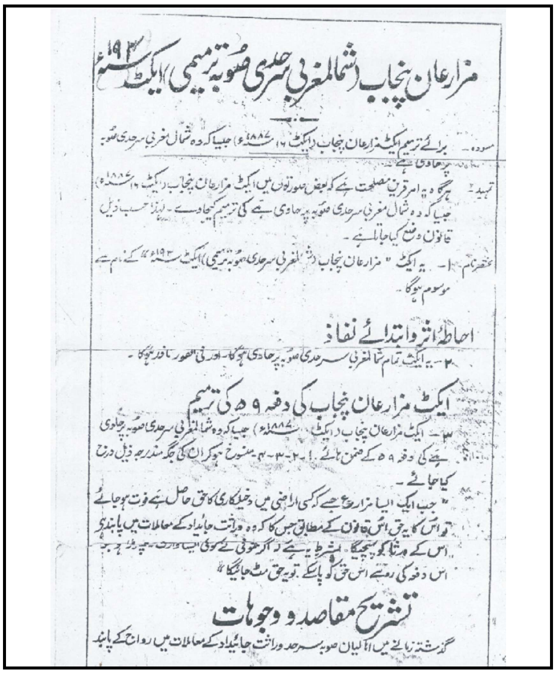


ہزارہ کے مظلوموں کی تحریک کے دوران حاصل کیا جانے والا ایک شرعی فتویٰ۔



میں بل مزارعان پنجاب (شمالمغربی سرحدی ترمیمی) سنہ ۱۹۳۹ء کی حمایت کرتا ہوں
کیونکہ الف یہ بل اون مزارعین پر حاوی ہوتا ہے۔ جن کو قانون مزارعین پنجاب سنہ ۱۸۸۷ء
کی رو سے کسی اراضی میں حق دخیل کاری حاصل ہے
ب) حق دخیل کاری حاصل کر لینے کے بعد ہر ایک مزارع زمین مقبوضہ کی ملکیت کا
حصہ دار بن جاتا ہے
ج) قانون مزارعان پنجاب سنہ ۱۸۸۷ء میں دخیل کاروں کی جو تعریف دفعہ ۵ کے ضمن کے
الف، ب، ج، د اور دفعہ ۶ و دفعہ ۷ و دفعہ ۸ کے اندر کی گئی ہے۔
اور اس تعریف کی بنا پر واجب العرضوں میں مزارع دخیل کار کو رہن و بیع کے حقوق دیئے
گئے ہیں۔ اسلامی شرعی احکام کے رو سے مزارع دخیل کار کو زمین مقبوضہ کی ملکیت کا
حصہ دار ثابت کرتا ہے
د) اسلامی شرعی احکام کے رو سے جب جائداد غیر منقولہ میں قابض کو رہن و بیع کا
حق حاصل ہو۔ اور وہ بیع کے ذریعہ اوس جائداد کے تبادلہ میں نقدی قیمت یا دوسری
جائداد کا مالک ہو سکتا ہے، تو اس صورت میں قابض کے مرنے کے بعد قابض کے جائز
ورثہ مرد و عورت بھی اوسی طرح قبضہ و تصرف کے مالک ہو سکیں
ہ) اس قسم کی ملکیتوں سے مورث کے مرنے کے بعد شرعی احکام کے رو سے مسائل تقسیم
وراثت کے مطابق مورث کی بیوی یا لڑکی بوجہ مونث ہونے کی محروم نہیں کی جا سکتیں
و) متذکرہ بالا تفصیل کے پیش نظر ایکٹ مزارعان پنجاب (ایکٹ ۱۶ سنہ ۱۸۸۷ء)
کی دفعہ ۹ و ۵ کے ضمن ۴ کے ۱-۲-۳-۴ کی جگہ پر اگر ذیل کی عبارت درج کی جاوے
تو شرعی اسلامی احکام کے رو سے صحیح ہے
الف) جب ایک مزارع کو کسی اراضی میں دخیل کاری کا حق حاصل ہو فوت ہو جائے تو اوس کے
یہ حق اوس قانون کے مطابق جس کا وہ اس جائداد کے معاملات میں پابند ہے اوس کے
ورثہ کو پہنچے گا۔

تحریک ہزارہ کے سلسلے میں مولانا کا قلم برداشتہ ڈرافٹ جو منظور ہوا۔



مزارعان پنجاب (شمال مغربی سرحدی صوبہ ترمیمی) ایکٹ ۱۹۴۳ء

مسودہ ۔ برائے ترمیم ایکٹ مزارعان پنجاب (ایکٹ ۱۶، ۱۸۸۷ء) جیسا کہ وہ شمال مغربی سرحدی صوبہ پر حاوی ہے۔

تمہید ۔ ہرگاہ یہ امر قرین مصلحت ہے کہ بعض صورتوں میں ایکٹ مزارعان پنجاب (ایکٹ ۱۶، ۱۸۸۷ء) جیسا کہ وہ شمال مغربی سرحدی صوبہ پر حاوی ہے کی ترمیم کیجاوے ۔ لہٰذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے ۔

مختصر نام ۔ ۱ ۔ یہ ایکٹ "مزارعان پنجاب (شمال مغربی سرحدی صوبہ ترمیمی) ایکٹ ۱۹۴۳ء" کے نام سے موسوم ہوگا ۔

احاطۂ اثر و ابتدائے نفاذ

۲ ۔ یہ ایکٹ تمام شمال مغربی سرحدی صوبہ پر حاوی ہوگا ۔ اور فی الفور نافذ ہوگا ۔

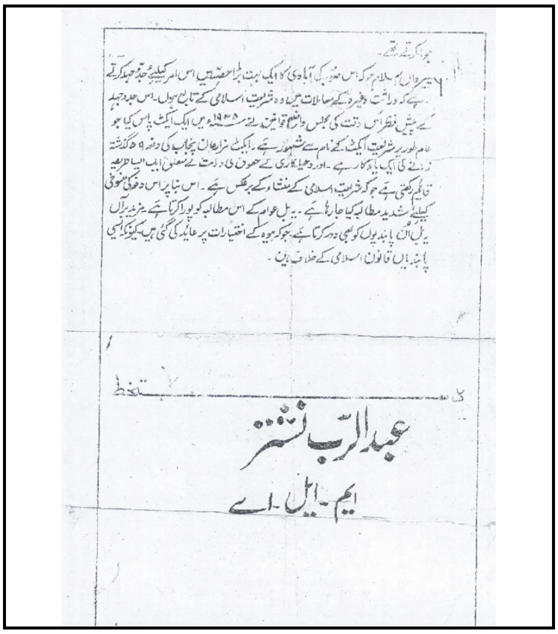
ایکٹ مزارعان پنجاب کی دفعہ ۵۹ کی ترمیم

۳ ۔ ایکٹ مزارعان پنجاب (ایکٹ ۱۸۸۷ء) جیسا کہ وہ شمال مغربی سرحدی صوبہ پر حاوی ہے کی دفعہ ۵۹ کے ضمن ہائے ۱ ۔ ۲ ۔ ۳ ۔ ۴ ۔ منسوخ ہو کر ان کی جگہ مندرجہ ذیل درج کیا جائے ۔

"جب ایک ایسا مزارع جسے کہ کسی اراضی میں دخیلکاری کا حق حاصل ہے فوت ہو جائے تو اس کا یہ حق اس قانون کے مطابق جس کا کہ وہ وراثت جائیداد کے معاملات میں پابند ہو اس کے ورثا کو پہنچیگا ۔ بشرطیکہ یہ ہے کہ اگر متوفی کے کوئی ایسا وارث ۔۔۔ اس دفعہ کی رو سے اس حق کو پا سکے ۔ تو یہ حق مٹ جائیگا"

تشریح مقاصد و وجوہات

گذشتہ زمانے میں اہالیان صوبہ سرحد وراثت جائیداد کے معاملات میں رواج کے پابند



ہوا کرتے تھے ۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہو کر اس صوبہ کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں اس امر کیلئے جد و جہد کرتے ہے کہ وراثت وغیرہ کے معاملات میں وہ شریعت اسلامی کے تابع ہوں ۔ اس جد و جہد کے پیش نظر اس وقت کی مجلس واضع قوانین نے ۱۹۳۵ء میں ایک ایکٹ پاس کیا جو عام طور پر شریعت ایکٹ کے نام سے مشہور ہے ۔ ایکٹ مزارعان پنجاب کی دفعہ ۵۹ گذشتہ زمانے کی ایک یادگار ہے ۔ اور دخیلکاری کے حقوق کی وراثت کے متعلق ایک ایسا طریقہ قائم رکھتی ہے جو کہ شریعت اسلامی کے منشاء کے برعکس ہے ۔ اس بنا پر اس دفعہ کی منسوخی کیلئے شدید مطالبہ کیا جا رہا ہے ۔ یہ بل عوام کے اس مطالبہ کو پورا کرتا ہے ۔ مزید برآں یہ بل ان پابندیوں کو بھی دور کرتا ہے جو کہ بیوہ کے اختیارات پر عائد کی گئی ہیں ۔ کیونکہ ایسی پابندیاں قانون اسلامی کے خلاف ہیں ۔

دستخط

عبدالرب نشتر

ایم ۔ ایل ۔ اے

ہزارہ کی عوامی تحریک کے دوران اسمبلی میں پیش کیا جانے والا مسودہ بل۔

باب۲۶ اچھوتوں اور خاکروبوں کے حقوق

خاکروبوں کی روز افزوں بے چارگی اور بڑھتے ہوئے مسائل کے پیش نظر ان کے مطالبات مفتی اسلام علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے سامنے پیش کئے گئے۔ اور ان سے استدعاء کی گئی کہ وہ جہاں انسانیت کے دوسرے مجبور و مظلوم طبقوں کے حقوق کیلئے جدوجہد کرتے ہیں، وہاں وہ اس بے زبان مخلوق کیلئے بھی آواز اٹھائیں۔ سترہ مطالبات تیار کئے گئے تھے۔ حضرت مفتی اعظم صوبہ سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے ان کے مطالبات سننے کے بعد ان کی باتوں سے اتفاق کیا۔ اور اس سلسلے میں تاخیر کئے بغیر ان کے انسانی حقوق کی جدوجہد شروع کرنے کا وعدہ کیا۔ مفتی صاحب نے اس سلسلے میں ایک خاکروب کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا۔ (سرکاری رپورٹوں کے مطابق بعد میں ۲۱ دسمبر ۱۹۳۸ء کو اس سلسلے میں ایک اجلاس ہوا۔ جس میں استقبالیہ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی اور اسی روز مفتی اسلام ۲ بجے دوپہر ہزارہ کی عوامی تحریک کی تنظیم کے سلسلے میں ہزارہ روانہ ہو گئے تھے۔) ابتدا میں پروگرام کے مطابق ۱۳ مئی ۱۹۳۸ء کو خاکروبوں کے مطالبات کے حق میں شہر بھر میں ایک جلوس نکالا گیا تھا اور اسی رات کوریشم گراں میں علامہ عبدالرحیم کی صدارت میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ خاکروب دنیا کی مظلوم ترین اور بے سہارا مخلوق ہے۔ اس لئے وہ ہماری ہمدردی کے مستحق ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خاکروبوں کی حالیہ بے چارگی اور بڑھتی ہوئی تکلیفوں کے سبب میری ان سے ہمدردی اور بھی بڑھ گئی ہے۔ ان کی حق تلفی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔

میں نے ان کے ان مطالبات پر غور کیا ہے جو مجھے پیش کیے گئے تھے۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ بالکل حق بجانب ہیں۔ تاہم میں یہ چاہوں گا کہ آپ اس کیلئے آئینی جدوجہد جاری رکھیں اور اس معاملے میں ہماری ہمدردیاں اور تعاون آپ کے ساتھ رہے گا۔ آپ یقیناً کامیاب ہوں گے، اگر آپ نے حق اور سچائی کی بنیاد پر اپنے مطالبات پیش کئے۔ اگر آپ اپنی قوت اور طاقت کو بڑھانا چاہتے ہیں تو پنجابی یا ہندوستانی کے سوال سے بالاتر ہو کر اتحاد کے اصول کو اپنائیں۔ متحد ہو جائیں اور اپنی منزل کی طرف قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھیں۔ علامہ عبدالرحیم صاحب نے اتحاد اور ثابت قدمی کے موضوع پر کافی تفصیل سے روشنی ڈالی۔ علامہ صاحب کے بعد ان کے خاص سیاسی رفیق محمد یونس قریشی نے تقریر کی۔ قریشی صاحب نے کہا کہ صوبے کی تاریخ میں آج کا جلسہ اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ

ہے کیونکہ خاکروب اپنے مطالبات لے کر ہمارے پاس آئے ہیں۔

اس کے بعد وہ دن انسانیت کی تاریخ میں ایک سنہرے باب کا اضافہ کر گیا جب صوبہ سرحد کے خاکروبوں، اچھوتوں اور بالمیکیوں کے جلوس کی قیادت اس صوبے کے مسلمانوں کے مفتی اعظم نے کی۔ ہر دیکھنے والی آنکھ حیرت سے ٹھٹک کر رہ گئی جب اس نے یہ ناقابل یقین منظر دیکھا کہ مفتی سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اپنے قریبی رفقاء عبدالغفور آتش اور محمد یونس قریشی سمیت ان خاکروبوں کے ساتھ جلوس میں شہر اور صدر کے بازاروں کا گشت کر رہے تھے۔ مفتی اعظم اپنے ساتھ انسانوں کی دھتکاری ہوئی مخلوق کو لے کر چھاؤنی کی طرف مڑ گئے اور پشاور کے لوگ اپنے دینی اور سیاسی رہنما کو انسانوں کے سب سے نچلے طبقے کے افراد کے ہمراہ جاتا دیکھ کر مہینوں اور سالوں تک اس واقعے کا ذکر ایک دوسرے سے کرتے رہے۔ ان تماش بین حضرات میں سے ایک شخصیت اردو، فارسی اور ہندکو کے نامور شاعر و ادیب جناب رضا ہمدانی بھی تھے۔ جنہوں نے اس وقت قصہ خوانی کے اس چوک میں جو ایک طرف کابلی گیٹ کی طرف اور دوسری طرف مولانا محمد جوہر روڈ کی طرف مڑ جاتا ہے، یہ ناقابل فراموش منظر دیکھا کہ صفائی کا کام کرنے والے میلے کچیلے انسانوں کا ایک ہجوم چلا آ رہا ہے اور ان کے ساتھ برصغیر جنوبی ایشاء کی یہ مایہ ناز ہستی حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ایسے چل رہے ہیں جیسے ہر قدم کے ساتھ ان کی دل جوئی اور حوصلہ افزائی کرتے چلے جا رہے ہوں۔

یہ صوبہ سرحد کی تاریخ میں پہلی بار صوبائی سویپرز کانفرنس کا جلوس تھا جو پشاور چھاؤنی میں پولو گراؤنڈ پر جا کر ختم ہوا۔ جہاں اس عظیم الشان سویپرز کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جس کا خطبہ استقبالیہ بھی حضرت امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے بنفس نفیس ارشاد فرمایا تھا۔ اور اس یادگار خاکروب اجتماع کے بعد خاکروبوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کے ایسے مظاہرے دیکھنے میں آئے کہ انگریزی حکومت کی انتظامیہ اس سے بے بس ہو کر رہ گئی۔

اس کہانی کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے کہ کسانوں، مزدوروں، گاڑی بانوں، گلکاروں اور چرواہوں وغیرہ کی شیرازہ بندی کرتے ہوئے امام حریت نے محسوس کیا کہ مظلوم طبقات میں خاکروب طبقہ سب سے زیادہ ہمدردی کا حق دار ہے۔ انہوں نے خاکروبوں کے حالات تفصیل سے معلوم کیے۔ اور پورے صوبے میں ان کی اپنی تنظیم شروع کرنے کا پروگرام بنایا۔ کوہاٹ، بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان میں کام شروع کیا گیا۔ امام حریت نے اپنے قریبی ساتھیوں میں سے مجاہد آزادی محمد یونس قریشی کو ان

علاقوں میں خاکروبوں کی تحریک منظّم کرنے کیلئے بھیجا۔ انہوں نے بڑی تندہی سے یہ کام سرانجام دیا اور وقتاً فوقتاً وہاں پہنچ کر خاکروبوں کے اجلاس اور سیاسی اجتماعات کرواتے رہے۔ یہاں تک کہ خاکروبوں کے مطالبات پر حکومت کی سردمہری کے نتیجے میں ہڑتال ہوگئی۔ اور تین خاکروب گرفتار کر لئے گئے۔ جس سے خاکروب تحریک میں تیزی آ گئی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے صوبہ سرحد میں سب سے زیادہ گہری پستی میں پڑے ہوئے یہ انسان دوسرے انسانوں کی طرح اپنے حقوق کی بات کرتے نظر آئے۔ یہاں تک کہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ووٹ کا حق جو باقی انسانوں کا ہی حق سمجھا جاتا تھا، اچھوتوں اور بالمیکیوں کو بھی حاصل ہوگیا اور بلدیاتی اداروں سے لے کر اسمبلیوں تک میں اچھوت اور بالمیکیوں کے نمائندے پہنچ گئے۔ اس سے بھی زیادہ اہم تاریخی انکشاف یہ ہے کہ صوبہ سرحد کے ان خاکروبوں کی جدوجہد کا تحریک آزادی سے گہرا تعلق رہا ہے۔ اور عوام کے دوسرے پسماندہ طبقات کی طرح خاکروبوں نے بھی آزادی کے حصول کے لئے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ آزادی کے ثمرات مراعات یافتہ طبقے کی جھولی میں گرنے کے بعد دوسرے پسماندہ عوام کی طرح خاکروبوں کی جدوجہد کو بھی فراموش کر دیا گیا۔ اور اب تحریک آزادی میں خاکروبوں کا کردار ایک ناقابل یقین انکشاف نظر آتا ہے۔ کیونکہ بعض کوتاہ اندیش سوانح نگاروں نے آزادی کی تحریک کو اس طرح بیان کیا کہ وہ عوامی جدوجہد کی بجائے، خواص کا ایک منصوبہ نظر آنے لگی۔ اس طرح کی زیادتی کے مرتکب مؤرخین یہ بھول گئے کہ تاریخی عمل کے ارتقاء کے نتیجے میں ایک نہ ایک دن دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔ اور ان کی کتابوں میں بیان کردہ بعض حقائق بھی شک و شبے کی نظر سے دیکھے جانے لگتے ہیں۔ اس طرح ان کی محنت اکارت ہو جاتی ہے۔

زیرِنظر کتاب میں خاکروبوں کی اس تحریک کے ابتدائی زمانے میں کی جانے والی تقریروں کے ذکر کا بھی یہ مقصد ہے کہ خاکروب تحریک کا تحریک آزادی سے رشتہ معلوم ہو سکے۔ اس ضمن میں پہلی صوبائی خاکروب کانفرنس سے بھی پہلے ۴ فروری ۱۹۳۹ء کو پشاور صدر کے چوک (فوارہ) بازار کے ایک جلسہ عام میں صدر جلسہ امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے جو تقریر کی تھی، اس کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ حضرت نے خاکروبوں، اچھوتوں اور بالمیکیوں کے اس اجتماع میں صاف الفاظ میں اعلان کیا تھا کہ صرف خاکروب ہی نہیں بلکہ پوری قوم ملک کی آزادی چاہتی ہے۔ جب تک ملک کی پسماندہ اقوام منظّم نہیں ہو جاتیں، اس وقت تک ملک کی آزادی ناممکن ہے۔

اسی طرح خاکروبوں کے جلسوں، جلوسوں میں دوسرے مقررین بھی آزادی وطن کی تحریک میں خاکروب تنظیم کے فعال کردار کا ذکر کرتے اور خاکروبوں کے مسائل کے علاوہ قومی آزادی کے حق میں نعرے لگائے جاتے۔ اس طرح صوبہ سرحد میں پہلی مرتبہ شروع ہونے والی اس بھنگی، بالمیکی تحریک کا قومی آزادی کی جدوجہد سے رشتہ زیادہ سے زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ تاہم صوبہ سرحد میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اور ان کے ساتھیوں کے علاوہ کوئی ذمہ دار سیاسی رہنما اس تحریک کی رہنمائی کیلئے اپنی انا کی قربانی نہ دے سکا۔ اور اس تحریک کیلئے مقرر کردہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھی محمد یونس قریشی نے قومی تحریک اور ترنگے جھنڈے کا ذکر کر کے کانگرسی لیڈروں کو بہت غیرت دلائی، لیکن انسانی حقوق کے تحفظ کا دعویٰ رکھنے والی دوسری جماعتوں کی طرح یہاں کانگرس کے رہنما بھی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اور کانگرسیوں کی عوامی سیاست بھی کھدر کے لباس سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اور بڑھتی بھی کیسے، چرخہ کاتنے اور دیسی مال خریدنے کی تبلیغ کرنے والے کانگریسی لیڈروں کا مقصد سچ مچ عوامی انقلاب لانا تو تھا نہیں بلکہ دیسی مصنوعات کی فروخت کا پرچار کر کے کانگرس کے ہندو پارسی سرمایہ دار دراصل مسلم لیگ کے جاگیرداروں سے اقتدار کی جنگ جیت کر انگریزوں کی جانشینی حاصل کرنا چاہتے تھے۔

اور اسی لئے وہ بھنگیوں اور مہتروں کے ساتھ بیٹھ کر اپنا سیاسی درجہ کم نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ ان دنوں وہ لیڈر اتنا ہی بڑا کانگرسی گنا جاتا تھا جو مہاتما گاندھی، نہرو اور پٹیل کے ساتھ بیٹھ کر سیاست کی باتیں کرے، نہ کہ ان بھوکے ننگے مزدوروں، دہقانوں اور بھنگیوں کے مسائل حل کرنے کیلئے ان کے گلی کوچوں کی خاک چھانتا پھرے، جن کی جھونپڑیوں میں کئی کئی دن تک چولہا بھی نہیں جلتا تھا۔ کانگرس کے علاوہ بعض دیگر جماعتوں کے رہنما بھی ایسے پھکڑ اور محتاج مظلوموں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے گریز کرتے تھے۔ اس سلسلے میں پشاور کے ایک نیک دل اور متمول ٹمبر مرچنٹ مفتی احمد جان کا واقعہ بڑا حسب حال ہے جو وہ اپنی نجی محفلوں میں سنایا کرتے تھے۔ ۱۹۲۷ء میں ایک مرتبہ مسلمانوں نے ایک بہت بڑے ملی جلسے کا اہتمام کیا تھا۔ اس میں کئی رہنماؤں کو بلایا گیا تھا۔ مفتی احمد جان صاحب کے ہاں دعوت طعام کے اختتام پر مفتی احمد جان صاحب رہنماؤں کو رخصت کرنے لگے تو برصغیر کے ایک مشہور رہنما ان کے ساتھ ساتھ تھے۔ اتنے میں پاک و ہند کے ایک اور نامور سیاسی رہنما پچھلی قطاروں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے اور مفتی احمد جان سے کہا کہ شکرانہ دیتے وقت تم نے اگر مجھے میرا پورا حق نہ دیا تو روز محشر میرا ہاتھ ہوگا اور تمہارا گریبان۔

یہ دونوں رہنما بلاشبہ چوٹی کے سیاسی لیڈر تھے اور جدوجہد آزادی میں ان کا کردار بھی ناقابل فراموش ہے۔لیکن اتنے سیاسی قدوکاٹھ اور انگریز کے پکے دشمن ہونے کے باوجود ایسے اجتماعات کو ترجیح دیتے تھے جن میں ان کی خدمات کا کچھ عملی اعتراف ہو سکے۔ انکے مقابلے میں ایسے مسلمان رہنما بھی تھے جو صف اول کے قائدین ہونے کے باوجود مفلوک الحال انسانوں، کسانوں اور خاکروبوں کے پاس جانے اور ان کی مدد اور رہنمائی کرنے سے دریغ نہیں کرتے تھے اور اس کے بدلے میں کوئی دنیاوی صلہ نہیں چاہتے تھے۔علماء کرام کی یہ شان امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری میں بھی پائی جاتی تھی۔ چنانچہ آپ خاکروبوں کے ہاتھ دھلوا کر اپنے ساتھ کھانے پر بٹھانے کو انسانیت کا شرف سمجھتے تھے۔اور آپ کے اس عمل سے متاثر ہوکر ایک جاروب کش کا پورا خاندان مذہب انسانیت پر ایمان لاکر مسلمان ہوگیا۔ حضرت امیر شریعت جب کشمیر کے شہر میرپور میں خاکروبوں کے گھروں میں خود تشریف لے گئے اور انہیں کپڑوں کے تحفے دیے تو خاکروب لوگ اس انسانی سلوک سے متاثر ہوکر اسلام کے دامن رحمت میں پناہ گزین ہوگئے تھے۔

حضرت امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسی بزرگ شخصیتوں کا خاکروبوں کے ساتھ اس حد تک شفقت کا سلوک ان سفید پوش لیڈروں کیلئے ایک لمحہ فکریہ تھا جو کسی خاکروب کے ہاتھ سے پانی کا گلاس پینا، ان کے ساتھ ہاتھ ملانا بلکہ ان کے ساتھ تمیز سے بات کرنا بھی اپنی توہین سمجھتے تھے۔اور اس طرح انسانیت کی تذلیل اور رسوائی کرکے اپنی عزت میں اضافہ کرنا چاہتے تھے۔ایسے بے شمار سفید پوش گزرے ہیں جنہوں نے خاکروبوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور پھر بھی تاریخ نے ان کو قابل ذکر نہیں سمجھا۔لیکن خاکروبوں کی جھگیوں میں عظمت انسانیت کا شرف حاصل کرنے والے چند ہی بزرگ گزرے ہیں۔اور اب تاریخ میں ان کا نام احترام آدمیت کی علامت کے طور پر آتا ہے۔

پختونخواہ قومی پارٹی کے رہنما بابو فضل خالق روزنامہ جدت پشاور کی ۲۱، ۲۲ اور ۲۳ نومبر ۱۹۹۰ء کی اشاعتوں میں اپنے مضمون "جنگ آزادی کا ہیرو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی" میں لکھتے ہیں۔ حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی صحیح معنوں میں ایک دردمند انسان اور محنت کش عوام کے خیرخواہ تھے۔ حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کبھی اس چیز کی پرواہ نہیں کی کہ کسی درست عمل کے کرنے سے اس معاشرے میں کن کن حالات سے گزرنا پڑے گا۔حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی آزادی، امن اور

خوشحالی کا پروگرام رکھتے تھے۔ اوراس پروگرام کوعملی جامہ پہنانے کیلئے وہ دستیاب تمام ذرائع بروئے کار لانا چاہتے تھے۔ حضرت کو اسلامی عربی مدرسوں، مساجد، حجروں، بازاروں، غیر مسلموں کی عبادت گاہوں، خانقاہوں، غرض جہاں بھی موقع ملتا، فرنگی استبداد اور معاشی جبر کے خلاف کلمہ حق بلند کرتے۔ اسی زمانے میں حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے معاشرے کے سب سے نچلے طبقے، خاکروبوں کی خستہ حالی اور محرومیت، نیز عام لوگوں کا ان خاکروب محنت کشوں سے نفرت کا رویہ دیکھا تو مولانا تڑپ اٹھے اور انہوں نے ۲۶ مارچ ۱۹۳۹ء کوصوبے کی تاریخ میں پہلی بار پہلی فرنٹیئر پرونشل سویپرز کانفرنس پشاور منعقد کی۔ جس میں پشاور اور صوبے بھر سے ہزاروں سویپرز نے شرکت کی۔ حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے خاکروبوں کی اس سویپرز کانفرنس کے استقبالیہ کی صدارت کی۔ اس کانفرنس کی پوری روئیداد کوامپیریل الیکٹرک پریس پشاور نے ۱۹۳۹ء میں کتابی شکل میں چھپوادیا۔

اس کتاب کے صفحہ نمبر ۴ پر حضرت امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی خطبہ صدارت میں فرماتے ہیں۔ اس قسم کی کانفرنسیں دراصل اس آنے والے انقلاب کا الارم دیتی ہیں جو چند لمحوں کے اندر اندر دنیائے انسان کا نقشہ الٹ کر رکھ دے گا۔ ایک نئی دنیا کی داغ بیل پڑے گی۔ یورپ، ایشیاء، افریقہ، امریکہ کی جگہ کسی اور وضع و ہیت کی دنیا بسے گی۔ جس طرح رات کی تاریکیوں کے بعد صبح کا اجالا لازمی ہے، اسی طرح مدتوں کی تباہی کے بعد اب وقت آ گیا ہے کہ امید کی کرنیں افق مشرق پر چمکیں اور مغرب اپنے گھٹاٹوپ پردوں کو لپیٹ لپیٹ کر اصلی رنگ وروپ کے ساتھ دنیا کے سامنے آئے۔

حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی آگے فرماتے ہیں، میرے پسماندہ رفیقو آزادی مانگنے سے نہیں ملتی۔ ہاں یہ تمہارا ایک ہاتھ کا کھیل ہے۔ لیکن تمہارے ہاتھوں کو موجودہ سامراج نے شل اور بے حس بنادیا ہے۔ سامراج کی زندگی اس میں ہے کہ عوام کی طاقت کو اپنے قابو میں لا کر اپنے مفاد کیلئے استعمال کرے۔ یہ طاقت گولا بارود سے نہیں آتی اس کیلئے اسلحہ کی ضرورت نہیں۔ یہ طاقت اسی دن پیدا ہوگی جس دن ہندوستان کے آٹھ کروڑ اچھوت جاتی کوخود اپنی حالت بدلنے کا احساس پیدا ہوگا، جس دن ہمارے عوام مزدور، کسان ایک صف میں کھڑے ہوکر انگریز سامراج کوآزادی کا الٹی میٹم دیں گے۔ وہی ہماری آزادی کی تاریخ میں انگریزی سامراج کا آخری دن ہوگا۔ اسی دن ہمارے ہاں سرمایہ دارانہ نظام کی طاقتیں دم توڑنے لگیں گی۔ مجلسی نظام کروٹ بدلے گا اور انصاف وانسانیت کا دور دورہ ہوگا۔ حضرت عالی مرتبت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اس کتاب کے صفحہ نمبر ۲۰ پر فرماتے ہیں۔

سچ کہا ہے ٹالسٹائی نے کہ گورنمنٹ کی طاقت کا انحصار رعایا کی جہالت پر ہے۔ اور میں بھی سچائی کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر دنیا انگریزوں کی تہذیب، انگریزوں کے قانون کی زندہ مثال دیکھنا چاہے تو وہ یہاں کے آٹھ کروڑ نچلے طبقات کو آکر دیکھے جو حیوانوں کی طرح غلیظ ڈربوں میں بھوک و افلاس کے باعث دم توڑ رہے ہیں۔ اسی کتاب میں آگے صفحہ نمبر ۲۲ پر حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی فرماتے ہیں۔ صوبہ سرحد کے خاکروب بھی ملک کے دوسرے مزدوروں کی طرح روزی کی تلاش میں دربدر دھکے کھاتے رہتے ہیں۔ بیکاری ان لوگوں میں نازک صورت پکڑ گئی ہے۔ عام طور پر یہ لوگ فاقہ کشی سے تباہ ہورہے ہیں۔ یہ لوگ بھوک کی وجہ سے سسک سسک کر جان توڑ رہے ہیں۔ کیا حکومت کا یہ فرض نہیں کہ وہ ان کے روزگار کا بندوبست کرے۔

میں یہ بات زور دے کر کہوں گا کہ یہ بھی دیگر لوگوں کی طرح انسان ہیں اور انسانی ناطے سے تمام حقوق کے حقدار ہیں۔ ان کو دوسرے طبقے کے لوگوں کی طرح بغیر کسی امتیاز کے حقوق شہریت دیے جائیں، بھنگیوں کو دیگر سرحدی باشندوں کی طرح پورے کے پورے حقوق دیے جائیں۔ کیونکہ یہ لوگ تو اب عرصہ دراز سے یہاں بود و باش اختیار کر چکے ہیں۔ انہیں ملازمت سرانجام دینے میں ہر قسم کی سہولت دی جائے۔ قوانین کی رو سے ان کی ملازمتیں پختہ اور معقول حیثیت سے تسلیم کی جائیں۔ اس موقع پر حضرت مولانا خاکروب برادری کو نصیحت کرتے ہوئے کتاب کے صفحہ نمبر ۲۷ پر یوں فرماتے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم لوگ آپس میں مل جاؤ۔ چھوٹے چھوٹے معمولی اختلافات کو چھوڑ دو۔ تمہارے اتفاق میں تمہاری مشکلوں کا حل ہے۔ اگر دنیا میں باوقار رہنا چاہتے ہو، انسانی جماعت میں عمر گزارنا چاہتے ہو۔ اگر شہر میں رہ کر شہری حقوق حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ آپس میں ایک دوسرے کے گلے مل جائیں۔ تم سب کا دکھ سکھ ایک ہے۔ مگر خود غرض لوگ تم کو دھوکہ دے دے کر بگاڑ رہے ہیں۔ حضرت نے خاکروبوں کے علاوہ تمام نچلے طبقات سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

اٹھو جاگو، دوڑو، لپکو اور اپنی ایک ٹھوکر سے پرانے نظام کا تختہ الٹ کر نئے نظام کا ڈھانچہ کھڑا کر دو۔ آج دنیا کی نظریں تمہاری طرف اٹھ رہی ہیں۔ آج انقلاب تیرے انتظار میں ہے۔ آزادی تیری راہ دیکھ رہی ہے۔ اور کامیابی تیری تاک میں ہے۔ تو جاگ اور دنیا کو جگا۔ اور بے انصافی کو صفحہ ہستی سے مٹا۔ دیکھیں جناب اس عظیم انسان، آزادی کے علم بردار، قومی ہیرو، محنت کش طبقات کے سچے رہبر، کچلے ہوئے انسانوں کے رہنما، ترقی پسند عالم دین امام حریت حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا وہ عظیم کردار

جس کے متعلق ہم کبھی سوچتے بھی نہیں۔ان کچلے ہوئے انسانوں کی بھوک اور افلاس اوران کے بچوں کی خوشحالی کا کتنا غم تھا اس ہمدردانسان کے دل میں۔

میں نے بہت سے لوگوں کو جن میں کچھ تعلیم یافتہ حضرات اور کچھ اور مولانا صاحبان بھی دیکھے ہیں کہ اپنے سے کم علم یا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے کسی غریب انسان یا پسینہ سے شرابور کپڑے پہنے مزدور یا کھردرے بدن کے کسان سے ملنا، ہاتھ ملانا یا بات چیت کرنا تو درکنار بلکہ اس کے قریب نہیں پھٹکتے،تو ہمارے معاشرے کے سب سے محروم اور نچلے طبقے یعنی خاکروبوں سے بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا یا ان کی زندگی کی خوشحالی کے متعلق سوچنا تو ایسے کچھ لوگوں کے خیال میں کفر کے قریب تر حرکت ہوگی۔

حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے خاکروبوں کی یہ کانفرنس ایسے حالات میں اور ایسے وقتوں میں منعقد کرائی جبکہ راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ کوئی خاکروب پانی پینے کی خاطر کسی نلکے کے پاس آنے والے کسی مسلمان کا انتظار کرتا تھا کہ وہ آکر پانی کا نلکہ کھول دے تاکہ وہ اپنی پیاس بجھا سکے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے پینے کیلئے پانی کا نلکہ اپنے ہاتھ سے چھو نہیں سکتا تھا۔ یہ ماضی قریب کی بات ہے۔ تو اندازلگائیں کہ اس سے قبل ان بیچاروں پر کیا کچھ نہ گزر رہی ہوگی۔ بلکہ آج بھی میونسپل کارپوریشنوں یا کینٹونمنٹ بورڈوں میں ان کے ساتھ ہونے والے سلوک سے اچھی طرح اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس زمانے میں یعنی آج سے ساٹھ برس قبل کیا حالت ہوگی ان لوگوں کی۔لیکن حضرت امام حریت نے اپنی مجاہدانہ جدوجہد کے حوالے سے اس طبقے کو آزادی کی تحریک میں شامل کرایا اوران کی زندگی میں خوشحالی لانے کیلئے اپنا فرض پورا کیا تھا۔ اور وہ کانفرنس صوبہ سرحد کی تاریخ میں اولین کانفرنس تھی جس نے خاکروبوں کو بولنے کی جرات عطا کی۔مگر افسوس کہ آج ہم نے کیا کیا۔ہم نے وہ کچھ کیا جو اگلے جاہلانہ وقتوں میں ختم کرنے کیلئے ہمارے اکابرین نے ان کچلے ہوئے انسانوں کو متحد کرنے کیلئے کوششیں کیں۔ مگر آج ہم نے جداگانہ انتخابات کے نام پر انہیں پوری طرح دوسرے تیسرے درجہ کے انسانوں کی صف میں کھڑا کردیا۔یعنی ہم نے ان کو ووٹ بھی اپنے ووٹوں کے ساتھ ایک جگہ استعمال کرنے کی اجازت نہ دی۔جیسے گورے لوگوں نے افریقہ کے سیاہ فام انسانوں سے کیا"۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے خاکروبوں کی حمایت و امداد کیلئے جو تحریک شروع کی تھی وہ ۱۹۳۵ سے شروع ہوکر ۱۹۴۱ تک جاری رہی اوراس کے بعد بھی خاکروبوں اور اچھوتوں میں پیدا کیا

جانے والا اتفاق و اتحاد ان کے بتدریج انسانی حقوق کے حصول کیلئے کامیابی کی ضمانت بنا رہا۔ اس دوران میں تحریک شروع کرنے کے بعد مولانا عبدالرحیم صاحب کو پہلے غلہ ڈھیر کے مظلوم کسانوں کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جیل جانا پڑا۔ اور پھر بنوں کے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے اعلان جہاد کرنے کی پاداش میں ۱۹۴۰ میں جیل گئے تو مرض الموت لے کر ہی جیل سے باہر آئے۔

خاکروبوں کی تحریک کے دنوں میں ہی حضرت امام حریت نے غلہ ڈھیر کے مظلوموں کی تحریک کی قیادت کے علاوہ ہزارہ کے کسانوں اور چرواہوں کی تحریک بھی شروع کر رکھی تھی اس طرح بیک وقت مختلف محاذوں پر انہیں برسر پیکار رہنا پڑتا تھا۔ اور اسی لئے خاکروبوں کی تحریک کی رہنمائی کیلئے انہوں نے اپنے سیاسی رفیق اور عقیدت مند محمد یونس قریشی کو مقرر کر رکھا تھا۔ جنہوں نے بڑی محنت اور خوش اسلوبی سے اس عوامی خدمت کو اس وقت بھی جاری رکھا جب علامہ عبدالرحیم پوپلزئی اپنی زندگی کی آخری قید کاٹنے جیل چلے گئے تھے۔

اچھوتوں اور خاکروبوں کی اس تاریخی جدوجہد سے پہلے انہیں معاشرے میں بہت ہی حقارت آمیز سلوک کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ قانونی طور پر بھی اس مخلوق کو اپنے لئے زمین تک خریدنے کی اجازت نہ تھی۔ پوری زندگی سرکاری ملازمت کرنے کے باوجود سرکاری پنشن کا حق حاصل نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانے میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے والے خوش نصیب مرد خاکروب کو تنخواہ دس روپے ماہوار اور عورت خاکروب کو نو روپے تنخواہ ملتی تھی۔ ان کے بچے بیمار ہو جاتے تو دوا کیلئے پیسے نہ ہونے کے سبب بلک بلک کر مر جاتے تھے۔ اور انہیں قرضہ تک لینے کا حق حاصل نہ تھا۔

خاکروب اکثر ہندو بالمیک مذہب اور عیسائی مذہب کے لوگ ہوتے تھے۔ ہندو خاکروب اچھوت یا شودر ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہیں دیگر مذاہب کے لوگ تو درکنار خود اونچی ذات کے ہندو بھی ناپاک (ملیچھ) سمجھتے تھے۔ حضرت امام حریت نے جب اتنی معاشرتی پستیوں میں گری ہوئی مخلوق کو اٹھا کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی تو ہر طرف ان اچھوتوں میں بھی یہ احساس پیدا ہوا کہ وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح عزت سے جینے کا حق رکھتے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ عیسائی بھی پہلی بار ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کے ساتھ جنگ آزادی میں شریک ہو گئے جنہیں اس غلط فہمی میں رکھا گیا تھا کہ یورپ کے عیسائیوں کی ہندوستان پر حکومت ہونے کی وجہ سے شاید انگریز کالے ہندوستانی عیسائیوں پر بھی لطف و کرم کی بارش شروع کر دے لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

وہ جاروب کش عیسائی جاروب کش ہی رہے۔ اور یورپ کے انگریز عیسائی دوسرے ہندوستانیوں کی طرح ان کالے عیسائیوں کا بھی خون نچوڑتے ہی رہے۔ کیونکہ ان کا سرمایہ دارانہ نظام تو اخلاقی یا مذہبی اقدار کا پابند ہی نہ تھا کہ لوٹ کھسوٹ میں غلاموں کے مذہب کی ہی پرواہ رکھتا۔ اس طرح مفتی اعظم حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی ہی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کے مذہبی رہنما تھے بلکہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کے بھی لیڈر تھے۔ اور اس حیثیت میں وہ سب کی نظر میں قابل احترام سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ ان کی سیاسی زندگی میں بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ وطن کی آزادی اور خدا کی غریب مخلوق کی خوشحالی کی تحریک میں عام ہندوؤں یا سکھوں نے اپنی قوم سے غداری کی ہو۔

حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی صاحب کی یہ تاریخی جدوجہد نہ صرف اپنی نوعیت کی پہلی صوبائی خاکروب تحریک تھی بلکہ یہ شاید حضرت کی وفات کے بعد سے اب تک صوبہ سرحد کی آخری تحریک بھی ثابت ہوئی جس میں مسلمانوں کے مفتی اعظم نے کسی صوبے کے خاکروبوں اور بالمیکیوں وغیرہ کی قیادت کر کے تاریخ انسانیت میں ایک عظیم الشان مثال قائم کی۔ اور اسلامی تعلیمات کی روح کو زندہ رکھنے کیلئے محض دوسروں کو رواداری، انسانی مساوات اور ایثار و قربانی کی نصیحتیں کرنے کی بجائے خود اس کا عملی نمونہ پیش کیا۔ امام حریت نے خاکروب جیسی ستم زدہ مخلوق کے درد کو محسوس کیا۔ اور آپ نے جب اس بے زبان اور حقیر سمجھی جانے والی مخلوق خدا کو جمع کر کے ان کی صوبائی ریلی منعقد کی تو ان کی حالت زار پر آسمان بھی رو رہا تھا۔ پولو گراؤنڈ (خان قیوم سٹیڈیم) بارش میں بھیگ چکا تھا۔

باب ۲۷ وزیرستان سے مظلوموں کا مراسلہ

پہلی بار جب کانگرس کی بنیاد رکھی گئی تو حکومت کے انگریز افسروں اور وزیرستان کے علماء کرام نے اس بات پر اتفاق کیا کہ آپ علماء کرام اپنے مذہبی وعظ و جلسے کرلیا کریں۔ش لیکن کانگرس کے جلسے نہ کیا کریں۔ اور ہم آپ کے مذہب میں دخل اندازی یا اس کو نقصان رسانی کی کوشش نہیں کریں گے۔ علماء کرام نے اسے بخوشی منظور کیا۔ اس طرح انگریزی افسروں نے ہمیں دھوکہ اور فریب کے جال میں پھنسالیا کیونکہ علماء کرام کو اس کی حقیقت کا علم نہیں تھا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد لاہور شہر سے ایک مذہبی مسلے کے سلسلے میں فریاد یہاں پہنچی۔ کہ ایک مسجد (شہید گنج) جو پانچ سو سال پرانی تھی، انگریزوں نے رشوت لے کر سکھوں کے حوالے کر دی ہے۔ دوسری بار یہ حکم دیا گیا کہ ہر اہل مذہب مثلاً مسلمان، سکھ، ہندو جو اس مذہب کے رئیس یا خان ہوں اپنی اپنی قوم کی خوبصورت عورتیں ڈاکٹروں کے سامنے پیش کریں ورنہ ہم زبردستی انہیں تباہ و برباد کریں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ عورتوں کو پرکھا اور تولا جائے گا۔ یہ کاروائی تو تمام مذاہب کے خلاف ہے تمام مذاہب کے لوگ یہ سن کر بھی چپ رہے۔

تیسرا حکم یہ دیا گیا کہ ہندو مسلم سکھ میں سے کوئی بھی اس وقت تک اپنے لڑکے لڑکی کی شادی نہ کرے جب تک ڈاکٹر ان کا ملاحظہ نہ کر لے۔ اس سلسلے میں انہیں پچاس پچاس روپے سرکاری خزانہ میں بطور فیس داخل کرنا ہوگا۔ اس پر بھی سب نے صبر سے کام لیا۔

چوتھا حکم یہ دیا گیا کہ بغیر کسی جرم کے ارتکاب کے ہر پیشہ ور پر بطور محصول یا مالیہ ساٹھ روپے سے چار آنہ تک مقرر ہوا یعنی لوہار، سنار، بیلوں کی جوڑی کا مالک، بھینس کا مالک، لاری کا مالک یہاں تک کہ مرغی کے مالک تک پر بھی ٹیکس مقرر کر دیئے گئے۔ پانچواں حکم یہ صادر کیا گیا کہ بندوق یا چھری کے زریعے قتل ہونے والے کی لاش ڈاکٹر کے پاس لانا ضروری ہے (برائے پوسٹ مارٹم) تاکہ اس کا پیٹ اور ران چیر دیئے جائیں۔

چھٹا حکم یہ صادر ہوا کہ جو لڑکی (اسلام بی بی) خود اپنی مرضی سے کلمہ پڑھ کر ایمان لائی تھی اسے انگریز افسروں اور ملکی رئیسوں نے رشوت لے کر کلمہ سے پھر جانے کو کہا اور ظلم و زیادتی سے اسے دوبارہ ہندو بنانے کے لئے گوبر سے آلودہ کرنے کے بعد خاموشی سے گاڑی میں سوار کر کے ہندوستان

کی جانب لے گئے۔اس پر علاقے کے لوگوں نے اعلیٰ احکام کو درخواست دی لیکن کسی نے ان کی فریاد نہ سنی۔ان دنوں وزیرستان سے اس طرف علاقہ داوڑ کے گاؤں اپی میں ایک شخص تھا، "فقیر" لوگ اس کے پاس آئے اور یہ قصہ بیان کیا۔اس نے قربانی کے لئے رضامندی ظاہر کی تو اسے انگریزوں نے علاقہ داوڑ سے نکال دیا تو وہ علاقہ خیسور کی طرف چلا گیا۔انگریزوں نے جہازوں کے ذریعے بمباری کی، توپوں گولے چلائے، لاٹھی، ڈنڈے، قید اور جرمانے کر کے یہاں کے لوگوں کی زندگی اجیرن کر دی اوراب تین سال چار ماہ سے یہ جنگی کاروائیاں (فارورڈ پالیسی) جاری ہیں۔ارباب اقتدار، امراوخوانین میں سے کسی نے ہماری خبر گیری نہ کی۔کسی نے کسی کی بے عزتی کو اپنی بے عزتی یا بدنامی نہ سمجھا۔کیونکہ بالائی علاقے کے لوگ اکثر غیر مذاہب کے ہیں۔بے شمار مظالم میں سے مختصراً چند شکایات بیان ہوئی ہیں۔ملاحظہ فرمائیں۔

فقیر مذکور کا اصل نام حاجی مرزا علی خان قوم توری خیل ہے۔اور فقیر نے جہاد کے لئے چار پانچ خلفاء نامزد کئے ہیں۔ان میں سے ایک شیر علی خان قوم محسود اور دوسرا غازی مرجان قوم طوری خیل ہے۔ابتدا میں اسی قوم سے جہاد شروع ہوا۔فقیر بھی اس قوم کا ہے۔تیسرا فرمان اللہ خان قوم احمد زئی، چوتھا مہر دل خان قوم خٹک، پانچواں شیر علی خان قوم مروت، چھٹے نمبر پر دو اصحاب مولوی صاحبان وارث شاہ اور محمد ظاہر شاہ اور دیگر اقوام وزیرستان، سب علماء کرام حتیٰ کہ ہندوستان اور عربستان وغیرہ کے علماء نے بھی جہاد کی فرضیت کے فتاویٰ جاری کئے ہیں۔

جنگ اول موضع علاقہ خیسور:۔

انگریزوں نے دو اطراف سے حملہ کیا ایک طرف موضع ڈنڈول سے جہاں شمال مغرب کی طرف تخمیناً دو بریگیڈ یعنی 24 ہزار فوج کا کیمپ تھا۔اور موضوع تحصیل میر علی جو جنکشن کا مقام ہے۔اس طرف سے بھی اتنی ہی فوج بمعہ رسالہ تخمیناً ایک ہزار یا اس سے زیادہ اور آسمان کی جانب سے فضائی فوج روانہ ہوئی۔مجاہدین نے بھی دو حصوں میں افواج کا سامنا کیا اور وہ اپنی جانی قربانی کے لئے تیار اور کمر بستہ تھے۔ظاہری طور پر تو ہر ایک حصہ میں کم وبیش ایک سو سے ایک سو بیس تک۔لیکن پوشیدہ طور پر فرشتے، جن، اولیاء اور انبیاء ہیں جو میدان جنگ میں موجود ہوئے۔طلوع آفتاب سے شام تک متواتر فضائی توپ خانے کی گولہ باری، مشین گنوں اور بندوقوں کی فائرنگ، انگریزوں کی طرف سے اور ظاہری

مجاہدین کی طرف سے بندوقوں کی فائرنگ۔ انگریزوں کی طرف سے اور ظاہری مجاہدین کی طرف سے بندوقوں کی سکے والی گولیاں تھیں اور پوشیدہ مجاہدین کی طرف سے مٹی کے سنگریزے گولیوں کے طور پر انگریزی فوج کی آنکھوں اور ان کے سروں پر آسمان کی طرف سے اور ہر جانب سے گرنا اور نازل ہونا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ انگریز بھاگ بھاگ کر شام تک میرعلی کیمپ جا پہنچے۔ وادی میں ہر جگہ لاشوں کے انبار تھے۔ مورچہ بند سپاہی ڈر کے مارے مورچوں میں دبکے رہے۔

وہ فوج جو دُڈول کیمپ کی طرف آرہی تھی راستے میں گھیری گئی۔ یہاں تک کہ وہ پیش قدمی ترک کر کے واپس ہوئی۔ اس کے ساتھ ملک، رئیس اور دیسی جاسوس کثیر تعداد میں تھے۔ انہوں نے فوج سے کہا کہ اس وقت مجاہدین تھک کر چور ہو چکے ہیں۔ ان کی خوراک ختم ہے۔ اس لئے یہی وقت ہے کہ آگے بڑھ کر پوری طاقت لڑائی میں جھونک دو تا کہ مجاہدین پسپا کر دئے جائیں۔ انہوں نے یہ اطمینان بھی دلایا کہ ہم آپ کو اس کی یقین دہانی کراتے ہیں کہ غازی آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ الغرض اس وقت ایک لشکر موضع مرغہ میں قائم ہوا۔ درمیان میں علاقہ خیسور پڑتا ہے۔ ڈڈول والی فوج کو اپنا مقصد وقتی طور پر حاصل ہوا۔ دونوں فوجوں کا ارادہ شروع میں اسی مقام کا قبضہ تھا۔ یہ قبضہ کچھ عرصہ تک جاری رہا۔ پھر مجاہدین لڑائی سے تنگ آ کر واپس چلے گئے۔

دوسری بڑی جنگ بمقام خیسور (تحصیل میرعلی جو جنکشن کا مقام ہے):۔

اس جگہ سے جا بجا کیمپ لگا لگا کر حکومت نے سڑک بنانی شروع کر دی۔ روزانہ اکا دکا چھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ حتیٰ کے مقام ڈڈول سے بھی فوج بھیجی گئی۔ میرعلی سے جملہ سامان جنگ سمیت فوج روانہ ہو کر موضع مرغہ تک پہنچی۔ ان دو حملوں میں چوبیس ہزار فوجی مارے گئے اور پندرہ سولہ غازی شہید ہوئے۔ دیسی خوانین کی فصلیں سب تباہ ہوئیں۔ اس جنگ میں مرد و زن کی آہ و فغاں آسمانوں تک کو چیرتی تھیں۔ کیونکہ سخت سردی اور برف باری کے دوران بھی ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری سے ہر کوئی سخت صعوبتوں سے دوچار رہا تھا۔

تیسری جنگ بمقام موضع دڈول:۔

دڈول ایک بڑا کیمپ ہے۔ اس کیمپ میں بارہا افواج کا اجتماع ہوتا رہا ہے۔ اس اثنا میں اتمانزائی جس کے افراد کی تعداد چالیس ہزار کے قریب ہے اور ان میں فقیر کی قوم بھی مذکور ہے، نے ایک

جرگہ جس میں رئیس، خوانین، ملک وغیرہ عمائدین تھے، فقیر مذکور کے معاہدے کے لئے مقرر کیا۔ اس جرگہ کو حکومت کی جانب سے یہ جواب ملا کہ حکومت کو جملہ اقوام کے عمائدین کے مناصب سے کوئی سروکار نہیں اور آپ عمائدین حضرات کو ہم حکومت اور اسکے تمام اعلیٰ افسران کی جانب سے اسناد عطا کریں گے جن پر دستخط اور مہریں ثبت ہونگی۔ اور یہ یقین دہانی ہوگی کہ حکومت مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی بند کر دے گی اور آئندہ کوئی دخل اندازی نہیں کرے گی۔ اس بات کو فقیر صاحب نے منظور کیا۔ لیکن معاہدے کے لئے چند دنوں کی مہلت طلب کی۔ لیکن حکومت نے مناسب مہلت دینے سے انکار کر دیا اور جو تاریخ حکومت نے عمائدین کے جرگہ کو دی اس کے اندر معاہدہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس طرح حکومت نے ایک بار پھر ہمیں دھوکہ دیا۔ ان دنوں ڈنڈول کیمپ سے چھ ہزار فوج کا قافلہ رزمک کی طرف اور چھ ہزار فوج کا قافلہ زیرین علاقے میں بنوں کی طرف بھیج کر پکٹ لگائے گئے۔ غازیوں نے ان پر حملہ کیا۔ ان سب کو قتل کر کے ان کے سامان پر قبضہ کیا۔ اور اس میں اٹھائیس جرار غازی شہید ہوئے۔

جنگ چہارم بمقام موضع شکتو:۔

اس علاقے میں فقیر مذکور نے غازیوں کے قیام کے لئے غاروں میں شاندار مکانات تعمیر کرار کھے تھے۔ انہیں خلوتیں کہا جاتا تھا۔ ان مکانات پر سات ماہ تک ہوائی جہازوں نے گولہ باری کی۔ یہاں تک کہ آنسو گیس کا حربہ بھی آزمایا گیا۔ فقیر صاحب اسی جگہ رہتا تھا اور وقتاً فوقتاً اس جگہ سے مختلف اطراف کو حملے کیا کرتا تھا۔ انگریز بہت پریشان تھے کہ اس کا کیا حل نکالا جائے۔ لیکن کامیابی انہیں مشکل نظر آتی تھی۔ ان غاروں کے شمال مغربی جانب ایک علاقہ "شام" سے موسوم ہے۔ دیسی خوانین اور روٴسا رشوت کے دام میں آکر خلوت کے قریب تک سرکاری فوج کو لے آئے اور فقیر کو وہاں سے نکال دیا۔ اس دوران دو تین ہزار فوج کا کمان کرنے والا ایک اعلیٰ درجہ جرنیل قتل ہوا۔ موضع شام میں کیمپ لگایا گیا اور متواتر دو تین لڑائیاں لڑی گئیں۔ ہر ایک لڑائی میں دو دو تین تین سو سرکاری فوجی مارے گئے اور ان سب لڑائیوں میں ملا کر گیارہ بارہ غازی شہید ہوئے۔

جنگ پنجم نالی سرخ دار:۔

پھر فقیر مذکور علاقہ شوال کو ہجرت کر گیا۔ اس مقام پر ایک پہاڑ میں غاریں تھیں۔ ان غاروں

میں فقیر نے ایک لشکر عظیم تیار کیا۔ وزیرستان کا صدر مقام رزمک ہے۔ اس سے مغرب کی طرف کوہ شادر بلند پہاڑ ہے۔ اس سے پہاڑی نالے کیمپوں میں پانی کی رسد کا ذریعہ تھے۔ ہمارے لشکر نے حملہ کر کے اس نالے کی ذریعے پانی کی رسد بند کر دی۔ فوج نے توپ خانے، مشین گنوں اور جہازوں کے ذریعے دباؤ بڑھایا لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا اور فوج پسپا ہو گئی۔ چھ سات مسلمان شہید ہوئے ۔فوج کی لاشوں سے پندرہ سولہ لاریاں بھر گئیں۔ دوسری بار انگریزوں نے پھر حملہ کیا وراسی طرح قتل ہوئے۔ اس دفعہ کوئی غازی شہید نہ ہوا۔ پہاڑ کے اوپر نالے پر فقیر مذکور نے پکٹ (Picket) مقرر کرائی تاکہ اس کی حفاظت کی جائے۔ ساتھ ساتھ حملے جاری رکھے۔ لیکن تین چار ماہ سے کامیابی نہیں ہوئی۔ اب مجروح ہوا ہے۔ دوسری جگہ سے جو تھوڑا بہت پانی مل جاتا ہے اس پر گزارہ کر رہا ہے۔ روزانہ رزمک پر بندوقوں سے فائرنگ کی جاتی ہے۔ سڑکوں کے پل اور گاڑیاں تباہ کی جاتی ہیں۔ جس سے فوج کو پیش قدمی میں مشکلات کا سامنا کرنا ہوتا ہے، سڑکوں، تار کا نظام تباہ ہو چکا ہے۔ اس لئے فوج تار کے بغیر ہی وائرلس سے کام لے رہی ہے۔ ان کی رسد کبھی تو ہوائی جہازوں کے ذریعے چوکیوں کو پہنچائی جاتی ہے اور کبھی مقامی آبادی سے زبردستی وصول کرتے ہیں۔

جنگ ششم مزدک پہاڑ:۔

مزدک ایک برف کا پہاڑ ہے۔ اس میں فقیر مزکور نے بہت سے غاریں بنائی ہیں اور انہی غاروں سے لشکر کشی کی جاتی ہے۔ موضع دتہ خیل میں ایک سرحدی قلعہ ہے۔ اس مقام پر دیسی توپوں سے حملہ ہوا۔ اور رزمک اور میران شاہ جو صدر مقامات ہیں ان سے فوج کو رسد آتی تھی۔ منظر خیل ایک قوم کا درہ ہے۔ اس راستے پر فوج کو لشکر نے روکا اور اس مقام پر اسکی رسد کاٹ دی۔ میران شاہ سے آنے والی رسد بھی کاٹ دی۔ ایک ماہ تک متواتر جنگ رہی۔ اس جنگ میں بڑے بڑے فوجی افسر اور جرنیل قتل ہوئے اور دیسی توپوں سے تین سرکاری توپیں تباہ کی گئیں۔ سات ہزار تک فوجی مارے گئے۔ تین چار غازی شہید ہوئے۔ یہاں دتہ خیل قلعہ پر توپ خانے سے شدید فائرنگ ہوئی۔ قلعہ کے اندر تیرہ سپاہیوں کا نقصان ہوا۔ پھر بھی توپوں سے مقصد پورا نہ ہوا یعنی قلعہ فتح نہ ہوا۔ ادھر ہوائی جہاز، توپیں اور مشین گنیں اس قدر استعمال ہو رہی تھیں کہ ہر طرف شور وغوغا مچا ہوا تھا۔ اچانک آسمان کی جانب سے ننھے بچوں، مویشیوں اور غازیوں کے لئے قدرتی امداد آ پہنچی۔ کچھ مشینوں سے ایسے فائر شروع ہوئے کہ

ہوائی فوج نقصان سے دوچار ہوئی۔

مزدک پہاڑ کی دوسری جنگ:۔

فقیر مذکور مزدک پہاڑ کی خلوتوں میں ہی رہا۔ اورلشکر کو چند دن کے لئے اپنے اپنے گھروں میں آرام کی خاطر رخصت دے دی۔اس دوران ایسا ہوا کہ ایک شخص جس کا نام پیر شامی تھااور وہ کہتا تھا کہ میں مجاہدین کا معاون ہوں اورافغانستان کے بادشاہ کا مشیر ہوں۔اور یہ کہ اسی بادشاہ کا تخت پر بیٹھنے کا حق ہے تا کہ اسلام کوغلبہ حاصل ہو۔ اگر تم لوگ کمزور ہو یا قصداً اس کی امداد نہیں کرتے تو تم بادشاہ کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ چونکہ غازی آج کل سخت تکالیف سے دوچار ہیں اس لئے پیر کی باتوں سے محسوداوراحمد زائی جووزیرستان کی مشہورقومیں ہیں کسی حدتک بہک گئیں۔اور وہ یہ سمجھے کہ یہ امیر امان اللہ خان کا آدمی ہے اوراس کے ساتھ تعاون سے عہدہ اور دولت بہت زیادہ حاصل ہوسکتی ہے۔عوام میں یہ خبر پھیل گئی کہ یہ پیرشامی نامی شخص فقیر مذکور کا معاون اورراز دار بھی ہے کیونکہ یہ بھی پیر ہےاورفقیر مذکوربھی سلسلہ رشد وہدایت سے وابستہ پیرطریقت ہے۔خلاصہ یہ کہ اس کا یہ مقصد حاصل ہوگیا۔اس کے بعدفقیر مذکور کو جاسوسوں نے خطوط لکھے کہ ان دونوں کی منزل ومقصد ایک ہی ہےاور بادشاہت افغانستان کے لئے ایک رابطہ کی صورت کرنی ہے۔ اور اس کوخفیہ رکھنے کے لئے بادشاہ افغانستان کے تخت سے دور رہ کر واسطہ قائم کرنا ہے۔اس سے شاہ امان اللہ خان کوامداد واعانت اور طاقت حاصل ہوگی۔ اس طرح پیر شامی نے بہت بڑالشکر تیار کیا اور کابل کی طرف روانہ ہوگیا۔ انگریزوں نے ہوائی جہازوں کے ذریعے گولہ باری اس لشکر پرکردی اور 17 یا18 افراد ہلاک ہوگئے۔ لشکر واپس ہوا۔ پیرشامی چلا گیا تھا۔اس لشکر میں زیادہ ترفقیر مذکور کے معاونین کثیر تعداد میں تھے۔وہ دنیا کی لالچ میں دھوکہ کھا کر برباد ہوئے اورفقیر مذکور کواس طرح کمزوراور بے کس کردیا گیا۔اس کے نتیجے میں فقیرکو ناقابل تلافی نقصان اورصدمہ پہنچا۔ کیونکہ وہ تمام مال واسباب پیرشامی کے ہاتھ آیا جو دنیاوی فوائد کےحصول غرض سے بڑی مشکل سے جمع کیا گیا تھا۔لیکن فقیر کا کام تومحض اللہ کے لئے تھا۔ اس لئے جونہی جاسوس، رئیس، ملک اورانگریز اطلاع پا کرمزدک پہاڑ کی غار پرحملہ آور ہوئے تو خداوند کریم کےفضل سےافغانستان کی اقوام کا یک لشکراورفقیر کےاصل مددگار جوفی سبیل اللہ کام کرتے تھے، فوراً جمع ہوگئےاوراس میں غیبی امدادبھی شامل تھی کیونکہ خداوندتعالیٰ نےقرآن میں فرمایاہے کہ

حزب اللہ ھم الغالبون

یعنی خالص گروہ اللہ کا ہر وقت غالب ہو۔

پھر جاسوسوں وغیرہ نے فوج کے ساتھ مل کر کوہ مزدک کے نزدیک ایک کیمپ لگایا اور جب صبح ہوئی تو غازی راستہ میں دیسی بم (بارودی سرنگیں) دفن کر چکے تھے اور ان کے عقب میں ایک سو تک غازی چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے جب بندوقوں سے مسلسل فائر کئے تو بموں سے فوج کے چند افسر، چند گاڑیاں، خچر اور جنگی موٹریں (آرمڈ کاریں) اڑادیں۔ کیمپ کا تو یہاں یہ حشر ہوا۔ لیکن توپوں اور جہازوں سے گولہ باری شروع کر دی گئی۔ عشاء کی نماز کے وقت تک انگریز شرمناک شکست کھا کر واپس بھاگ گئے تھے۔ اس معرکے میں آٹھ اعلیٰ افسران فوج وغیرہ قتل ہوئے اور بے شمار گورے اور دیسی فوجی بھی مارے گئے۔ اندازہ ہے کہ دو تین ہزار فوجی ہلاک ہوئے ہوں گے۔ وہ لاشیں پہاڑوں میں چھوڑ کر بھاگے۔ ان کی بندوقیں اور ساز و سامان ہمارے ہاتھ لگا۔ اور فقیر صحیح سلامت بچ گیا۔ بارہ مسلمان شہید اور زخمی ہوئے ہونگے۔ پھر فقیر علاقہ بیرمل میں زیارت موسےٰ درویش گیا تو زیارت پر بے خبری میں سخت گولہ باری کی گئی۔ اور موسیٰ درویش کی زیارت کو نقصان پہنچا۔ اس پر غیرت مند وزیرستانی لشکریوں نے انگریز افسروں کی ساٹھ تک قبریں مسمار کر کے بدلہ چکا دیا۔

صدر مقام رزمک کی جنگ:۔

فقیر مذکور کا جہاد جہاد عینی ہے۔ جہاد عینی کے معنی یہ ہیں کہ وہ جہاد جو بااتفاق علماء کرام کیا جائے۔ وہ نماز پنجگانہ کی طرح فرض ہوتا ہے۔ مختلف اضلاع اور اقوام کے لئے چار پانچ خلفاء مقرر ہیں۔ کوہ سیاہ نامی پہاڑ پر ایک مقام ہے۔ یہاں خلیفہ شیر علی خان بہادر مقیم تھے۔ اس کو وہاں سے نکالنے کے لئے حکومت نے ٹانک وادی کے راستے رزمک سے فوج روانہ کی۔ راستے ہی میں لشکر سے سامنا ہوا۔ جنگ ہوئی تقریباً ہر میل کے فاصلے پر جگہ جگہ جھڑپیں ہوئیں۔ انگریز آگے بڑھنے سے روک دیئے گئے۔ تقریباً ایک سو تک گاڑیاں لاشوں سے بھر کر واپس رزمک لے گئے۔ تقریباً آٹھ نو مسلمان شہید اور زخمی ہوئے۔ دوسری دفعہ "شام" اور "مرغہ" کے راستے فوج مذکورہ مقام کو روانہ کی گئی اور وادی شکتو پہنچ گئی۔ دونوں طرف سے فوج غازیوں کے نرغے میں آ گئی اور بہت شرمندہ ہو کر بھاگنے پر مجبور ہوئی۔ ایک مورچے میں بیس غازی موجود تھے۔ انہیں فوج نے گھیر رکھا تھا۔ ان کے پاس کارتوس ختم ہو گئے۔

جرنیلوں اور فوجی افسروں نے اعلان کیا کہ امن ہے سب ہمارے سامنے آجائیں۔امان دینے کے بعد بندوق سے فائر کا حکم بھی دے دیا۔غازیوں نے اللہ پر توکل کیا اور چھریوں سے جرنیلوں وغیرہ پر حملہ کیا۔ حتی کے سات فرنگی قتل کر دیئے۔اور سب کے سب غازیوں نے بھی جام شہادت نوش کیا۔فوج کا ساز وسامان اور خچر وغیرہ بہت تباہ ہوئے۔باقی فوج میر علی کے مقام پر جمع ہوئی تھی۔شمال کی طرف ایک تازہ دم لشکر نے خلیفہ غازی مرجان کے ساتھ پہنچ کر رات کے وقت دیسی توپوں سے چند فائر کئے اور یہاں سے جانے والی سڑک کو موضع سپین وام بیس میل تک تباہ کر دیا۔انگریزی فوج کو حکم دیا گیا کہ فوراً سپین وام کی طرف کوچ کرے۔ادھر خلیفہ مذکور کا لشکر تیار تھا لڑائی شروع ہوئی۔بہت سے فوجی قتل ہوئے اور فوج پسپا ہوگئی۔کوئی مجاہد شہید نہ ہوا۔

نوٹ مندرجہ بالا خط بغیر کسی مکتوب یا مکتوب علیہ کے ناموں، مقام کی نشاندھی اور بغیر تاریخ کے حوالے کے لکھا گیا ہے۔عین ممکن ہے کہ فقیر اپی نے یہ خط اس لئے بغیر کسی نام کے لکھوایا ہو کہ اگر راستے میں یہ پکڑا جائے تو اس سے حکومت کے ہاتھ کوئی ثبوت نہ آئے۔لیکن اس خط سے چند باتیں ضرور اخذ کی جاسکتی ہیں۔

1 اس میں فقیر اپی کا تعارف کرایا گیا ہے۔

2 اس میں مسجد شہید گنج اور اسلام بی بی کے واقعہ کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات رونما ہو چکے تھے۔یہ واقعات 1936ء تک رونما ہو چکے تھے۔یعنی یہ خط کم از کم 1936ء کے آخر یا اس کے بعد لکھا گیا۔

3 خط میں مذکور ہے کہ انگریزوں کی بمباریاں اور جنگی کاروائیاں تین سال چار ماہ سے جاری ہیں۔یعنی حکومت کی وزیرستان پر چڑھائی کے تین سال چار ماہ پورے ہو چکے تھے۔(جنگی کاروائیاں اور بمباری 1937ء میں شروع ہوئی)

4 اس خط میں فقیر اپی کا پورا نام حاجی میرزا علی خان بھی تحریر ہے اور متعدد مقامات پر اس کا نام صرف فقیر لکھا ہے۔کہیں بھی حضرت یا دیگر القاب مثلاً مدظلہ وغیرہ جو علماء کے لئے لکھے جاتے ہیں مرقوم نہیں کئے گئے۔علاوہ ازیں فقیر اپی کی انگیریزوں کے خلاف کاروائیوں کی جزویات مفصل بیان کی گئی ہیں۔

5 خط میں تذکرہ و تانیث وغیرہ کی اغلاط تھیں جو درست کر کے بیان کر دی ہیں۔پختونوں

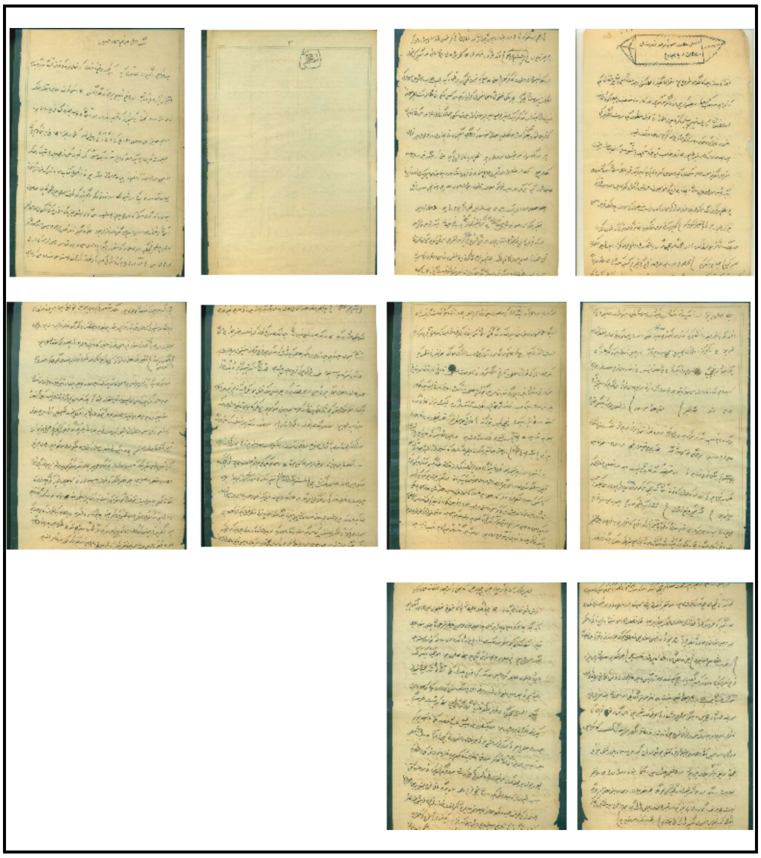
خصوصاً وزیرستان کے لوگوں کا انداز بیان ایسا ہوتا ہے۔اس کے باوجود بیان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کسی اچھے عالم دین کی اردو تحریر ہے ورنہ وزیرستان کا عام آدمی اس زمانے میں حقائق کو اس طرح اردو میں بیان نہیں کرسکتا تھا۔ایک عام مولوی بھی مشکل سے ہی اس طرح کا خط تحریر کرسکتا ہے۔

6 چونکہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے 12 اپریل 1940ء کو بنوں میں وہ اعلان جہاد کیا تھا جو ان کی آخری قید و بند اور مرض الموت کا باعث بنا، اس لئے یہ خط 12 اپریل 1940ء سے پہلے پہلے علامہ عبدالرحیم کو موصول ہو گیا تھا۔

7 چونکہ علامہ عبدالرحیم کے کاغذات میں اکثر وہی باقی بچے ہیں جو آخری زمانہ حیات میں ان کے پاس موجود تھے اور آخری بار وہ گھر سے نہیں بلکہ بنوں میں گرفتار ہوئے تھے۔ نیز اس سے پہلے زمانے کے تمام حساس مکتوبات اور لٹریچر وغیرہ علامہ عبدالرحیم ضائع کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ خانہ تلاشیوں کے دوران پولیس کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔اس لئے قیاس غالب ہے کہ یہ خط موصول ہوا اور آپ ایک دو دن کے اندر (یا اسی دن) اتنی عجلت میں بنوں روانہ ہو گئے کہ مرض الموت میں مبتلا اپنی بیٹی کو بھی اسی حالت میں الوداع کہنا پڑا۔اگر یہ صورت فرض کی جائے تو یہ حساب بھی درست ثابت ہوتا ہے کہ 1937ء سے اپریل 1940ء تک انگریزوں کے وزیرستان پر حملوں کے تین سال چار ماہ ہوئے تھے جو خط میں مذکور ہے۔

8 خط کا تیسرا صفحہ اور آخری کاغذ کے دونوں صفحات یعنی گیارہواں اور بارھواں صفحہ خالی چھوڑا گیا ہے۔اگر یہ کسی خاص وجہ سے نہیں کیا گیا تو شاید جلدی میں چند صفحات منشی کے حوالے کرنے کے بعد اسے کسی باخبر شخصیت نے اول تا آخر ایک ہی نشست املا کروا دیا تھا۔اور ایک غیر متوقع مقام اختتام پر خط کی املا Dictation ختم کر کے جلدی میں قاصد کو روانہ کر دیا گیا تھا۔

9 خط میں یہ بھی تحریر ہے کہ آج کل فقیر ایسی حالت میں اور ایسے علاقے میں ہے جہاں پانی بھی مشکل سے ملتا ہے۔اس سے فقیر اپی اور ان کے ساتھیوں کی دوران جہاد انتہائی بے چارگی کا اندازہ ہوتا ہے۔



فقیر آف ایپی کی طرف سے مولانا کو بھیجا جانے والا خفیہ تفصیلی مکتوب۔

باب ۲۸ ریاستی دہشت گردی اور آخری معرکہ

اوائل اپریل ۱۹۴۰ء (غالباً ۱۰ اپریل) میں مولانا عبدالرحیم صاحب کو فقراپی کی طرف سے ایک دردناک خط موصول ہوا اور اسی وقت آپ بنوں اور نواح کے لوگوں کو فقراپی کی مدد کیلئے آمادہ کرنے کے لئے جانے پر تیار ہو گئے۔ یہاں تک کہ اس بار یہ خفیہ خط بھی ضائع نہ کر سکے۔

مولانا ہزارہ کے عوام پر جاگیرداروں کے مظالم کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی شروع کردہ تحریک کے سلسلے میں گڑھی حبیب اللہ میں ہزارہ کی تیسری کانفرنس کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ بنوں اور وزیرستان پر انگریزوں کی خوفناک بمباری کی تازہ ترین خبروں نے انہیں عجلت میں بنوں روانہ ہونے اور وہاں پر صدائے احتجاج بلند کرنے پر مجبور کر دیا۔ ان دنوں ان کی بیٹی شدید بیمار تھی۔ وہ بستر مرگ پر بخار میں تڑپ رہی تھی۔

حضرت نے اپنے ایک ہندو پیروکار (رام سرن نگینہ) کو عین موقع پر ہی ساتھ چلنے کو کہا تو اس نے اپنی منگیتر (جو بعد میں وفات پا گئی تھی) کی علالت کے باعث عرض کی کہ حضرت ایک دن رک جایئے۔ حضرت رام سرن نگینہ کی طرف دیکھ کر حسب عادت مسکرانے لگے اور فرمایا" کہ بس ہلکی سی چوٹ سے ہی دماغ میں میں فتور آ گیا۔ دیکھ نہیں رہے کہ میری لڑکی قریب المرگ ہے لیکن کام رک نہیں سکتا۔ جانا ضروری ہے"۔ ناچار رام سرن نگینہ کو بھی ساتھ جانا پڑا۔ حضرت کوہاٹ سے ہوتے ہوئے بنوں جا پہنچے۔

سی آئی ڈی روانہ ڈائری بستہ نمبر 73 فائل 1355 جلد دوم محکمہ دستاویزات کے مطابق 12 اپریل 1940 کو بنوں شہر کی بڑی مسجد المعروف مسجد قصابان میں نماز جمعہ کے بعد آپ نے لوگوں کو غیر ملکی غاصبوں کے خلاف میدان جنگ میں نکلنے کی دعوت دی۔ انہوں نے فرمایا کہ میری تقریر کا مقصد آپ کی اصلاح کرنا اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر اور گروہوں کے درمیان اتفاق واتحاد پیدا کرنا ہے۔ آپ کے ساتھ جو سب سے بڑا المیہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ قرآن مجید کے احکام پر عمل نہیں کرتے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کا دین اور آپ کا قرآن پاک اس حکومت میں آزاد ہیں۔ آپ کا دین اور آپ کی کتاب انگریز کے قانون کے طابع کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً آپ قرآن پاک کی صرف ان آیات پر عمل کر سکتے ہیں جن پر عمل کرنے کی انگریزی قانون میں اجازت موجود ہے اور وہ انگریزوں

کے قانون کے خلاف نہیں جاتیں۔اس لئے آپ پرفرض عائد ہوتا ہے کہ جوقوم اور جو مذہب آپ کو اپنے دین اسلام پر پورے طور پر عمل کرنے سے روک رہا ہواس کے خلاف مزاحمت کریں۔اپنی طاقت اور اپنا مال سب کچھ اس زیادتی کے خلاف جہاد کے لئے وقف کریں۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نے کہا کہ "اگر آپ قرآن کی ایک آیت پر بھی عمل کریں جو ان کو پسند نہ آتی ہوتو ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس ایک آیت پر عمل کرنے کی پاداش میں جیل جانا پڑے اور ہوسکتا ہے کہ آپ کی جائیداد ضبط ہو جائے۔مسلمان ہوکر دین کی صرف ان آیتوں پر عمل کرنا جن پر کافروں کو اعتراض نہ ہو۔کیا یہ بزدلی نہیں؟۔آپ کیوں اتنے بزدل مسلمان بن گئے ہیں۔میرے خیال میں انگریزی قانون تعزیرات ہند نے آپ کو بزدل بنا دیا ہے۔یہ قانون کس کا ہے۔یہ قانون خدا کا قانون نہیں۔یہ انگریزی حکومت نے آپ پر مسلط کیا ہے۔یہ قانون ایک ایسی حکومت کی طرف سے آپ کے لئے بھیجا گیا ہے جو ڈاکوؤں اور لٹیروں کی حکومت ہے۔یہ حکومت آپ کی دنیاوی اور اخروی کامیابی اور خوشحالی برداشت نہیں کرسکتی۔اسکو آپ کی خوشحالی گوارا ہی نہیں ہوسکتی۔

یہ حکومت اپنے جھوٹے معاہدوں اور جھوٹے وعدوں کے سہارے آپ کو خاموش کرادیتی ہے۔آپ ذرا اسکی تاریخ تو دیکھیں اس نے اپنے دوسو سال کے غاصبانہ قبضے کے دوران وعدہ پورا نہیں کیا۔آپ اس کے جھوٹے وعدوں اور یقین دہانیوں پر اعتبار نہ کریں۔اسلام کو اس قسم کا چیلنج درپیش ہوتو یہ اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے کہ مسلمان جہاد کے لئے نکلیں۔اس جہاد میں جو مارا جائے وہ شہید کا رتبہ پائے گا۔میں آج اعلانیہ طور پر یہ بات کہنے سے نہیں ڈرتا کہ حاجی صاحب فقیراپی ایک سچے مسلمان کا فریضہ ادا کررہا ہے۔وہ حکومت کا باغی ہے۔اس لئے ایسا کہنے سے شاید حکومت مجھے جیل بھیج دے۔لیکن یہ حکومت جتنا زور لگالے۔یہ اپنی مرضی سے میری جان نہیں لے سکتی۔یہ مجھے پھانسی نہیں دے سکتی۔ عنقریب برطانوی حکومت کے خلاف ایک جدوجہد شروع کی جائے گی۔آپ لوگ اس جدوجہد کے لئے تیار ہو جائیں اب سر سے کفن باندھ کر نکلنا ہے۔ظالم اور جابر حکمرانوں کے خلاف جدوجہد دوطرح سے کی جاسکتی ہے۔ایک سیاسی جدوجہد تشدد کے ذریعے کی جاتی ہے۔اس میں ظلم وتشدد کا جواب تشدد سے ہی دیا جاتا ہے۔ایک دوسری طرح کی جدوجہد بھی ہوتی ہے جس میں تشدد کے جواب میں تشدد سے کام نہیں لیا جاتا۔یہ عدم تشدد کی جدوجہد ہوتی ہے۔میں بذات خود دونوں قسم کی جدوجہد کو مانتا ہوں۔جو لوگ مسلح جدوجہد کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں وہ صحیح کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے وطن کی خاطر دشمن کا مقابلہ

کرتے ہیں۔ اور جو لوگ عدم تشدد کا راستہ اختیار کرتے ہوئے سیاسی جدو جہد کرتے ہیں وہ بھی درست راستے پر ہیں کیونکہ ان کے پاس تشدد کا جواب تشدد سے دینے کے لئے اسلحہ نہیں ہوتا۔ اور اس لئے وہ اپنے ملک سے دشمن کو نکالنے کے لئے وہی طریقہ استعمال کرتے ہیں جو ان کے بس میں ہوتا ہے۔ جس کا مسلح مزاحمت کا بس نہ چلے وہ پرامن احتجاج کر کے جدو جہد میں اچھے طریقے سے حصہ لے سکتا ہے"

یہ وہ تقریر تھی جس پر بغاوت کا مقدمہ بنایا گیا۔ لیکن گرفتار ہونے سے پہلے آپ مزید تقریریں، جرگوں سے خطاب اور انفرادی مذاکرات وغیرہ کر چکے تھے۔ چنانچہ 15 اپریل 1940ء کو ضلع بنوں ہی میں غوری والا کے باہر کی مسجد میں حضرت نے ایک اور اجتماع سے بھی خطاب کیا اس میں دو سو افراد شریک تھے جن میں کوئی پچاس کے قریب غوری والا کے علماء بھی شامل تھے۔ اس اجتماع سے خطاب ہوئے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے فرمایا کہ میں بنوں آیا تو میرے سامنے کچھ مقاصد تھے۔

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ یہاں کے علماء کرام سے معلوم کروں کہ وہ انگریزوں کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں یا دوست۔ اور آیا آزادی کی جدو جہد میں حصہ لینا ضروری ہے یا نہیں۔ میں نے علماء کرام سے بات چیت کی ہے اور اس معاملے میں وہ میرے ساتھ متفق ہیں۔ جدو جہد کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک جدو جہد وہ ہے جو فقیر ایپی کر رہے ہیں اور دوسری قسم کی جدو جہد عدم تشدد کی ہے۔ میں عدم تشدد کو بھی اچھا سمجھتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا کہ آزادی کی جدو جہد میں حصہ لینے کا وقت آ گیا ہے۔ اگر مسلمان اس جدو جہد سے کنارہ کش رہے تو وہ پشیمان ہونگے اور اس بے عملی کا انجام بھگتیں گے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مسلمان سے آزاد رہنے اور آزادانہ طور پر دین پر کاربند ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ منشائے الٰہی ہے۔ قرآن کے معاملے میں عمل کرنے پر پابندیاں عائد کرنا قابل قبول نہیں۔ حضرت نے لوگوں کو خبردار کیا کہ ان عناصر سے ہوشیار رہیں جو حکومت کے مددگار رہیں۔ آپ اس قسم کے لوگوں سے بھی خبردار رہیں جو مسلمان کے بھیس میں آپ سے دوستی اور ہمدردی جتاتے ہیں۔ لیکن عمل ایسا کرتے ہیں جو آپ کے دشمن کو فائدہ دیتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ آپ کو کئی لوگ ایسے بھی نظر آئیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو جہاد کے لئے تیار ہیں لیکن ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہمارے رشتے دار سرکاری ملازمت میں ہیں۔ ان کی ملازمت کے ڈر سے ہم جدو جہد نہیں کرتے۔ حضرت نے فرمایا کہ جہاد آزادی تو قانون خداوندی اور قرآن پاک کے

مطابق ہے۔ان لوگوں کو چاہیے کہ اپنے رشتے داروں کو بھی اس بات پر قائل کریں کہ وہ بھی اپنے طور پر اس جہاد میں شریک ہو جائیں۔

انہوں نے کہا کہ آپ کی جدو جہد کو روکنے کے لئے پولیس اور ایف سی میں یو رپی لوگ نہیں خود آپ کے اپنے بھائی ہی کام کر رہے ہیں۔انہیں سمجھانے اور وطن کی خدمت کی جدو جہد میں شامل کرنے کی ضرورت ہے۔اب جب کہ کانگرس کے رہنما اور علماء کرام جنگ آزادی شروع ہونے کا اعلان کریں گے تو آپ اپنے رشتہ داروں کو سرکاری محکموں میں بھرتی ہونے سے روک دیں۔

حکومت آپ کا کیا بگاڑ لے گی؟ وہ آپ سب کو گرفتار کر لے گی؟ تو اس کے پاس آپ کو قید رکھنے کے لئے جیل میں جگہ نہیں ہے۔صرف آپ سب کا آپس میں اتفاق واتحاد ضروری ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم نے فرمایا کہ چونکہ فقیرا پی وطن کی آزادی کے لئے جہاد کا فریضہ ادا کرر ہے ہیں، اس لئے اس جہاد میں جو شریک ہوا اور لڑتا ہوا مارا گیا تو وہ شہادت کا مقام حاصل کرے گا"۔

اس کے بعد حضرت کو ۱۲اپریل والی تقریر کے سلسلے میں گرفتار کرلیا گیا۔رام سرن نگینہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ۱۰یا۱۱اپریل کو بنوں پہنچے تھے اور ۱۲اپریل کو مسجد قصاباں والی تقریر کرنے کے بعد آزاد قبائل کی طرف چلے گئے تھے۔وہاں ان کی ملاقات مختلف حضرات سے ہوئی۔ان میں سے ایک شخص خلیفہ مہر دل بھی تھا جسے فقیرا پی نے توپ چلانے کا کام سونپ رکھا تھا۔پھر آزاد قبائل کے ایک درہ میں مولانا صاحب کی ایک پر تکلف دعوت ہوئی جس میں باغی علماء اور قبائلی سرداروں نے شرکت کی۔اس کے بعد مولانا صاحب بنوں واپس پہنچے اور ۱۵ اپریل کو مسجد غوری والا کی مذکورہ تقریر کی۔ ۱۶اپریل کے دن بنوں کے بڑے گیٹ کے اندر والے ایک بالا خانہ پر مولانا بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے قریب وزیرستان کے پختون بیٹھے تھے۔ان میں ایک لمبا تڑنگا خوبصورت وزیری تو پچی بھی تھا۔اس نے پہلی بار دیسی ساخت کی توپ تیار کی تھی اور اسے انگریزوں کے خلاف استعمال کرنے کے لئے بے تاب تھا۔اسی اثنا میں پولیس کا ایک دستہ کمرے کی سیڑھیاں پھلاندتا ہوا اندر آ گیا۔مولانا صاحب گرفتار کر لئے گئے۔ان کا ساتھی اشارہ پا کر نیچے اتر آیا اور آزاد علاقے میں چلا گیا۔بعد میں وہ پشاور واپس آ گیا۔

مولانا عبدالرحیم صاحب بنوں ہی میں گرفتار ہو کر بنوں جیل پہنچا دیئے گئے۔اور اپنی تڑپتی ہوئی بیمار بیٹی کو آخری بار ایک نظر دیکھنے گھر نہ جا سکے۔ان کی پندرہ سالہ بیٹی صفیہ باپ کی جدائی میں تڑپ

تڑپ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی اور پھر جلد ہی گھر کے واحد مرد نگران اور حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالقیوم پوپلزئی بھی جہاد حریت کے معرکے سر کرتے ہوئے جیل پہنچ گئے۔ دونوں بھائی ملے تو حضرت نے بے اختیار اپنے چھوٹے بھائی سے پوچھا کہ گھر کو کس کے حوالے کیا؟ انہوں نے جواب دیا " کہ گھر کو اللہ ہی کے حوالے کر کے میں بھی چلا آیا ہوں"۔ یہ ڈیرہ اسماعیل خان جیل کا واقعہ ہے۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی بیٹی نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک خط بھی لکھا تھا۔ جس میں اس نے اپنی بیماری کے بڑھ جانے اور دوا وغیرہ دستیاب نہ ہونے کی شکایت کی تھی۔ لیکن ایک قیدی بے چارہ کیا کر سکتا تھا۔ بچی آخر کار چل بسی۔ اس سانحے کی خبر سیٹھی عبدالغفورؒ نے جو مولانا عبدالرحیم کے بہت بڑے معتقد تھے جیل میں ایک عربی خط کی صورت میں بھیجی۔

اسی دوران مولانا صاحب کے ایک سیاسی ساتھی بخشی فقیر چند وید نے جیل میں ملاقات کر کے بچی کی دردناک موت کی خبر سنائی تو بے اختیار حضرت کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے لیکن جلد ہی انہوں نے آنسو پونچھ کر کہا کہ " خداوند کریم کی یہی رضا ہوگی"، اس کے بعد سیاسی جدوجہد کے بارے میں پوچھنے لگے۔

گرفتاری پر احتجاج:۔

حضرت کی گرفتاری کے چند روز بعد 23 اپریل 1940 کو پشاور کے چوک یادگار میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ اس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا خان میر ہلالی نے کہا کہ عبدالرحیم پوپلزئی سالہا سال سے قربانیاں دیتے چلے آئے ہیں۔ ان کے لئے گرفتاری ایک معمول کا سانحہ ہے۔ لیکن ان کی گرفتاری سے خود حکومت کو خطرہ لاحق ہوجائیگا۔ کیونکہ سیکڑوں نوجوان مولانا عبدالرحیم صاحب کی خاطر جیل جانے کو تیار ہیں۔ انہوں کہا کہ شاید حکومت کا یہ اقدام کسی بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے۔ حکومت نے خود اس تبدیلی کا ماحول پیدا کر دیا ہے۔ انہوں نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد پیش کی اور حکومت وقت کو اس کی جارحانہ پالیسی پر متنبہ کیا۔

23 اپریل ہی کو پشاور میں کسان پارٹی کے اجلاس میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو ایک قرارداد کے ذریعے گرفتاری پر مبارکباد پیش کی گئی۔ ان کی گرفتاری پر حکومت کی مذمت کی گئی۔ اجلاس میں تمام کسان کمیٹیوں سے اپیل کی گئی کہ وہ مولانا کی رہائی کی تحریک چلائیں۔

26 اپریل کو جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ بنوں کی اسی مسجد قصابان میں جہاں علامہ عبدالرحیم صاحب نے باغیانہ تقریر کی تھی، اس روز بھی نماز جمعہ کے بعد ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا غلام حسین پرہیز خونی خیل نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کی مذمت کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ لوگوں کو دین کی اصلی تعلیمات سے آگاہ کرنا تو علماء کرام کا فریضہ ہے۔ اگر وہ یہ فریضہ انجام دینا چھوڑ دیں تو اس کا نقصان مذہب اسلام کو پہنچتا ہے۔ اس لئے مولانا عبدالرحیم صاحب نے دین اسلام کی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کر کے کوئی غلط کام نہیں کیا۔ انہوں نے کہا کہ عبدالرحیم پوپلزئی کے گزشتہ ریکارڈ پر نظر ڈالیں تو وہ عدم تشدد کے ذریعے جدو جہد کرنے کی حمایت کرتے آئے ہیں۔ ان کی ہر تقریر میں عدم تشدد کے اصول کے اندر رہ کر تبلیغ اور عملی جدو جہد کی ترغیب دی جاتی رہی ہے۔ لیکن ان کے ذاتی عدم تشدد کے باوجود حکومت نے ان گرفتار کرلیا ہے۔ مولانا غلام حسین نے جلسہ میں ایک قرارداد پیش کی جس میں کہا گیا تھا کہ بنوں کے عام مسلمان اور علماء کرام مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کو اسلام کی توہین سمجھتے ہیں۔ قرارداد میں فوری طور پر مولانا عبدالرحیم صاحب کو رہا کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔

30 اپریل 1940ء کو پشاور شہر میں کانگرس سوشلسٹ پارٹی کا ایک اجلاس ہوا جس میں عبدالرحمٰن ریا نے تجویز پیش کی کہ ایک وفد بنوں جا کر جیل میں مولانا عبدالرحیم صاحب کے ساتھ ملاقات کرے۔ انہیں معلوم ہوا کہ جیل میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ انتہائی برا سلوک روا رکھا جارہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اگر وفد نے اس خبر کی تصدیق کردی تو عوام کو اس سے آگاہ کیا جائے گا۔

اگلے دن یکم مئی 1940ء کو پشاور شہر میں فارورڈ بلاک کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی سوباش چندر بوس اور فارورڈ بلاک والوں سے دوستی اور ہمدردی تھی لیکن وہ خود فارورڈ بلاک میں شامل نہیں تھے۔ یکم مئی کے اس اجلاس میں سادھو سنگھ نے ایک قرارداد پیش کی۔ جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری اور انہیں جیل میں کال کوٹھڑی میں رکھنے پر حکومت کی مذمت کی گئی تھی۔ قرارداد میں ان کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اسی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے پشاور شہر کے دلاور خان نے کہا کہ عبدالرحیم پوپلزئی کو فقیر اپی کا رضا کار ہونے کا جھوٹا الزام لگا کر گرفتار کرلیا گیا۔ اجلاس میں ملک دلاور خان نے یہ مطالبہ بھی کیا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل میں اے کلاس کی سہولتیں دی جائیں۔

3 مئی کو پشاور شہر میں مجلس احرار اسلام کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا تو اس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا انور شاہ صاحب نے سید عطا اللہ شاہ بخاری اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کی مذمت کی۔انہوں نے کہا کہ حکومت نے ڈیفنیس آف انڈیا ایکٹ کے تحت رہنماؤں کو گرفتار کر کے ایک جابرانہ پالیسی کا مظاہرہ کیا ہے۔اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد حسین نے کہا کہ قرآن مسلمانوں کو غاصبوں کی اطاعت کرنے سے روکتا ہے۔جولوگ غاصبوں کا حکم مانتے ہیں وہ اس دنیا میں تو خان بہادر بن جائیں گے لیکن اگلے جہاں میں وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔انہوں نے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کو حکومت کی ظالمانہ پالیسی کا نتیجہ قرار دیا۔اس جلسے کے آخری مقرر حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب پوپلزئی تھے۔انہوں نے کہا کہ سول نافرمانی کی بات کو قرارداد سے حذف کر دیا جائے۔انہوں نے کریم پورہ کی مسجد کے ساتھ شراب کی دکان کی طرف حاضرین کی توجہ مبذول کرائی اور کہا کہ جولوگ یہاں شراب کا کاروبار کر رہے ہیں وہ نادانستہ طور پر نمازیوں کو تنگ کرنے کے مرتکب ہو رہے ہیں۔انہوں نے جنگ عظیم میں برطانیہ کے عزائم کو بھی بے نقاب کیا۔مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے سید عطا اللہ شاہ بخاری اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاریوں کی مذمت کی۔

اسی روز مسجد قاسم علی خان میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کا ذکر کیا اور کہا کہ انہیں اس وجہ سے گرفتار کیا گیا ہے کہ انہوں نے بنوں اور وزیرستان کے مسلمانوں پر برطانوی حکومت کے ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔

8 مئی 1940ء کو بنوں جیل سے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو بنوں کے اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں لایا گیا اور آپ کو 5 سال قید بامشقت کی سزا سنا دی گئی۔ان دنوں کسان سبھا پشاور کی طرف سے ایک اشتہار بھی علامہ عبدالرحیم صاحب کی گرفتاری کے خلاف شائع کیا گیا۔اس کا عنوان تھا کہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری ملک کے جوانوں کے لئے چیلنج ہے۔یہ اشتہار وسیع طور پر تقسیم کیا گیا۔

5 سال قید بامشقت کی سزا سنائے جانے کے دو روز بعد یعنی 10 مئی 1940ء کو مسجد مہابت خان میں نماز جمعہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علماء کے مولانا لطیف اللہ نے مولانا عبدالرحیم کی گرفتاری کی سخت مذمت کی۔انہوں نے حاضرین کے سامنے ایک قرارداد پیش کی جو متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔اس قرارداد میں کہا گیا تھا کہ جمعیت علماء مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو پانچ سال بامشقت قید دینے کے حکومت کے جابرانہ اقدام پر اظہار نفرین کرتی ہے قرارداد میں یہ مطالبہ کیا

گیا تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو جیل میں بی کلاس دی جائے۔

اسی روز مسجد قاسم علی خان میں بھی جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا عبدالقیوم پوپلزئی نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کا قصور یہ ہے کہ انہوں نے حقیقت بیان کی ہے۔ اور انہیں سچائی بیان کرنے پر ہی جیل بھیج دیا گیا ہے۔ 10 مئی کو اسی روز بنوں کی مسجد قصابان میں بھی نماز جمعہ کے بعد جلسہ عام منعقد ہوا۔ 300 افراد کے اس اجتماع سے خطاب کے دوران مولانا حبیب الرحمٰن سوکڑیؒ نے کہا کہ اس جلسہ کا مقصد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو اسلام کی خاطر سزا سنائے جانے پر مبارکباد پیش کرنا ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن نے امام حریت کی جدو جہد اور کارناموں کی تفصیل بیان کی اور حاضرین سے پوچھا کہ انہوں نے جو کچھ اس مسجد میں آپ سے کہا تھا کیا اس میں قرآن کے احکام بیان فرمائے تھے یا کوئی اور موضوع تھا۔ انہوں نے کہا کہ انگریز کہتے ہیں کہ ہم کسی کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتے۔ لیکن مذہبی مسائل بیان کرنے پر مولانا عبدالرحیم صاحب کو گرفتار کرنا خود انگریزوں کے منہ پر ایک طمانچہ ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن سوکڑیؒ نے ایک قرارداد پیش کی جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی سزایابی پر مبارکباد پیش کی گئی کہ اسلام کی تبلیغ کرنے پر انہیں قید و بند کی صعوبتیں دی گئی ہیں۔ قرارداد میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ انہیں اے کلاس کی سہولت دی جائے۔

15 مئی 1940ء کو جمعیت علماء صوبہ سرحد کی کانفرنس کی تیسری نشست ہوئی جس میں 600 افراد شریک تھے۔ اس کانفرنس میں موضع ریگی کے مولانا شمس الحق صاحب نے بھی تقریر کی۔ انہوں نے ایک قرارداد پیش کی جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد دی گئی تھی اور انہیں زیادہ سے زیادہ سزا دیئے جانے پر گہری تشویش ظاہر کی گئی تھی۔ اکوڑہ کے مولانا گل بادشاہ صاحب نے اس قرارداد کی حمایت کی۔

جمعہ 17 مئی 1940 کو مسجد مہابت خان میں نماز جمعہ سے پہلے ہی عبدالغفور سیٹھی کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو صرف اس بات پر گرفتار کر کے قید و بند کی سزا دی گئی ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ فقیر اپی کی جدو جہد درست اور جائز ہے۔ سیٹھی عبدالغفور نے کہا کہ میں خود یہ الفاظ دہراتا ہوں۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے خود یہ الفاظ دہرادیئے اور پھر فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ سی آئی ڈی والوں نے لکھ لیا ہوگا۔

اس روز بنوں میں مسجد قصابان کے نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مولانا غلام

حسین پرہیز خونی خیل اور مولانا میر گل شاہدین نے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی سزایابی کی مذمت کی۔ مولانا میر گل شاہدین نے کہا کہ لوگ تو یہ مطالبہ کررہے ہیں کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے لئے جیل میں بی کلاس ہونی چاہیے لیکن خود مولانا عبدالرحیم صاحب کی اپنی خواہش یہ ہے کہ انہیں شہادت کا مقام حاصل ہوجائے۔ انہوں نے کہا کہ اگر عبدالرحیم پوپلزئی کو اس شرط پر رہا کیا جاسکتا ہے کہ مجھے ان کی جگہ گرفتار کرلیا جائے تو یہ سودا مہنگا نہیں۔

9 جون کو امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاری کی رہائی کی خوشی میں مجلس احرار اسلام نے ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا تھا۔ اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے حسین بخش کوثر نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو اخلاقی قیدیوں کی طرح بیڑیوں میں جکڑ کر رکھا گیا ہے اور کسی پولیس افسر کی موجودگی کے بغیر انہیں کسی سے ملاقات کی اجازت نہیں ہے۔ عبدالرحیم پوپلزئی کا واحد قصور یہ ہے کہ انہوں نے بنوں اور وزیرستان میں اصل حقیقت کو آشکارا کیا ہے۔

جلسہ میں حسین بخش کوثر نے ایک قرارداد بھی پیش کی جس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ سرحد حکومت کے سلوک کی مذمت کی گئی تھی اور مولانا کو سپیشل کلاس قیدی کا درجہ دینے کا مطالبہ کیا گیا۔ مولانا سید انور شاہ نے اس قراراداد کی تائید کی۔ مولانا سید انور شاہ صاحب نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ایک ایسے پنجابی رپورٹر کی غلط رپورٹ پر قید با مشقت کی سزا دی گئی ہے جو پشتو نہیں جانتا تھا۔ ان کا اشارہ چودھری محمد عظیم کی طرف تھا۔ مولانا انور شاہ نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ جہاں انہیں ایک غلیظ کوٹھڑی میں قید رکھا گیا ہے۔ حالانکہ وہ ایک سیاسی قیدی ہیں۔ اور ایک دینی رہنما بھی ہیں۔

جمعہ 14 جون کو مسجد مہابت خان نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی کم از کم 800 افراد موجود تھے۔ نماز شروع ہونے سے پہلے ہی سیٹھی عبدالغفور صاحب نے کھڑے ہوکر کلمہ حق شروع کر دیا۔ انہوں نے علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری کے اقدام پر حکومت پر تنقید کی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مجھے اس بات پر خوشی ہے کہ سید عطاءاللہ شاہ بخاری پر جو الزام لگایا گیا تھا، عدالت نے انہیں اس سے بری کر دیا ہے۔

8 جولائی 1940ء کو صوبہ سرحد کے جوڈیشل کمشنر نے علامہ عبدالرحیم صاحب کے مقدمے کی نظر ثانی کے بعد ان کی سزا تین سال قید با مشقت کردی۔ بنوں جیل سے ایک ماہ کے عرصے

ہی میں مولانا عبدالرحیم صاحب ڈیرہ اسماعیل خان جیل منتقل کر دیئے گئے تھے۔اس جیل میں آپ پر بہت زیادہ آزمائشیں آئیں۔اس جیل میں بھی آپ کو تنگ و تاریک اور غلیظ جگہ بند رکھا گیا اور پاؤں میں بیڑیاں بھی ڈال دی گئی تھیں۔ وہ پہلے ہی سے کمزور اور بیمار تھے۔ پھر مشقت بھی لی جاتی تھی۔آپ کی اسیری کے دوران آپ کی بیمار بیٹی کے ناگہانی انتقال کی خبر سے آپ کو شدید صدمہ ہوا۔لیکن بظاہر برداشت کر گئے۔کس کو معلوم تھا کہ یہ قید آپ کی زندگی کی آخری قید ہے۔اس کے بعد قید حیات اور قید فرنگ دونوں سے نجات ملنے والی ہے۔ایک دن جب آپ کو ڈیرہ اسماعیل خان جیل سے منتقل کیا جا رہا تھا کہ معلوم ہوا کہ ایک نیا قیدی ڈیرہ جیل آ رہا ہے۔آپ نے دیکھا کہ آپ کے بھائی مولانا عبدالقیوم پوپلزئی بھی انگریزی حکومت کے خلاف کلمہ حق کہنے کی پاداش میں ڈیرہ اسماعیل خان جیل بھیج دیئے گئے ہیں۔وہ آپ کی غیر موجودگی میں گھر کے واحد کفیل تھے۔انہوں نے جیل میں آپ سے ملتے ہی بتایا کہ اب میرے یہاں آ جانے سے ہمارے گھر کا اللہ کے سوا کوئی سہارا نہیں رہا ہے۔

حضرت نے ایک دن جیل سے گھر والوں کو ایک خط لکھا۔رات کو کسی نے گھر خط پہنچایا تو گھر میں گھپ اندھیرا تھا۔دیئے میں جلانے کے لئے گھر میں تیل تک باقی نہ بچا تھا۔حضرت کی چھوٹی ہمشیرہ بے تابی کے عالم میں ماچس کی تیلیاں بار بار جلاتیں اور خط کی ایک ایک سطر پڑھتیں۔خط اکثر پنسل سے لکھا ہوتا تھا۔مشکل سے پڑھا جاتا تھا۔جیل میں کاغذ قلم کی سہولت کہاں۔ایک چھوٹا سا کاغذ کا پرزہ اور اس پر پنسل کی اتنی مختصر تحریر جو اس کاغذ پر جگہ پا سکے۔یہ تھا ایک قیدی کا خط۔

یہ افسردہ لمحہ حضرت کے کم سن بیٹے کو عمر بھر یاد رہا کہ کاغذ پر بنے ہوئے پنسل کے حروف بے تابی سے پڑھنے اور کوئی خبر ملنے کی توقع پر اس ماچس کی تیلیاں بھی ختم ہوتی جا رہی تھیں اور اندھیرا بڑھتا جاتا تھا۔انہیں اکثر یہ خیال بھی آتا کہ قوم کو جو رہنما اپنے لہو کے تیل سے حریت اور انقلاب کے چراغ روشن کر رہا تھا اس کے اپنے گھر میں دیئے جلانے کے لئے تیل بھی نہ تھا اور ادھر قوم فروش رؤسا کے گھروں میں انگریز شہزادے کی آمد یا شاہی خاندان کی دیگر خوشیوں کے موقع پر آئے دن چراغاں کیا جاتا تھا۔

اس قید و بند کے دوران حضرت امام حریت مولانا عبدالرحیم کو کچھ عرصہ پشاور سنٹرل جیل میں بھی رکھا گیا تھا۔اس وقت وہ کافی بیمار تھے لیکن ان سے نوار بننے کی مشقت لی جا رہی تھی۔ان دنوں پشاور کے حاجی غلام عباس بھی گرفتار ہو کر سنٹرل جیل پشاور آئے تو انہوں نے یہ منظر دیکھا۔حضرت کی

سب مشقتیں اور تکلیفیں آزادی کی قیمت ادا کرنے کے لئے ہوتی تھیں۔ ایک ایسی آزادی کی قیمت جو ہندو پارسی سرمایہ دار یا مسلمان جاگیردار اور روئسا کی جانشینی نہ ہو۔ بلکہ ملک کی عام آبادی کی آزادی ہو۔ جو محض آقاؤں کی تبدیلی کا ڈرامہ نہ ہو۔

امام حریت پر مقدمہ:۔

بنوں جیل سے امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو زیر دفعہ 38(a) ڈیفینس آف انڈیا رولز کے تحت مسٹر اے کے اے ڈر تیج ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بنوں کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ اس عدالت نے 8 مئی 1940ء کو آپ کے مقدمے کا فیصلہ سنا دیا اور آپ کو پانچ سال قید بامشقت کی سزا سنائی۔ جج نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ بنوں کے سٹی مجسٹریٹ سید کمال شاہ نے ملزم عبدالرحیم کے خلاف 19 اپریل 1940ء کو ڈیفنس آف انڈیا رولز کی دفعہ 38(a) کے تحت شکایت کی درخواست پیش کی تھی کہ ملزم نے مسجد قصابان میں ایک ایسی قابل اعتراض تقریر کی، جس سے برطانوی حکومت کی قانون کے ذریعے قائم کردہ حکومت کے بارے میں عدم اطمینان کو ہوا دی گئی۔ بنوں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ میجر ڈی جی ایچ ڈیلا فارج نے مقدمہ چلانے کی رسمی منظوری دی۔ استغاثہ کے پہلے گواہ سید کمال شاہ سٹی انسپکٹر نے بیان دیتے ہوئے کہا کے ۱۲ اپریل ۱۹۴۰ء کو ایک اردو سٹینوگرافر نے ملزم کی تقریر کے بعض مختصر اور بعض نقل شدہ اندراجات پیش کیےء۔ گواہ نے حلفیہ کہا کہ ملزم نے اپنے دو تین پیروکاروں کے ساتھ بنوں کا دورہ کیا اور یہ لوگ ضلع بھر میں دورے کر کے تقریریں کرتے رہے ہیں۔ جرح کے دوران تقریر کے الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن میرے خیال میں اس وقت اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس نکتے پر سٹینوگرافر کی براہ راست شہادت موجود ہے۔

جج نے مزید لکھا کہ عدالت کے ایک سوال پر گواہ نے بیان کیا کہ میں اپنے ذاتی تجربے کی بناء پر کہ سکتا ہوں کہ ملزم کی تقریر جیسی تقاریر نے ماضی میں مقامی باشندوں کو قانون شکنی پر آمادہ کیا تھا۔ فیصلے میں دوسرے گواہ بنوں خفیہ شاخ کے سب انسپکٹر حق داد خان کے حلفیہ بیان کے ضمن میں لکھا تھا کہ وہ گزشتہ ڈیڑھ سال سے خفیہ سب انسپکٹر پولیس بنوں کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ حکام کو اہم سیاسی نوعیت کے تمام معاملات کی اطلاع دینا اس کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ ماضی میں ضلع بنوں کی سیاسی صورت حال کو بعض مولویوں نے حکومت کے خلاف تقریریں کر کے مذہبی رنگ دے رکھا تھا۔ گواہ نے کہا کہ اس

قسم کی تقریروں سے نسبتاً مقامی لوگ جرم کے ارتکاب پر آمادہ ہو گئے تھے۔

جج نے لکھا کہ:۔

ملزم کا وکیل اس قسم کی مذہبی تقاریر سے حکومت مخالف پرچار کے اثرات کی شہادت کو مسترد نہ کر سکا۔ ایک سوال کے جواب میں گواہ نے کہا کہ ان باغیانہ تقریروں کے بعد ضلع بنوں کی سیاسی فضاء خراب تر ہو گئی۔ اور اصل گواہ کا ذکر کرتے ہوئے جج نے لکھا کہ اے ایس آئی سید حسین شاہ پولیس کا اردو سٹینوگرافر ہے اور ضلع بنوں میں حکومت مخالف تقریریں لکھنے پر مامور ہے۔ شہادت کے پہلے حصے سے ظاہر ہوا کہ گواہ اپنے کام میں ماہر تھا اور وہ مختلف اضلاع میں جولائی 1936ء سے اسی کام پر مامور چلا آتا تھا۔ اس نے 1936ء میں لاہور سے سٹینوگرافی کا ڈپلومہ حاصل کر رکھا تھا۔ اسی زمانے سے اس کا واحد فریضہ منصبی، اس قسم کی تقریریں ریکارڈ کرنا تھا۔ وہ عرصہ سات ماہ سے بنوں میں مقرر کیا گیا تھا۔ 12 اپریل 1940ء کو اس نے بنوں شہر کی مسجد قصابان میں نماز جمعہ کے بعد ایک جلسہ عام میں شرکت کی۔ یہ جلسہ ۲ بجے بعد از دوپہر سے تین بجے بعد از دوپہر تک جاری رہا تھا۔ ملزم مولانا عبدالرحیم نے پشتو میں ایک تقریر کی اور گواہ نے اس کا ہو بہو ترجمہ اردو مختصر نویسی میں درج کیا۔ جب تقریر ختم ہوئی تو چوتھے گواہ چوہدری محمد عظیم نے اس کے اندراجات پر اپنے دستخط کئے۔

جب تقریر کی جا رہی تھی تو تقریباً 200 افراد مسجد میں موجود تھے۔ گواہ نے اندراجات کو اصل ترجمے کی شکل دی اور پھر انداجات اور ترجمے کی نقل گواہ نمبر ا سید کمال شاہ انسپکٹر کے حوالے کر دی۔

جج نے لکھا کہ ملزم کو تقریر کے الفاظ کو مسترد کرنے کا ایک منصفانہ موقع دینے کے لئے گواہ کو اپنے اندراجات پڑھنے کا حکم دیا گیا اور میں نے وکیل صفائی مسٹر لطف اللہ خان کو اجازت دی کہ وہ ترجمہ کی پڑتال کر لیں۔ وکیل صفائی نے یہ تسلیم کیا کہ مختصر نویس کا ترجمہ درست تھا۔

وکیل صفائی نے گواہ پر تقریر کے الفاظ سے متعلق جرح کی۔ عدالت میں تقریر 17 منٹ میں پڑھی گئی۔ گواہ اسے اتنی تیزی سے پڑھ رہا تھا کہ اس کے الفاظ کے معنی سمجھنے کے لئے مجھے اسے ایک دوبار روکنا پڑا۔ ملزم نے یقیناً اس سے کہیں زیادہ آہستگی سے یہ تقریر کی ہوگی۔ اس نے قرآن پاک کی بعض آیات روایات (احادیث) بھی تلاوت کیں جو مختصر نویس نے اپنے اندراجات سے حذف کر دی تھیں۔ یہ بظاہر اس کا عام اسلوب ہے۔ تقریر کے اختتام پر اس نے گواہ نمبر 4 چوہدری محمد عظیم سے کہا کہ وہ اس

پر اپنے دستخط کر دے۔ چوتھے گواہ چوہدری عظیم نے کہا کہ میں نے 12 اپریل 1940ء کو جلسہ میں شرکت کی اور وہ تقریر سنی جو مولانا عبدالرحیم نے نماز جمعہ کے بعد مسجد قصابان میں کی تھی۔ میں نے پولیس رپورٹر گواہ نمبر 3 کو جلسے میں اندراجات کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ آخر میں اندراجات پر میں نے دستخط کر دیے تھے۔

گواہ نے کہا کہ "تقریر بڑی قابل اعتراض تھی"۔

گواہ کی پشتو اچھی نہیں ہے اس لئے میں اس شہادت کو متعلقہ نہیں سمجھتا۔ اس گواہی کی مادی اہمیت اندراجات کی پشت پر اس کے دستخطوں کی وجہ سے پیدا ہوئی جو اس بات کی تصدیقی شہادت ہے کہ سٹینوگرافر نے حقیقتاً تقریر لکھی تھی۔

وکیل صفائی نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ چوہدری محمد عظیم پولیس کا گواہ ہے اور پولیس کے لئے گواہی دینے کا عادی ہے۔ وہ اس کا عادی ہے یا نہیں مجھے معلوم نہیں ہے۔ لیکن میں اس کی صرف اس بات کی شہادت تسلیم کرتا ہوں کہ ملزم نے تقریر کی تھی اور اس گواہ نے تقریر کے آخر میں اندراجات پر دستخط کیے تھے۔ تقریر کی نقل کا حوالہ ظاہر کرتا ہے کہ تقریر کے بعض حصے قانون سے قائم شدہ ملک معظم کی حکومت کے خلاف عدم اعتماد پر نہیں اکساتے۔ آسانی کی خاطر میں نے فائل کے ساتھ انگریزی ترجمہ منسلک کر دیا ہے۔ ملزم کو اس کے خلاف شہادت کو مسترد کرنے کا ایک اور منصفانہ موقع دینے کے لئے پیشی کے دوران ملزم کو تقریر کے بعض حصے پڑھ کر سنائے گئے۔

ملزم نے 12 اپریل 1940ء کو نماز جمعہ کے بعد مسجد قصابان میں تقریر کرنے کا اعتراف کیا۔ تاہم اس نے کہا کہ ترجمے میں کئی ترمیمات اور اضافے پائے جاتے ہیں۔

اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے یہ بات کی تھی کہ "اگر آپ قرآن کی ان آیات پر عمل کریں جو تعزیرات ہند کے خلاف ہیں تو آپ کو دفعہ 124-A ، دفعہ 121 اور دیگر دفعات کے تحت گرفتار کر لیا جائیگا۔ اس لئے آپ کے ہاتھ پاؤں، زبان، داخلی اور خارجی حواس بندھے ہوئے ہیں۔ اور اس لئے آپ قرآن پاک کی آیات کے مطابق عمل نہیں کر سکتے۔ آپ کا مذہب آزاد نہیں ہے"

اس پر ملزم نے جواب دیا کہ اس نے یہ الفاظ کہے تھے لیکن کسی دوسرے حوالے کے ساتھ کہے تھے۔ اس کے بعد اس سے پوچھا گیا کہ کیا اس نے یہ کہا تھا کہ "ایک تو وہ مسلمان ہوتے تھے جو اللہ اور اس کے دین کے لئے اپنی جانیں لڑا دیتے تھے۔ وہ جہاد کے لئے تیار ہوتے تھے۔ ان کے برعکس

ایک آپ ہیں کہ ڈرتے ہیں۔ آپ کو کس چیز نے اتنا بزدل بنا دیا ہے۔ انگریزوں کے قانون نے! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس قانون میں ایسا کیا فائدہ ملتا ہے جو ہمیں اس کی پابندی پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اگر ہم قرآن کی آیات پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہزاروں میل دور سے آنے والے یہ ڈاکو اور لٹیرے کیسے مزے کر سکیں گے؟۔

ملزم نے تقریر کرنے کا اعتراف کیا لیکن کہا کہ اس متن میں بہت سے تبدیلیاں پائی جاتی ہیں۔

پھر ملزم سے پوچھا گیا کہ کیا اس نے یہ کہا تھا کہ " میں حکومت سے نہیں ڈرتا کیونکہ یہ میری جان نہیں لے سکتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ مجھے جیل ہی بھیج سکتی ہے اور حکومت کو معلوم ہے کہ میں جیل سے نہیں ڈرتا" اس نے ان الفاظ سے انکار کیا۔

آخر میں ملزم سے پوچھا گیا کہ کیا اس نے یہ کہا تھا کہ " آپ اپنے وطن، مال اور ناموس کی خاطر جہاد کریں۔ اگر آپ اس میں مارے گئے تو شہادت پالیں گے۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ آپ کا فریضہ کیا ہے۔ میں کسی خوف کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا فرض حاجی صاحب ادا کر رہے ہیں" ملزم نے جواب دیا کہ میں نے تقریر کی تھی لیکن اس میں اضافے پائے جاتے ہیں۔

ملزم نے بیان دیا کہ میں کانگرسی ہوں۔ اس لحاظ سے میں عدم تشدد کو مانتا ہوں اور اس کا پرچار کرتا رہا ہوں۔

جج نے لکھا تھا کہ جیسا کہ ظاہر ہے کہ ملزم کے خلاف دفعہ 38(a) ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت بادی النظر میں ایک مکمل مقدمہ تھا کہ اس نے مذکورہ قوانین کی دفعہ (e) (6) 34 کے تحت ایک غیر قانونی کام کیا تھا۔ اس لئے اس کے خلاف فرد جرم عائد کی گئی اور فرد جرم ملزم کو پڑھ کر سنائی گئی۔ اس نے مجرم ہونے سے انکار کیا لیکن اپنا دفاع کرنے سے انکار کر دیا۔

جج نے لکھا کہ میرے ذہن میں اس بات پر کوئی شک موجود نہیں کہ تقریر ڈیفنس آف انڈیا رولز 34 کی دفعہ 6(e) کے تحت بیان شدہ غیر قانونی عمل کی تعریف میں آتی ہے۔ یعنی

تقریر نے اس حکومت کے خلاف جو برطانوی ہند میں قانون کے ذریعے قائم کی گئی ہے، بے اعتمادی پھیلائی ہے۔ اس کی شہادت تفصیل سے اوپر بیان کی جا چکی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تقریر نے حکومت کے خلاف عدم اطمینان پیدا کیا ہے۔ یہ کہنا کہ " آپ اپنے ملک، مال اور عزت کی

خاطر جہاد کریں۔ اگر مارے گئے تو شہید ہو جاؤ گے۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ آپ کا اصل فرض کیا ہے۔ میں کسی ڈر کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ حاجی صاحب (واضح طور پر فقیر اپی کی طرف اشارہ ہے) آپ کا فرض ادا کر رہے ہیں، خطرناک ترین پرچار کرنا ہے۔ یہ قانون کو جان بوجھ کر للکارنا ہے اور مخالفین اور ان کے پیروکاروں کو براہ راست طور پر اکسانا ہے۔

جج نے فیصلے میں لکھا تھا کہ ماضی میں اس قسم کی آتش بار تقریروں نے ضلع میں نا قابل بیان مشکلات پیدا کیں اور بہت سے بے گناہوں کا جانی و مالی نقصان ہوا۔ اس لئے حکومت بھی صورت حال سے عہدہ برا ہونے کے لئے سیکڑوں افراد بھرتی کرنے پر مجبور ہوئی۔

جج نے لکھا کہ اگر یہ تقریر کسی دوسرے ضلع میں کی جاتی جہاں حالات ٹھیک ہوتے تو عین ممکن تھا کہ اس پر کسی قانونی مواخذے کی نوبت نہ آتی۔ لیکن چونکہ یہ حقیقت میں بنوں جیسے ضلع میں کی گئی۔ جو ہندوستان بھر میں اتنا فتنہ انگیز ضلع ہے کہ اس کے مقامی باشندے حکومت مخالف مذہبی رجحان کی تقریر سے بہ آسانی بہک جاتے ہیں، اس لئے یہ پری جوڈیشل ایکٹ کی ذیل میں آتی ہے۔

وکلاء صفائی آر بی ایل چمن لعل، سردار لطف اللہ خان، ایم سرفراز خان، ایل کیول رام اور امیر دوست محمد خان نے ایل کوتو رام کی سربراہی میں اس پر بحث کی کہ ڈیفنس آف انڈیا رولز کا اطلاق آرڈ یننس 5 مجریہ 1939 کے تحت یورپ والوں پر ہوتا ہے کہ یہ آرڈیننس خطرناک صورت حال کے پیش نظر بنایا گیا اور اس کا مقصد تحفظ عامہ اور برطانوی ہند کا مفاد اور تحفظ تھا۔ اس لئے میں ملزم کو قصوروار پاتا ہوں۔

جج نے مزید لکھا کہ اس ضلع میں یہ جانی پہچانی بات ہے کہ آخر میں مقامی مقررین اور تبلیغی معتدل انداز میں بولنے لگے تھے۔ یہاں کے باشندوں کو غازی کہلوانے والے مخالفین کی حوصلہ افزائی کرنے کی حماقت کا بتدریج احساس ہونے لگا تھا۔ انہیں یہ احساس ہو گیا ہے کہ یہ مخالفین، قاتلوں اور بدمعاشوں کے ٹولے کے سوا کچھ نہیں۔ جج ان لوگوں کے "جرائم" کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "بدمعاشوں اور ان کے پیروکاروں کا جو بزعم خویش فقیر آف اپی کے رضا کار بنے ہوئے ہیں ظلم اور بربریت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چلا آتا ہے۔

پھر ملزم کی دیدہ دلیری دیکھئے، پشاور سے اس ضلع تک آنا، اور اس ضلع میں بدمعاشوں اور ان کے ساتھیوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور اس قانون کی عمل داری کے خلاف عدم اعتماد پیدا کرنا جو آہستہ آہستہ

لیکن حتمی طور پر بحال ہو رہا تھا۔

ملزم کو زیادہ سے زیادہ سزا دی جانی چاہیے تا کہ وہ مثال بن جائے اور دوسروں کو اس سے عبرت ہو۔اس لئے میں اسے دفعہ (a) 38 ڈیفنس آف انڈیا رولز کے تحت پانچ سال قید با مشقت کی سزا سناتا ہوں"۔

اے ای اے ڈریج

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بنوں

8 مئی 1940ء

مقدمہ پر نظر ثانی:۔

اس مقدمے کا عنوان تھا مولانا عبدالرحیم بمقابلہ " تاج برطانیہ "۔ یہ مقدمہ مسٹر جے المنڈ جوڈیشل کمشنر صوبہ سرحد کی عدالت میں چلایا گیا۔اس کے وکلاء صفائی خان عبدالقیوم خان، قاسم شاہ اور بھاگو ناتھ تھے۔ تاج برطانیہ کی طرف سے ایڈوکیٹ جنرل نے پیروی کی۔ 8 جولائی 1940ء کو اس مقدمے کا فیصلہ لکھتے ہوئے جج نے کہا کہ اس مقدمے کا اپیل کنندہ 42 سالہ مولوی عبدالرحیم ہے جو ڈیفنس آف انڈیا رولز کی دفعہ a (1)38 کے تحت جو دفعہ (b)34 کے ساتھ پڑھی جائے گی، ایک جرم میں سزا یافتہ ہے۔ وہ فرد جرم اور سزا کے خلاف اپیل کرتا ہے۔

اس کے جرم کی بنیاد ایک تقریر ہے، جو اس نے بنوں کی ایک مسجد میں 12 اپریل 1940ء کو کی تھی۔ اپیل کنندہ کے وکیل نے تین نکات اٹھائے ہیں۔ پہلا نکتہ یہ ہے کہ جو پولیس افسر جلسے میں موجود تھا اور مختصر نویسی کر رہا تھا، اس نے تقریر کو مکمل اور درست طور پر محفوظ نہیں کیا۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ تقریر قوائد وضوابط کی حدود سے متصادم نہیں ہے۔ اور تیسرا نکتہ یہ ہے کہ سزا بہت زیادہ ہے۔ جہاں تک پہلے نکتے کا سوال ہے تو ملزم سے جب تقریر کی نقل کی درستگی کے بارے میں پوچھا گیا تو اس کا جواب واضح نہ تھا۔ اس نے اعتراف کیا کہ اس نے تقریر کی تھی۔ لیکن کہا کہ ترجمے میں کافی کمی بیشی پائی جاتی ہے اور یہ کہ جو الفاظ بولے گئے ہیں وہ اس سیاق وسباق میں نہیں بولے گئے جس میں اب نظر آتے ہیں بلکہ کسی

دوسرے پس منظر کے ساتھ بیان کئے گئے۔

(نوٹ: جیسا کہ سرکاری ریکارڈ سے ظاہر ہے کہ علامہ عبدالرحیم کے وکلاء میں خان عبدالقیوم بھی تھے۔

یہ وہی خان عبدالقیوم خان تھے جو بعد میں صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ اور پاکستان کے وزیر داخلہ بھی رہے۔ خان قیوم بھی پرانے سیاسی آدمی تھے چنانچہ انہوں نے سالہا سال پہلے بھی پشاور آرکائیوز کے ڈپٹی کمشنر ریکارڈ میں بستہ نمبر 2 فائل نمبر 20 بابت فروری تا جون میں بیان شدہ 10 اپریل 1921ء کی ڈائری کے مطابق اس روز شام کے وقت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی صدارت میں اسلامیہ کلب بیرون کابلی گیٹ میں منعقدہ ایک جلسہ عام میں سیاسی گرفتاریوں کی مذمت اور عدم تعاون کی حمایت کا اعلان کیا تھا۔ یہ خفیہ ڈائری بعد میں 12 اپریل 1921ء کو خفیہ پولیس کے آئی جی پی اور ڈپٹی کمشنر کو پیش کی گئی تھی۔

اسکے علاوہ ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 1 کی فائل نمبر 2 فہرست اول میں 29 اگست 1924ء کی خفیہ ڈائری میں لکھا ہے کہ 29 اگست 1924ء کو تحریک خلافت کے سلسلے میں خان عبدالغفار خان کی قید و بند سے رہائی کے موقع پر ایک جلوس نکالا گیا تھا۔ جس میں خان عبدالغفار خان، خان عبدالقیوم خان، مولانا عبدالحکیم پوپلزئی، سید لعل بادشاہ اور قاسم جان کو ایک موٹر کار میں جلوس کے راستے سے گزارا گیا۔ ایک اور خفیہ سرکاری ڈائری میں لکھا ہے کہ پشاور شہر کے ریلوے سٹیشن پر ان رہنماؤں کا ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا)۔

بہر حال زیر نظر مقدمے میں جج نے لکھا ہے کہ "درحقیقت تقریر کے ریکارڈ کی درستگی کی واحد شہادت وہ ہے جو گواہ نمبر 3 سٹینوگرافر سید حسین شاہ کے بیان میں موجود ہے، جس نے تقریر محفوظ کی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ وہ 1936 سے لے کر اب تک باقاعدہ سٹینوگرافر کے طور پر کام کرتا رہا ہے اور یہ کہ جو کچھ اس نے سنا، تقریر اس کا درست ریکارڈ ہے، حالانکہ اس نے قرآن کی وہ آیات شامل نہیں کیں جو تقریر کے دوران تلاوت کی گئی تھیں۔

ایک اور گواہ چوہدری محمد عظیم تھا، جس نے تقریر پر اس وقت دستخط کئے، جب وہ کی جا چکی تھی، لیکن وہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ پشتو زیادہ نہیں جانتا۔ اور تقریر اس زبان میں کی گئی تھی۔ اور مجسٹریٹ نے اس بات کو محسوس کر کے لکھا ہے کہ گواہ کی پشتو دانی ناقص ہے، تاہم میرے خیال میں جس گواہ نے تقریر محفوظ کی، اس کی شہادت کی درستگی کو مشکوک قرار دینے کی کوئی وجہ موجود نہیں۔ یہ اس کے سرکاری فرائض منصبی کا

حصہ ہے۔ وہ بطور سٹینوگرافر کے ملازمت کرتا نظر آتا ہےاوراس بات کی کوئی وجہ نہیں کہ اس نے تقریر غلط طور پر ریکارڈ کی ہوگی۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ جو اندراجات اس نے کئے تھے، وہ عدالت میں پڑھے گئے جبکہ رواں ترجمہ ملزم کے وکیل کے ہاتھ میں تھا۔اور ترجمے کا درست ہونا تنازعہ نہیں تھا۔

اگر عام طور سے دیکھا جائے تو مجھے تقریر کا نفس مضمون حکومت پر معقول تنقید سے کہیں زیادہ تجاوز کرتا ہوانظر آتا ہے۔ملزم سے سوالات کے دوران مندرجہ ذیل مخصوص عبارات پڑھ کر سنائی گئیں۔

1۔ اگر آپ قرآن کی ان آیات پر عمل کریں جو تعزیرات ہند کے خلاف ہیں، تو آپ کو دفعہ 124-A دفعہ 121 آئی پی سی اور دیگر واقعات کے تحت ماخوذ کر دیا جائے گا۔اس لئے آپ کے ہاتھ، پاؤں، زبان، اندرونی اور بیرونی حواس بندھے ہوئے ہیں۔ اسلئے آپ قرآن پاک کی آیات کے مطابق عمل نہیں کر سکتے۔آپ کا مذہب آزادنہیں۔

2۔ ایک تو وہ مسلمان ہوتے تھے جو اپنے مذہب اور اللہ کے لئے جانی قربانی پیش کرنے کو تیار ہوتے تھےاور وہ جہاد کرنے کے لئے راضی ہوتے تھےاوران کے مقابلے میں آپ ڈرتے ہیں۔آپ کو کس چیز نے اتنا بزدل بنا دیا ہے؟ انگریزی قانون نے؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس قانون کا فائدہ ہی کیا ہے؟ ہم ایسے قانون کے سامنے سرتسلیم خم کرنے پر کیوں مجبور ہیں؟ اگر ہم قرآن پاک کی آیات پر عمل پیرا ہو جائیں تو ہزاروں میل دور سے آتے ہوئے یہ ڈاکو اور لٹیرے کیسے پھل پھول سکیں گے۔

3۔ میں حکومت سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ یہ حکومت مجھے پھانسی نہیں دے سکتی۔زیادہ سے زیادہ میرا جو حکومت کر سکتی ہے وہ مجھے جیل بھیجنا ہےاور حکومت کو معلوم ہے کہ میں جیل سے نہیں ڈرتا۔

4۔ آپ اپنے ملک، مال اور عزت کے لئے جہاد کریں۔اگر مارے گئے تو شہادت پاؤ گے۔ میں آپ کو بتاؤں کہ آپ کا فرض کیا ہے؟ میں کسی کے خوف کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ جو آپ کا فرض ہے وہ حاجی صاحب ادا کر رہے ہیں۔

جج نے مزید لکھا کہ مجسٹریٹ کے فیصلے میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ آخری عبارت میں حاجی صاحب سے مراد واضح طور پر فقیر آف اپی ہے، جو اس صوبے کے جنوبی اضلاع میں قبائلی علاقے سے کاروائیاں کرکے بہت زیادہ مسائل پیدا کر رہا ہے۔ فاضل وکیل نے رائے دی ہے کہ یہ حوالہ بلا جواز ہے۔لیکن ضلع بنوں کے حالات کا مقامی علم رکھنے کی وجہ سے مجسٹریٹ کی طرف سے الفاظ کی تشریح مجھے

قبول کرنی ہوگی۔

جج آگے لکھتا ہے کہ ان عبارتوں میں سے دوسری اور چوتھی عبارات مجھے خاص طور پر قابل اعتراض نظر آتی ہیں۔لیکن جیسا کہ ہائی کورٹ کے بعض فیصلوں میں کہا گیا ہے کہ تقریر کو مجموعی طور دیکھا جائے،تو ملزم کا ارادہ قانون کے ذریعے قائم شدہ برطانوی ہند کی حکومت کے خلاف نفرت اور اہانت پیدا کرنا تھا

باقی رہا سزا کا سوال۔فاضل مجسٹریٹ نے اپنے فیصلے میں کہا ہے کہ اگر تقریر کسی ایسے ضلع میں کی جاتی، جہاں حالات پرسکون ہوتے،تو شاید قانونی کاروائی ضروری نہ سمجھی جاتی۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ بنوں جیسے ضلع میں کی گئی جو کہ پورے ہندوستان میں سب سے زیادہ گڑ بڑ والا ضلع ہے۔ جہاں مقامی باشندے مذہبی رجحان رکھنے والی خلاف حکومت تقریر سے بآسانی بہک جاتے ہیں یہ بات اس کو پری جوڈیشنل ایکٹ کے تحت لاتی ہے۔

فیصلے کے آخری پیراگراف میں اس نے فقیر آف اپی کے رضا کار کہلانے والے لوگوں کے "جرائم" کا تذکرہ کیا ہے۔ مجھے اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے جن مقدمات کا حوالہ دیا ہے مثلاً 1930 L،309،817۔L 1929 اور 1933 Bom 65 جو دفعہ 124-A تعزیرات ہند کے تحت چلائے گئے تھے اور یہ دفعہ 124-A ڈیفنس آف انڈیا رولز سے جرائم کے لحاظ سے ملتی جلتی ہے۔ان میں موجودہ مقدمے کی نسبت بہت نرم سزائیں دی گئی تھیں۔

پہلے مقدمے میں تو سزا کو پہلے سے ختم شدہ معیاد قید یعنی چار ماہ تک ہی کم کر دیا گیا تھا۔ دوسرے مقدمے میں سزا دو سال سے ایک سال تک کر دی گئی اور تیسرے مقدمے میں سزا صرف 300 روپے جرمانہ تک گھٹا دی گئی۔تاہم جیسا کہ فاضل مجسٹریٹ نے لکھا ہے کہ بعض اوقات خاص حالات کے تحت اس قسم کی تقریر بنوں کے ضلع میں قابل اعتراض بن جاتی ہے۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اس ضلع میں افراتفری کا دور دورہ ہے اور اس سے افراتفری بڑھ سکتی ہے۔

مزید براں یہ قوانین وضوابط اس لئے بنائے گئے ہیں کہ میرے خیال میں سنگین سزاؤں والے کاموں کو روکا جاسکے۔لیکن میرے خیال میں اس مقدمے میں ان ضوابط کے تحت زیادہ سے زیادہ سزا کی ضرورت نہیں۔اسی قانون کے تحت قابل سزا کچھ اور جرائم بھی ہیں جنہیں اس سے زیادہ سنگین سمجھا جائے گا۔مثلاً ایسی اطلاعات دشمن کو فراہم کرنا جو اسے مدد دے سکیں۔مقدمے کے تمام حالات کو مدنظر

رکھتے ہوئے میرے خیال میں اس مقدمے میں تین سال قید با مشقت مناسب ہوگی اوراس لئے فرد جرم کو برقرار رکھتے ہوئے میں سزا کو تین سال قید با مشقت والی سزا تک کم کرتا ہوں۔

مسٹر ایلمنڈ

جوڈیشیل کمشنر

این ڈبلیوایف پی پشاور

8 جولائی 1940ء

جیل کے شب روز:۔

سرکاری کاغذات اور حضرت امام حریت کے مختلف سوانح نگاروں کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس آخری قید کے دوران حضرت کو پہلے ماہ بنوں جیل اور اس کے بعد پشاور سنٹرل جیل پھر ڈیرہ اسماعیل خان جیل اور ہری پور سنٹرل جیل اور آخر میں دوبارہ پشاور سنٹرل جیل منتقل کیا جاتا رہا۔

سب سے پہلے ظاہر ہے کہ حضرت کو بنوں جیل ہی میں رکھا گیا، جہاں وقوعہ ہوا تھا۔اور جہاں عدالت میں پہلی بار چالان بنا کر پیش کرنا تھا۔ 16 اپریل کو مولانا کی گرفتاری عمل میں لائی گئی اور بنوں جیل میں آپ کو کم از کم اتنی مدت رکھنا تھا جب تک کہ بنوں کے اسٹنٹ کمشنر کی عدالت انہیں سزا نہ سنا دے۔لیکن بنوں جیل ہی میں ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک شروع کر دیا گیا۔ حالانکہ ابھی آپ پر جرم ثابت نہ ہوا تھا۔ اس بات کا ثبوت 30 اپریل 1940ء کو پشاور شہر میں ہونے والے جلسہ عام میں عبدالرحمٰن ریا کی تقریر سے ملتا ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ جیل میں ان کی اطلاعات کے مطابق مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ انتہائی برا سلوک روا رکھا جا رہا تھا۔انہوں نے جلسہ عام میں تجویز پیش کی تھی کہ ایک وفد بنوں جیل جا کر مولانا سے ملاقات کرے تا کہ صورت حال کا علم ہو سکے۔

اسی طرح یکم مئی کو فارورڈ بلاک کے اجلاس میں سادھو سنگھ سوز نے جو قرارداد پیش کی تھی، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنوں جیل میں مولانا صاحب کو تنگ اور اندھیری کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا تھا۔ اگر چہ یہ بات حضرت کی زندگی میں کوئی نیا واقعہ نہ تھی اس سے پہلے بھی وہ کئی بار تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں قید رکھے جا چکے تھے بلکہ خود ڈاکٹر خان صاحب کے دور وزارت میں انہیں ایک بد بودار اندھیری کوٹھڑی میں قید تنہائی کی سزا دی گئی تھی۔اور اسی قید کے دوران ایک دفعہ جب ان کو ساتھیوں سمیت ایک

ایسی غلیظ کوٹھڑی میں ٹھونس دیا گیا تھا، جس میں سے باقی قیدیوں کے بول و براز کا نالہ گزرتا تھا اور کھانے کے لئے سیاہ چنے دے دیے جاتے، تو آپ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے کہتے کہ آزادی مفت میں نہیں ملا کرتی، اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور ہم جو قیمت ادا کر رہے ہیں اس سے اگلی نسلوں کو انشااللہ آزادی کی فضا میں سانس لینے کا موقع نصیب ہوگا۔ آپ وارث خان رشکی وغیرہ سے یہ بھی کہتے کہ اس تنگ جگہ اور غلیظ اور بدبودار نالے کے پاس بیٹھ کر چنے کھاتے وقت یوں تصور کرو کہ تم دریائے کابل کے کنارے بیٹھ کر بادام چبا رہے ہو۔ اس طرح تکلیف کا احساس کم ہو جائے گا۔

بنوں جیل سے آپ کا مقدمہ جوڈیشیل کمشنر پشاور کے پاس منتقل ہوا، تو آپ کو پشاور سنٹرل جیل منتقل کر دیا گیا تھا۔ بنوں سے پشاور ریلوے سٹیشن تک مولانا کو لایا گیا تو خطرناک مجرم کی طرح ان کے پاؤں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ پشاور ریلوے سٹیشن سے بیڑیوں سمیت جیل تک مولانا کو پیدل ہی چلنے پر مجبور کیا گیا۔ اس سلوک کی منظر کشی حضرت کے ایک شاگرد رشید مولانا سید امیر شاہ قادریؒ اپنے ایک مضمون میں کرتے ہیں جو جریدہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر مورخہ 8 جون 1945ء کو چھپا تھا۔ مولانا سید امیر شاہ صاحب گیلانی لکھتے ہیں۔

"جب اسی وزارت کے زمانے میں وزیرستان کے مظلوم اور بے نوا لوگوں پر بم اور توپوں کے گولوں کی بارش ہوتی تھی تو آپ نے بنوں میں جا کر گورنمنٹ کو ان مظالم سے آگاہ کیا، تو اس جرم کی پاداش میں آپ کو پیدل لایا گیا۔ آپ کے پاؤں میں بھاری بیڑی پڑی ہوئی تھی"۔

پشاور میں بھی آپ کو قید بامشقت کی سزا ہوگئی۔ ایک لاغر، ناتوان اور بیمار شخص کو پشاور سنٹرل جیل میں مشقت پر لگا دیا گیا۔ مشقت کے علاوہ آپ کو یہاں بھی ایک اندھیری کوٹھڑی میں قید تنہائی میں رکھا گیا۔ ان دنوں آپ کو جیل میں جن حضرات نے دیکھا، ان میں رام سرن نگینہ، حکیم عبدالسلام ہزاری، سادھو سنگھ، سید رسول شاہ مشتاق مولائی اور حاجی غلام عباس شامل ہیں۔

رام سرن نگینہ اپنی کتاب "اٹک پار کی یادیں" میں صفحہ نمبر ۱۰۹ پر رقمطراز ہیں

"ہمارے صوبے کے مفتی اعظم حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی برسوں جیل میں رہے۔ وہ اکثر تنہائی کی کوٹھڑیوں میں رکھے جاتے تھے۔ انگریزی حکومت ان سے اس قدر خوف کھاتی تھی کہ وہ انھیں جیل کی چار دیواری میں بھی کوٹھڑی کے باہر نہ رکھتی تھی اور اس پر ان کے پاؤں میں اکثر بیڑیاں ڈال دی جاتی تھیں۔ لیکن وہ مرد مجاہد ان بیڑیوں سے کبھی نہیں گھبرایا اور نہ کوٹھڑیوں کی تنہائی کو محسوس کیا

بلکہ وہ کوٹھڑیوں میں رہنا زیادہ پسند کرتے تھے"۔

اسی کتاب میں صفحہ نمبر ۱۴۷ پر رام سرن نگینہ لکھتے ہیں۔

مولانا کی ثابت قدمی کا یہ طرۂ امتیاز تھا۔ وہ جن دنوں پشاور سنٹرل جیل میں قید تھے تو ان کی جوان لڑکی وفات پا گئی۔ لیکن انھوں نے مشروط رہائی قبول نہ کی اور یہ کہہ دیا کہ خدا کو جیسا منظور ہے، ٹھیک ہے۔

حکیم عبدالسلام ہزاروی صدر مجلس احرار صوبہ سرحد "رائے عامہ" پوپلزئی نمبر مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۴۶ء میں شائع شدہ اپنے مضمون بعنوان "مولانا عبدالرحیم کی یاد" میں اس جیل کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں مجھے جب دیولی کیمپ سے واپس پشاور جیل بھیجا گیا تو مولانا اپنی طویل اور آخری سزا "سی" کلاس کی تاریک کوٹھڑی میں کاٹ رہے تھے۔ ملاقات کے دوران میں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ مولانا کی زندگی اب بہت زیادہ لمبی نظر نہیں آتی۔ کیونکہ صحت تقریباً جواب دے رہی تھی۔ اور اس پر سی کلاس کا وہ بہترین کھانا جو داروغوں اور ٹھیکیداروں اور کتنے ہی نفع بازوں کی نظر عنایت کے بعد ایک بے بس قیدی کو ملا کرتا ہے، مولانا اس پر گزر کیا کرتے تھے۔

اے اور بی کلاس کے قیدی جب کوئی چیز مولانا کی خدمت میں پیش کرتے تھے تو آپ یہ کہہ کر واپس کر دیتے تھے کہ میں اس فیصلہ میں گورنمنٹ کی نافرمانی نہیں کرنا چاہتا کیونکہ انہوں نے مجھے سی کلاس کی غذا کا حکم دیا ہے۔ اصل میں اے یا بی کلاس آئینی طور پر عام قیدیوں کو مل سکتی تھی۔ مولانا کی پوزیشن اتنی بلند تھی کہ ان کی حیثیت کے آدمی کو اے کلاس نہ دینا انتہائی کمینگی تھی۔ لیکن سزا دینے والے افسروں کو بہانہ مل گیا تھا کہ ڈاکٹر خان کی گونمنٹ نے جب غلہ ڈھیر کی کسان تحریک میں مولانا اور دوسرے بے شمار کسان کارکنوں کو جیل بھیجا تھا تو انہوں نے بھی اپنے خاص انتقامی جذبات کے ماتحت مولانا کو سی کلاس میں رکھے جانے کا حکم دیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مولانا کی نازک صحت اور سی کلاس کی ناقص ترین غذا ان کی زندگی کو ظاہری طور پر ختم کرنے کا باعث بنی"۔

رائے عامہ پوپلزئی نمبر مورخہ 8 جون 1945ء میں شائع شدہ ایک خصوصی مضمون میں اسیر فرنگ سادھو سنگھ سوز مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی اس آخری قید کا آنکھوں دیکھا حال لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔

" حضرت مولانا صاحب کی تعریف مجھ سے نہیں ہو سکتی وہ بہادر، مجاہد، مستقل مزاج انسان تھے۔ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے سامنے اپنا سر نہیں جھکایا۔ یہاں تک کہ 1938ء میں کانگرسی

گورنمنٹ میں جو صحیح معنوں میں مزدور اور کسانوں کے حقوق کی ترجمانی نہیں کرتی تھی، موضع غلہ ڈھیر ضلع مردان میں جا کر کسانوں کے حقوق کی خاطر جدوجہد کی اور جیل گئے۔ مجھے اس واقعہ کو بھی سامنے لانے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ اس وقت کی وزارت جو کہ ہماری اپنی وزارت کہلاتی ہے یعنی کانگرس کی، نے مولانا صاحب کو چھ ماہ کے لئے سی کلاس میں رکھا۔ یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ تین سالہ آخری قید میں گورنمنٹ نے جو کہ گورنری راج تھا سی کلاس دی۔ مولانا صاحب نے کبھی بھی کسی کے آگے اپنے لئے بہتر سلوک کے لئے ہاتھ نہیں پھیلائے۔ مجھے ان کے ساتھ اس آخری قید میں پشاور جیل میں قید گزارنے کا موقع ملا۔ مستقل مزاج اتنے تھے کہ ایک دن جیل سپرنٹنڈنٹ نے مولانا صاحب سے کہا کہ آپ اپنی چکی سے باہر نہ نکلا کریں اور یہاں ہی اپنی مشقت پوری کر دیا کریں۔ مرحوم نے اپنی تمام قید جو کہ تین سال کی تھی، اس کوٹھڑی میں گزار دی اور رہائی کے بعد ایک نامراد بیماری (پلورسی) ساتھ لے کر آئے اور وہی ان کی موت کا کارن بنی۔ آج حضرت مولانا کی وفات سے ہمیں اور خاص کر اس غلام ملک کے غریب طبقہ کو کتنا صدمہ پہنچا ہوگا۔ ان کی موت یقیناً قوم و وطن کی موت ہے۔ مولانا صاحب کی عدم موجودگی اہل سرحد کو یقیناً محسوس ہوگی۔ میں یہ نہیں بیان کر سکتا ہوں کہ قبلہ کی وفات نے مجھے پر کیا اثر کیا ہے۔ کاش اتنا تو ہوتا کہ مرحوم کی لاش کو ایک کندھا تو دے دیتا۔ ان کے قدموں میں جاتے ہوئے ان کی رہائش گاہ تک پہنچتا، جس جگہ انہوں نے عمر بھر کے لئے اپنا بستر بچھا رکھا ہے۔ لیکن ایسا کب ہو سکتا ہے اس ظالم حکومت کو کب برداشت ہوگا کہ حضرت کے دلدادہ ان کا دیدار کر سکیں۔ مجھے تو محترم کی بے لاگ قربانیاں جو کہ آپ نے غریب مزدور کسان کے لئے دیں، تازیست نہیں بھول سکتیں۔ ان کی برسی پر جتنے بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔

(سادھو سنگھ سوز اسیر فرنگ پشاور)

مختلف حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ قریباً 42-1941ء میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب ڈیرہ جیل میں منتقل کر دیے گئے تھے۔ اس جیل میں حضرت کو بہت سختیاں برداشت کرنا پڑیں۔ گندگی، گرمی اور مچھروں، کھٹملوں کی بھرمار ہوتی تھی۔ اس جیل کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ محمد افضل خان تھے جو بہت سخت گیر شخص تھے۔ انہوں نے جیل کے احاطے میں موجود پودے وغیرہ بھی اکھاڑ پھینکے تھے کہ اگر قیدی کو جیل میں پودے اور پھول دیکھنے کو ملیں تو قید کا مطلب ہی کیا ہے۔ اس جیل کا ذکر کرتے ہوئے ڈیرہ کے فتح چند نسیم رائے عامہ پوپلزئی نمبر خصوصی مضمون میں لکھتے ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان کی جس بارک میں

وہ (مولانا عبدالرحیمؒ) کچھ عرصہ قیام پزیر تھے، اسی بارک میں راقم الحروف کو بھی کئی ماہ متواتر رہنے کا اتفاق حسنہ ہوا۔ مجھے جیل کے باسیوں یعنی قیدیوں سے مولانا موصوف کے تذکرے سننے کا کئی بار موقع ملا۔ جو دل پر نقش فی الحجر کی طرح ثبت ہو گئے۔ انہی تذکرات کے طفیل ان کے پرستاروں کے کاسہ دل غیر معمولی صبر وقناعت کی مے سے معیاد قید کی آخری ساعت تک لبریز و سرشار رہے۔ ہمارے کئی رفقاء ایسے بھی تھے جو ان کے زمانہ میں بھی قید رہ چکے تھے۔ وہ جب بھی ان کا ذکر چھیڑتے ہیں تو ان کی کرم فرمائیوں اور ان کے طرز زندگی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا اور آئینہ دل میں اس برگزیدہ رہنما کا عکس لطیف جلوہ نما ہوتا ہے۔ کان جب ذکر محبوب سے آشنا ہوتے ہیں تو گردنیں ان کے قدموں میں عقیدتاً جھک جاتی ہیں۔ جس فرد بشر کو ان سے ملنے کو فخر نصیب ہوا وہی ان کی طبع عالی اور ہر دلعزیزی کا مدح سرا نظر آیا اور ان کے حق میں یہی بار بار کہتے سنا۔

کرتے ہیں قدر سارے پیر و جوان تیری
تعریف گونجتی ہے تا آسمان تیری
(شری فتح چند نسیم ڈیرہ اسماعیل خان)

4 مئی 1942ء کو ڈیرہ اسماعیل خان میں مشقت کرتے ہوئے ان کو خبر دی گئی کہ چونکہ ان کے بھائی مولانا عبدالقیوم پوپلزئی کو بھی ڈیرہ اسماعیل خان جیل کا مزا چکھانا ضروری ہے اس لئے ان کو قید تنہائی کے حکم کے ساتھ ہری پور جیل منتقل کیا جا رہا ہے تاکہ ڈیرہ اسماعیل خان کی اذیت ناک جیل میں بھی دونوں بھائی اکٹھے نہ رہ سکیں۔ مولانا عبدالقیوم پوپلزئی اس اثنا میں ڈیرہ اسماعیل خان جیل پہنچے تو انہوں نے آتے ہی اپنے بڑے بھائی سے ان کی بیٹی کی ناگہانی وفات پر تعزیت کی اور کہا کہ اب گھر کو اللہ ہی کے حوالے کر کے میں بھی چلا آیا ہوں۔ مولانا عبدالقیوم صاحب کے ساتھ جیل میں مولانا غلام غوث ہزاروی بھی قید ہو کر آئے تھے۔ وہ پیشہ کے لحاظ سے حکیم بھی تھے۔ جیل کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بھی حکیم تھا۔ دونوں آپس میں حکمت پر تبادلہ خیال کرتے رہتے تھے۔ حاجی غلام عباس بھی ان دنوں اسی جیل میں قید کاٹ رہے تھے۔ غلہ گودام کا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مولانا عبدالقیوم پوپلزئی سے اپنی ایک رشتہ دار مریضہ کا کامیاب روحانی علاج کروانے کے بعد ان کا گرویدہ ہو چکا تھا۔ بعد میں وہ سخت گیر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل محمد افضل خان کوہاٹی بھی مولانا عبدالرحیم پوپلزئی اور مولانا عبدالقیوم پوپلزئی کا معتقد ہو گیا تھا۔ عمر بھر ان کا نام بڑے احترام سے لیتا تھا۔

1942 میں ہری پور سنٹرل جیل کی کال کوٹھڑی میں علامہ عبدالرحیم صاحب رات دن مقید رکھے جانے لگے۔ عید کا تہوار بھی آ پہنچا۔ اس قید کا حال رام سرن نگینہ نے جو اسی جیل میں نظر بند تھے۔ اس طرح لکھا ہے۔ "ہری پور سنٹرل جیل کی بات ہے ان دنوں عبدالغفار خان اسی جیل میں تھے اور صوبہ سرحد کے مفتی اعظم مولانا عبدالرحیم پوپلزئی بھی اپنی سالہ قید اسی جیل میں کاٹ رہے تھے۔ مجھے بھی اسی جیل میں رہتے ہوئے دو برس بیت گئے تھے۔ چونکہ اس احاطہ میں صرف آٹھ کوٹھڑیاں تھیں اور ہم تین قیدی۔ اس لئے ہمارا کھانا ایک ساتھ ہی بنتا تھا۔ مولانا صاحب اور خان باچا وہاں اپنی مقررہ قید کاٹ رہے تھے۔ اور میں نظر بند تھا۔ اس لئے میری قید کا کوئی اتہ پتہ نہ تھا۔ انہی دنوں روزے سر پر آ گئے۔ باچا خان اور مولانا صاحب نے جب پہلا روزہ رکھا تو مجھ سے کہا کہ تم اپنا کھانا بنوالو اور ہمارا کھانا شام کو اور صبح چار بجے بنا کرے گا۔ پہلے دن تو میں نے حسب عادت رات کا کھانا کھا لیا اور سو گیا۔ جب صبح چار بجے اچانک آنکھ کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا صاحب اور باچا خان مزے لے لے کر چائے پی رہے ہیں۔ سردی کے دن تھے اور پھر گرم گرم چائے،، جی للچانے لگا، باچا خان میری دبی دبی خواہش کو بھانپ گئے لیکن خاموش رہے۔ مولانا صاحب نے بھی میری طرف دیکھا اور چائے پینے لگے۔ میں چور آنکھوں سے دونوں کی طرف دیکھتا رہا۔ آخر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مطلب یہ تھا کہ ایک پیالی چائے میرے حلق میں بھی اُنڈیل دو۔ اور ایسا ہی ہوا۔ چائے تو مجھے پلا دی گئی۔ باچا خان نے کہا، اگر تم ہمارے ساتھ چائے میں شریک ہوتے ہو تو پھر دن کو بھی ہمارا ساتھ دو۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ تم دن کو بھی کھاتے رہو اور ہم اپنا منہ سمیٹے رکھیں۔ بات مذاق کی تھی۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ مجھے بھی روزے رکھنے چاہئیں۔ اس طرح ایک تو مجھے اپنے دونوں بزرگوں کا پکا ساتھی سمجھا جائے گا، دوسرے ثواب بھی ملے گا۔ لہذا میں نے بھی روزے رکھنے شروع کر دئے۔ اور اب دو کی جگہ تین روزہ دار اس احاطہ میں اکٹھے ہو گئے۔ یقین مانئے کہ روزے کا سارا مہینہ گزر گیا لیکن مجھے یہ محسوس نہ ہو سکا کہ میں نے بھی روزے رکھے ہیں۔ لیکن جب عید کا چاند دکھائی دیا اور بیچارے قیدیوں نے آہنی سلاخوں کے پیچھے سے چاند کا دھندلا سا عکس دیکھا تو فرط مسرت سے جھوم اٹھے۔ رات بھر قیدی ہنستے اور گاتے رہے۔ دن چڑھا۔ ہمارے احاطے کے سامنے والے کشادہ میدان میں قیدی اکھٹے ہونے لگے۔ سارا میدان بھر گیا۔ ہمارے احاطے کا دروازہ نہ کھل سکا۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ ابھی دروازہ کھلے گا اور حضرت مولانا صاحب امامت کے لئے آگے بڑھیں گے۔ مولانا صاحب مفتی تھے۔ ہر سال عید کی امامت فرمایا کرتے تھے۔ بھلا اب کیونکر ممکن تھا کہ

عید کی نماز پڑھی جائے اور مولانا صاحب نہ ہوں۔لیکن میری یہ بھول تھی۔ یہ محسوس ہی نہ کر سکا کہ یہ تو جیل ہے۔مولانا صاحب کا مقام تو بہت ہی اونچا ہے۔لیکن جیل والے تو انگریزوں کے غلام تھے۔ وہ کس طرح ایک باغی، انقلابی، دیش بھگت کو امامت کرنے کا فخر حاصل کرنے کی اجازت دیں۔عین نماز کے وقت ایک جیل افسر آیا اور کہا کہ آپ دونوں بزرگ احاطہ کے اندر ہی نماز ادا کر سکتے ہیں۔ باہر آنے کی آپکو اجازت نہیں۔اور میں نے دیکھا کہ سامنے والے احاطے میں قیدی غصے سے بھڑک رہے تھے ۔انہوں نے نماز تو پڑھ لی لیکن دکھی دل سے۔دو عظیم شخصیتیں ان کے سامنے ہوں اور وہ ان سے مصافحہ تک نہ کر سکیں۔ دور سے ہی علیک سلیک ہونے لگی۔ کچھ جذباتی قیدیوں نے اللہ اکبر اور زندہ باد کے نعرے لگائے۔ادھر سرکاری ملا نے خطبہ پڑھا۔خطبہ کیا تھا۔انگریزوں کا قصیدہ، زرخرید ملا بیچارہ پڑھتا بھی کیا۔تھوڑی ہی دیر میں ہمارے احاطے کے باہر بے شمار قیدی اکٹھے ہوگئے اور عید مبارک،عید مبارک کی آوازیں آنے لگیں۔اتنے میں جیل کے سپاہی دندناتے آئے اور قیدیوں کو ہانک کر لے گئے۔اور اس طرح ہم نے عید منائی۔۔۔۔۔۔جیل میں ان مقدس تہواروں میں کبھی کبھار شعر وشاعری بھی ہوتی تھی۔ لگے ہاتھوں حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی ایک نظم ملاحظہ فرمایئے اور دیکھئے کہ اس میں جیل کی عید کیا تاثر چھوڑتی ہے۔حضرت مولانا فرماتے ہیں۔

کیوں سر شام بچھی یہ صف ماتم کہ ابھی
تعزیت کرنے چلی آئی ہری پور کی عید
ہوتا آیا ہے کہ جس گھر میں ہو مظلوم کی عید
جا مناتے ہیں وہاں سب اسی دستور کی عید
کاوش نم ہے تف نالہ ہے اور یاد وطن
ہم نے زنداں میں منائی اسی دستور کی عید
خاک وخون میں نہ تڑپتے تو بتاتے کیسے
نوجواں ہند میں ہنگامہ منصور کی عید
اس تمنا میں مروں اور جیوں لاکھوں بار
کاش ہو جائے کبھی ہند میں مزدور کی عید

نوٹ:۔آثار بتاتے ہیں کہ مندرجہ بالا نظم مولانا صاحب نے 1932 کے ہری پور جیل کے زمانہ اسیری

میں کہی تھی۔ رام سرن نگینہ اس زمانے میں بھی ہری پور میں قید تھے۔

1942-43ء کے ہری پور جیل کے زمانہ اسیری کا ذکر حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ایک اور شاگرد اور سیاسی رفیق وارث خان رشکئی نے بھی اپنی کتاب "آزادے تحریک" میں کیا ہے۔ پشتو میں لکھتے ہیں کہ

"پشاور کی مسجد قاسم علی خان کے امام، نامور عالم دین اور مشہور سیاستدان حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم پوپلزئی ہری پور جیل سے باہرا کیلئے نظر بند تھے۔ قیدی خوش ہو رہے تھے کہ عید کے دن مولانا صاحب کا دیدار کریں گے۔ وہ ہماری امامت کریں گے۔ ان سے مستفید ہونے کا موقع ملے گا۔ لیکن ان کو اجازت نہ دی گئی۔ ان کی ایک نظم پشاور کے ایک نوجوان نے خوش الحانی سے سنائی۔ جو قیدی اردو سمجھتے تھے وہ رو پڑے۔

وہ نظم کچھ یوں تھی۔

تعزیت کرنے چلی آئی ہری پور کی عید

پشاور میں اسیری کے دوران 9 مارچ 1942ء کو بڑی تگ و دو کے بعد مولانا نے جیل سے ایک خط اپنے دوست مانسہرہ کے ملک امیر عالم اعوان کو لکھا۔ یہ خط سینسر کی نذر ہو کر 12 مارچ 1942ء کو اعلیٰ احکام کو پیش کیا گیا۔ امام حریت کے خط کا سرکاری ریکارڈ میں انگریزی ترجمہ موجود ہے۔ اصل اردو خط شاید حکام بالا کو بھیج دیا گیا تھا۔ انگریزی سے دوبارہ اردو میں جو ترجمہ بنتا ہے وہ یوں ہے۔

مکرمی ملک صاحب!

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اس کا طویل انتظار بالآخر رنگ لایا۔ میری دعا ہے کہ اسی طرح ہم بھی اپنے امتحان میں کامیاب ثابت ہوں۔ مجھ جیسے خود فراموش آدمی سے اس کی خیریت کا کیا پوچھنا۔ بہر حال میں اس حوصلہ افزائی پر آپ کا ممنون ہوں۔ میں نے آپ کو نہیں بھلایا اور یہ سوچ کر مطمئن ہوں کہ آپ کے زیر ہدایت سرحد کی کسان تحریک کمزور نہیں پڑے گی۔ آپ کی شخصیت اور مدد سے یقیناً کامیابی حاصل ہوگی۔ وقت کے فوری تقاضے زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔ لیکن اس میں کبھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ باہمی اختلافات کی خلیج چاہے فرقہ وارانہ ہو یا دوسری، پر کرنا خوشحالی کے لئے از بس ضروری ہے۔ لیکن میں ایسے وقت میں حالات حاضرہ کے متعلق اپنا نکتہ نظر پیش نہیں کر سکتا خصوصاً جب میں باہر کے حالات کے بارے میں اندھیرے میں ہوں۔ سی کلاس اور قید تنہائی میں سیاسی لوگوں سے ملنے جلنے یا اخبار وغیرہ

دیکھنے کا کوئی موقع نہ ہونے کی وجہ سے، میں کوئی رائے نہیں دے سکتا۔ خصوصاً آپ جیسے بیدار آدمی کو جو وقت کے ساتھ چلنا جانتا ہو اور جسے لودھی صاحب سے مشورہ کرنے کو موقع ملتا ہو۔ تاہم میں آپ سب سے التماس کروں گا کہ ایک ایسا پروگرام ترتیب دیں جو عوام کی حوصلہ افزائی کرے اور ملک میں امن اور آشتی کو فروغ دے۔

ضلع ہزارہ کے تمام دوستوں کو سلام کہیں۔ امید ہے آپ اپنی دعاؤں میں مجھے نہیں بھولیں گے۔ بچوں کو پیار۔

عبدالرحیم پوپلزئی (پشاور سنٹرل جیل)

یہ خط آرکائیوز ریکارڈ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 65 فائل نمبر 1159 میں 9 مارچ 1942ء کے ریکارڈ میں موجود ہے۔

اپریل 1942ء میں میاں عبدالقیوم آف بفہ ہزارہ نے امام حریت کو جو ان دنوں پشاور سنٹرل جیل میں تھے، ایک خط لکھا۔ یہ خط 20 اپریل کو ضبطی کے لئے حکام کو پیش کیا گیا۔ اس پر ڈی ایس پی پولیٹکل برانچ نے 22 اپریل 1942ء کو لکھا کہ یہ خط قابل ضبطی ہے۔ لیکن نئے قوائد کے تحت اس خط کو ضبط یا ضائع کرنے کی اطلاع مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل سپرنٹنڈنٹ کے ذریعے کر دیں۔

بمطابق ترجمہ خط حسب ذیل تھا۔

قابل قدر مولانا عبدالرحیم صاحب

اسلام علیکم!۔

میں اس بات پر معافی چاہتا ہوں کہ میں خط وکتابت میں بہت سست ہوں اور اس لئے آپ کو اور حکیم عبدالسلام صاحب کو خط نہ لکھ سکا۔ اس کے پیش نظر آپ اس کوتاہی کو عدم دلچسپی یا بے وفائی پر محمول نہ کریں۔ میں اپنے آپ کو آپ کے حالات سے باخبر رکھتا رہا ہوں۔ مجھے آپ کی علالت کا سن کر بے حد افسوس ہوا۔ میں دعا کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ غریبوں کے لئے آپ کی کاوشیں، محنت اور خدمات رنگ لا رہی ہیں۔ آپ کا لگایا ہوا پودا پھول اور پھل دے رہا ہے۔ ہم ممکنہ حد تک آپ کے لگائے ہوئے درخت کی آبیاری کر رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری پریشانیاں زیادہ ہیں اور کام بہت ہے۔

عمر فاروق بھی شکاری کا شکار بن چکے ہیں۔ ملک صاحب پہلے کی طرح کام کر رہے ہیں۔ ایک ہفتہ پہلے مانسہرہ کے اسسٹنٹ کمشنر سینٹ جان نے گجروں کے صدر اور سیکرٹری کو

زیر دفعہ 107 گرفتار کر کے اپنی نئی عمارت بنانی شروع کر دی ہے۔ اس نے بعد میں ان سے 2000 روپے ضمانت طلب کی اور انہیں قید کر دیا۔ جب گجروں کا ایک ریلا اگلی صبح مانسہرہ میں اُمڈ آیا تو صاحب بہادر ہوش میں آئے۔ اس نے انہیں فوری طور پر رہا کر دیا اور بذات خود مالیہ وصول کرنے بالا کوٹ گیا۔ اس نے پہلے گجروں کے خوانین کو مالیہ کی وصولی کا کام سونپنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ دنیا کے حالات ابتر ہو چکے ہیں۔ حکومت کا اپنا بنایا ہوا محل خود بخود گرتا نظر آ رہا ہے۔ سب لوگ حیرت زدہ ہیں۔ مولانا غلام غوث، حاجی فقیرا خان وغیرہ سب خیریت سے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب میرے ساتھ ہیں اور سلام کہتے ہیں۔ موجودہ اسسٹنٹ کمشنر نے جو انگریز ہے، مجھے تمام سیاسی سرگرمیاں ترک کرنے یا سیکرٹری کے عہدے سے مستعفی ہونے کو کہا۔ بڑی تگ ودو کے بعد اس نے آخر میں میرے واک آوٹ کرنے پر مجھے سیکرٹری نامزد کر دیا۔ مولانا حکیم عبدالسلام صاحب سے کہیں کہ میں نے ماسٹر غلام حیدر صاحب کے پاس ان کا خط دیکھا تو تسلی ہوئی۔ صاحب بھی موجود تھے۔ امید ہے حکیم عبدالسلام صاحب بھی میری سستی کا بر انہیں مانیں گے۔ سب دوستوں کی طرف سے سلام۔

آپ کا مخلص اور کاہل خادم

میاں عبدالقیوم

یہ ہوتا ہے اور ہمیشہ سے یہ ہوتا آیا ہے
زندانوں میں بازگشت آتی صدائے حق کی ہے (ترجمہ شعر)

نوٹ:۔ مندرجہ بالا خط آرکائیوز ریکارڈ میں سپیشل برانچ فہرست دوم کے بستہ نمبر 65 فائل 1160 میں موجود ہے۔ اس زمانہ اسیری میں امام حریت نے ایک چھوٹے سے کاغذ کے ٹکڑے پر ایک خط اپنے بھائی مولانا عبدالقیوم پوپلزئی کو پنسل سے تحریر کیا تھا۔ یہ خط حضرت کی نوادرات میں اب تک محفوظ ہے۔ خط پر کوئی تاریخ یا مقام درج نہیں، لیکن مندرجات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ خط حسب ذیل ہے۔

عزیز القدر مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

دعا! کیا کہوں کوئی بات پر کان نہیں دھرتا اور جو ہے سو اپنے اخلاص ومحبت کو اس طریقے سے عمل میں لاتا ہے جس سے سوائے اس کے ثواب کے مجھے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا، سنیئے! رہائی کی نہ مجھے لالچ ہے، نہ حکومت کی خواہش۔ پھر اس بارے میں سال بھر سے جو واویلا ہوا کیا نتیجہ نکلا جو آئندہ نکلے گا۔ ہاں اگر میری سہولتوں کا مطالبہ ہوتا۔ میری تکلیفوں، بیماریوں کی طرف پرزور طریقوں سے توجہ دلائی جاتی تو

البتہ کوئی بات ٹھکانے لگتی۔ایک سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے کہ پلورسی کی بیماری نے مجھے زندہ درگور کر دیا۔لیکن اب تک نہ ایکس رے ہوا۔اور نہ ہی علاج، آئیں بائیں شائیں سے وقت ٹال دیا جاتا ہے۔آپ لوگوں کے سامنے اس سے زیادہ کا کیا مطالبہ ہوسکتا ہے کہ حکومت کو ہر مناسب طریق سے مجبور کر دیا جاوے تاکہ وہ میرا ایکس رے کرائے، باقاعدہ طور پر جیل سے باہر مکمل علاج کرائے۔یہ کوئی معمولی بات نہیں۔اس میں پوری کوشش کی ضرورت ہے اور کافی پروپاگنڈے کی۔ایک شخص کی جان جائے اور دوسرا کہے، بالکل اچھا ہے۔لیکن یہ سب کام تمہارا ہے۔اگر تم اس وقت کام نہ آؤ تو دوسرے کس وقت آؤ گے۔میری جانب سے جناب حکیم عبدالعزیز صاحب سے سلام مسنون عرض کر دیجئے۔ کوئی مقوی اعضائے رئیسہ جو وہ تجویز فرمادیں، ماءالحم، بخار کی دوا، جوسفوف کی صورت میں ہو اور بہت مجرب، ان سے وصول کر کے میرے لئے بہت جلد ارسال فرمادیں، نیز موزے منقل، فروٹ خشک اور جو اشیاء بھی ارسال کرنا چاہیں، سب لالہ رام چند زرگر کو دلوادیں کہ وہ محفوظ طریقے سے جناب مکرمی لالہ جوالہ داس صاحب تاجر آہن کی دکان پر پہنچادے، اور دکان پر کہہ دے کہ وہ جناب لالہ صاحب موصوف کے نام فورا رسائی، پختہ محفوظ ذریعہ سے۔دوست احباب سے سلام مسنون عرض کر دیجئے۔

اس خط سے ایک بیمار اور نڈھال قیدی کی بے چارگی کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حاجی غلام عباس ساکن مہمند کالونی جب گرفتار ہوکر پشاور جیل پہنچے تو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو مشقتیوں کا لباس پہنے جیل میں مشقت کرتے دیکھا۔ایک دن جیلر مولانا عبدالرحیم صاحب کے پاس آ کھڑا ہوا۔آپ زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔آپ نے جیلر کو دیکھا لیکن شان بے نیازی سے زمین پر لیٹے رہے۔حضرت امام حریت ایک وظیفہ "الصمد" کا ورد کیا کرتے تھے۔اس کی آپ کو باقاعدہ اجازت حاصل تھی۔کہتے ہیں کہ اس وظیفے کا ورد انسان کو ہر چیز سے بے نیاز کر دیتا ہے۔خود اپنے کھانے، پینے، آرام اور سونے سے بھی بے نیازی ہوجاتی ہے۔اور کئی کئی دن فاقے کی حالت میں بھی معمولات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔استاد کامل کی رہنمائی کے بغیر اس کا ورد خطرے سے خالی نہیں۔البتہ "اللہ الصمد" کا ورد عام طور پر کیا جاسکتا ہے۔اس میں بھی دنیا سے بے نیازی حاصل ہوتی ہے۔

<u>1935-36</u>ء میں جب حضرت علامہ حجاز مقدس میں مقیم تھے تو روحانی معمولات میں مصروف رہتے تھے۔جب آپ حجاز پہنچے تو گورنر خود آپ کے استقبال کیلئے موجود تھا۔اس نے بتایا کہ مجھے خواب میں اس کا حکم ہوا ہے کہ ہمارے مہمان کا استقبال کیا جائے۔ابن سعود بادشاہ وقت نے آپ

کی بہت خاطر مدارت کی اور آپ کو شاہی مہمان بنا لیا۔ کوئی دو ہفتے بعد بادشاہ نے آپ سے کہا کہ مابدولت چاہتے ہیں کہ آپ مستقل طور پر سعودی عرب میں رہائش پذیر ہوجائیں۔ اس پر مولانا نے جواب دیا نَحْنُ لَا نُسْكُنُ هُنَاكَ یعنی مابدولت اب یہاں نہیں رہیں گے۔ یہ کہہ کر آپ سرکاری مہمان خانے سے باہر نکل گئے اور پھر تقریباً ایک سال تک ارض مقدس میں قلندرانہ زندگی گزارتے رہے۔ وہ عالمی اور ملکی سیاست سے بھی باخبر اور وابستہ رہتے تھے۔ پشاور جیل کی مذکورہ قید کے دوران ایک عرب باشندہ جو حجاز میں آپ کے زیر سایہ روحانیت کی منزلیں طے کر چکا تھا، آپ کی خدمت میں پشاور آ پہنچا۔ اسے جب پتہ چلا کہ حکومت وقت نے اس کے مرشد کو جیل میں مقید کر رکھا ہے تو وہ بہت ملول ہوا اور سیدھا پشاور سنٹرل جیل جا پہنچا۔ اس نے سنتریوں کی منت سماجت کی۔ لیکن اسے کوئی اندر جانے نہ دیتا تھا۔ آخر کار وہ جیل کی دیوار سے لگ کر زار و قطار رونے لگا۔ اتنے میں سید رسول شاہ مشتاق مولائی وہاں آ پہنچے۔ انہوں نے عربی میں اس رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں حضرت کی ملاقات کی خواہش لے کر اس شہر تک آیا ہوں۔ اب مجھے ان کی ایک جھلک دیکھنے کی اجازت بھی نہیں ملتی۔ اس نے بتایا کہ حضرت کی توجہ سے میری کایا پلٹ چکی ہے۔ سید رسول شاہ کے مطابق امام حریت نے اس عرب باشندے کو ایک ورد یاحلیم یاعلیم یاعلی یاعظیم بھی دیا تھا اور اسکی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔

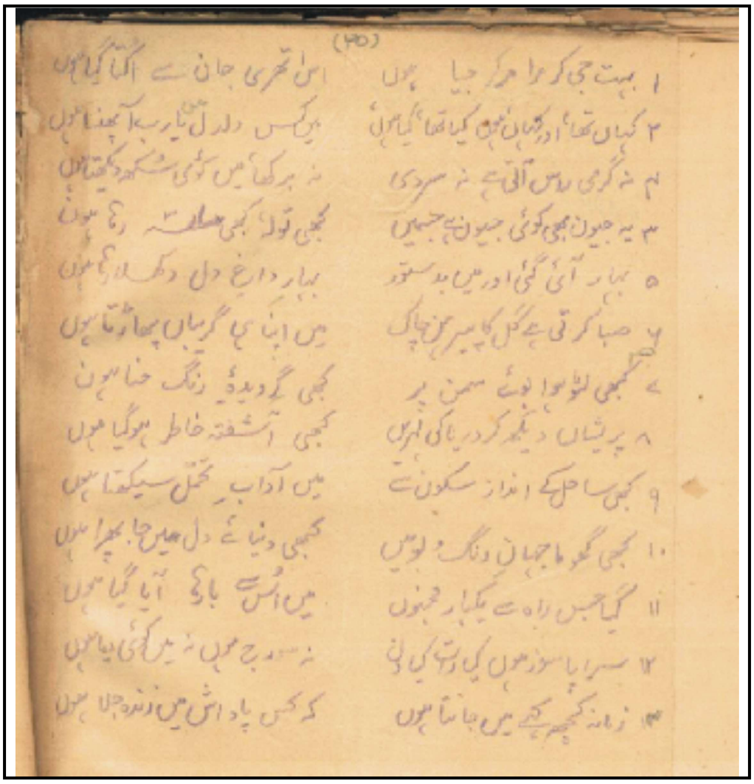
کئی حضرات کا بیان ہے کہ حضرت عام طریقے سے اپنا خط جیل سے باہر بھیجنے کی کوشش کرتے تھے لیکن اگر وہ ناممکن ہوجاتا تو غیبی طریقہ بروئے کار لاتے تھے۔ ملک عبداللہ جان اعوان حضرت کے بڑے معتقد تھے۔ وہ نیک اور عبادت گزار مسلمان تھے۔ جب حضرت جیل میں ہوتے تو ملک عبداللہ جان انہیں بہت یاد کرتے۔ ایک دن اسی فکر میں گم ملک صاحب نماز پڑھنے کے بعد گھر کی طرف واپس آرہے تھے تو زیارت شاہ رسول پیر کے ساتھ ساتھ سڑک پر چلتے ہوئے انہیں ایک خط نظر آیا جو ہوا میں اُڑ کر وہاں آ گرا تھا۔ جناب عبداللہ جان نے یہ خط اٹھایا اور گھر لے آئے۔ جب کھول کر پڑھوایا تو بڑے حیران ہوئے کہ یہ جیل میں موجود حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کا خط تھا جو عبداللہ جان اعوان ہی کے نام تھا۔ اور اس میں حضرت کے گھر کے لئے کچھ ہدایات بھی تھیں۔

ایک دن سید رسول شاہ حضرت کی ملاقات کے لئے پشاور جیل گئے۔ جب حضرت مشقت کرتے کرتے قیدیوں کے لباس میں ملاقات کے لئے ظاہر ہوئے تو سید رسول شاہ قاضی الوقت کو اس حال میں دیکھ کر رونے لگے۔ اور کہا کہ حضرت کیا جہاد کرنے کا ذمہ صرف آپ ہی کا ہے۔ اور لوگ بھی تو

اس کام کے لئے بہت ہیں۔آپ نے اپنی زندگی کو اذیتوں کے لئے ہی کیوں وقف کر رکھا ہے۔حضرت امام حریت نے سید رسول شاہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ افسوس اس بات کا ہے کہ اپنے اور پرائے، سب ہی مجھے ایک ہی مشورہ دیتے ہیں کہ میں اس مقصد سے ہاتھ اُٹھا کر تماشہ دیکھنے والوں میں شامل ہو جاؤں ۔اس طرح دوسروں کو بھی لواحقین یہی مشورہ دینے لگیں گے، اور پھر یہ کام کرنے اور قربانی پیش کرنے والا آخر کون رہے گا۔

ایک دن جیلر حضرت کی چکی کے دورے کے لئے آیا تو حضرت اس کی تعظیم کے لئے بالکل نہ اُٹھے۔اس نے حضرت سے کہا کہ میں جیل سپرنٹنڈنٹ ہوں۔حضرت نے کہا ہم عبدالرحیم ہیں۔جیلر بھنا کر واپس چلا گیا اور زیرلب بڑبڑانے لگا۔اگلے دن جیلر کے ایک ایسا پھوڑا نکل آیا کہ وہ بیٹھنے سے معذور ہوگیا۔حضرت کو اس کی حالت کا پتہ چلا تو اس کے عیادت کے لئے گئے۔اس نے حضرت کو کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا تو حضرت بیٹھ گئے اور وہ اپنی تکلیف کے باعث کھڑا رہا۔

سید رسول شاہ نے جیل میں حضرت کے فرزند عبدالروف کے ہمراہ حضرت سے ایک ملاقات کی تھی۔ملاقات کے بعد سید رسول شاہ نے حضرت کو کچھ نقدی دینا چاہی لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ملاقات ختم ہونے پر سید رسول شاہ نے ان میں سے ایک کرنسی نوٹ (مبلغ پانچ روپے) حضرت کی پشاوری چپل کی تہہ کے درمیان ٹھونس دیا۔بعد میں پتہ چلا کے حضرت نے وہ کرنسی نوٹ ایک بے آسرا طالب علم کو جیل سے رہائی کے وقت مرحمت فرما دیا تھا۔


(۴۵)

۱ بہت جی کر مر مر کر جیا ہوں — اِس تحریری جان سے اکتا گیا ہوں

۲ کہاں تھا اور کہاں ہوں کیا تھا کیا ہوں — ہر کس دلدل تاریک آ پھنسا ہوں

۴ نہ گرمی راس آتی ہے نہ سردی — نہ برکھا میں کوئی سکھ دیکھتا ہوں

۳ یہ جیون بھی کوئی جیون ہے جس میں — کبھی تولہ کبھی ماشہ رہا ہوں

۵ بہار آئی گئی اور میں بدستور — بہار داغ دل دکھلا رہا ہوں

۶ صبا کرتی ہے گل کا پیرہن چاک — میں اپنا ہی گریباں پھاڑتا ہوں

۷ کبھی لٹو ہوا بوئے سمن پر — کبھی گرویدۂ رنگ حنا ہوں

۸ پریشاں دیکھ کر دریا کی لہریں — کبھی آشفتہ خاطر ہو گیا ہوں

۹ کبھی ساحل کے انداز سکون سے — میں آداب تحمل سیکھتا ہوں

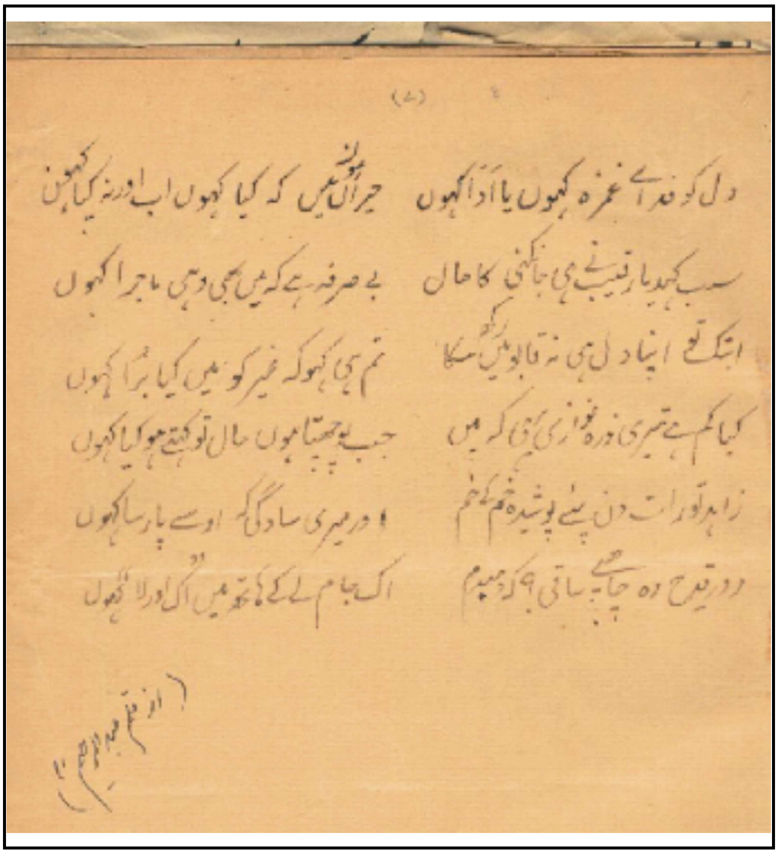
۱۰ کبھی گھوما جہان رنگ و بو میں — کبھی دنیا نے دل میں جا بھرا ہوں

۱۱ گیا جس راہ سے یکبار جنوں — میں اس سے باز آیا گیا ہوں

۱۲ سراپا سوز ہوں کیا ذات کیا نے — نہ سورج ہوں نہ میں کوئی دیا ہوں

۱۳ زمانہ کچھ کہے میں جانتا ہوں — کہ کس یاد اش میں زندہ جلا ہوں

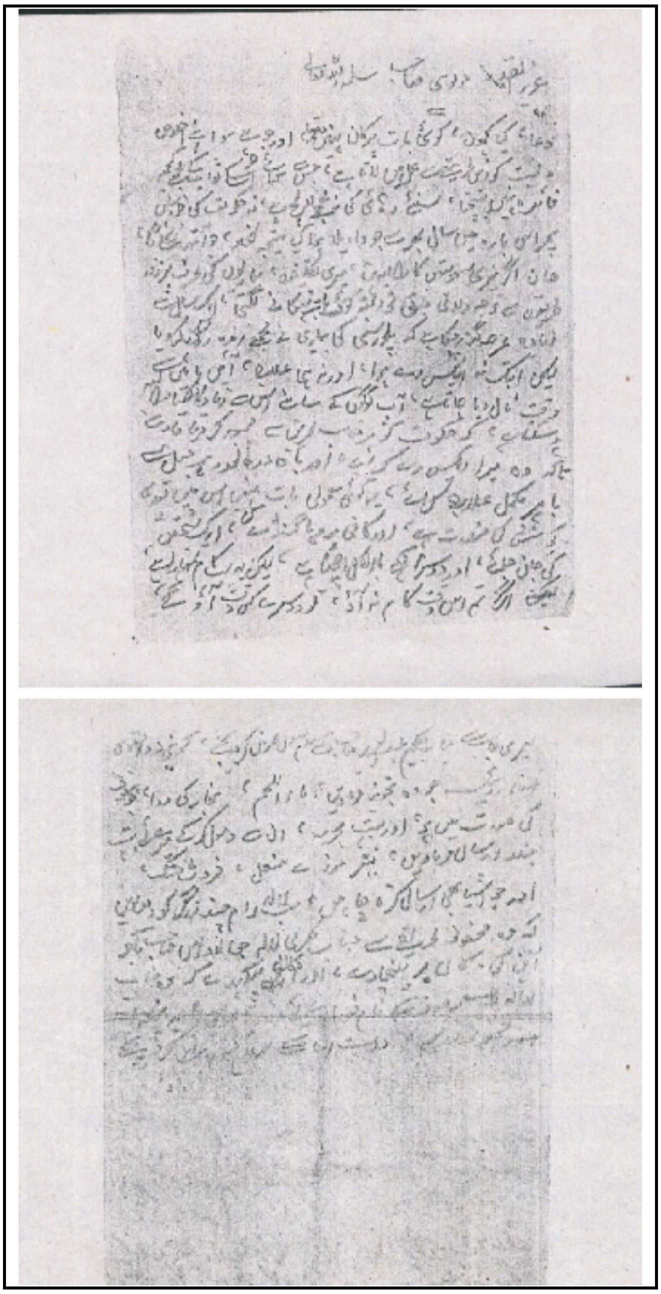
جیل میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر



دل کو فدائے غمزہ کہوں یا ادا کہوں — حیراں ہوں میں کہ کیا کہوں اب اور نہ کیا کہوں
سب کچھ دیا رقیب نے ہی جانکنی کا حال — بے صرفہ ہے کہ میں بھی وہی ماجرا کہوں
اشک تو اپنا دل ہی نہ قابو میں رکھ سکا — تم ہی کہو کہ غیر کو میں کیا برا کہوں
کیا کم ہے تیری ذرہ نوازی یہی کہ میں — جب پوچھتا ہوں حال تو کہتے ہو کیا کہوں
زاہد تو رات دن پئے پوشیدہ خم کے خم — اور میری سادگی کہ اوسے پارسا کہوں
دور قدح وہ چاہیے ساقی کہ دمبدم — اک جام لے کے ہاتھ میں اک اور لا کہوں

(از قلم عبدالرحیم)

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر۔



کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہاتھ لگنے پر لکھا گیا۔
آخری قید و بند کے دوران جیل سے مولانا کا ایک خط

باب ۲۹ امام حریت اور جمعیت علماء ہند

10 مئی 1940ء کو نماز جمعہ کے بعد مسجد مہابت خان میں مولانا محمد ایوب جان بنوری کی صدارت میں جمعیت علماء کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ اسلامیہ ہائی سکول کے استاد مولانا لطف اللہ نے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت کیں اور کہا کہ ڈیڑھ صدی سے مسلمانوں نے اپنا اقتدار کھو دیا ہے اور ان پر غیروں کی حکومت ہے۔ انہوں نے کہا کہ غیر ملکی حکومت نے ان کے مذہب کی حفاظت کے لئے کچھ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ہی اسلام کی حفاظت کرنے والا ہے۔ انہوں نے کہا کہ خان بہادروں اور نوابوں نے مسلمانوں کے لئے کوئی دینی ادارہ قائم نہیں کیا۔ حالانکہ وہ انگریزوں کی خوشامد کیلئے بہت پیسہ خرچ کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان خان بہادروں نے پشاور میں پہلے ایک احمدی مقرر درآمد کیا اور جب وہ تقریر کر رہا تھا تو میں نے حاضرین کو بتایا کہ یہ قادیانی ہے اور اس لئے سامعین اس کی تقریر سنے بغیر جلسے سے چلے گئے۔ انہوں نے کہا کہ علماء ہی عنایت اللہ خان مشرقی کے پروپیگنڈے کی مزاحمت کرتے رہے ہیں کیونکہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کر رہا تھا اور اس سے علماء کے ساتھ اس کی کچھ دشمنی سی ہوگئی ہے۔

جنگ عظیم دوم کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ کانگرس اور مجلس احرار ملک کی آزادی کا مطالبہ کرتی رہی ہیں لیکن بعض جماعتیں اس کی مخالفت کرتی ہیں۔ اس مخالفت سے انگریزوں کو انگشت نمائی کا موقع ملتا ہے اور وہ ہندوستانیوں سے کہتے ہیں کہ پہلے اپنے درمیان تو اتحاد پیدا کرو، پھر آزادی مانگو۔ انہوں نے مزید کہا کہ مخالف جماعت یہ پروپیگنڈے کر رہی ہے کہ اگر انگریز ہندوستان سے چلے گئے تو مسلمان غرق ہو جائیں گے۔ مخالف جماعتوں سے ان کی مراد مسلم لیگ اور ہندوستان مہا سبھا تھی۔

دہلی آزاد کانفرنس کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے حاضرین کو بتایا کہ کانفرنس میں بہت سے اہم فیصلے ہوئے اور انگریزوں کو بتا دیا گیا کہ اگر وہ ہندوستان سے چلے جائیں، تو ہندوستانی لوگ اپنے ملک کی حفاظت کر لیں گے۔ انہوں نے سامعین کو یہ بھی بتایا کہ جمعیت علماء کی کانفرنس 14 اور 15 مئی کو پشاور میں ہوگی۔ جس میں ہندوستان کے چوٹی کے علماء کرام شرکت کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس کانفرنس میں وزیرستان اور فلسطین کا مسلہ اٹھایا جائے گا۔ اور اس لئے آپ لوگ اپنے اپنے دیہات میں

اس کا اعلان کریں تا کہ لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہوسکیں۔ انہوں نے سامعین کو مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری اور سزایابی سے متعلق مطلع کیا۔ انہوں نے حسب ذیل قرارداد پڑھ کر سنائی۔

"جمعیت علماء سرحد کا یہ جلسہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ۵ سال قید بامشقت دینے کے ظالمانہ حکومتی اقدام پر اظہار نفرت کرتا ہے۔ اور مطالبہ کرتا ہے۔ کہ ایسی پالیسی ترک کر کے سرحد کے عوام کی تسلی کرائی جائے ورنہ حکومت خود نتائج کی ذمہ دار ہوگی۔ جمعیت علماء سرحد کا یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل میں بی کلاس دی جائے"۔

دونوں قراردادیں اتفاق رائے سے منظور کر لی گئیں۔

(بحوالہ آرکائیوز ریکارڈ پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 55 فائل نمبر 944 صفحہ نمبر 71 تا 75)

14 مئی 1940ء کو آل انڈیا جمعیت علماء ہند کی عظیم الشان کانفرنس نمک منڈی پشاور میں شروع ہوئی۔ اس میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا لطف اللہ آف جہانگیرہ نے بھی شرکت فرمائی۔ اور جلسہ عام کی پہلی نشست کا آغاز کرتے ہوئے ریگی کے مولانا شمس الحق نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی قید پر مبارکباد پیش کی اور جیل میں ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک روا رکھنے اور انہیں سپیشل کلاس نہ دینے پر حکومت کی پالیسی کی مذمت کی۔

مولانا غلام غوث ہزاروی نے ایک قرارداد پیش کی جس میں 27 سے 30 اپریل کو دہلی میں ہونے والی مسلم آزاد کانفرنس کی تمام قراردادوں کی توثیق کرتے ہوئے کہا گیا تھا کہ اس کو صوبہ سرحد کے عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہے اور بلاشبہ ہندوستانی مسلمانوں کے مذہب اور تہذیب کے لئے اس کے اقدامات مفید ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے مسلم لیگ پر نکتہ چینی کی اور کہا کہ یہ نوابوں، سروں اور خانوں کی جماعت ہے، جسے حکومت نے منظّم کیا ہے تا کہ مذہبی تنظیم کے طور پر آ گے آ کر یہ لوگوں کو دھوکہ دے اور ملک کی آزادی کی راہ میں رکاوٹیں ڈالے۔ انہوں نے وائسرائے کے اس اعلان کا ذکر کیا کہ ہم جمہوریت کی خاطر پولینڈ کی مدد کر رہے ہیں اور کہا اگر یہ صحیح ہے تو پھر فلسطین میں کیوں مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور ہندوستان کو کیوں آزادی نہیں دی جاتی۔ انہوں نے خاکساروں پر بھی تنقید کی کہ ان کے 600 آدمی گرفتار ہوئے تو وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ جبکہ احرار کے 600 ڈکٹیٹر اور تقریباً ڈیڑھ لاکھ رضا کار ہیں اور اگر دشمن سے جنگ ہوئی تو وہ کبھی پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔ یہ مخالفین کا گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے کہ اگر ہندوستان آزاد ہو گیا تو مرکزی اسمبلی میں اکثریتی عہدوں پر ہندو قبضہ کر لیں گے۔ مرکزی

حکومت صوبائی معاملات نہیں چلایا کرتی۔اس کا کام صرف امور خارجہ کی نگرانی ہوتا ہے۔

جلسہ عام کی دوسری نشست میں مولوی عبدالقیوم صاحب پوپلزئی نے اعلان کیا کہ سال 1940 کے لئے جمعیت علماء سرحد کے حسب ذیل عہدیدار منتخب ہوئے ہیں۔

صدر:	سید گل بادشاہ اکوڑہ
نائب صدر:	مولوی شمس الحق رنگی اور عبداللہ شاہ بھانہ ماڑی
ناظم:	سید ایوب شاہ بھانہ ماڑی
نائب ناظم:	مولوی عبدالقدوس زیارت کا کا صاحب
سیکرٹری :	مولوی لطف اللہ جہانگیرہ

ارکان ورکنگ کمیٹی: مولوی عبدالقیوم پوپلزئی پشاور شہر،مولانا غلام غوث ہزاروی،مولوی حبیب الرحمٰن بنوں،مولوی شمس الحق کوہاٹ،مولوی امین صاحب چارسدہ،مولوی محمد افضل ڈیرہ اسماعیل خان،مولوی محبوب شاہ مالاکنڈ اور مولوی محمد کریم ہنگو۔

15 مئی 1940ء کو نمک منڈی پشاور میں جمعیت علماء ہند کی شاندار کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس سے پہلے 14 مئی کو بھی کانفرنس کے اجلاس ہو چکے تھے۔شام ساڑھے آٹھ بجے کانفرنس کی تیسری نشست تھی۔اسکی صدارت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کر رہے تھے۔

جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے رنگی تھانہ متھرا کے مولانا شمس الحق دیوبندی نے ذیل کی قرار داد پیش کی۔

ا۔ "جمعیت علماء سرحد کی یہ عظیم الشان کانفرنس مفتی سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد پیش کرتی ہے اور انہیں 5 سال قید با مشقت کی زیادہ سے زیادہ سزا دینے کے جابرانہ حکومتی فیصلے پر عدم اطمینان ظاہر کرتی ہے۔مزید براں یہ اتنے بڑے عالم کو سپیشل کلاس نہ دینے کو ہمارے زخمی دلوں پر نمک پاشی کے مترادف قرار دیتی ہے۔نیز حکومت کو خبردار کرتی ہے کہ اس کی انتقامی کاروائی سے اسے کچھ حاصل نہ ہوگا"۔

مولانا گل بادشاہ نے اس قرارداد کی تائید میں پشتو میں تقریر کی اور سامعین کو بتایا کہ مولانا عبدالرحیم کو جو شیخ الہند کے قریب رہے ہیں،5 سال قید بامشقت کی سزا دے دی گئی ہے۔انہوں نے اعلان کیا کہ یہ صرف ملک کی آزادی کا نام لینے کی پاداش میں کیا گیا ہے۔اس قید و بند کا کوئی جواز موجود

نہیں۔

صدر جلسہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے سامعین کو بتایا کہ وہ دوسری کانفرنسوں کی بنیاد پر قراردادیں منظور کریں اور کھلے اجلاس میں ان پر بحث وتمحیص نہ کریں۔انہوں نے کہا کہ یہ قراردادیں آپ کے سامنے پارٹی کی پالیسی کے طور پر پیش کی جائیں گی اوران کو منظور یا نامنظور کرنے کے لئے نہیں کہا جائیگا۔مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ذیل کی قرارداد پیش کی۔

۲۔ "جمعیت علماء سرحد کا یہ عظیم جلسہ دہلی کی آزاد مسلم کانفرنس پر اپنے مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہے اوراس کی تمام تجاویز کو ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ہر لحاظ سے مفید قرار دیتا ہے۔ یہ آزاد مسلم کانفرنس کو یقین دلاتا ہے کہ سرحد کے مسلمان اس کے پروگرام سے مکمل ہمدردی رکھتے ہیں نیز اس صوبے کے مسلمانوں سے توقع کرتا ہے کہ ان تجاویز پر عمل درآمد کرکے اورانہیں کامیاب بنا کر اپنی سابقہ روایت کا ثبوت فراہم کریں" اس قرارداد پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ موجودہ عظیم الشان کانفرنس دہلی میں 30 اپریل 1940ء کو ہونے والی آزاد مسلم کانفرنس کی تمام قراردادوں کی تائید کرتی ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ہمارے دشمن جذبہ آزادی کو دبانے کی کوشش کررہے ہیں اور یہ جذبہ ہمارے دلوں میں زندہ ہے۔ ہمارا سب سے بڑا دشمن خود اغیار کی حکومت ہے۔اس دشمن کے پیروکار یہ نہیں چاہتے کہ ان کے سر سے برطانیہ کا سایہ اُٹھ جائے۔انہوں نے مزید کہا کہ مسلم لیگ نے کوئی قربانی نہیں دی اوراس نے ہندوستان کی آزادی کے لئے کوئی ایک قدم بھی نہیں اُٹھایا اوراسی وجہ سے حکومت کو کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان طے پانے والے سمجھوتے پر کوئی اعتبار نہیں ہے۔انہوں نے کہا کہ جناح صاحب مسلم لیگ کے ٹکٹ پر امیدواروں کو اسمبلیوں میں دوبارہ نہیں لاسکتے۔انہوں نے مزید کہا کہ حکومت نے مختلف کانگرسی صوبوں میں قوم پرستوں کے مقابلے کیلئے ایک تنظیم کی ضرورت محسوس کی اوراس لئے یہ تنظیم بنائی گئی۔

انہوں نے کہا کہ لیگ خطاب یافتہ لوگوں اور سرمایہ داروں کی جماعت ہے۔انہوں نے سامعین کو خبردار کیا کہ جب کسی ملک میں آزادی کے لئے تحریک چلائی جاتی ہے تو اس کے نتیجے میں وہ ملک آزاد ہوجاتا ہے،موجود حکومت تحریک آزادی کو کچلنے کی کوشش کررہی ہے۔

دوران تقریر انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ وہ تمام لوگ جو مسلم لیگ میں شامل ہوئے ہیں نہ

تو سب کے سب غدار ہیں نہ ہی سب بے ایمان ہیں۔لیکن حکومت کے آدمیوں کی اکثریت اس میں شامل ہے۔مسلم لیگ کی وجہ سے انگریز ریڈیو امریکہ کے ذریعے یہ بیان دینے کے قابل ہو گئے کہ ہم ہندوستان کو آزاد کرنا چاہتے ہیں لیکن مسلمان آزادی نہیں چاہتے۔کیونکہ ان کا خیال ہے کہ اگر انگریز ہندوستان سے چلا گیا تو مسلمان برباد ہو جائیں گے۔اس طرح برطانوی حکومت نے ان ممالک کا منہ بند کر دیا جو اسے ہندوستان کی آزادی کا کہہ رہے تھے۔جب کہ خود انگریز پولینڈ،ڈینمارک،اور ناروے وغیرہ کی آزادی کے لئے لڑ رہے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ آخر ہندوستان کو کیوں آزاد نہیں کیا جا رہا۔اور فلسطین میں ہزاروں لوگ کیوں ظلم وستم کا نشانہ بنائے جا رہے ہیں۔انہوں نے فلسطین میں ڈھائے جانے والے مظالم بیان کئے اور کہا کہ ہندوستان میں جو آزادی چاہتا ہے اس کی سزا پانچ سال قید ہے(ان کا اشارہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی طرف تھا)۔انہوں نے اس خیال کو بے بنیاد قرار دیا کہ انگریز چلے گئے تو خانہ جنگی ہو جائے گی اور مختلف مذاہب کے پیروکار تباہ ہو جائیں گے۔انہوں نے کہا کہ انگریزوں کی حکومت سے پہلے مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں کس طرح امن وآشتی سے رہتے تھے۔انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی آزادی کے خلاف جو بھی مخالفانہ پروپیگنڈہ ہو رہا ہے اس کی ذمہ دار لیگ ہے۔اسلامی ملکوں میں بھی برطانوی حکومت نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان خود آزادی نہیں چاہتے۔انہوں نے سامعین کو بتایا کہ سر سکندر نے موجودہ جنگ عظیم میں حکومت برطانیہ کو امداد فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہے۔انہوں نے جمعیت علماء ہند کے صدر مفتی کفایت اللہ دہلوی کے ایک شائع شدہ مضمون کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ مفتی صاحب نے لکھا ہے کہ اسلامی ممالک میں یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان برطانیہ کی غلامی میں خوش ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ برطانیہ انہیں اکثریتی مذہب کے رحم وکرم پر چھوڑ کر چلا جائے۔

انہوں نے کہا کہ اس مضمون کے جواب میں ایک شخص نے جو خود کو ترک اور بہادر قرار دیتا ہے،مفتی صاحب کو ایک خط لکھا کہ ترکوں کو یقین ہے کہ ہندوستان کے مسلمان آزادی مانگ رہے ہیں اور ترکی میں اس قسم کا کوئی پروپیگنڈہ نہیں ہو رہا جس کا آپ کے مضمون میں ذکر ہے۔اسی خط میں اسی ترک نے یہ بھی لکھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو بت پرستی کی قائل ہے اور وہ بتوں کو سجدہ کرتی ہے۔یہ جماعت علماء،احرار اور ان مسلمانوں کی ہے جو آزادی چاہتے ہیں۔

انہوں نے سامعین کو بتایا کہ اس خط کا لکھنے والا دراصل ترک نہیں تاجک ہے۔ جو افغانستان سے بھاگا ہوا ہے اور ترکی میں ادھر اُدھر گھومتا پھرتا ہے اور آخر لامرتاول کے نواب سے خیرات بھی لے چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس شخص نے اپنی ایک بیٹی کی شادی ایک قادیانی سے کی ہے اور کسی کی ہدایت پر صوبہ سرحد کا دورہ کیا ہے۔ انہوں نے حاضرین پر انکشاف کیا کہ اس خط کا تحریرکنندہ کرنل ذکر یا ہے جس کی اصلیت افغانستان کے کونسلر نے آشکارا کردی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ان تمام اخبارات کے تراشے ہیں جن میں امریکہ ریڈیو کے وہ پروگرام ہیں جن میں کہا گیا کہ ہندوستان کے مسلمان آزادی نہیں چاہتے۔ اور یہ بدنما داغ آپ کے ماتھے پر لیگ نے لگایا ہے کہ مسلمان غلامی کے دل دادہ ہیں۔ اور آزادی کی راہ میں اسی لئے رکاوٹیں ڈال رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان کو ہر حال میں آزادی حاصل کرنی چاہیے اور مسلمان ضرور آزادی کی جدوجہد میں شریک ہونگے۔

انہوں نے کہا کہ ہندوستان کی آزادی کی جدوجہد خاکساروں کی جدوجہد کی طرح نہیں ہوگی کہ 600 خاکساروں کی گرفتاری کے بعد خاموش ہو کر بیٹھ جائے۔ انہوں نے کہا کہ خاکسار رہنما اپنی طاقت کے بارے میں جو چاہیں کہہ لیں لیکن انہیں پتہ ہونا چاہیے کہ برطانوی حکومت ان کی سرگرمیوں کے ایک ایک انچ سے باخبر ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ انگریزی حکومت کے انتظامات کے مطابق اس کانفرنس میں کہا جانے والا ایک ایک لفظ سی آئی ڈی والے نوٹ کر رہے ہیں۔ تاہم انہوں نے کہا کہ انگریزوں کی سی آئی ڈی اتنی بھی مکمل نہیں ہے۔ ورنہ وہ ڈینمارک پر جرمنی کے حملے کے منصوبے سے باخبر ہو جاتی۔

انہوں نے کہا کہ ہم 600 خاکساروں کی جدوجہد والی تحریک نہیں چلاتے۔ ہمارے چھ سو احرار ڈکٹیٹر فوجی بھرتی بائیکاٹ کو روکنے کے لئے کافی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ (خاکسار) تو انگریزوں سے لڑنا نہیں چاہتے کیونکہ ان کے خیال میں جو کچھ ملک میں ہو رہا ہے ٹھیک ہی ہو رہا ہے۔

انہوں نے قرآن پاک کے احکام کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ ہمیں خواہ مخواہ دشمنوں سے لڑنے کی خواہش کرنے کا حکم نہیں۔ لیکن جب ہمیں مجبور کر دیا جائے تو پھر ثابت قدم رہنے اور پیچھے نہ ہٹنے کا حکم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو انگریز سے لڑنے کے شوقین نہیں ہیں۔ لیکن یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا قانون ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ اگر انہوں نے آج ہمیں قانون حوالے نہ کیا تو کل حوالے کرنا پڑے گا۔

انہوں نے کہا کہ یہ میری پیشن گوئی ہے کہ ہمیں اپنا ملک دے دیا جائے گا کیونکہ جب ایک رات میں دوتہائی مما لک تباہ ہوئے تو دنیا بھر میں انقلاب آ گیا تھا۔انہوں نے سامعین کو بتایا کہ دنیا کے حالات بہت خراب ہیں اور آنے والے انقلاب کو کوئی نہیں ٹال سکے گا۔انہوں نے کہا کہ غریب،مزدور اور کسان ایک روٹی کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں اور ہندوستان میں بے شمار پڑھے لکھے بیروزگار ہیں۔ یہ سب مجبوراانقلابی تحریک میں شامل ہونگے۔حکومت کا یہ اعلان کہ ریٹائرمنٹ کی حد 55 سال عمر کردی جائے گی بیروزگاری کا علاج نہیں کرسکتا۔ بیروزگاروں کی اکثریت انقلابی تحریک کا ساتھ دے گی اور ایک جنگ شروع ہوگی۔اگر چہ ہم جنگ کے حق میں نہیں۔انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ہمارے ساتھ انصاف اور انسانیت کے اصول پر معاملہ طے کرے۔ ہندوستان ہمارااپنا ملک ہے۔اس لئے اس کے نظم ونسق اور قانون سازی میں ہمارا پورا پورا اختیار ہونا چاہیئے۔اگر ایسا نہ کیا گیا تو بھی ہندوستان نے آزادضرور ہونا ہے۔50 ہزار علماءفوجی بھرتی کے خلاف ہیں اور جمعیت علماء کے علاوہ کانگرس کے لاکھوں ارکان اوررضا کار ہیں جو بھرتی کے بائیکاٹ کے لئے تیار ہیں۔

ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جدوجہد کی جائے گی۔میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جدوجہد کی شکل کیا ہوگی لیکن یہ عدم تشدد کی جدوجہد ہوگی۔اورحکومت کو پشیمانی ہوگی۔انہوں نے کہا مسلم لیگ کی طرف سے آزادی کی جدوجہد میں رکاوٹیں پیدا کرنا بند کیا جائے اور دوسری قوموں اور دوسرے مما لک کو بتادیا جائے کہ ہندوستان کے مسلمان جدوجہدآزادی میں کسی سے پیچھے نہیں۔

انہوں نے 30-1920ء کی تحریکوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان تحریکوں کا علم علی برادران جیسے مسلمانوں نے ہی اُٹھایا ہوا تھا۔اور جب انہوں نے دوسروں کو پرچم تھما دیا توانہیں اس کے پیچھے چلنا پڑ گیا جس کو پرچم دے دیا گیا تھا۔انہوں نے کہا کہ اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں وہ پرچم دوبارہ تھامنے کا موقع مل سکتا ہے اوراس طرح ہمارے ماتھے کا داغ بھی دور ہوسکتا ہے۔ ہندوستان بھر کی تمام ذمہ دار انجمنیں (آزادمسلم کانفرنس) دہلی میں جمع ہوئیں اور اعلان کیا گیا کہ ہندوستان کے مسلمان آزادی چاہتے ہیں یانہیں۔تو مسلمانوں نے یک آواز ہوکر کہا کہ ہم آزادی چاہتے ہیں۔جدوجہد آزادی میں ہندوستان کے مسلمانوں نے بہت قربانیاں دی ہیں اور جب پھرموقع آیا تو مسلمان پھر بھی قربانیاں دیں گے۔انہوں نے کہا کہ دنیاوی طاقت سے کامیابی حاصل کی جاتی ہے اوراس کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔انہوں نے نوجوانوں سے کہا کہ طاقت حاصل کرواوراحرار کا ساتھ دو۔

اس موقع پر کسی نے ظالم حکومت برباد کا نعرہ لگایا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے اس پر آمین کہتے ہوئے کہا کہ ظلم اب زیادہ دیر نہیں رہے گا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی سزایابی کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر مجھے 20 سال قید بھی ہوجائے تو بھی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ظالم (ہٹلر) نے ساتھ آٹھ ممالک کو روند ڈالا ہے اور ہم ظالم کی حمایت بھی نہیں کریں گے۔ انہوں کہا کہ لیگ کا پر پیگنڈہ بے بنیاد ہے کہ مسلمانوں کا مستقبل محفوظ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ 9 کروڑ مسلمانوں کا مستقبل محفوظ ہے۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اپنے ہمسایوں کا خیال رکھیں اور مذہب کے نام پر فساد نہ کریں۔ اس سے ان کی مراد گائے کے ذبیحہ پر فرقہ وارانہ فسادات تھی۔ انہوں نے حاضرین پر زور دیا کہ اپنے اندر طاقت پیدا کریں۔ انہوں نے کہا کہ اپنے حقوق کے لئے احرار جانوں کی قربانی دینے کے لئے بھی تیار ہیں۔ آزادی کی جنگ کانگرس اور ہم مل کر لڑیں گے اور اگر ہمارے حقوق پامال ہوئے تو مسلمانوں کی اپنی جماعت اس وقت تک لڑے گی جب تک کہ شریعت کا قانون نافذ نہیں ہوجاتا۔ انہوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ جب تک اسلامی قانون نافذ نہ ہوجائے ،ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ ہم قرآن پاک کی خاطر لڑ رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا وجود قائم ہے۔ انہوں نے کہا کہ آزاد مسلم کانفرنس میں 25 افراد پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیا گیا جو دو ماہ کے اندر مسلمانوں کے حقوق سے متعلق رپورٹ پیش کرے گا۔ انہوں نے مسلم لیگ اور محمد علی جناح کے اس موقف پر تنقید کی کہ شادی کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے شریعت کے قانون کو پامال کرنے پر لیگیوں کو ہدف تنقید بنایا اور کہا کہ علماء کرام اس کی مدافعت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان لوگوں کے خلاف ہیں جو یورپی فیشن اختیار کر رہے ہیں، جو شراب پیتے ہیں اور جن کی بیویاں انگریزوں کے ساتھ ناچتی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ لیگ کے بہانوں کا تدارک کرنے کے لئے ہم نے مطالبہ کیا ہے کہ خود مختار صوبائی حکومتیں بنائی جائیں۔ تقریر کے آخر میں انہوں نے قرارداد کی پرزور حمایت کی۔

(بحوالہ پشاور آرکائیوز ریکارڈ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 51 فائل 940 صفحہ 51 تا 75)

احرار کے ڈکٹیٹر مخدوم شاہ کوہاٹی نے بھی قرارداد کی تائید کی۔

یکم اور دو اگست 1940ء کی درمیانی رات کو جمعیت علماء مردان کا ایک جلسہ باڑی چم ہوتی مردان میں منعقد ہوا۔ شرکاء میں درجن بھر باوردی سرخپوش بھی موجود تھے۔ مختلف مقررین نے مذہبی

تقریریں کیں۔جن میں جمعیت علماء کے اغراض ومقاصد، سیاست اور یورپی صورت حال پرتقریریں شامل تھیں۔آخر میں حسب ذیل قراردادیں منظور کر لی گئیں۔

1۔ پشاور کے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی گرفتاری اور بعدازاں سزایابی پراظہار ناراضگی کیا جاتا ہےاور مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان کی تشویشناک حالت کے پیش نظرانہیں فوری طور پر رہا کیا جائے۔

2۔ جمعیت علماءمسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ مختلف مراکز میں کھولے گئے جمعیت کے سکولوں کے لئے دام درم قدم سخن مدد کریں۔

(بحوالہ سپیشل برانچ ریکارڈ آرکائیوز پشاورفہرست دوم بستہ نمبر 55 فائل 940 صفحہ 113)

16 دسمبر 1940ء کو درگئی کی مسجد جانس خان میں ایک اجلاس منعقد ہوا۔اس کی صدارت مولانا عبدالجلیل واردگانے کی۔اس اجلاس نے قرارداد منظور کی کہ جمعیت علماء ہند کے پروگرام کو آگے بڑھایا جائے۔جمعیت کے سیکرٹری عبدالمالک نے کہا کہ اگر خان عبدالغفار نے انہیں ستیہ گرہ کے لئے مدعو کیا تو وہ بخوشی اس میں شرکت کریں گے۔اس اجلاس میں ماسٹر عبدالکریم،ارباب عبدالغفور خان اور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے ساتھ ان کی گرفتاری پر ہمدردی کا اظہار کیا گیا۔

سرخکی کے مولوی عیسیٰ اور گندہ کارخانہ کے شاد محمد نے کہا کہ ہمیں سیاسی معاملات میں حصہ نہیں لینا چاہیے لیکن باقی ارکان نے ان دونوں کی مخالفت کی۔

(بحوالہ سپیشل برانچ ریکارڈ آرکائیوز پشاورفہرست دوم بستہ نمبر 55 فائل 946 صفحہ 49)



علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے بھائی مفتی عبدالقیوم پوپلزئی جناح پارک پشاور میں جلسہ عام سے خطاب کر رہے ہیں۔

باب۳۰ تشویشناک حالت میں رہائی

جیل میں تاریک اور تنگ کوٹھڑیوں میں قید رکھے جانے اور بدترین ناقص خوراک ملنے سے مولانا کی صحت بہت خراب ہوگئی۔ وہ پہلے ہی سے جیلوں میں اسی طرح کے ماحول میں رہنے کے باعث تب دق اور پلورسی میں مبتلا تھے۔ مولانا کی حالت بگڑنے کی خبریں روزانہ سننے میں آنے لگیں تو مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ جس کے نتیجے میں جولائی ۱۹۴۱ء میں مسلم لیگ نے ایک اجلاس منعقد کرکے مولانا کی رہائی کا مطالبہ کیا اور ڈپٹی کمشنر سے اس سلسلے میں ملاقات کیلئے وفد تشکیل دیا۔ اس وفد میں میاں غلام حسین مالک پشاور ہاؤس، آغا سید زمان شاہ پیر آف یکہ توت، سید سکندر شاہ صاحب اور جناب یونس علی خان شامل تھے۔ اسی طرح انجمن خیر خواہان حیدرآباد کے حافظ عبدالرحمان نے ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کرکے علامہ عبدالرحیم اور انکے بھائی مولانا عبدالقیوم کی رہائی کا مطالبہ پیش کیا۔ یہ سب ریکارڈ سپیشل برانچ فہرست دوم کے بستہ نمبر ۴۶ کی فائل نمبر ۵۳۷ سال ۱۹۴۱ کے صفحہ نمبر ۷ کی ہفتہ وار ڈائری نمبر ۲۸ بابت ۴۱-۷-۱۱ کی رپورٹ بسلسلہ "مسلم لیگ صوبہ سرحد میں" بمقام پشاور آرکائیوز محفوظ ہے۔

۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء کی رات کو (سابق وزیر اعلیٰ صوبہ سرحد) سردار اورنگزیب خان ایم ایل اے کے بالا خانے پر مسلم لیگیوں کا ایک اہم اجلاس ہوا۔ اس میں سید الاحرار آغا سید لعل بادشاہ، کریم اٹلی، غلام حسین آف پشاور بوٹ ہاؤس، خواجہ اللہ بخش، حافظ فضل محمود وغیرہ شریک تھے۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی رہائی کے سلسلے میں کوششیں کی جائیں۔ یہ تفصیل مندرجہ بالا سپشل برانچ بستہ نمبر ۴۶ کی فائل نمبر ۵۳۷ میں صفحہ ۲۱ پر موجود ہے۔

اس کے باوجود علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو رہا نہ کیا گیا۔ بلکہ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر ۷۰ کی فائل نمبر ۱۲۴۷ کے صفحہ نمبر ۲۱ بمطابق آرکائیوز پشاور سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اس حالت میں بھی ڈیرہ اسماعیل خان پھر پشاور اور پھر چار مئی ۱۹۴۲ء کو قید تنہائی کے حکم کے ساتھ ہری پور جیل میں قید کر دیا گیا تھا۔ آپ کے بھائی کو تین سال قید بامشقت کی سزا ہوئی تھی۔ مولانا عبدالقیوم صاحب کو ۲۱ مارچ ۱۹۴۲ء کو رہا کر دیا گیا۔ لیکن علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کو رہائی نہ مل سکی۔ بلکہ آپ پر سخت پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ جب آپ کی زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو بالآخر ۱۷ جنوری ۱۹۴۳ء کو آپ کو محض اس لئے

رہا کر دیا گیا کہ آپ کا جنازہ جیل کی بجائے گھر سے اٹھے۔اس روز پشاور سنٹرل جیل کے قیدیوں نے رہا ہونے والے قریب المرگ امام حریت کو ایک سپاسنامہ پیش کیا۔وہ سپاسنامہ یہ تھا۔

بخدمت جناب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مفتی سرحد پشاور

منجانب

نظر بندان واسیران فرنگ سنٹرل جیل پشاور صوبہ سرحد

محترم راہنما آج ہم نظر بندان واسیران پشاور سنٹرل جیل آپ کو طویل قید و بند کے مصائب برداشت کرنے کے بعد رہائی کے الوداعی موقع پر مبارکباد پیش کرنے کیلئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔

مکرمی! ہم آپ کی ان قربانیوں کا تذکرہ جو وقتاً فوقتاً آپ آزادی وطن کی خاطر کرتے رہے ہیں اس جیل کی پابندیوں میں مکمل طور پر کرنے سے قاصر ہیں۔ بہادر جرنیل!۔آپ مسلسل چوتھائی صدی سے غیر ملکی حکومت کے پنجہ استبداد سے ہندوستان کو نجات دلانے کے لئے جوجدوجہد کر رہے ہیں کوئی بھی محبّ وطن اس کو سراہے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پیارے سردار!۔آزادی وطن کی وادی پر خار میں جس قدر نوک دار کانٹے آپ کو چبھے ہیں شاید ہی صوبہ سرحد میں کسی نے ایسے درد کا لطف اٹھایا ہو۔آپ اس وادی میں ہمیشہ اس شعر پر عمل پیرا رہے ہیں کہ

پاؤں کے چھالے ہیں مشکیزہ بدوش

پیاس کانٹوں کی بجھانا چاہیے

عالی جناب! آپ نے صوبہ سرحد کے سیاسی معیار کو اپنی قربانیوں سے جتنا بلند کیا ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔

مجدد سرحد! آپ نے سیاسی اور اصلاحی خدمات کے علاوہ صوبہ سرحد کے پٹھانوں میں جو مذہبی بیداری پیدا کی ہے وہ بھی قابل تعریف وتوصیف ہے۔

قابل احترام مولانا! آپ کو وطنی جدوجہد کے سلسلے میں جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑی کے اندر بربادی صحت کے علاوہ خانگی صدمات اٹھانے پڑے، وہ بھی ہم سے پوشیدہ نہیں۔

جناب والا! آپ نے جیل کے غیر آئینی ماحول میں تکلیفات کا سینہ سپر مقابلہ کیا۔ہم اس کیلئے خراج

تحسین ادا کرتے ہوئے اللہ تبارک تعالیٰ سے آپ کی درازی عمر اور صحت کاملہ کیلئے دست بدعا ہیں۔
حضرت مولانا! ہمیں یقین واثق ہے کہ جب تک ہندوستان انگریزی شہنشاہیت کی جابرانہ پالیسی سے خلاصی حاصل نہیں کر لیتا، آپ آزادی وطن کی تحاریک کی رہنمائی فرماتے رہیں گے۔
جناب عالی! آخر میں ہم ایک مرتبہ پھر آپ کی درازی عمر کیلئے دعا کرتے ہوئے آپ کو خلوص قلب سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ہم ہیں آپ کے مخلص پیروکار۔اسیران ونظر بندان فرنگ سنٹرل جیل پشاور
مورخہ ۱۷-۱-۱۹۴۳

فقیر آف اپی نے حضرت علامہ عبدالرحیم کو ان کی شاندار قومی خدمات پر خلعت پیش کیا۔اس خلعت پر طلائی کشیدہ کاری ہوئی ہے، یہ آج بھی محفوظ ہے۔رہائی برائے نام تھی۔جیل سے آپ کو گھر میں نظر بند کر دیا گیا تھا۔حکم نامہ درج ذیل تھا۔

ہرگاہ کہ میں میجر اسکندر مرزا او بی ای، آئی پی ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور مولوی عبدالرحیم ولد مولوی عبدالحکیم پوپلزئی سکنہ پشاور شہر کے بارے میں مطمئن ہوں کہ اسے پبلک سیفٹی کی قانون شکنی اور جنگ (عظیم) کی موثر کارکردگی نیز برطانوی ہند کے دفاع کیلئے درج ذیل حکم نامہ جاری کیا جائے۔

اس حالت میں بنا بریں صوبائی حکومت کے گزٹ نوٹیفیکیشن نمبر۱۴۲۲ مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۴۲ اور ڈیفینس آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۹ رولز ۲۶ کے ذیلی قانون نمبر ۱ کی شق (d) اور دفعہ ۲ کی ذیلی دفعہ ۴ کے تحت میں یہ حکم دیتا ہوں کہ:

۱۔ مذکورہ مولوی عبدالرحیم میونسپل کمیٹی شہر اور صدر کی حدود ہی میں رہے گا۔

۲۔ مذکورہ مولوی عبدالرحیم کسی قسم کی مخالفانہ سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکے گا اور نہ ہی وہ سیاسی کارکنوں، سابقہ قیدیوں سے مل سکے گا۔

میرے قلم اور مہر عدالت سے ۱۸ نومبر ۱۹۴۲ کو بھی حکم جاری ہو چکا ہے۔

سکندر مرزا

دسٹرکٹ مجسٹریٹ پشاور

P.S اس حکم کا اطلاق اس کی تاریخ اجرا سے کیا جائے۔

اصل کاپی تصدیق کی جاتی ہے کہ یہ حکم ۲۲ جنوری ۱۹۴۳ کو پہنچا دیا گیا تھا۔

محمد نصیر

برائے سپرنٹنڈنٹ

سنٹرل جیل پشاور

۲۲-۱-۱۹۴۳

گویا بیماری کی حالت میں علامہ صاحب کی رہائی کے ساتھ ہی ان پر گونا گوں قسم کی پابندیاں دوبارہ عائد کر دئے جانے پر مولانا کو جیل کی نظر بندی سے گھر کی نظر بندی کی صورت میں رہائی ملی تھی۔ اس پر رائے عامہ کے رہنماؤں نے احتجاج کی صدائیں بلند کیں۔ ان رہنماؤں میں مسلم لیگ پشاور کے سیکرٹری ملک شاد محمد صاحب کا احتجاجی مراسلہ بھی تھا۔ ۳۰ جنوری ۱۹۴۳ کے اس مراسلے کا مضمون پیش کیا جا رہا ہے۔

ڈپٹی کمشنر اسکندر مرزا کے نام صوبہ سرحد مسلم لیگ کے سیکرٹری کا مراسلہ

پشاور

۳۰ جنوری ۱۹۴۳ء

جناب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر پشاور

السلام علیکم!

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ ہمارے کانوں تک پہنچی کہ حضرت قبلہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو جیل سے رہائی کے وقت ایک ایسے نوٹس کی تعمیل کرائی گئی، جس کے ذریعے سے انہیں حدود شہر اور چھاؤنی میں نظر بند کیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔

چونکہ نوٹس کا مضمون آپ کی طرف سے تھا اس عریضہ کے ذریعے آپ کی توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔

جناب والا!

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت مولانا صاحب ایک لمبی اور سخت قید کاٹنے کے بعد جب رہا ہوئے تو کن وجوہات کی بنا پر جیل کے دروازہ کے اندر ہی انہیں ایسی سخت پابندیوں میں جکڑ دینے کا نوٹس دیا گیا۔ قبل اس کے کہ وہ جیل سے رہا ہو کر اپنے ماحول پر کوئی آزادانہ غور فرماتے، حکومت نے انہیں غیر آئینی پابندیوں میں جکڑ کر کوئی اچھی فضا پیدا نہیں کی۔

جیل کے اندر مولانا موصوف کی صحت لمبی معیاد قید اور جیل کے ناروا سلوک کے باعث بے حد خراب ہو گئی تھی۔ اور اب بھی وہ اسطرح بیمار ہیں۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حضرت مولانا صاحب کس طرح سے اپنی صحت کی بحالی کا کوئی پروگرام تجویز فرمائیں گے جبکہ جیل کے باہر بھی ایک قیدی کا ماحول ان کے لئے بنا دیا گیا ہے۔

حضرت قبلہ مولانا صاحب نہ صرف مسلمانان شہر کے مذہبی راہنما ہیں بلکہ تمام صوبہ کے مفتی اعظم تسلیم کئے گئے ہیں۔ اتنی سنگین سزا کے بعد بھی حکومت نے مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی پروانہ کرتے ہوئے ایک ایسا غلط اقدام کیا ہے جس سے نہ صرف کسی ایک طبقہ میں ناراضگی کا اظہار کیا جارہا ہے بلکہ تمام مسلمان قوم پریشان ہے۔ اگر حکومت کو مولانا صاحب موصوف کی ذات سے کوئی معاندانہ پرخاش نہیں ہے تو یہ پابندی کسی طرح بھی جائز قرار نہیں دی جاسکتی۔ حکومت کے اختیارات اور وسائل کافی ہیں۔ جب بھی حکومت چاہے ہر قسم کی پابندی عائد کرسکتی تھی مگر بغیر کسی وجہ کے حکومت کا یہ اقدام بالکل مبنی بر انصاف قرار نہیں دیا جاسکتا۔

امید ہے آنجناب ہمارے اس عریضہ پر پوری پوری توجہ فرما کر حکومت کے ایک ذمہ دار افسر کی حیثیت سے مسلمان قوم کے جذبات اور احساسات کے پیش نظر حضرت مولانا صاحب سے تمام پابندیاں ہٹا کر مشکور فرمائیں گے۔

آپ کا مخلص

شاد محمد سیکرٹری مسلم لیگ پشاور

اسی طرح مجلس احرار اسلام نے بھی مولانا پر پابندیوں کے خلاف آواز اٹھائی۔

آخری معرکہ اور رائے عامہ کے دیگر رہنماؤں کے بیانات

فخر سادات سید امیر شاہ قادریؒ:

بعض انسانوں کا مرنا ایسا ہوتا ہے جن پر اپنے بیگانوں کے علاوہ تمام قوم والے خون کے آنسو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہاتے رہتے ہیں۔ ایسی ہستیوں میں ایک ہستی صوبہ سرحد کے مفتی اعظم، مجاہدوں کے استاد، اپنے زمانے کے شیخ اکبر محی الدین، ابوحنیفہ وقت، بخاری عصر، حکومت برطانیہ کے ظلم و جبر کے مقابلہ میں ہر وقت سینہ سپر، میدان انقلاب کے مجاہد اعظم مولانا عبدالرحیم کی ہے۔ آنے والی قوم اس بہادر اعظم کے پیغام کو قبول کر کے ایک امن و سلامتی اور مکمل مساوات کا نظام نافذ کر کے رہے گی۔

بیگانے تو تھے ہی دشمن۔ اپنوں کے مظالم کو بھی صبر کے ساتھ برداشت کیا، کانگرس وزارت نے غلہ ڈھیر تحریک میں جبکہ آپ نے مفلسوں، غریبوں، فاقہ کشوں اور زمینداروں کی حمایت کی، تو ایک سال قید کیا اور جب اسی وزارت کے زمانے میں وزیرستان کے مظلوم اور بے نوا لوگوں پر بم اور توپوں کے گولوں کی بارش ہوتی تھی، تو آپ نے بنوں میں جا کر گورنمنٹ کو ان مظالم سے آگاہ کیا تو اس جرم کی پاداش میں آپ کو تین سال قید کیا گیا۔ پشاور کے اسٹیشن سے لے کر جیل تک آپ کو پیدل لایا گیا، آپ کے پاؤں میں بھاری بیڑی پڑی ہوئی تھی۔ امام احمد بن حنبل کی طرح ان "اپنوں" کے ظلم کو بھی نہایت صبر کے ساتھ برداشت کیا۔ پھر ایڈوائزر کے زمانہ میں صرف اس شرط پر کہ آپ بنوں نہ جاویں، گورنمنٹ نے آپ کو رہا کرنا چاہا، مگر آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں جب گورنمنٹ کو تسلیم ہی نہیں کرتا تو پھر کسی شرط کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیا ایسی عزیمت کاملہ کی مثال کوئی پیش کر سکتا ہے؟ کیا ایسی ایثار و قربانی کوئی دکھا سکتا ہے؟

سید امیر شاہ قادری سجادہ نشین یکہ توت شریف رائے عامہ
پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ نمبر ۶، ۷ اور ۸

سردار عبدالرب نشتر:

"مجدد سرحد" کو خراج عقیدت

مجھے حضرت مولانا مرحوم کی نیاز مندی کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے مجھے ان کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ مولانا مرحوم ایک جید عالم ایک متوکل انسان اور ایک سمجھ دار سیاسی

راہنما تھے۔ اگرچہ عمر میں وہ کئی دیگر علمائے سرحد سے کم تھے لیکن اس کے باوجود ان کی حیثیت علمی حلقوں میں اتنی بلند تھی کہ انہیں بلا چون و چرا مفتی اعظم سرحد تسلیم کیا جاتا تھا۔ سیاسی طور پر وہ سرمایہ دارانہ نظام کے شدید مخالفین میں سے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ انہیں نہ صرف انگریزی بلکہ کانگریسی عہد حکومت میں بھی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ وہ اپنی ذاتی صفات اور بے لوث خدمات کی وجہ سے عوام میں نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ جب کبھی غریبوں کی خدمت کا موقع آیا تو وہ باوجود خرابی صحت کے صف اول میں نظر آتے تھے۔ اس بار بار کی قید اور اس بدسلوکی کی وجہ سے جو دوران قید ان کے ساتھ کی گئی، ان کی صحت بالکل تباہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ پچھلے سال جب ان پر تپ محرقہ کا حملہ ہوا تو وہ اسے برداشت نہ کر سکے۔ ان کے مرض الموت میں جب کبھی مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا، تو ان کی گفتگو سے یہی ٹپکتا تھا کہ انہیں بچنے کی امید نہیں۔ بالآخر انہیں داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا۔

حضرت مولانا مرحوم کی وفات سے صوبہ سرحد کے علمی اور سیاسی حلقوں میں ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا ہے کہ اسے پر نہیں کیا جا سکتا۔ آج وہ ہم میں نہیں لیکن ان کی زندگی ہمارے لئے اور آنے والی نسلوں کیلئے مشعل راہ کا کام دے گی۔ آج کی دنیا پروپیگنڈہ کی دنیا ہے اور مولانا مرحوم اس رنگ سے قطعاً ناآشنا تھے۔ لیکن وہ وقت دور نہیں کہ لوگ ان کی خدمات کی اصلی قدر و قیمت سے آگاہ ہوں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں آں قصہ پارینہ را

سردار عبدالرب نشتر

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ نمبر ۲۳

حکیم عبدالجلیل ندوی:۔

مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم صوبہ سرحد کے ان بے لوث راہنماؤں میں سے تھے جو قوم کی خدمت اپنا فرض سمجھ کر کرتے ہیں اور کسی نام و نمود، عزت و جاہ اور شہرت کی خواہش نہیں رکھتے۔ ان کی تمام زندگی اسی اخلاص و صداقت کا نمونہ تھی۔ اور آخر تک اپنی روش پر قائم رہے۔

حکیم عبدالجلیل ندوی

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ نمبر ۱۷

خان عبدالقیوم خان:۔

مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم ومغفور جنگ آزادی ہند کے ایک بہادر سپاہی تھے۔آپ ایک قابل قدر پاک مسلمان اور بلاتمثیل فرقہ پرستی سے آزادانسان تھے۔آپ نے صحیح معنوں میں اسلامی بردباری پرعمل کیا۔اوراپنی اخلاص ومحبت ہرنوع انسان کیلئے بلاامتیاز مذہب وملت وقف کی۔زندگی بھر میدان حریت میں پیش قدم رہے۔مسلسل قیدوبند اور برطانوی اسیری کے مصائب خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے۔ہماری موجودہ اورآئیندہ نسل آپ کے نقش قدم پر چلنے کیلئے ہمہ تن کوشاں رہے گی۔

خان عبدالقیوم بیرسٹر

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵

مولانا محمد اسحٰق ندوی:۔

۱۹۳۹ء کا زمانہ مولانا کی جدوجہد پیہم سعی وعمل،قربانی اور بے لاگ انسانی خدمات کا دور ہے۔برطانوی طاقت جب قبائل کے خلاف نبردآزماتھی،بے کس اور نہتے پٹھانوں پر بمباری کرکے اپنی بھڑاس نکال رہی تھی،مولانا اس استبداد کے خلاف تقریر فرماتے ہیں۔حکومت کو اپنا رویہ بدلنے کیلئے منصفانہ مشورہ دیتے ہیں۔لیکن حکومت کو مولانا کی روش پسند نہیں آتی،آپ کو تین برس کیلئے جیل بھیج دیتی ہے اس عرصہ میں آپ کو بڑی بڑی تکلیفات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔جوان سال بیٹی کا صدمہ بھی جیل میں اٹھانا پڑتا ہے۔مولانا کی آخری قید جس کی معیاد ۱۹۴۳ء میں ختم ہوتی ہے،نہایت دردانگیز ہے۔آپ مسلسل آٹھ ماہ تک قید تنہائی میں رکھے گئے۔جس کا انجام پلورسی کی شکل میں ظاہر ہوا۔جیل سے رہائی کے بعد دس ماہ تک آپ صاحب فراش رہے۔

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

بدن نحیف میں جسم ناتوان کو اٹھانے کی سکت باقی نہ رہی تمام اعضاء نے کام کرنا چھوڑ دیا۔

وطنی خدمات کی یہ آخری گھڑی بدھ ۳۱ مئی ۱۹۴۴ء کی شب ہے جو ۵۳ سال کی عمر میں تمام ہوئی۔

کانگرسی رہنما

مولانا محمد اسحاق ندوی رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵

شری رام سرن نگینہ:۔

1940 میں اضلاع بنوں وکوہاٹ کے دیہاتوں کے دورے کئے۔حکومت کے نزدیک آپ کی سرگرمیاں غیر پسندیدہ تھیں۔لہٰذا آپ ایک تقریر کے سلسلے میں بنوں میں گرفتار کر لئے گئے۔ جہاں آپ کو 5 سال سنگین قید کی سزا ہوئی۔یہ آخری قید تھی جس نے آپ کی صحت پر برا اثر ڈالا اور آخر جیل سے ایک نامراد مرض لے کر آئے۔جس نے آپ کی زندگی کو ختم کر دیا۔۳۱ مئی ۱۹۴۴ کی شام کو خورشید حریت، امیر کاروان، مفتی اعظم حضرت مولانا صاحب راہ گیر راہ عدم ہوئے۔

رام سرن نگینہ سیکرٹری کانگرس کمیٹی پشاور

وسابق سیکرٹری نوجوان بھارت سبھا

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵

شری بخشی فقیر چندوید:۔

1940 میں جب جنگ زوروں پر تھی۔رام گڑھ کانگرس میں سبھاش چندر بوس نے خلاف سمجھوتہ کانفرنس کے بعد جدوجہد کا آغاز کر دیا تھا۔حضرت مولانا کی منچلی طبعیت خاموش نہ رہ سکی اور پھر ایک بار آزادی وطن کا شیدائی میدان میں نکلا۔آزاد قبائل کو پرامن طور پر منظّم کرنے کی سوجھی۔بنوں میں چند تقریریں کیں۔برطانوی سامراج شاہی تاک میں تھی۔وہ مولانا کی درپردہ طاقت اور شخصیت سے واقف تھی۔جنگ کا زمانہ تھا۔مولانا کا آزاد پھرنا برطانوی امپریلزم کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔گرفتار ہوئے۔اور پانچ سال قید سخت کی سزا دے دی گئی۔بعدازاں سزا تین سال رہ گئی۔اس دوران اسیری میں آپ کی ۱۵ سالہ لڑکی وفات پا گئی۔راقم نے جب ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں ملاقات کی اور یہ افسوسناک واقعہ بیان کیا تو مرحوم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔مرحوم کو یہ لڑکی نہایت عزیز تھی۔لیکن جلد ہی انہوں نے آنسو پونچھے اور فرمایا کہ خداوند کریم کی یہی رضا ہوگی اور پھر صوبہ کی حالت دریافت کرنے لگ پڑے، جیسے کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں۔

(بخشی فقیر چندوید)

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ نمبر ۲۷

کاکاجی صنوبر حسین مہمند:۔

جس وقت وزیرستان میں فقیرا یپی کی سرگرمیاں انگریزوں کے خلاف زوروں پر تھیں۔اور بڑے بڑے سیاسی لیڈر ایسے موقع پر گھبراتے تھے۔مولانا مرحوم نے بنوں میں بہا نگ دہل جلسہ عام میں جہاد پر ایک پرزور تقریر کی۔جسکی پاداش میں مولانا مرحوم قید بامشقت کی سزا پا گئے۔

اسی طویل قید و بند میں مولانا کی صحت روز بروز گرتی گئی۔اس طویل اور جان گسل قید سے رہا ہوکر چندے بعد رحلت فرما گئے اور سابق صوبہ سرحد خصوصاً اور ہندوستان عموماً ایک نڈر مستقل مزاج اور دوراندیش انقلابی لیڈر سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوا۔

مولانا مرحوم کا سیاسی نظریہ:

مولانا مرحوم کا زمانہ سیاسی تحریک کا وہ زمانہ تھا جب کہ تحریک آزادی نقطہ عروج پر پہنچ چکی تھی۔ہر جماعت اور ہر لیڈر کا نعرہ فقط سیاسی آزادی تھا۔اور عوام اس آزادی کی خوشیوں میں ایسے سرشار تھے کہ انہیں مستقبل کا کوئی خیال نہ تھا۔وہ اسی آزادی کو سب کچھ سمجھ رہے تھے۔اور یہی ان کو سمجھایا گیا تھا۔اس میں شک نہیں کہ آزادی میں سب کچھ ہے۔مگر وہ تمنائیں جو عوام دلوں میں لے کر دیوانہ وار شمع آزادی پر قربان ہو رہے تھے،وہ مستقبل کے طرز حکومت اور بنیادی دستور حکومت پر منحصر تھیں۔

ایسے وقت میں صرف چند عوامی لیڈر تھے جن کو مستقبل کا خیال تھا۔اُن چند لیڈروں میں مولانا مرحوم کا بھی ایک خاص اور ممتاز مقام تھا۔

مولانا مرحوم سیاسی آزادی کے ساتھ اقتصادی آزادی اور اقتصادی مساوات کے علم بردار تھے۔وہ عوامی جمہوریت میں عقیدہ رکھتے تھے۔ایسی عوامی جمہوریت،جس کی باگ ڈور عوام کے ہاتھ میں ہو۔جس میں مزدور،کسان اور دیگر پیشہ وروں کی واضح اور موثر نمائندگی ہو۔جس طرح متحدہ ہندوستان کے علماء دین میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی مرحوم اقتصادی ناہمواری کو مسلمانوں کے سیاسی اور اخلاقی زوال کا موجب گردانتے تھے۔متحدہ ہندوستان میں صرف یہی ایک ایسی ہستی تھی،جن کی قوم کی اقتصادی حالت پر نظر تھی۔

اسی طرح مولانا عبدالرحیم صاحب اپنے وقت کے شاہ ولی اللہ تھے۔اور یہی وجہ تھی کہ حکومت اور سرمایہ دار طبقہ ان سے خائف تھا۔مولانا مرحوم کا اثر دانشور اور غریب طبقے میں بہت زیادہ

تھا۔آج آپ پاکستان میں جو چند باشعور تعلیم یافتہ افراد دیکھ رہے ہیں، یہ انہی کے فیضان اور نوجوانوں کی تحریک کے طفیل ہیں۔آج پاکستان کو ایسے نڈر عالم دین کی ضرورت تھی۔کاش مولانا زندہ ہوتے!۔

صنوبر حسین مہمند "بانگ حرم" ۲۸ مئی ۱۹۵۸ء

اسیر فرنگ فتح چند نسیم:۔

میری بدقسمتی ہے کہ مجھے ایک سرحدی ہونے کے باوجود اپنے صوبے کی مایہ ناز وممتاز ترین ہستی مفتی اعظم علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے نیاز کا شرف حاصل نہ ہوا۔ ہمارے کئی رفقاء ایسے بھی تھے جو ان کے زمانہ میں بھی قید رہ چکے تھے۔ وہ جب بھی ان کا ذکر چھیڑتے تو انکی کرمفرمائیوں اور انکی طرز زندگی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھچ جاتا۔اور آئینہ دل میں اس برگزیدہ رہنما کا عکس لطیف جلوہ نما ہوتا۔ کان جب "ذکر محبوب" سے آشنا ہوتے تو گردنیں ان کے قدموں میں عقیدتاً جھک جاتیں۔

شری فتح چند نسیم ڈی آئی خان

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵

وارث خان آف رشکئی:۔

آپ ایک باعمل عالم، زبردست انقلابی، نڈر انسان، مدبر لیڈر اور بلند پایہ بزرگ تھے۔حق کی آواز بلند کرنے میں آپ نے کبھی کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں کی۔حکومت وقت کے ظلم وستم اور قید وبند سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔غریب کسانوں، مزدوروں کی خدمت آپ کا مقصد زندگی تھا۔اس مقصد کیلئے ہر قسم کے ایثار وقربانی کیلئے ہر وقت تیار رہتے۔آپ پر مصیبتیں آئیں اور حکومت کے عتاب نازل ہوئے۔لیکن آپ نے اپنے مسلک کو ایک لمحہ کیلئے نہ چھوڑا۔کسان مزدور تحریکوں میں سردھڑ کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کرتے تھے۔

وارث خان آف رشکئی ڈاڈر سینی ٹوریم

رائے عامہ پوپلزئی نمبر ۸ جون ۱۹۴۵ صفحہ ۱۱

بابو فضل خالق:۔

1940 میں ایک مرتبہ پھر امام حریت کو کوہاٹ اور بنوں کے مقام پر باغیانہ تقریروں کی

پاداش میں قید بامشقت کی سزا کاٹنے کیلئے جیل میں بند کردیا گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ حضرت امام حریت کے بہت پیارے بھائی اور بعد میں مفتی اعظم سرحد کے منصب پر جلوہ افروز ہونے والے عظیم الشان سیاسی اور مذہبی رہبر حضرت مولانا عبدالقیوم پوپلزئی کو بھی گرفتار کر کے اپنے بھائی کے ساتھ جیل بھیج دیا گیا۔ جیل سے رہا ہونے کے بعد ڈپٹی کمشنر پشاور اسکندر مرزا نے حضرت امام حریت پر بے شمار پابندیاں عائد کیں۔ یہاں شاید میرا یہ لکھنا ضروری ہو کہ یہ وہ ڈپٹی کمشنر اسکندر مرزا ہے جو بعد میں پاکستان کے صدر جمہوریہ بن بیٹھے تھے۔ ہمارے ملک میں یہ بہت بڑا المیہ رہا ہے کہ ایسے بہت سارے لوگ جو انگریز سامراج کے دور میں قیام پاکستان تک انگریز کے کاسہ لیس تھے اور مختلف عہدوں پر فائز رہتے ہوئے انگریزوں کے ہاتھ پاؤں مضبوط کرنے کی ہر ممکن کوششیں کرتے رہے، انگریز حکومت کی خاطر اپنے ہم وطنوں پر جہاں بھر کے ظلم وستم کیے، مگر افسوس کہ پھر یہ آزادی کے متوالے دیکھتے رہے کہ وہی انگریزوں کے بوٹ پالش کرنے والے ملک کے سب سے بڑے عہدوں پر براجماں ہو کر ذرائع ابلاغ کے ذریعے اپنی بزرگی اور تجربہ کاری جتانے نظر آتے ہیں۔ شاید ہی دنیا میں کوئی ایسا ملک ہو جہاں آزادی حاصل کرنے کی مخالفت کرنے والے، آزادی میں سیاہ سفید کے مالک بن بیٹھیں اور آزادی کے پروانے مرتے دم تک غریب الوطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں۔

حضرت امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے انتھک جدوجہد کی۔ اپنی صحت کا بہت کم خیال رکھا۔ وہ اسلئے کہ حضرت کو ایسا موقع بہت کم ملا کہ صحت کا مکمل خیال رکھتے۔ بیماری کے باوجود صبح سے شام تک سیاسی کاموں میں مشغول رہتے اور جب جیل چلے جاتے تو پھر علاج اور پرہیز کی کوئی صورت نہیں ہوتی تھی۔ اسلئے کہ ایک تو فرنگی سامراج اس عظیم سیاسی رہبر کو "سی" کلاس میں رکھ کر علاج معالجے کی سہولت سے محروم رکھتے اور کم مقدار میں ناقص خوراک کھانے پر مجبور کرتے۔ اس طرح امام حریت کی صحت روز بروز گرتی رہتی تھی۔ حضرت علامہ کی قید کے ایام میں ساتھ رہنے والے متعدد ساتھیوں سے راقم کی بالمشافہ بات چیت ہوئی اور یہ معلوم ہوا کہ جیل میں کسی معمولی بیماری میں مبتلا سیاسی کارکن یا عام اخلاقی قیدیوں کیلئے حضرت امام حریت اتنے بہترین تیمار دار ثابت ہوتے کہ اپنی بیماری تک کو فراموش کر دیتے۔ بلکہ اپنی بیماری اپنے ساتھیوں سے بھی چھپاتے۔

حضرت کے اکثر ساتھیوں نے راقم کو بتایا کہ اسیری کے ایام میں ہمیں یاد نہیں کہ کبھی امام حریت نے ہمیں رات کو اپنی بیماری کی وجہ سے نیند سے محروم کیا ہو جبکہ حضرت علامہ خود کئی راتیں نڈھال

رہے اور رات بھر سو بھی نہ سکے تھے۔

بہت بعد میں کہیں جا کر پشاور میونسپل کارپوریشن نے لاہوری دروازے میں ایک چھوٹی سڑک کو حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے نام سے موسوم کیا اور اب سنا ہے کہ چارسدہ روڈ پر عید گاہ چوک کو حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے نام سے موسوم کیا جا رہا ہے۔ لیکن یہ کوئی خراج عقیدت نہیں۔ حضرت علامہ جو اپنی ذات میں ایک بہت بڑا ادارہ تھے، ضرورت ہے کہ ان کے افکار پھیلانے کیلئے ایک بڑے تعلیمی ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے اور حضرت کی کتب افکار سے بھرپور ایک بڑی لائبریری حضرت علامہ کے نام سے قائم کی جائے تاکہ نہ صرف حضرت علامہ بلکہ دیگر عظیم قائدین آزادی کی تعلیمات سے عام لوگ اور نئی نسل استفادہ کر سکے اس سلسلے میں پاکستان خصوصاً پختونخوا کی قومی، عوامی اور ترقی پسند مذہبی جماعتیں مل کر حضرت علامہ کے نام سے ایک بہت بڑے سیمینار کے انعقاد کا بندوبست کریں۔

بابو فضل خالق

روزنامہ جدت پشاور 23 نومبر 1990

سادھو سنگھ سوز:۔

مولانا صاحب نے اپنی زندگی کا قیمتی حصہ موجودہ ظالم حکومت کے جبر و تشدد کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں گزارا۔ آپ نے ہر ظلم کے خلاف جہاد کیا اور ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ مولانا صاحب تقریباً دس مرتبہ جیل گئے اور ہر بار کی قید سات پانچ اور دو سال کے قریب تھی۔ مرحوم کی یہ آخری قید تین سال کی تھی جو ۱۹۴۰ میں بنوں شہر میں ظلم ناروا کے خلاف ایک تقریر کی بنا پر ہوئی۔ حکومت سرحد نے ان کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا وہ کسی ہندوستانی سے پوشیدہ نہیں۔ مولانا صاحب جیسی ہستی جو کہ صوبہ سرحد کے مسلمانوں کے مفتی اعظم تھے۔ جو فیصلہ حاکم وقت نہ کر سکتے تھے وہ فیصلہ مفتی اعظم صاحب شریعت کے مطابق کر دیتے تھے۔ ایسی ہستی کو حکومت وقت نے "سی" کلاس میں رکھ کر نامردی کا ثبوت دیا۔ اس گندی فضاء میں رہنے سے آپ کی صحت پر برا اثر پڑا۔ نتیجہ کے طور پر آپ رہائی کے چند ماہ بعد وفات پا گئے۔

سادھو سنگھ سوز

رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945 صفحہ 39

رضا ہمدانی:۔

جب وہ جیل سے باہر آئے تو درد گردہ اور پلورسی کا مرض ساتھ لیکر آئے۔ اوراس کے بعد مسلسل چارپائی کی پٹی سے لگے رہے۔ اور 1944ء میں وفات پاگئے۔ دینی عالم ہونے کے ساتھ ساتھ مولانا ایک آتش نوا شاعر اور نڈر صحافی بھی تھے۔ آپ نے 1927ء میں ہفتہ وار اخبار سرفروش جاری کیا تھا۔ جس نے سیاسی بیداری میں بڑا کردار ادا کیا۔ میں نے مولانا عبدالرحیم کو منبر پر قال اللہ قاالرسول کہتے بھی سنا۔ سیاسی جلسوں میں ان کی آتش ریز تقریریں بھی سنیں۔ مزدوروں، خاکروبوں کے جلوس کی قیادت کرتے بھی دیکھا۔ مولانا کی شخصیت پہلودار تھی۔ اگر ان کو سرحد کا حسرت موہانی کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔

قید و بند کی صعوبت، چکی کی مشقت اور فکر سخن مولانا کی شخصیت کے جزو لاینفک اور زیور زندگی تھے۔ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی آرام وسکون سے نہیں گزرا۔ بلکہ وہ ہر آن "حق اللہ" اور "حق العباد" کیلئے برسر پیکار رہے۔ ان کا شمار سرحد کے چند ایک علمائے حق میں ہوتا ہے۔ وہ بڑے پرہیزگار و متقی بھی تھے اور ذہنی وفکری طور پر بھی ترقی پسند تھے۔ ان کی شاعری اور فکر وسخن میں زندگی کے شعلے پنہاں تھے۔ برصغیر میں جب ادب کی ترقی پسند تحریک شروع ہوئی تو اس میں حضرت مولانا حسرت موہانی بھی شریک تھے۔ اس عہد میں صوبہ سرحد میں مولانا (عبدالرحیم) کی فکر شعر وسخن کے آفتاب و ماہتاب ڈھال رہی تھی۔ وہ اپنی شاعری کے ذریعے بھی حق اللہ اور حق العباد کی ترویج وتشہیر کرتے رہے، ان کی آواز کروڑوں مظلوموں کی آواز تھی۔ چنانچہ انگریز سامراج کے خلاف شعر وسخن کے پردے میں مولانا نے جو کچھ کہا وہ ہماری ادبی تحریک کا ایک رجائی پہلو اور صحت مند روایت ہے۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی فرماتے ہیں۔

توپ کا خوف ہے ہم کو نہ ہیں خائف بم سے
آبرو ہے رسن و دار کی قائم ہم سے
دیکھنے میں تو فقط خاک نشیں ہیں ہم لوگ
لیکن عظمت کو جو دیکھو تو ہے بڑھ کر جم سے

اشک سے اہل گلستان کا عجب حال ہوا
اس قدر دیکھا جو مانوس قفس کو ہم سے
عمر بھر قید وقفس میں رہے فریاد نہ کی
زندہ ہے نام اسیروں کا ہمارے دم سے
آشفتہ سروں میں بھی دھن کا وہی پکا ہے
جو رنج فزوں چاہے اور درد سوا مانگے
کیوں گل کی طرح چپ ہواس گلشن عالم میں
سوچو تو کسے کب کچھ ملتا ہے بلا مانگے

مولانا کی فکر میں وقت کی پکار اور لمحات کی داستان ہے جو آزادی کا ایک حصہ اور تاریخ کا روشن باب ہے۔ان کی شاعری معاشرے کے زخموں کا مداوا ہے۔ مولانا عبدالرحیم فرماتے ہیں۔

مذہب نہیں دیتا ہے تعلم غلامی کی
تم سچے مسلمان ہو آزادی کے پروانو
سختی سے نہ گھبراؤ وہ سامنے منزل ہے
کچھ اور بھی تیزی سے بڑھتے چلو دیوانو
یہ برق زدہ خرمن تاراج ہوا تو کیا
کس چیز سے ڈرتے ہو اے سوختہ سامانو

روزنامہ مشرق پشاور
یکم اگست 1983ء

سید فارغ بخاری:۔

1939ء میں برطانوی حکومت نے آزاد قبائل پر بمباری کی تو آپ نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے بنوں کے جلسہ عام میں ایک آتشیں تقریر کی۔جس پر آپ پانچ سال کیلئے جیل بھیج دیئے گئے۔کچھ عرصہ بعد ایڈوائزری کمیٹی بنی تو اس نے آپ کو اس شرط پر رہا کرنا چاہا کہ آپ بنوں نہ جائیں مگر آپ نے مشروط طور پر رہا ہونے سے صاف انکار کردیا۔ 1943ء میں معیاد

اسیری گزار کر باہر آئے تو آپ کی صحت بے حد گر چکی تھی۔ دوران اسیری ہی میں آپ کو درد گردہ اور پلورسی کا عارضہ ہو گیا تھا۔ رہا ہونے کے بعد دو سال تک بستر علالت پر پڑے رہے اور آخر 31 مئی 1944ء کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔

مولانا مرحوم صوبہ سرحد کی بہت بڑی عوامی شخصیت اور ہمہ صفت موصوف انسان تھے۔ آپکے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ فلسفہ، منطق، حکمت، قرآن، حدیث اور سیاست کا درس دیتے وقت گھنٹوں بے تکلف بولتے اور بڑی بڑی گتھیوں کو نہایت آسانی سے سلجھا دیتے۔ انداز خطابت مسحور کن تھا۔ شعلہ نوا مقرر تھے۔ اس کے علاوہ آپ ایک نڈر صحافی، بے خوف رہنما، بلند پایہ ادیب اور انقلابی شاعر بھی تھے۔ آپ ان تھک سیاسی لیڈر اور دیوانگی کی حد تک آزادی کے پرستار تھے۔ آپ کو ایک شاعر کی حیثیت سے نہ صرف اپنے ہمعصروں میں ممتاز درجہ حاصل ہے بلکہ آپ ترقی پسند شاعری کے بھی رہنما ہیں۔ آپ کا ذہن نئی قدروں سے آشنا تھا۔ اور حقیقتاً آپ نے ہی یہاں سب سے پہلے شعوری شاعری کا سنگ بنیاد رکھا۔ افسوس ہے کہ آئے دن کی خانہ تلاشیوں اور قید و بند کے مصائب کی وجہ سے آپ کا کلام محفوظ نہیں رہ سکا۔ لیکن جو چند ایک متفرق اشعار دستیاب ہوئے ہیں وہ اتنے بلند پایہ ہیں کہ ان سے آپ کی شاعرانہ عظمت اور خلاقانہ قوت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مولانا صرف سرحد کے ہی نہیں، پاک وہند کے پہلے ترقی پسند شاعر ہیں، جنہوں نے شعوری طور پر نئی قدروں کو اپنایا۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی فرماتے ہیں۔

داد دے صیاد کچھ تو حریت کا راگ ہم
عمر بھر زنجیر کی جھنکار پر گاتے رہے

فارغ بخاری "ادبیات سرحد" جلد سوم صفحہ نمبر 226 تا 232

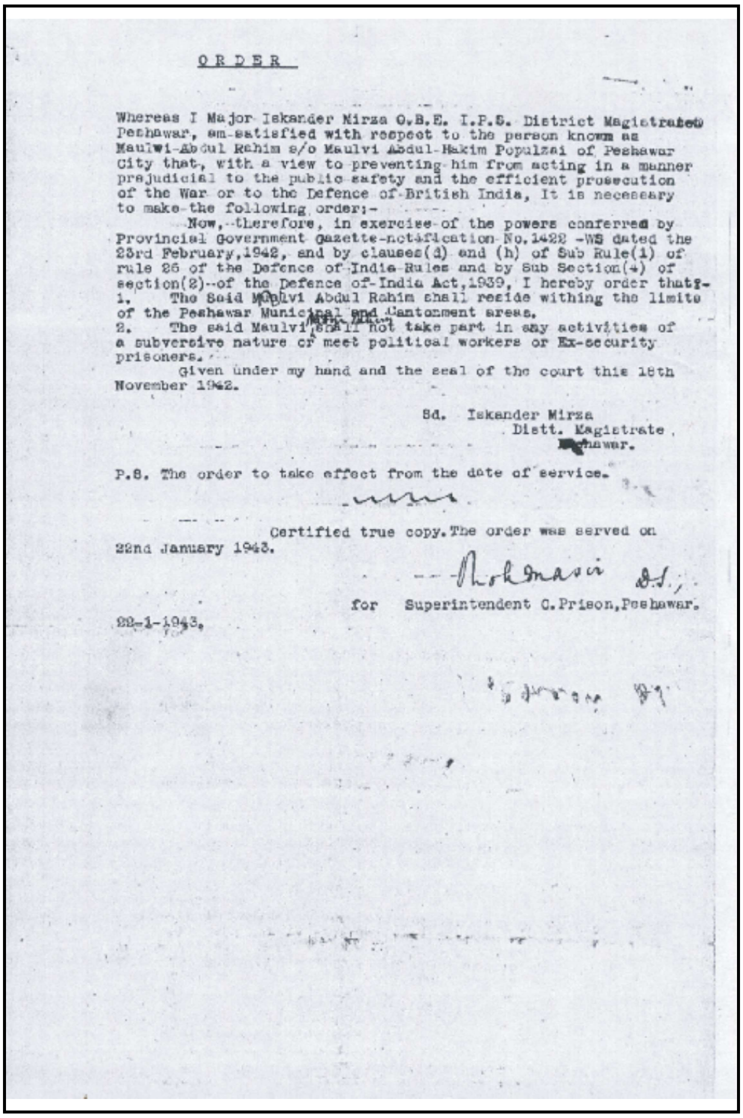
پروفیسر محمد شفیع صابر:۔

1939ء میں برطانوی حکمرانوں نے وزیرستان میں آزاد قبائل پر ہوائی جہازوں اور بکتر بند گاڑیوں کے ذریعے وحشیانہ بمباری کی۔ جس کے نتیجے میں بہت بڑی تعداد میں قبائلی مارے گئے۔ اس وحشت اور بربریت کے خلاف امام حریت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے پھر صدائے احتجاج بلند کی اور حکومت نے انہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا۔ وہاں سے امام حریت تین سال بعد قید کاٹ کر رہا ہوئے تو

انتہائی کمزور ہو چکے تھے اور اسی دوران ساری زندگی قید و بند کی صعوبتوں سے مات نہ کھانے والی ہستی حضرت مفتی اعظم امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی جہاد اور انقلاب کے معرکے سر کرتے ہوئے 31 مئی 1944 کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

آپ کی وفات پر صوبے میں سرکاری تعطیل کا اعلان کر دیا گیا۔ آپ کے جنازے میں جو کہ جناح پارک (کننگھم پارک) میں رکھا گیا تھا، لاکھوں لوگوں نے شرکت کی۔ کئی مقتدر بزرگوں نے آپ کے ولی اللہ ہونے کی تصدیق کی ہے۔ آپ شہر کی تاریخی یادگار جامع مسجد قاسم علی خان میں مدفون ہیں۔ مستقبل کا مورخ جب سچی تاریخ لکھے گا تو آزادی کی جنگ لڑنے والوں میں امام حریت حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی قربانیوں اور جدوجہد کا پلڑا بہت بھاری پائے گا۔

محمد شفیع صابر روزنامہ مشرق 2 جون 1986ء



ORDER

Whereas I Major Iskander Mirza O.B.E. I.P.S. District Magistrate Peshawar, am satisfied with respect to the person known as Maulwi-Abdul Rahim s/o Maulvi Abdul-Hakim Populzai of Peshawar City that, with a view to preventing him from acting in a manner prejudicial to the public safety and the efficient prosecution of the War or to the Defence of British India, It is necessary to make the following order:-

Now, therefore, in exercise of the powers conferred by Provincial Government Gazette-notification No.1422 -WS dated the 23rd February,1942, and by clauses(d) and (h) of Sub Rule(1) of rule 26 of the Defence of India Rules and by Sub Section(4) of section(2) of the Defence of India Act,1939, I hereby order that:-

1. The Said Maulvi Abdul Rahim shall reside withing the limits of the Peshawar Municipal and Cantonment areas.
2. The said Maulvi shall not take part in any activities of a subversive nature or meet political workers or Ex-security prisoners.

Given under my hand and the seal of the court this 18th November 1942.

Sd. Iskander Mirza
Distt. Magistrate,
Peshawar.

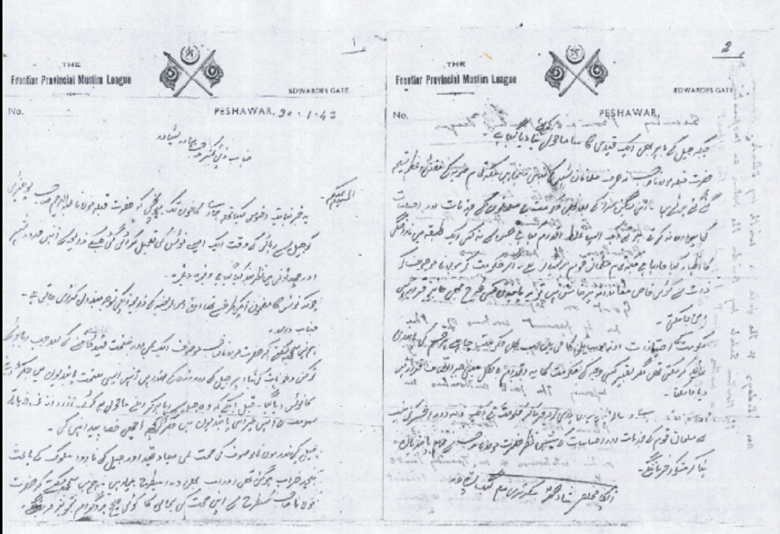
P.S. The order to take effect from the date of service.

Certified true copy. The order was served on 22nd January 1943.

for Superintendent C.Prison,Peshawar.

22-1-1943.

سابق صدر پاکستان میجر اسکندر مرزا کی طرف سے بطور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مولانا کے خلاف پابندیوں کا آخری حکم نامہ

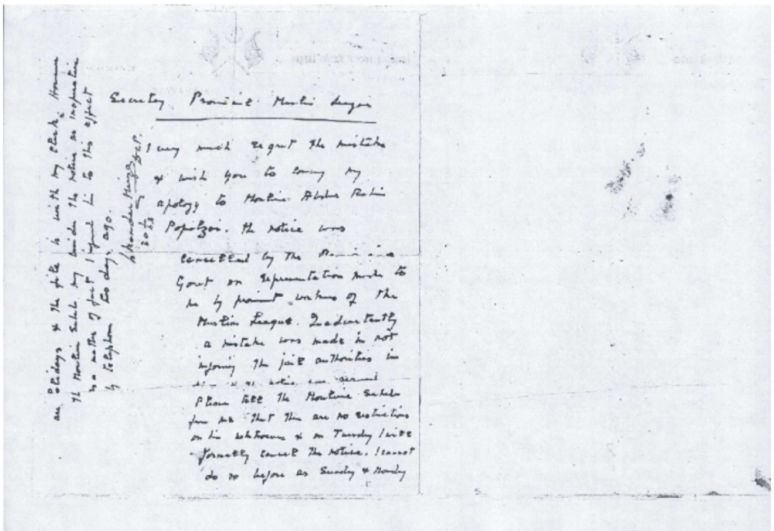


THE Frontier Provincial Muslim League EDWARDES GATE
No. PESHAWAR, 30-1-43

THE Frontier Provincial Muslim League EDWARDES GATE
No. PESHAWAR,

مسلم لیگ پشاور کے سیکرٹری ملک شاد محمد خان

کا ڈپٹی کمشنر اسکندر مرزا کے نام خط



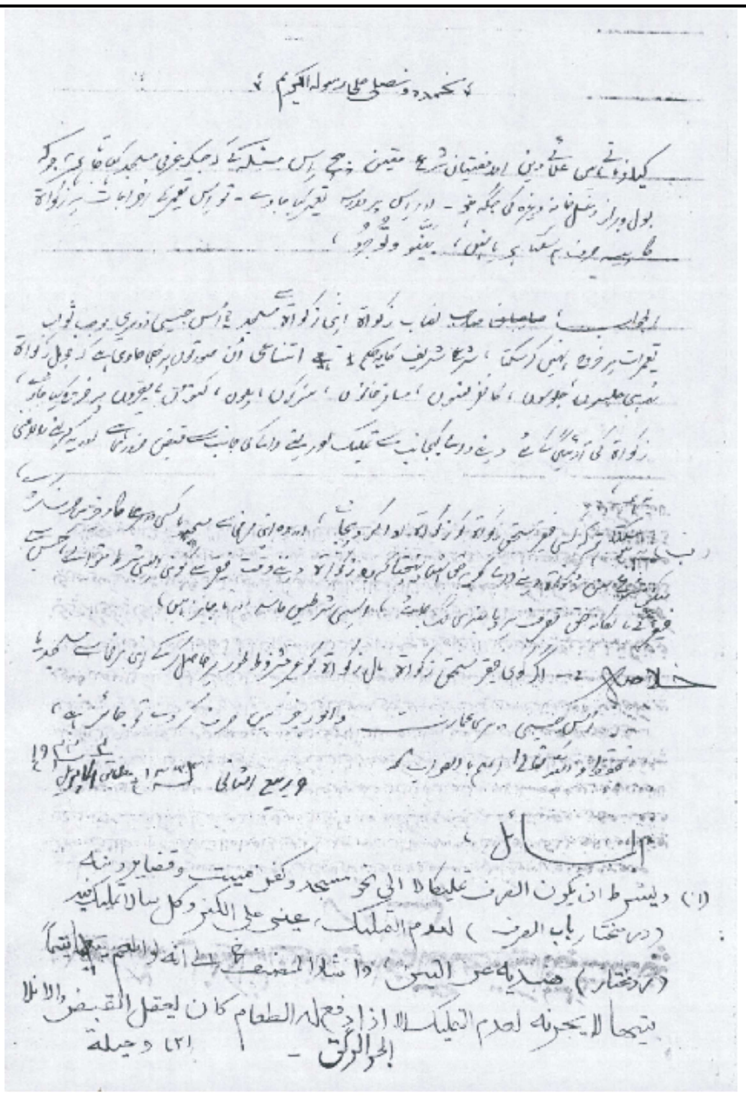
Secretary Provincial Muslim League

I very much regret the mistake & wish you to convey my apology to Moulana Abdur Rahim Popalzai. The notice was conceived by the [illegible] Govt on representation made to me by prominent workers of the Muslim League. Inadvertently a mistake was made in not informing the jail authorities [illegible] notice was served. Please tell the Moulana Sahib from me that there are no restrictions on his movements & on Tuesday I will formally cancel the notice. I cannot do so before as Sunday & Monday are holidays & the file is with my clerk. However the Moulana Sahib may consider the notice as inoperative as a matter of fact I signed his to this effect by telephone two days ago.

Iskander Mirza
30-1-43

سابق صدر پاکستان اسکندر مرزا کی طرف سے بطور ڈپٹی کمشنر

مولانا عبد الرحیم پوپلزئی کی خدمت میں معافی نامے کا عکس

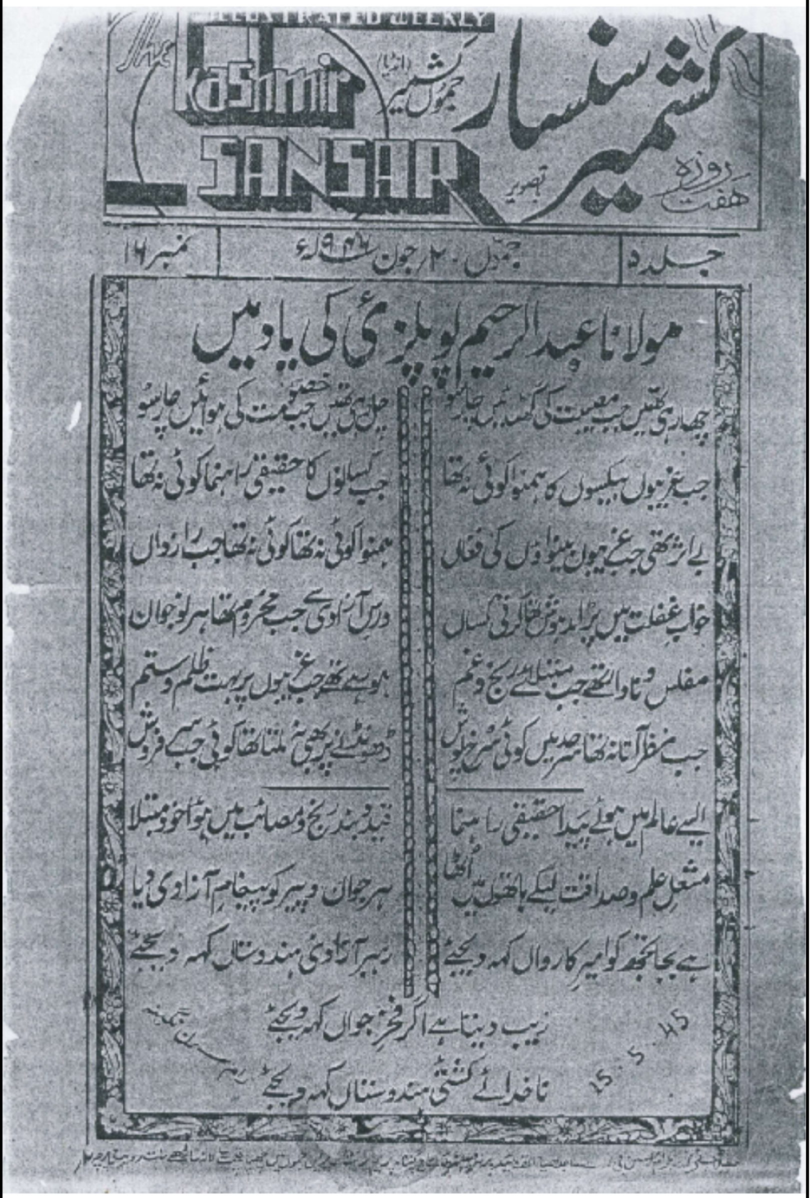


نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ جگہ جو مسجد کا حصہ ہے جو کہ بول و براز، غسل خانہ وغیرہ کی جگہ ہو۔ اور اس پر دوبارہ تعمیر کیا جاوے۔ تو اس تعمیر کے اخراجات پر زکوٰۃ کا پیسہ صرف ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب: صاحب نصاب زکوٰۃ اپنی زکوٰۃ سے مسجد یا اس جیسی دوسری بوجہ ثواب تعمیرات پر خرچ نہیں کر سکتا۔

وفات سے تقریباً ایک ماہ پہلے بستر علالت سے مولانا کا تحریر کردہ فتویٰ



ILLUSTRATED WEEKLY

کشمیر سنسار

Kashmir SANSAR

جموں کشمیر (انڈیا)

ہفت روزہ تصویر

جلد ۵ | جموں ۲۰ جون ۱۹۴۷ء | نمبر ۱۶

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کی یاد میں

چھا رہی تھیں جب مصیبت کی گھٹائیں چار سو
جب غریبوں بیکسوں کا ہمنوا کوئی نہ تھا
بے اثر تھی جب غریبوں بینواؤں کی فغاں
خوابِ غفلت میں پڑا ہندوستاں کا ہر کساں
مفلس و نادار تھے جب مبتلائے رنج و غم
جب نظر آتا نہ تھا سرحد میں کوئی سرخ پوش

چل رہی تھیں جب خصومت کی ہوائیں چار سو
جب کسانوں کا حقیقی راہنما کوئی نہ تھا
ہمنوا کوئی نہ تھا کوئی نہ تھا جب رازداں
درسِ آزادی سے جب محروم تھا ہر نوجواں
ہو رہے تھے جب غریبوں پر بہت ظلم و ستم
ڈھونڈنے پر بھی نہ ملتا تھا کوئی جب سرفروش

ایسے عالم میں ہوئے پیدا حقیقی راہنما
مشعلِ علم و صداقت لیکے ہاتھوں میں اٹھا
ہے بجا تجھ کو امیرِ کارواں کہہ دیجئے

قید و بند رنج و مصائب میں ہوا خود مبتلا
ہر جوان و پیر کو پیغامِ آزادی دیا
رہبرِ آزادیٔ ہندوستاں کہہ دیجئے

زیب دیتا ہے اگر فخرِ جواں کہہ دیجئے
ناخدائے کشتیٔ ہندوستاں کہہ دیجئے

ایک غیر مسلم سیاسی رہنما رام سرن نگینہ کا امام حریت کو خراج تحسین

باب ۳۱ امام حریت کیا چاہتے تھے؟

مولانا ہندوستان میں اس دور میں ولی الٰہی تحریک کا جو باقاعدہ ایک فلسفہ پر مبنی ہے مقام متعین کرنا چاہتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ آج سابقہ حرکات کے مقامات بدل چکے ہیں۔ پہلے تحریک کا منشا ایک آزاد ریاست کا قیام تھا۔ اور اسکے لئے لازماً کسی نہ کسی خارجی مقام کی تلاش تھی۔ لیکن آج صورت یہ نہیں۔ آج ہندوستانی عوام کا ایک مخصوص طبقہ حصول اقتدار کی جدوجہد میں بڑے زوروں سے مصروف کار ہے۔ اور قدرت نے اسے اس امر پر مامور کر دیا ہے کہ وہ اپنے پیش رو کی جگہ لے کر آگے بڑھے۔ ہمیں اب اپنی ولی اللہی تحریک کے مقاصد کی جو ہندوستانی عوام کی تحریک تھی، نئی تشریح کرنا ہے۔ تاکہ ہم اپنا ایک مقام متعین کر لیں۔ مولانا کانگریس کو سامراج دشمن تو مانتے تھے مگر فرماتے تھے کہ آج کانگریسی قیادت جہاں سامراج دشمن ہے وہاں وہ ہندی سرمایہ دوست بھی ہے اور اس نئی تبدیلی نے جہاں اسکو مضبوط کیا ہے وہاں اسے کمزور بھی کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ تمام ہندوستان کے عوام کی ترجمان تھی۔ اب وہ صرف ہندی سرمایہ کی ترجمان ہے اور اس میں عوام کو ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا ایک تحریک میں اسکے عوامی پہلو پر بہت زور دیتے تھے۔ ایک تحریک میں اگر عوام کا مفاد مقدم رہتا ہے تو وہ عوامی تحریک ہے ورنہ وہ اس طبقے کی تحریک ہو جاتی ہے جسے اس میں سیادت حاصل ہو۔

صوبہ سرحد میں مولانا ایک طرف خدائی خدمت گار تحریک کے ہمدرد تھے۔ کیونکہ یہ اصلاً سامراج دشمن تحریک تھی لیکن اس پر جس طرح زمیندار چھا گئے تھے اور یہ ان کے جاگیردارانہ عزائم کی آلہ کار بن گئی تھی اسکے مولانا مخالف تھے۔ مولانا ہندوستانی سوسائٹی کو اپنے سامنے رکھتے تھے جو جاگیرداری اور نوآبادی نظام کی مخلوط سی شکل تھی۔ اس میں ایک طرف انفرادیت پسندی حد سے زیادہ ہے اور دوسری طرف سامراجی عزائم کی مخالفت کا بھی جذبہ ہے۔ مولانا اس پر بڑا زور دیتے تھے کہ ہمارا ملک جاگیرداری دور سے گزر رہا ہے اور ساتھ ہی مقامی سرمایہ بھی ابھر رہا ہے لیکن وہ بدیشی سرمائے کا حصہ بنتا جا رہا ہے اور نئی ریاست سامراجی مقاصد کو بروئے کار لانے کیلئے بنائی جا رہی ہے۔ یعنی ہمارے ریاستی ڈھانچے کی تشکیل یورپ کے ترقی یافتہ ملکوں کے نمونے پر ہے۔ اس لئے یہاں کی عوامی تحریکوں کو ایک ترقی یافتہ سامراجی مشینری سے مقابلہ کرنا ہے جو صحیح اور گہرے شعور اور علمی قابلیت کے بغیر ناممکن ہے۔ اس سلسلے میں مولانا اپنے ساتھیوں کو شاہ ولی اللہ کی تحریک کے تجربات سے آگاہ کراتے رہتے اور اس

تحریک کے رہنماؤں اور کارکنوں پر ہندوستان اور غیر ممالک میں جو کچھ گزری، غیر ممالک میں برطانوی اثر ورسوخ اپنے مخالفوں کے خلاف کیسے کام کر رہا ہے اور کس طرح بعض مجاہدین کو برطانوی محکمہ خارجہ کے جاسوسوں سے قتل کرادیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ وہ ان سب باتوں پر روشنی ڈالتے۔

مولانا فرماتے تھے کہ آج کل سرمایہ انفرادی نہیں رہا کہ وہ کسی فرد واحد کا سرمایہ ہو بلکہ ایک گروہ یا خاندان کا سرمایہ ہوتا ہے۔ انفرادی سرمایہ اور اس نوع کے گروہی سرمایہ میں یہ فرق ہوتا ہے کہ پہلا ایک فرد کو منافع دیتا ہے اور اس سے ایک مخصوص گروہ کو منافع ملتا ہے جو بڑا بااثر اور ترقی یافتہ ہوتا ہے۔ لیکن یہی سرمایہ اگر مخصوص گروہ کی تنظیم سے نکل کر عوامی تنظیمی شکل اختیار کرلے تو فرق صرف تقسیم منافع کا ہوگا، نہ کہ صورت سرمایہ کا۔ ایک کمپنی کے حصہ داروں کو اپنی حدود کے اندر جمہوری تنظیم کا بھی حق پہنچتا ہے اور اس طرح ایک گروہ جمہور کے سرمائے پر مسلط ہوجاتا ہے۔ یہ حال آج کل اکثر سرمایہ داروں کا ہے کہ وہ کمپنی کے کچھ حصے لے کر اس کے سارے سرمائے کو اپنی تحویل میں کرلیتے ہیں اور دوسرے حصہ داران پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے۔ ان حالات میں جمہوریت ختم ہوجاتی ہے۔ اب اگر سوسائٹی میں جمہوریت کا قیام چاہیے تو مخصوص گروہ کے خلاف عام سرمایہ کا اتحاد ضروری ہے۔ اور وہ صرف امداد باہمی اور باہمی اشتراک ہی سے ممکن ہے۔ یہی سرمایہ جمہوریت کی اساس ہوگا۔

اور اس پر تمام حصہ داروں کا علی المراتب برابر کا حق ہوگا۔ ابتدائے اسلام میں بیت المال کے ادارے کا قیام صرف حکومت وقت کے مصارف کیلئے نہ تھا بلکہ ہر شخص کا اس پر اپنی ضروریات کے مطابق یکساں حق تھا۔ اس دور میں بیت المال شخصی تصرف سے بالا تھا۔ اور یہ صحیح معنوں میں پوری امت کا بیت المال تھا۔ غرض ابتدائے اسلام کی جمہوریت کا یہی اساس تھا۔ لیکن حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد یہ صورت بدل گئی اور بنوامیہ نے بیت المال کو اپنی جاگیر بنالیا۔ اور اس طرح وہ ان کے اقتدار کا وسیلہ بن گیا۔ اگر بیت المال کی تنظیم جمہوری رہتی، جمہور مسلمان اسکی آمد و خرچ سے باخبر رہتے اور اس پر ان کا حق تسلیم کیا جاتا تو آج ملت اسلامیہ کی تاریخ دوسری ہوتی۔ بیت المال کی اسی حرص و آز نے بنوامیہ میں آمریت پیدا کردی۔ وہ باہمی کشمکش اور سازشوں کا شکار ہوگئے اور آخر کار یہی چیز ان کی تباہی کا باعث بنی۔

اسی طرح اگر ہندوستان میں سرمایہ مشترکہ اداروں کی شکل میں ترقی کرے تو وہ جمہوریت کی بنیاد بن سکتا ہے۔ لیکن اگر یہ بااثر اور صاحب امتیاز اقلیت کے ہاتھ میں ترقی کرے گا تو یہ سرمایہ موجودہ

برطانوی سامراج کا دشمن تو ہوسکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ عوام دوست بھی ہو۔مولانا فرماتے تھے کہ یہی وجہ ہے کہ محکوم ملکوں میں سرمایہ دار آزادی ملک کی تحریک میں انقلابی موڑ پر پہنچ کر آخر میں سامراج سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔کیونکہ ملک کی عوامی تحریک جب ایک خاص موڑ سے گزر جاتی ہے تو وہ صرف سامراج دشمن نہیں رہتی بلکہ عوام دوست بھی ہوجاتی ہے۔اس مرحلے پر مقامی سرمایہ دار قومی مقامی آزادی کی تحریک کے خلاف بدیشی سامراج سے سمجھوتہ کی راہ تلاش کرتے ہیں اور اس طرح وہ خود بھی ایک بڑے سامراجی ملک کے حصہ دار بن جاتے ہیں۔اس موڑ پر عوام کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اس تبدیلی کے خطرے سے آگاہ رہیں۔

پارٹی کی تنظیم میں باہمی مشاورت کو مولانا بہت اہمیت دیتے تھے۔آپ فرماتے تھے کہ آج کل کی اکثر کمیونسٹ پارٹیاں ایک مخصوص گروہ کی آمریت بن جاتی ہیں اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مشین کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔اگر چہ دعویٰ جمہوریت کا رہتا ہے اور اس طرح ایک انقلابی فلسفہ کو آہستہ آہستہ ردانقلاب کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے۔انسان کو جب بھی تقلید پر مجبور کیا گیا انسانی ترقی کی اقدار کا خاتمہ ہوگیا۔اجتہاد ہی انسانی زندگی کی ترقی کی بنیاد ہے اور اجتہاد کا ملکہ دراصل غور وفکر سے پیدا ہوتا ہے۔اور اگر غور وفکر کو انسانی زندگی سے نکال دیا جائے تو باقی رہ ہی کیا جاتا ہے۔اسی لئے مولانا پارٹی کے اندر آزادانہ بحث وتمحیص کو پارٹی کی زندگی قرار دیتے تھے۔اور چھوٹے چھوٹے مسائل پر عام کسانوں سے تبادلہ خیال فرماتے تھے۔ان کا ارشاد تھا کہ بعض دفعہ سچائی ایک فلاسفر کے مقابلے میں ایک عام آدمی کے قول کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔جب بھی کوئی انسانی گروہ یہ کہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اور سمجھتا ہے، وہ بالکل سچ ہے تو یہ گروہ ہمیشہ کیلئے اپنے اوپر کائنات کو سمجھنے کے دروازے بند کر دیتا ہے۔اور غرور نفس میں مبتلا ہوکر اپنے لئے اخلاقی موت کے سامان مہیا کرتا ہے، جو آہستہ آہستہ حقیقی موت پر منتج ہوجاتی ہے اور یہ اس لئے کہ معرفت تامہ اس دنیا میں ناممکن ہے۔

رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ اے اللہ! میں آپ کو حق معرفت کے درجے میں نہیں پہچان سکا، خود اس حقیقت پر دال ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ پارٹی کے اندر بحث ومباحثہ سے حقیقت حال دریافت کی جائے۔اس دور میں مولانا جہاد فی سبیل اللہ کے سب سے بڑے داعی تھے۔وہ فرماتے تھے کہ انسانیت کی اجتماعی بہتری اور بہتر اخلاق کا تصور لفظ "اللہ" کے تصور میں ہے۔جو دلالت کرتا ہے "جمع کمالات" پر۔اب اگر خیر اور حصول خیر ایک کمال ہے تو کمال خیر کیلئے جہاد ضروری

ہے۔مولانا فرماتے تھے کہ جب انسانیت کیلئے خیر کا حصول لازمی ہے۔محض ضرورت نہیں تو جو گروہ حصول خیر کیلئے ایک زمانے میں خیر کے حصول کا نظریہ پیش کرتا ہے اوراس پرعمل درآمد کراتا ہے وہ گروہ قائدامت کہلاتا ہے۔ کیونکہ وہ ایسے فائدہ کے حصول کا داعی ہوتا ہے جو نوع انسانی کا فائدہ ہے۔اسے قرآن کی اصطلاح میں گروہ مومنین سے تعبیر کیا گیا ہے۔یہی مفلحون کا گروہ ہے۔حضرت امام حریت کی فکر کو سمجھنے کیلئے اسکی اصل اساس یعنی حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی تحریک اور انکا فلسفہ سمجھنا ضروری ہے۔

تحریک ولی اللہی:۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی شاگردی پر حضرت امام حریت بڑا فخر کرتے تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ مجھے فخر ہے کہ حضرت شیخ الہند جیسے مجاہد میرے استاد ہیں۔حضرت شیخ کی تربیت نے آپ کو ایک بڑا انقلابی اور سامراج دشمن بنا دیا تھا۔آپ انگریز سامراج کے زبردست مخالف اور قوم کی آزادی کے داعی ہونے کی وجہ سے انگریزی سامراج کے حاشیہ بردار طبقوں کے ظلم و جبر اور جاگیرداری اور سرمایہ داری کے بھی شدید ترین مخالف ہوگئے تھے۔اور ملک سے غیر ملکی سامراج کا عمل دخل ختم کرنے کے ساتھ ساتھ اسکے دیسی گماشتوں کا سیاسی اقتدار بھی ختم کرنا چاہتے تھے تاکہ ملک صحیح معنوں میں سیاسی اور اقتصادی طور پر آزاد ہو۔آپ کے زمانے میں تحریک ولی اللہی کے مراکز باقاعدہ طور پر سرحد اور آزاد قبائل میں کام کر رہے تھے۔آپ کا رابطہ اس تحریک کے دوسرے متعلقین کے ساتھ رہتا تھا۔اس تحریک کے متعلقین حضرت شاہ ولی اللہ کی فلاسفی کے پیروکار اور اس فلاسفی کی بنیاد پر معاشرہ میں موجود رزائل کو رفع کر کے ایک فلاحی معاشرہ قائم کرنے کی تگ ودو میں لگے رہتے تھے۔

حضرت امام حریت نے حضرت شاہ ولی اللہ کے فلسفے سے فیض حاصل کر کے ملک میں انقلاب برپا کرنے کیلئے ایک ترقی پسند فکر کی بنیاد رکھی تھی۔آپ کی سیاسی زندگی میں اس ترقی پسندانہ فکر کے رہنما اصول عملی جدوجہد کی اصل اساس کے طور پر ہمیشہ پیش نظر رکھے گئے۔مشینی دور کے نئے تقاضوں اور بنی نوع انسان کی نئی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر آپ نے اپنے تجربے اور وجدان سے حضرت امام ولی اللہ کے فلاحی پروگرام کو مزید وسیع تناظر میں پیش کیا تھا۔حضرت شاہ ولی اللہ کے اس انقلابی فکر کو سمجھے بغیر کوئی شخص اس پس منظر کو نہیں سمجھ سکتا جس میں حضرت امام حریت سیاسی اور اقتصادی آزادی کی

دعوت لیکر اٹھے اور اس کو عملی شکل دینے کیلئے تمام عمر وقف کردی۔ آپ نے اپنے شیوخ کی رکھی ہوئی بنیاد پر نظریہ وحدت الوجود اور وحدت ادیان کے تحت اس کام کیلئے مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی تیار کرنے کا کام کیا۔ اس پس منظر کو سمجھنے کیلئے اور حضرت شاہ ولی اللہ کے فلاحی نظریات اور موجودہ سیاسیات میں انکی اہمیت اور افادیت واضح کرنے کیلئے یہاں مختصر طور پر ولی الٰہی فلاسفی کے کچھ اصول بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ کے ہاں انقلاب کیلئے پرانے فرسودہ نظام کو نیست و نابود کردینا ضروری ہے۔ چنانچہ اس معاملے میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا نعرہ ہے **"فک کل نظام "** یعنی ہر ایک نظام کو شکست کر دینا اور اس میں انقلاب برپا کرنا۔ (تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر 78) لیکن کسی نظام کی صرف اینٹ سے اینٹ بجا دینا بجائے خود کوئی مقصد نہیں۔ پرانے نظام کو نیست و نابود کرنے کے بعد جس نئے نظام کی داغ بیل ڈالنی مقصود ہے، حضرت شاہ ولی اللہ نے اس کے خدوخال بھی ۱۷۳۱ء میں متعین فرمائے تھے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے جس زمانے میں یہ نظریات پیش کئے تھے اس وقت انقلاب فرانس (۱۷۸۹ء) نصف صدی بعد آنے والا تھا۔ اور کمیونزم کے معلم اول کارل مارکس اور اسکے رفیق عزیز اینگلس کی پیدائش میں پوری ایک صدی باقی تھی۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نظریات کو پڑھئے اور سوچئے کہ اس حکیم الہند نے یہ انقلابی نظریات کتنے عرصہ قبل پیش کر کے انسانیت کو ظلم و جبر کی بھٹی سے نکالنے کی کوشش کی تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے اقتصادی اصول تحریک شیخ الہند مؤلف مولانا سید محمد میاں (شاگرد حضرت شیخ الہندؒ) سے حرف بحرف یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

اقتصادی اصول:۔

1: دولت کی اصل بنیاد محنت ہے۔ مزدور اور کاشت کار قوت کا سبب ہیں۔ باہمی تعاون مدنیت (شہریت) کی روح رواں ہے۔ جب تک کوئی شخص ملک وقوم کیلئے کام نہ کرے، ملک کی دولت میں اسکا کوئی حصہ نہیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ والبدور البازغہ بحوالہ تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر ۷۸)

(۲) جوا۔ سٹہ۔ اور عیاشی کے اڈے ختم کیے جائیں۔ جن کی موجودگی میں تقسیم دولت کا صحیح نظام قائم نہیں ہوسکتا۔ اور بجائے اسکے کہ قوم اور ملک کی دولت میں اضافہ ہو، دولت بہت سی جیبوں سے نکل

کرایک طرف سمٹ آتی ہے۔(تحریک شیخ الہند،صفحہ نمر ۷۹)

(۳) مزدور کاشت کار اور جو لوگ ملک کیلئے دماغی کام کریں، دولت کے اصل مستحق ہیں، انکی ترقی اور خوشحالی ملک اور قوم کی ترقی اور خوشحالی ہے۔ جو نظام ان قوتوں کو دبائے، وہ ملک کیلئے خطرہ ہے اس کو ختم ہو جانا چاہیے۔(تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر ۷۹)

(۴) جو سماج محنت کی صحیح قیمت ادا نہ کرے مزدوروں اور کاشت کاروں پر بھاری ٹیکس لگائے قوم کا دشمن ہے، اسکو ختم ہو جانا چاہیے۔(تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر ۷۹)

(۵) ضرورت مند مزدور کی رضا مندی قابل اعتبار نہیں، جب تک اس کی محنت کی وہ قیمت ادا نہ کی جائے جو امداد باہمی کے اصول پر لازم ہوتی ہے۔(تحریک شیخ الہند، صفحہ نمبر ۷۹)

(۶) جو پیداوار اور آمدنی، تعاون کے اصول پر نہ ہو وہ خلاف قانون ہے(صفحہ نمبر ۷۹)۔

(۷) کام کے اوقات محدود کئے جائیں۔مزدوروں کو اتنا وقت ضرور ملنا چاہیے کہ وہ اخلاقی اور روحانی اصلاح کرسکیں اور انکے اندر مستقبل کے متعلق غور وفکر کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔(تحریک شیخ الہند، ص۷۹)

(۸) تعاون باہمی کا بہت بڑا ذریعہ تجارت ہے۔لہٰذا اس کو تعاون کے اصول پر ہی جاری رہنا چاہیے۔پس جس طرح تاجروں کیلئے جائز نہیں کہ وہ بلیک مارکیٹ یا غلط قسم کے کمپٹیشن سے روح تعاون کو نقصان پہنچائیں ایسے ہی حکومت کیلئے درست نہیں کہ بھاری ٹیکس لگا کر تجارت کے فروغ وترقی میں رکاوٹ پیدا کرے یا رخنہ ڈالے(صفحہ نمبر ۸۰)

(۹) وہ کاروبار جو دولت کی گردش کو کسی خاص طبقہ میں منحصر کردے، ملک کیلئے تباہ کن ہے (ص ۸۰)

(۱۰) وہ شاہانہ نظام زندگی جس میں چند اشخاص یا چند خاندانوں کے عیش وعشرت کے سبب سے دولت کی صحیح تقسیم میں خلل واقع ہو، اسکا مستحق ہے کہ اسکو جلد از جلد ختم کر کے عوام کی مصیبت ختم کی جائے۔اوران کو مساویانہ نظام زندگی کا موقع دیا جائے (نمبر ۸۰)

سیاسی اصول:۔

(۱۱) زمین کا مالک حقیقی اللہ (اور ظاہری نظام کے لحاظ سے اسٹیٹ) ہے تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر ۸۰

باشندگان ملک کی حیثیت وہ ہے جو کسی مسافر خانہ میں ٹھہرنے والوں کی۔ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے حق انتفاع میں دوسرے کی دخل اندازی قانوناً ممنوع ہو۔صفحہ نمبر ۸۰

(۱۲) سارے انسان برابر ہیں۔کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مالک ملک، ملک الناس، مالک قوم یا انسانوں کی گردنوں کا مالک تصور کرے، نہ کسی کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی صاحب اقتدار کیلئے ایسے الفاظ استعمال کرے صفحہ نمبر ۸۱۔

(۱۳) اسٹیٹ کے سربراہ کی وہ حیثیت ہے جو کسی وقف کے متولی کی ہوتی ہے۔وقف کا متولی اگر ضرورت مند ہوتو اتنا وظیفہ لے سکتا ہے کہ عام باشندگان ملک کی طرح زندگی گزار سکے۔صفحہ نمبر ۸۱۔

بنیادی حقوق:۔

حجۃ اللہ البالغہ اور ورالبدور البازغہ وغیرہ تصانیف میں ارتفاقات (مفادات عامہ) کے عنوان سے بہت مفصل بحث کی ہے ان کا ماحصل یہ ہے کہ

(14) روٹی، کپڑا، مکان اور ایسی استطاعت کہ نکاح کر سکے اور بچوں کی تعلیم وتربیت کر سکے، بلالحاظ مذہب ونسل ہر ایک انسان کا پیدائشی حق ہے۔

(15) اسی طرح مذہب، نسل یا رنگ کے کسی تفاوت کے بغیر عام باشندگان ملک کے معاملات میں یکسانیت کے ساتھ عدل وانصاف، ان کے جان و مال کی حفاظت، انکی عزت وناموس کی حفاظت، حق ملکیت میں آزادی، حقوق شہریت میں یکسانیت، ہر باشندہ ملک کا بنیادی حق ہے۔

(16) زبان اور تہذیب کو زندہ رکھنا ہر ایک فرقہ کا بنیادی حق ہے۔

بین الاقوامی تحفظات:۔

(17) ان حقوق کو حاصل کرنے کی شکل یہ ہے کہ خود مختار علاقے بنائے جائیں۔یہ خود مختار اکائیاں اپنے معاملات میں آزاد ہونگی۔ہر ایک یونٹ میں اتنی طاقت ضرور ہونی چاہیے کہ اپنے جیسے یونٹ کے اقدام کا مقابلہ کر سکے۔یہ تمام اکائیاں ایک ایسے بین الاقوامی نظام (بلاک) میں منسلک ہوں جو فوجی طاقت کے لحاظ سے اقتدار اعلیٰ کا مالک ہو۔اس کو یہ حق نہیں ہوگا کہ کسی مخصوص مذہب یا مخصوص تہذیب کے کسی یونٹ پر حملہ کر سکے (تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر 81 وصفحہ نمبر 82)

مذہبیات:۔

(18)(ا) دین اور سچائی کی اصل بنیاد ایک ہے اس کے پیش کرنیوالے ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔

(ب):۔ داعیان صداقت ہر ملک اور قوم میں گزرے ہیں۔ان سب کا احترام ضروری ہے۔

(ج):۔ سچائی اور دین کے بنیادی اصول تمام فرقوں میں تقریباً تسلیم شدہ ہیں۔مثلاً اپنے پروردگار کی عبادت،اس کے لئے نذرونیاز،صدقہ وخیرات،روزہ وغیرہ۔یہ سب کام سب کے نزدیک اچھے ہیں۔ البتہ عملی صورتوں میں اختلاف ہے۔

(د):۔ ساری دنیا کے سماجی اصول اوران کا منشاء ومقصد ایک ہے۔مثلاً ہر ایک مذہب اور فرقہ جنسی انارکی کو ناپسند اور اخلاقی جرم قرار دیتا ہے۔جنسی تعلقات کے لئے مرد اور عورت میں ایک معاہدہ، ہر ایک فرقہ میں ضروری ہے۔البتہ معاہدہ کی صورتیں مختلف ہیں۔ایسے ہی ہر ایک فرقہ،اپنے مردہ کو نظروں سے غائب کردینا ضروری سمجھتا ہے۔اختلاف اس میں ہے کہ زمین میں دفن کر کے نظروں سے اوجھل کیا جائے یا جلا کر(تحریک شیخ الہند صفحہ نمبر 82) یہ تھے حضرت شاہ ولی اللہ کے نظریاتی اصول۔جنکو اپنے دور کے حالات کے مطابق اختیار کر کے،حضرت امام حریت اور انکے دوسرے ساتھیوں نے مشعل راہ بنایا اور اپنے زمانے کی سیاسی اصطلاحات کے حوالے سے ان اصولوں کو پیش نظر رکھا۔گوکہ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے فکر کو دو الفاظ میں محیط کیا ہے۔ایک لفظ ہے اقترابات جسکے معنی ہیں کہ انسان کو حقوق اللہ سے آشنا ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ربط رکھنا چاہیے۔اور دوسرا لفظ ارتفاقات ہے،جس سے مراد سیاست مدن یا انسانی سوسائٹی کی فلاحی بنیادوں پر تعمیر کے اصول ہیں۔حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر میں خواہ وہ عمرانیات سے متعلق ہو یا تصوف کے ضمن میں ہو،مخصوص اصطلاحات ملتی ہیں۔آج کے دور کی اصطلاحات مثلاً سیکولرزم،سوشلزم،فیوڈل ازم اور کیپٹلزم،اس زمانے میں رائج نہ تھیں۔اگر حضرت شاہ ولی اللہ کے ان اصولوں پر بروقت ایک فلاحی معاشرے کی بنیاد رکھی جاتی تو آج جدید سوسائٹی کی امامت اور قیادت عالم کا جھنڈا ہمارے ہاتھ میں ہوتا۔اور غیروں کو ہماری نظریاتی بے خبری کا فائدہ اٹھا کر ہمیں سیاسی اور اقتصادی غلام بنانے کی جرات بھی نہ ہوسکتی۔اس ضمن میں یہ بات ذہن میں رکھنے کے قابل ہے کہ اگر ہندوستان بھر کے تمام مفلوک الحال لوگ بلالحاظ مذہب ونسل حضرت شاہ ولی اللہ کے اصولوں پر کسی بھی نعرہ ومنشور کے تحت انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہوجاتے تو اس میں سب سے زیادہ فائدہ

خود مسلمانوں کو ہوتا کیونکہ اقتصادی غلامی میں سب سے زیادہ وہ مسلمان ہی جکڑے ہوئے تھے۔ جبکہ ملک کی آزادی کے وقت تک سرمایہ دار طبقہ یا تو ہندو و پارسی تھا یا پھر انگریزوں کا خطاب یافتہ جاگیردار طبقہ جو مسلمان ہو کر بھی مسلمانوں کے ساتھ غداری کا مرتکب ہو کر انعام واکرام اور جاگیروں کا مالک بنا دیا گیا تھا۔ اس لئے حضرت امام حریت اس فلاسفی کے وارث ہونے کے ناطے اپنے زمانے کے حالات کے مطابق جاگیرداری اور سرمایہ داری کی مخالفت بہت ضروری خیال کرتے اور اس مقصد کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ اسی لئے کانگرس کا رکن اور عہدیدار ہونے کے باوجود کانگرسی دور حکومت میں بھی کسانوں کے حقوق کے لئے آواز اٹھانے کی پاداش میں انہیں جیل جانا پڑا جہاں انہیں قید بامشقت کی سزا دیکر سی کلاس میں رکھا گیا۔

باب۳۲ مزاحمتی اور حبسیہ شاعری

مولانا مزاحمتی اور حبسیہ شاعری کے بھی امام تھے۔ان کا کلام زیادہ تر جیل خانوں کی پیداوار ہے۔اس میں سے بھی زیادہ تر وہی حصہ محفوظ رہ سکا ہے، جو آخری قید و بند کے دوران تخلیق ہوا، اور مولانا کی جلد وفات کے باعث کسی خانہ تلاشی کی نذر ہونے سے بچ گیا۔

ان کی شاعری سے متعلق کوئی رائے اتنی مستند نہیں ہوسکتی جتنی اساتذہ شعراء کی ہوسکتی ہے۔ ادبیات سرحد کے مصنف اور قادرالکلام اردو شاعر فارغ بخاری کتاب کی جلد سوم میں صفحہ نمبر 330 پر راقم طراز ہیں۔

"مولانا صرف سرحد ہی نہیں بلکہ پاک و ہند کے پہلے ترقی پسند شاعر ہیں جنہوں نے شعوری طور پر نئی قدروں کو اپنایا۔ اگر چہ انہیں سیاسی الجھنوں اور قید و بند کے مصائب نے شعر و سخن کی طرف بہت کم متوجہ ہونے کا موقع دیا۔اس کے باوجود جو کچھ انہوں نے کہا وہ زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ سکتا تو آج اردو ادب اپنے اس قیمتی اثاثے پر فخر کرتا۔خصوصاً حبسیات پر تو جو کچھ مولانا نے کہا ہے اسے اولیت بھی حاصل ہے اور اس میں جو تاثیر کی شدت ہے وہ ان کے بعد بھی سوائے فیض کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوسکی"۔

مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کے بارے میں مشہور شاعر رضا ہمدانی نے اپنے کالم "حجرہ" میں "علامہ عبدالرحیم پوپلزئی سرحد کے پہلے ترقی پسند شاعر" کے عنوان سے روزنامہ مشرق پشاور جمعہ 8 اکتوبر 1991ء کی اشاعت میں لکھا۔

"مولانا محترم ایک حساس شاعر تھے۔انہوں نے اپنے مقاصد کے اظہار کے لئے عربی، فارسی اور اردو زبانوں کا سہارا لیا۔عربی میں ان کا خطاب اپنے ہم عصر علماء کرام سے ہے۔جمود کی خاموش جھیل میں آپ نے پتھر پھینک کر گوشہ عافیت میں پناہ گیر اہل علم اور علماء کو بیدار کرنے کی سعی جمیل فرمائی۔انہوں نے شعر کے پردے میں مقصد کی بات کی۔مولانا صوبہ سرحد میں اردو کے پہلے ترقی پسند شاعر تھے۔نظم میں کم اور غزل کے قالب میں زیادہ مولانا کے افکار میں مقصد کا موثر اظہار ملتا ہے۔ان کے کلام میں پختگی بھی ہے اور اعلیٰ فنی اقدار بھی۔غزل کے تمام آداب کا احترام والتزام ان کی اردو غزل کا طرہ امتیاز ہے۔غزل کے جملہ محاسن کو برقرار رکھتے ہوئے آپ نے اپنے نعرہ مستانہ سے فضاء میں گھما

گہی کوجنم دیا اور واشگاف الفاظ میں معاشرے کے قبیح چہروں سے ریاکاری کا ملمع اتارا۔ سماج کی کالی بھیڑوں کو بے نقاب کیا۔ عوام کے درد و کرب کو نہ صرف آشکارا کیا بلکہ اس کا مداوا بھی ڈھونڈا۔ انہوں نے ایک شعر سے وہ کام لیا جونثر کے دفتر بھی نہیں کرسکتے۔ وہ سفر میں رہے یا حضر میں، گھر میں رہے یا مسجد میں، میدان عمل میں رہے یا مدرسے میں، انہوں نے فکر سخن ترک نہیں کی اور اپنے سادہ سلیس اشعار میں ایسی باتیں کہیں جو قاری اور عوام کے دل میں اُتر گئیں۔ ان کے ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے میں تلوار تھی۔ وہ ان دونوں ہتھیاروں سے اپنے مقصد کی تکمیل کرتے رہے۔ ان کی غزل ایک لحاظ سے ان کی آپ بیتی یا سرگزشت ہے۔ سیاست کے خارزار کو انہوں نے غزل کے گلدستے میں سجا کر پیش کیا ہے جس سے مشام کائنات معطر ہورہا ہے۔"

پروفیسر خاطر غزنوی نے مولانا عبدالرحیم پوپلزئی پر یوں تبصرہ کیا ہے "یہ قابل احترام ہستیاں ہر دور اور ہر دور کی ظلمتوں میں روشنیاں بکھیرتی ہیں۔ ایسی عظیم ہستیوں میں ہمارے ہاں کے ایک عظیم مرد راہ داں، امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی تھے۔ انہوں نے حیات کے لئے مذہب، مذہب کے لئے سیاست اور سیاست کے لئے احتجاج کی روش اپنائی۔

ان کا یہ شعر تو ان کی زندگی کا آئینہ ہی نہیں مکمل تفسیر بھی ہے

داد دے صیاد کچھ تو حریت کا راگ ہم
عمر بھر زنجیر کی جھنکار پر گاتے رہے

یہ شعر شعریت کا حسن، الفاظ کی دلکش ترتیب، نغمگی کا سحر، ایثار و قربانی کی لگن اور سب سے بڑھ کر حریت کے عشق جان سوز کی تپش و لذت لئے ہوئے ہے۔ بلکہ اردو کی انقلابی شاعری میں اس شعر کو حیات جاوداں ملے گی۔

(خاطر غزنوی 31 مئی 1994 ٹاؤن ہال پشاور)

کہنہ مشق شاعر پروفیسر محسن احسان نے مولانا کے کلام پر حسب ذیل تبصرہ لکھا ہے۔

"ان کی غزلوں میں زندگی کی تلخ اور حوصلہ طلب حقیقتوں سے آنکھ چرا کر فراریت کا انسانیت سوز رجحان کہیں نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ زندگی کی نبض پر ہاتھ رکھ کر سوچنے اور لکھنے کے قائل ہیں۔ یہ ان کے کلام کی وہ حیات آفرین اور صحت مند قدر ہے جس کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی خود آگہی اور احساس کی دیانت سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ ان کے فن میں آپ کو شدید درد کی کسک دکھائی دے گی

جسے شاعر نے اپنے وجود کا حصہ بنالیا ہے۔ان کے کلام سے ذہن کی کشادگی کے ساتھ مسائل حیات کو سمجھنے کا چوکنا پن اوراعلی حوصلگی ملتی ہے۔اس سے ان کی سوچ میں روح عصر کی بیداری کا احساس ہوتا ہے۔ان کی سوچ کا مطمع نظر ایک بہتر ماحول، ایک مہذب تر اسلامی معاشرہ اور ایک روشن تر مستقبل ہے"۔

نامور ادیب اور شاعر عطاء الحق قاسمی نے ان الفاظ میں علامہ عبدالرحیم صاحب پوپلزئی کے کلام پر اپنی رائے پیش کی ہے۔" مجھے جب امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے حالات زندگی اور ان کا منتخب کلام پڑھنے کا موقع ملا تو یقین جانیں مجھے میرے ضمیر نے شدید کچو کے دیئے۔ میں صوبہ سرحد کی اتنی بڑی شخصیت کے کام اور کلام سے واقف نہ تھا۔صرف میں ہی نہیں قومی سطح پر ہم لوگ مولانا حسرت موہانی اور مولانا ظفر علی خان کی استعمار دشمنی، ان کی استقامت، ان کی قربانیوں اور ان کی شاعری کے کمالات سے تو واقف ہیں۔لیکن علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا نام ہمارے لئے اجنبی ہے، جن کی قربانیاں اور جن کے کام کی نوعیت ان بزرگوں سے مختلف نہیں ہے۔علامہ پوپلزئی کے علمی کمالات اور سیاسی جدوجہد کی تفصیل کے علاوہ ان کا کلام پڑھ کر بھی مجھے حیرت ہوئی کہ اتنی بھر پور مصروفیات کے باوجود انہوں نے اپنے اندر کے شاعر کو مرنے نہیں دیا"

ممتاز شاعر پروفیسر طٰہٰ خان نے مولانا پوپلزئی کی کلام پر ذیل کا تبصرہ کیا ہے۔" علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا شمار بھی ان بڑے لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں زمانہ مٹا نہیں سکتا۔موت مار نہیں سکتی، زندگی بھول نہیں سکتی۔مفتی عبدالرحیم پوپلزئی تحریک آزادی و بیداری کے ایک روشن خیال مصلح بھی تھے۔ ایک فراخ دل سیاسی رہنما بھی تھے۔ایک بلند مرتبت شاعر بھی تھے۔ایک دوراندیش سیاسی رہنما بھی تھے۔انہوں نے کبھی اپنے ضمیر اور قلم سے غداری نہیں کی۔جو محسوس کیا وہی کہا اور جو کہا سچ کہا۔

نہ گرمی راس آتی ہے نہ سردی
نہ برکھا میں کوئی سکھ دیکھتا ہوں
بہار آئی گئی اور میں بدستور
بہار داغ دل دکھلا رہا ہوں
صبا کرتی ہے گل کا پیرہن چاک
میں اپنا ہی گریباں پھاڑتا ہوں

(روزنامہ مشرق پشاور 23 نومبر 2002ء)

مذکورہ بالا قدآور شعراء اور کئی دیگر ادیبوں کے تبصروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا عبدالرحیم صاحب آزادی کی جد و جہد اور جیل کی صعوبتوں کے باوجود شعر و سخن کی حکایات خونچکاں بھی لکھتے رہے۔ بلکہ زیادہ تر ان کا وہی کلام محفوظ رہ سکا ہے جو معرکہ بنوں کے سلسلے میں اپنی زندگی کی آخری اسیری کے دوران مختلف کاغذوں کے پرزوں پر لکھتے رہے۔

باب ۳۳ امام حریت عبدالرحیم پوپلزئی تاریخ کے آئینے میں!

1890ء پیدائش (آپ درانیوں کے شاہی خاندان پوپلزئی کے چشم و چراغ تھے)۔

حوالہ نمبر 1۔ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 9

حوالہ نمبر 2۔ مولانا عبدالرحیم پوپلزئیؒ از عمر فاروق خان صفحہ نمبر 9 سال اشاعت جنوری 1970ء وغیرہ۔

1912:۔ حصول تعلیم کے بعد پشاور واپسی

حوالہ نمبر 1:۔ رائے عامہ پوپلزئی نمبر صفحہ نمبر 9 وغیرہ

1912۔1914ء درس و تدریس۔ علمی سرگرمیاں، تحریک ولی اللہ اور حزب اللہ وغیرہ۔ روحانی سلسلہ میں حضرت نجم الدین ہڈہ شریف اور حضرت مولانا فضل حق خیرآبادیؒ سے بھی وابستگی اور رویائے صالحہ۔

حوالہ نمبر 1 مطبوعہ فتوی امام الکلام فی مسلہ اذان عندالامام 1333ھ

حوالہ نمبر 2: تاریخ صوبہ سرحد صفحہ نمبر 879 از محمد شفیع صابر

حوالہ نمبر 3: خلاصہ خفیہ پولیس (Abstract of Intelligence) 1914ء

حوالہ نمبر 4: کتاب مولانا عبدالرحیم پوپلزئیؒ از عمر فاروق خان ملک پوری سندھ ساگر اکیڈمی لاہور (وغیرہ)

1914ء مدرسہ اسلامیہ عربیہ الصمدیہ کا قیام

حوالہ: فتوی امام الکلام مطبوعہ 1333 ھجری

14۔3۔27 مدرسہ اسلامیہ بمقام مسجد قاسم علی خان کا باقاعدہ افتتاح

حوالہ: خلاصہ خفیہ پولیس 1914ء پیرا نمبر 241 جلد نمبر X صفحہ نمبر 76

1914ء خلافت اسلامیہ ترکی۔ کی امداد کی مہم

حوالہ: خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 214 جلد نمبر X صفحہ 76 سال 1914ء

1914۔20ء علمی و تدریسی سرگرمیاں۔ خفیہ انداز میں عوامی شعور کی بیداری کا کام

حوالہ: رائے عامہ پوپلزئی 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 25

حوالہ نمبر 2: خلاصہ خفیہ پولیس جلد نمبر XXX1 پیرا نمبر 183 اور نمبر 207 شیخ الہندؒ کے علاوہ حکیم

برکات احمدؒ مولانا انور شاہ کاشمیریؒ، مولانا غلام رسول بفویؒ سے بھی شرف تلمذ۔ علامہ عبدالرحیم صاحب کی شادی کے موقع پر شیخ الہند دیو بند سے پشاور تشریف لائے۔ آپ کے پیر بھائی مولانا عمادالدین انصاری شیر کوٹیؒ بھی موجود تھے۔ (بیان مولانا سعیدالدین شیر کوٹی) حضرت پوپلزئیؒ کا حضرت شیخ الہندؒ کے 17 خاص الخاص شاگردوں میں شمار۔

حوالہ: کتاب "علماء ہند کا شاندار ماضی" جلد پنجم و ششم۔ مکتبہ رشیدیہ کراچی صفحہ نمبر 101 مکتبہ محمودیہ لاہور وغیرہ۔

1920ء کئی انقلابیوں کو سرحد پار بھیج دیا۔ پنجاب کے کامریڈ فضل الہیٰ قربان آپ کے ذریعے سرحد پار جا پہنچے۔ پھر سویت یونین گئے۔

حوالہ نمبر 1 اخبار کشمیر سنسار 2 جون 1946ء از رام سرن نگینہ

حوالہ نمبر 2 اخبار الجمعیتہ دہلی (ہفتہ وار) 19 ستمبر 1969ء رام سرن نگینہ

حوالہ نمبر 3 اخبار "تیج" 9 اگست 1969ء

حوالہ نمبر 4 کتاب پنجاب کے انقلابی رہنما صفحہ نمبر 23 از اسلم راحیل مرزا۔

ایشین پبلشرز 38 اردو بازار لاہور۔

1921ء انٹرنیشنل اسلامیہ خفیہ سوسائٹی کی ترکی، وسط ایشیاء اور ہندوستانی تنظیموں سے روابط پر زیر عتاب آ گئے۔

حوالہ: کون کیا ہے (Who s Who) آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 81 فائل نمبر شمار 1463ء میں صوبہ سرحد کے مشتبہ

1921ء اسی زمانے میں آسام سے آئے ہوئے انگریزوں کے ایک باغی کو پناہ دینے پر مقدمہ، لیکن عدم ثبوت کی بناء پر مقدمہ داخل دفتر (Discharge)

حوالہ: کون کیا ہے۔ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 81 فائل نمبر شمار 1463 میں صوبہ سرحد کے مشتبہ عبدالرحیم پوپلزئی

1921ء مولانا ابوالکلام آزاد کے آدمی ان کے ذریعے مجاہدین چمرکند کے پاس پہنچ جاتے۔

حوالہ: ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 39 فائل نمبر 1100 صفحہ نمبر 153 پشاور آرکائیوز ریکارڈ

1922ء خلافت اور کانگرس سرگرمیاں۔ آپ کے ایک بھائی میاں نصیر بھی خلافت میں سرگرم عمل

حوالہ نمبر1 خلاصہ خفیہ پولیس 1920ء سے 1931ء تک

حوالہ نمبر2 سپیشل برانچ بستہ نمبر 24 فائل نمبر 441 صفحہ نمبر 35 آرکائیوز سرحد۔ شدھی تحریک کی وجہ سے دہلی کے آس پاس مسلمانوں کے ارتدار کا چیلنج۔ آپ ایک تبلیغی مشن لے کر روانہ ہوئے۔ اور جمعیت دعوت تبلیغ اسلام دہلی کی طرف سے امیر (امیر الوفد) کا خطاب ملا۔ اس تبلیغی مشن میں عبدالرحمٰن ریا بھی آپ کے ساتھ گئے تھے۔

حوالہ نمبر1: خلاصہ خفیہ پولیس جلد 1X1X1 سال 1923ء پیرا نمبر 206 اور 313

حوالہ نمبر2: اخبار "بانگ حرم" پشاور مورخہ اکتوبر 1976ء

1924 یہ تبلیغی کام 1924ء میں بھی جاری رہا

1924 کان پور سازش کیس میں گرفتاری۔ عدم ثبوت کی بناء پر جلد رہا ہو گئے۔ گرفتاری شبے کی بنا پر تھی۔

حوالہ: بخشی فقیر چند ویدرائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945 صفحہ 15 / 1934، 3 اور 4 اپریل 1924ء جمعیت علماء ضلع پشاور کا قیام۔ آپ نے تاریخی اجلاس میں شرکت کی۔

حوالہ: خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 131 جلد نمبر xx سال 1924ء صفحہ 67

1925 علمی، تبلیغی وتدریسی سرگرمیاں (خطابت)

1926 جمعیت علماء ہند کے ساتویں سالانہ اجلاس منعقد کلکتہ کے لئے آپ کا عربی قصیدہ جس میں علماء ومشائخ سے کہا گیا ہے کہ گوشہ نشینی چھوڑ کر میدان جہاد میں کود پڑیں۔

(قصیدہ میں خطاب اس لئے کہ قصیدہ ہی عربی میں شاعری کی معروف صنف ہے اور دور جدید میں گریز اور تشبیب کا التزام نہیں)۔

علامہ عبدالرحیم پوپلزئی سرحد کے پہلے ترقی پسند شاعر ہیں۔

حوالہ: حجرہ، روزنامہ مشرق پشاور مورخہ 8 اکتوبر 1991ء رضا ہمدانی

30-1927 اخبار نوجوان سرفروش کا اجرا۔ (اخبار کی کاپیاں انڈیا آفس برٹش لائبریری میں موجود)

حوالہ نمبر1 رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 10

حوالہ نمبر2 کتاب تذکرہ علماء ومشائخ سرحد از سید امیر شاہ قادری

حوالہ نمبر3 کتاب اٹک کے اس پار صفحہ نمبر 549

حوالہ نمبر 4 کتاب ادبیات سرحد جلد سوم صفحہ 326

حوالہ نمبر 5 کتاب صحافت صوبہ سرحد میں از اجمل ملک صفحہ 68

حوالہ نمبر 6 کتاب صوبہ سرحد میں پریس کی تاریخ (انگریزی) از عمر عامر

1929ء جمعیت نوجوانان سرحد میں آپ کی شرکت

حوالہ نمبر 1 ہفت روزہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 25

حوالہ نمبر 2 اخبار "بانگ حرم" پشاور مورخہ 4 جنوری 1964ء مضمون محمد یونس قریشی

1927ء جمعیت علماء ہند صوبہ سرحد کے لئے شاندار کام کرنے پر جمعیت علماء ہند دہلی کے ناظم مولانا احمد سعید دہلوی کی طرف سے مولانا عبدالرحیم صاحب کا شکریہ۔

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز لائبریری پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 54 فہرست دوم فائل نمبر 917 صفحہ نمبر 119

حوالہ نمبر 2 "جریدہ الجمعیت" دہلی مورخہ 14 مارچ 1927ء

1927ء جمعیت علماء ہند کے آٹھویں سالانہ اجلاس بمقام پشاور کی آخری نشست میں آپ ورکنگ کمیٹی (مجلس عاملہ صوبہ سرحد) کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ کے والد کو صوبائی صدر منتخب کرلیا گیا۔

اس اجلاس میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خان، مولانا حسرت موہانی، مولانا انور شاہ کشمیری (اجلاس کے صدر) سید حسین احمد مدنی، مولانا احمد سعید دہلوی، سید سلمان ندوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا سراج احمد، مولانا ذکریا، مولانا احمد علی لاہوری سمیت کئی اکابرین شریک ہوئے تھے۔

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز لائبریری پشاور سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 54 فائل نمبر شمار 922 سال 1927ء صفحہ نمبر 3 خلاصہ آئی بی ڈائری مورخہ 6,5 دسمبر 1927ء

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 54 فائل نمبر شمار 918 سال 1927ء صفحہ نمبر 185

ورکنگ کمیٹی کے ممبر کے طور پر علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے انتخاب کا اعلان سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی نے کیا۔ اس موقع پر ساتویں نشست میں جو آخری دن 5 دسمبر کی رات کو 2 بجے ختم ہوئی، مولانا ظفر علی خان، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا حسرت موہانی سمیت اکابرین موجود تھے۔

حوالہ آرکائیوز لائبریری صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 54

ستمبر 1928ء سائمن کمیشن کے خلاف تحریک میں آپ کا حصہ

حوالہ اخبار ہفتہ وار "سرحد" پشاور مورخہ 2 اکتوبر 1928ء

20-3-29 میرٹھ سازش کیس دفعہ 121 ضابطہ فوجداری کے تحت 32 افراد گرفتار۔ ان سیاسی اسیروں کے دفاع کے لئے کمیٹی کا قیام۔ آپ اس کمیٹی کے صدر بنائے گئے ارکان میں نکودیوی ملک میاں محمد، دیوان روشن لعل اور ملک دلاور خان شامل تھے۔

حوالہ اخبار بانگ حرم پشاور مورخہ 6 جون 1960ء عید نمبر صفحہ نمبر 8

31-3-29 پراونشل خلافت کمیٹی کے رکن (ورکنگ کمیٹی)

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 219 انڈکس برائے جلد xxv سال 1929ء صفحہ 75

31-3-29 اسی روز کانگریس کے اجلاس میں پراونشل کانگریس (ورکنگ کمیٹی) کے رکن۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 220 انڈکس برائے جلد xxv سال 1929

31-3-29 خلافت صوبہ سرحد کے اجلاس میں آپ کے والد مفتی عبدالحکیم پوپلزئی کو تحریک کا صدر میاں فضل شاہ کو نائب صدر اول اور خان عبدالغفار خان کو نائب صدر دوم منتخب کرلیا گیا۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxv پیرا نمبر 219 صفحہ نمبر 75 سال 1929 آرکائیوز سرحد وغیرہ

1928-29 امیر امان اللہ خان کی حمایت میں پہلی بین الاقوامی تحریک کے صوبہ سرحد میں بانی آپ تھے۔

حوالہ کتاب ایک اشترا کی عالم دین از عمر فاروق خان صفحہ نمبر 19

21 اپریل 1929ء افغانستان میں فساد کی آگ بجھانے اور انگریزوں کے مخالفانہ پروپیگنڈے کا مقابلہ کرنے کے لئے 25 علماء کے ناظم کی حیثیت سے آپ کا دورہ اور متعدد قبائلی جرگوں سے خطاب۔

حوالہ نمبر 1 ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ بستہ نمبر 1 نمبر شمار 13 آرکائیوز صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس سال 1929ء پیرا نمبر 288 جلد xxv پیرا نمبر 241، پیرا نمبر 242 وغیرہ۔

حوالہ نمبر 3 کتاب روداد وفد علماء صوبہ سرحد از عبدالرحیم پوپلزئی

6 مئی 1929	دورہ سے واپسی اور ایک اجلاس میں کارگردگی کی تفصیل
حوالہ	خلاصہ خفیہ پولیس سال 1929 پیرا نمبر 302 جلد xxv صفحہ نمبر 100
1929	ہندوستان بھر میں آپ کے خفیہ روابط ۔ سرکاری رپورٹ
حوالہ	خلاصہ خفیہ پولیس 1929ء پیرا نمبر 713 جلد xxv صفحہ نمبر 237
27-10-29	1929-30ء کے لئے پھر صوبہ سرحد کانگریس کمیٹی کے رکن منتخب
حوالہ	خلاصہ پولیس سال 1929 جلد xxv پیرا نمبر 910
26-11-29	اسلامیہ کلب ہال میں علامہ عبدالرحیم صاحب کی صدارت میں تحریک خلافت کا جلسہ۔
حوالہ	سپیشل برانچ فہرست دوئم بستہ نمبر 52 فائل نمبر 858 صفحہ نمبر 154 آرکائیوز پشاور۔
29-11-29	تحریک خلافت کے زیراہتمام ہڑتال میں حصہ اور شاہی باغ کے جلسہ عام میں تقریر۔
حوالہ نمبر 1	خلاصہ خفیہ پولیس سال 1929 پیرا نمبر 994 جلد xxv صفحہ 20
حوالہ نمبر 2	سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 52 فائل نمبر 858 آرکائیوز
1929	دسمبر کانگریس سیشن لاہور کے لئے صوبہ سرحد سے مندوب منتخب ہوئے۔ اس اجلاس میں آزادی کامل کی قرارداد دریائے راوی کے کنارے منظور ہوئی تھی۔ وہیں نوجوان بھارت سبھا اور کرتی کسان کانفرنس میں بھی شرکت کی۔
حوالہ نمبر 1	خلاصہ خفیہ پولیس پیرا نمبر 1014 جلد xxv صفحہ نمبر 334 اور سپیشل برانچ ریکارڈ وغیرہ
حوالہ نمبر 2	آرکائیوز پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 1 فائل نمبر شمار 1 انڈین نیشنل کانگرس سال 1929ء
27-12-29	لاہور میں لاجپت رائے نگر کے سٹیج پر کرتی کسان کانفرنس کی دوسری نشست سے خطاب کیا اور صوبہ سرحد میں ظلم و جبر کے امتیازی قوانین کے خلاف آواز اٹھائی۔
حوالہ	خلاصہ خفیہ پولیس سال 1930ء جلد نمبر x xvi پیرا 168 صفحہ 67

19-2-30 علامہ پوپلزئی کی تحریک نوجوان بھارت سبھا کے دفتر میں خان عبدالغفار خان کی حاضری۔ صبح نو بجے سے گیارہ بجے تک۔

حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 25 فائل نمبر 356 صفحہ نمبر 35 دوسرا پیراگراف۔

3-3-30 علامہ لاہور سے واپس پہنچے۔

1930 علامہ پوپلزئی جنگ آزادی میں سول نافرمانی کی وار کونسل کے رکن تھے، کل ارکان بارہ تھے۔

حوالہ 1 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 64 فائل نمبر 1775 صفحہ 24 تا صفحہ 31 لائبریری ومحکمہ دستاویزات صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 اخبار ٹریبیون لاہور 26 اپریل 1930

1930 آپ کی قیادت میں نوجوان سبھا اور کانگریس کی مشترکہ جدوجہد کا آغاز

حوالہ نمبر 1 31 مارچ 1930ء کی روزانہ ڈائری ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 1 فائل نمبر 16 بستہ نمبر 3 فائل نمبر 38 وغیرہ

حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس سال 1930 جلد xxvi پیرا نمبر 415 اور 463 وغیرہ

1930 آپ کے اخبار نوجوان سرفروش کی شعلہ بیانی اور ضبطی۔

حوالہ آرکائیوز سرحد سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 63 فائل نمبر شمار 403

نوٹ۔ اس زمانے میں اخبار کا نام " نوجوان سرفروش" تھا۔ 1931 میں اس کا نام صرف " سرفروش" تھا۔

15-4-30 شاہی باغ پشاور میں ایک بڑے جلسہ عام سے خطاب۔ اس میں آپ نے فرمایا کہ "میں برطانوی سامراج کا تختہ الٹنا چاہتا ہوں"۔

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز پشاور ڈپٹی کمشنر آفس ریکارڈ بستہ نمبر 1 فائل نمبر شمار 17 میں 16 اپریل کی ڈائری۔

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز پشاور خلاصہ خفیہ پولیس جلد نمبر xxvi سال 1930ء پیرا نمبر 463 وغیرہ۔

1930ء آپ کی کانگرس کی فرانٹیئر انکوائری کمیٹی کے لئے دوڑ دھوپ اور اس سلسلے میں ہزارہ کا دورہ

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز سرحد سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر 25 فائل نمبر 356 صفحہ نمبر 75 ڈائری نمبر 12

حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس لائبریری آرکائیوز پشاور جلد xxvi سال 1930ء پیرا نمبر 345 وغیرہ۔
1930ء 21 اپریل 1930 کو شاہی باغ کے تاریخی جلسہ عام میں اہم احتجاجی قرارداد پیش کی جو تمام مقررین کے لئے مرکزی نقطہ بن گئی۔

حوالہ نمبر 1 ڈپٹی کمشنر ریکارڈ فہرست اول بستہ نمبر 1 نمبر شمار فائل 17 صفحہ 213

حوالہ نمبر 2 ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 3 فائل نمبر شمار 38 صفحہ نمبر 227

حوالہ نمبر 3 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvi سال 1930 پیرا نمبر 510

22-4-30 آپ کے مکان پر آپ کی صدارت میں انقلابیوں کا اجلاس اور ہڑتالوں اور مظاہروں کا پروگرام۔ کاکاجی صنوبر حسین بھی موجود تھے۔

حوالہ نمبر 1 اخبار "بانگ حرم" پشاور 21 جون 1960ء محمد یونس قریشی

حوالہ نمبر 2 اخبار "بانگ حرم" پشاور 28 مئی 1958ء صفحہ نمبر 11 کاکاجی صنوبر حسین

23-4-30 تقریباً صبح 30-2 پر آپ کی گرفتاری (قصہ خوانی فائرنگ کا سانحہ)

حوالہ۔ ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 64 فائل نمبر 1775 صفحہ نمبر 24 تا 31

حوالہ نمبر 2 اخبار "بانگ حرم" پشاور 28 مئی 1958

23-4-30 آپ کی گرفتاری پر ڈی ایس پی کہہ رہا تھا کہ اگر آپ کو حفظ ماتقدم کے طور پر گرفتار نہ کریں تو آپ صبح انقلاب برپا کرنے والے ہیں۔ کاکاجی صنوبر حسین نے اس کے الفاظ نوٹ کئے۔

حوالہ اخبار "بانگ حرم" پشاور 28 مئی 1958ء صفحہ نمبر 11

1930ء پہلے پشاور جیل میں اگلی صبح جیل میں قیدیوں کی بغاوت۔ آپ نے مختصر تقریر کی۔

حوالہ اخبار "بانگ حرم" پشاور 20 فروری 1967ء از محمد یونس قریشی۔

پھر آپ کو بعد میں قلعہ بالا حصار پہنچا کر نو سال قید بامشقت کی طویل ترین سزا سنائی گئی۔ خان عبدالغفار خان کو بھی تین سال قید کی سزا ملی۔

علامہ پوپلزئی نوجوان بھارت سبھا کے قائد اور کانگرس کے عہدیدار تھے۔ علاوہ ازیں وار کونسل کے اہم رکن تھے۔

حوالہ 1 آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 67 فائل 1194 صفحہ نمبر 61

حوالہ نمبر 2 اخبار "بانگ حرم" پشاور بیس فروری 1967

حوالہ نمبر 3 کتاب باچا خان از فارغ بخاری

حوالہ نمبر 4 ڈپٹی کمشنر ریکارڈ بستہ نمبر 1 فائل نمبر 16 فہرست اول ڈائری مورخہ 30-5-2

حوالہ نمبر 5 تاریخ صوبہ سرحد صفحہ نمبر 858 از محمد شفیع صابر

حوالہ نمبر 6 انٹرویو رحیم بخش غزنوی روزنامہ "شہباز" پشاور 24 اپریل 1954ء

1930ء خطرناک ملزم قرار دے کی بی کلاس میں (قریبا ایک ہفتہ بعد) گجرات سپیشل جیل بھیج دیئے گئے۔ (راستے میں پولیس گاڑی میں دو دو افراد کو ایک ہی ہتھکڑی لگائی گئی)۔

حوالہ 1 سپیشل برانچ بستہ نمبر 67 فائل نمبر 1194 صفحہ نمبر 60 آرکائیوز صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 انٹرویو رحیم بخش غزنوی "شہباز" پشاور 24 اپریل 1954ء

حوالہ نمبر 3 ٹرائبل ریسرچ سیل پشاور کی گڑبڑ بمع مردان صفحہ نمبر 21

حوالہ نمبر 4 اخبار "بندے ماترم" لاہور سات ستمبر 1930ء اور سپیشل برانچ بستہ نمبر 7 فائل 1194 صفحہ 85

حوالہ نمبر 5 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 58 فائل نمبر شمار 1619 صفحہ نمبر 8 اور صفحہ نمبر 9 وغیرہ۔

1931 اس جیل میں "جنگ آزادی کی تصویر کا دوسرا رخ" کتاب کے اردو ترجے پر آپ نے مقدمہ لکھا۔ THE OTHER SIDE OF MEDAL مسٹر ایڈورڈ ٹامسن کی کتاب تھی۔ جس کا اردو ترجمہ آپ کے جیل کے ساتھی شیخ حسام الدین میونسپل کمشنر امرتسر نے کیا تھا۔

1930-31 گاندھی اروِن پیکٹ کے تحت عام سیاسی معافی کے تحت گجرات جیل کے تمام قیدیوں کی رہائی کے بعد آپ آخری قیدی تھے۔

حوالہ ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 58 فائل نمبر 1626 جلد دوم صفحہ نمبر 36 محکمہ دستاویزات لائبریری صوبہ سرحد۔

1931 بیس مارچ 1931ء کو شاہی باغ کے جلسہ عام میں پھر شرکت

حوالہ۔ آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر 23 فہرست اول صفحہ نمبر 47

24-3-31 24 مارچ 1931 کو کراچی سپیشل سیشن میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔

راستے میں ہی ٹرین میں پتہ چلا کے بھگت سنگھ راج گورو، اور سکھ دیو 23 مارچ 1931 کی صبح ہی کو سولی پر چڑھا دیئے گئے ہیں۔ (یہ بات بڑی عجیب ہے کہ ان کی سزا کا حکم آنریری مجسٹریٹ نواب محمد احمد خان نے دیا تھا۔ بعد میں سزا کی توثیق بھی ہوئی۔ اور لاہور سینٹرل جیل میں پھانسی دی گئی۔ کئی سال بعد اسی جیل کے قریب نواب محمد احمد خان کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ جس نے سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو کے مقدمے کے طور پر پوری دنیا میں شہرت حاصل کی۔ بھگت سنگھ نوجوان بھارت سبھا پنجاب کے نو عمر رہنما تھے۔)

31-3-31 کراچی میں نوجوان بھارت سبھا کے جلسہ میں شرکت

حوالہ سپیشل برانچ بستہ نمبر 1 فائل نمبر 4 صفحہ نمبر 207

23-4-31 یوم شہدائے قصہ خوانی پر جلوس کی قیادت

حوالہ 1 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvii سال 1931 پیرا نمبر 434 آرکائیوز

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست اول کانگریس و سرخپوش سرگرمیاں سال 1931ء

28-4-31 مسجد صاحبزادگان ماشوخیل میں علامہ کی تقریر

حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر 20 صفحہ نمبر 67

24-5-31 زیارت شہیدان نزد بازید خیل میں 30-1 سے 30-4 سہ پہر تک سرخپوشوں کے جلسہ عام میں شرکت۔ علامہ نے کاکا جی صنوبر حسین کی قراردادوں کی تائید بھی کی۔

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر 2 فائل نمبر 20 صفحہ نمبر 119

27-5-31 30 مئی 1931ء کو بمبئی میں شروع ہونی والی خلافت کانفرنس میں شرکت کے لئے 27 مئی کو ٹرین میں روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ اللہ بخش یوسفی بھی تھے۔

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 29 فائل نمبر 455 صفحہ نمبر 21

11-6-31 شاہی باغ میں باغیانہ تقریر۔ دفعہ 144 کی خلاف ورزی اور مقدمہ

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 71 فائل نمبر 1308

24-3-31

1931ء دوسری سیاسی سرگرمیاں

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxvii سال 1931

14-8-31 انجمن اصلاح کے جلسہ عام سے چوک یادگار میں خطاب

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر 26 صفحہ نمبر 243

29-8-31 گیارہ جون کی ہری کشن ڈے والی باغیانہ تقریر پر آپ کی گرفتاری۔

16-9-31 ایک سال قید بامشقت کی سزا۔ (عملاً تین سال قید)

حوالہ آرکائیوز صوبہ سرحد سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 71 فائل نمبر 1308 سال 1931

1931ء پشاور سنٹرل جیل میں صعوبتیں اور مظالم۔ قیدیوں کا احتجاج اور جیل میں گڑبڑ۔ آپ کی حالت نازک۔ عبدالرحمان ریا بھی شدید علیل۔

حوالہ نمبر 1 روزنامہ "ملاپ" لاہور 6 ستمبر 1931

حوالہ نمبر 2 روزنامہ "سیلاب" پشاور 9 اکتوبر 1931ء

حوالہ نمبر 3 روزنامہ "مزدور کسان" امرتسر 25 اکتوبر 1931ء

حوالہ نمبر 4 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 57 فائل نمبر شمار 1613

8-9-31 آپ کی گرفتاری کی مذمت۔ احتجاجی اجتماع زیر صدارت اللہ بخش یوسفی۔

حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 71 فائل 1309

1932ء 30 ستمبر 1932ء کو آپ کو ہری پور جیل منتقل کرنے کے احکامات۔ حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 39 فائل نمبر 641 صفحات 166 اور 167

1932ء ہری پور جیل میں قیدیوں کی گڑبڑ

حوالہ کتاب "ایک اشترا کی عالم دین" از عمر فاروق خان۔ شائع کردہ سندھ ساگر اکیڈمی انارکلی لاہور جنوری 1970ء

1932ء اس لئے آپ کی ہری پور کیمپ جیل منتقلی

اور آپ کی بیماری میں اضافہ

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 67 فائل 1200 (1202)

حوالہ نمبر 2 سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 39 فائل 641 صفحہ نمبر 160

حوالہ نمبر 3 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxix پیرا نمبر 170

حوالہ نمبر 4 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 39 فائل نمبر 1100 صفحہ نمبر 153، 154، 155 اور ٹی آر سی بستہ نمبر 39 فائل نمبر 1102 صفحہ نمبر 6۔

حوالہ نمبر 5 ایکسرے اور میڈیکل رپورٹ موجود (ذاتی ریکارڈ)

1932 گورنر جارج کننگھم کا دورہ۔ آپ اپنی جگہ سے نہ اٹھے

حوالہ روزنامہ مشرق 30 اکتوبر 1992

عینی شاہد عبدالرحمان غالب اسیر فرنگ کا انٹرویو

10-5-33 آپ کی جدائی میں آپ کے والد محترم کا اچانک انتقال اور آپ کی بعد میں اگلے دن "غیر مشروط" (Unconditional) رہائی۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxix پیرا نمبر 356 سال 1933

1933 مسجد قاسم علی خان کی خطابت پر سرکار پرستوں کی سازش اور آپ کے حق میں قومی رہنماؤں کی تحریک

آپ کا اس تحریک کا جمع شدہ فنڈ قبول نہ کرنا اور واپسی کا کام حکیم عبدالجلیل ندوی کر سونپا۔

حوالہ ٹرائبل ریسرچ سیل فہرست دوم بستہ نمبر 51 فائل نمبر 813 سی آئی ڈی اوقاف فائل

حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxix سال 1933ء

دارالعلوم اسلامیہ محلّہ جٹاں میں آپ صدر مدرس تھے۔

1933 آپ پر سخت پابندیاں

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxiv سال 1933ء

29-8-33 آپ کے سوانح نگار عمر فاروق خان برادر حاجی فقیرا خان ممبر لیجسلیٹو اسمبلی) کی آپ کی ہاں آمد اور عبدالغفور آتش کے ہمراہ آپ سے ملاقات۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxix پیرا نمبر 654 1933ء

1933ء انجمن خدام انسانیت کا قیام

امام حریت علامہ پوپلزئی نے فلاحی کاموں مثلاً لائبریری، شبینہ سکول، مفت ہسپتال اور خواتین کی خصوصی

تعلیم کے سلسلے میں ابتدائی طور پر 200 روپے فنڈ عبدالرحمٰن ریا کے حوالے کیا۔ (سوشل ورک)۔

حوالہ نمبر 1 خفیہ پولیس جلد xxix پیرانمبر 853 سال 1933

حوالہ نمبر 2 اخبار "ترجمان سرحد" 6 نومبر 1933ء

1934ء جنوری میں بہار اور اڑیسہ میں زلزلہ اور آپ کا سوشل ورک

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرانمبر 79 اور 97

17-1-34 عیدالفطر۔ آپ نے پابندیاں توڑ کر امامت کی۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرانمبر 60 سال 1934ء

28-3-34 عید قربان۔ پابندی توڑ کر عیدگاہ میں امامت کی۔ اس عید پر سرکاری لوگوں کے پروپیگنڈے کے علمی جواب میں فوراً ایک پمفلٹ لکھ کر تقسیم کرایا۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx سال 1934 پیرانمبر 253

1934ء ینگ مین ایسوسی ایشن کے نام سے سیاسی کام

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx سال 1934ء پیرانمبر 91 وغیرہ۔

1934ء جمعیت علماء سرحد اور آپ (صدارت قبول کرنے سے معذرت)

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرانمبر 219 سال 1934ء

جون 1934ء متحدہ بورڈ کا قیام (مختلف مذاہب کے درمیان)

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرانمبر 548

1934ء مسلم پرسنل لاء کے قانون کی جدوجہد

حوالہ خلاصہ پولیس جلد xxx پیرانمبر 672

جون 1934ء فرقہ وارانہ ہم آہنگی بورڈ آپ کی صدارت میں

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرانمبر 577

1934ء سرحد کے پہلے مجوزہ منتخب ممبر مرکزی لیجسلیٹو اسمبلی کے لئے آپ کی ڈاکٹر خان صاحب کے لئے کوششیں۔

حوالہ نمبر 1 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxx پیرانمبر 766 سال 1934ء

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 41 فائل نمبر 656 فائل 658 اور فائل 660

1935ء آپ پرسخت پابندیاں اور آپ کا ارادہ حج۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxi پیرا نمبر 158 سال 1935ء

18-2-35 حج کے لئے آپ کی روانگی (پشاور سے لاہور اور پھر کراچی)۔روانگی کا جلوس۔ بخشی فقیر چند وید کی تقریر اور آپ سے مقامات مقدسہ پر آزادی کے لئے دعاء کی درخواست۔سردار عبدالرب نشتر پیر بخش خان وکیل اور جاچا یونس کے علاوہ باوردی خاکسار بھی جلوس میں موجود۔جلوس میں مولانا عبدالرحیم پوپلزئی زندہ باد کے نعرے۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxi پیرا نمبر 183 اور پیرا نمبر 207

1935ء 29 اپریل 1935ء کے اخبارات روزنامہ "پرتاب لاہور" اور روزنامہ "فرانٹیر ایڈوکیٹ" پشاور نے لکھا کہ مولانا عبدالرحیم پوپلزئی غازی امان اللہ کے ساتھ قسطنطنیہ گئے ہیں۔اور وہ ان کے ساتھ یورپ بھی جائیں گے۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxi پیرا نمبر 508 سال 1935ء

1935ء آپ حجاز میں شاہی مہمان تھے

حوالہ نمبر 1 رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 11 اور صفحہ نمبر 25

حوالہ نمبر 2 "تذکرہ علماء ومشائخ سرحد" از سید امیر شاہ قادری

حوالہ نمبر 3 "مشاہیر سرحد" از عبدالقیوم

1936ء اواخر اپریل 1936ء میں وطن واپسی۔بمبئی آمد اور پھر اجمیر شریف لاہور راولپنڈی اور کشمیر وغیرہ کے دورے۔

حوالہ نمبر 1 ڈیلی ڈائری 26 اگست 1936ء سی آئی ڈی بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1352ء (1354) سپیشل برانچ فائل آرکائیوز لائبریری پشاور۔

حوالہ نمبر 2 خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii پیرا نمبر 844

1936ء آل انڈیا مجلس احرار اسلام کانفرنس امرتسر منعقدہ مورخہ 8،9،10 مئی 1936ء میں مولانا مفتی عبدالرحیم پوپلزئی پر ناروا پابندیوں کی مذمت اور پابندیاں واپس لینے کا مطالبہ۔

حوالہ آرکائیوز لائبریری پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 54 فائل نمبر 904 صفحہ نمبر 69 اور صفحہ نمبر 83 وغیرہ

26-8-36 والدہ صاحبہ کا انتقال۔ حج سے واپسی پر ابھی آپ کشمیر میں تھے۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxii سال 1936ء پیرا نمبر 844،845 وغیرہ

28-8-36 ڈسٹرکٹ پارلیمانی بورڈ کا جلسہ عام۔ حاضرین ایک ہزار۔ علامہ صاحب پر پابندیوں کا ذکر۔ علامہ صاحب خود بھی موجود تھے۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii پیرا نمبر 839

16-9-36 فتو منڈی پشاور شہر میں مکان اور زیارت پر ہندوؤں اور مسلمانوں کا تنازعہ۔ علامہ عبدالرحیم صاحب کی سرپرستی پر اتفاق۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii سال 1936ء پیرا نمبر 921۔

24-10-36 مجلس احرار کانفرنس منعقدہ 24 اکتوبر 1936ء میں شیخ حسام الدین میونسپل کمشنر امرتسر کی طرف سے مفتی عبدالرحیم پوپلزئی پر پابندیوں کی مذمت اور پابندیاں واپس لینے کا مطالبہ۔

حوالہ نمبر 1 اخبار "ویر بھارت" لاہور 26 اکتوبر 1936ء

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز لائبریری پشاور بستہ نمبر 54 فائل نمبر 904 صفحہ نمبر 83

15-11-36 مسجد قصابان میں آپ کی صدارت میں جلسہ عام۔ اسلام بی بی کیس کی بحث ۔سرکاری رپورٹوں کے مطابق حاضرین جلسہ کی تعداد چھ ہزار کے قریب تھی۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii پیرا نمبر 1134 سال 1936ء

1936ء گورنر سرحد کی طرف سے آپ پر پابندیوں کا حکم

حوالہ دستاویز کی ذاتی کاپی موجود

16-12-36 38 خاکساروں نے پرچم اور بگل کے ساتھ عید کے موقع پر آپ کو سلامی پیش کی۔

حوالہ خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxii پیرا نمبر 1268 سال 1936ء آرکائیوز صوبہ سرحد

6-12-37 عید کے موقع پر سرخپوشوں کی علامہ کو سلامی

حوالہ آرکائیوز سرحد سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل 1358ء۔ 1357ء اور بستہ نمبر

2 فائل نمبر 31 صفحہ نمبر 297 وغیرہ۔

1937ء یادگار شہداء کی دوبارہ تعمیر کی تحریک

حوالہ نمبر 1 ڈیلی ڈائری 9 دسمبر، 13 دسمبر، 15 دسمبر 1937ء سپیشل برانچ بستہ 73

حوالہ نمبر 2 اخبار ترجمان افغان مورخہ 5 مئی 1954ء

حوالہ نمبر 3 تاریخ صوبہ سرحد صفحہ نمبر 861 محمد شفیع صابر

1936-37ء کانگرس سوشلسٹ پارٹی جو دراصل نوجوان سبھا ہی کا تسلسل تھی۔ علامہ ہی اس کے قائد تھے۔

حوالہ سپیشل برانچ بستہ نمبر 61 فائل 1060 صفحہ نمبر 12 اور بستہ نمبر 61 فائل نمبر 1051 صفحہ نمبر 143

1937ء انتخابات کی سرگرمیاں۔ پارٹی اجلاس۔ جلسے جلوس وغیرہ۔

حوالہ نمبر 1 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 65 فائل نمبر 1803 آرکائیوز صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1357 روزانہ ڈائری

حوالہ نمبر 3 سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر شمار 31 اور فائل نمبر شمار 32 آرکائیوز لائبریری پشاور۔

1937ء۔(27-8-37) خان عبدالغفار خان کی سیاسی زندگی کے مشہور جلوس کی قیادت بھی امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی نے کی تھی۔ اسی روز شاہی باغ میں منعقدہ جلسہ عام کی صدارت بھی علامہ پوپلزئی نے کی تھی۔ جلسہ میں خان عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان سمیت صوبہ سرحد کے ممتاز رہنما موجود تھے۔ جلوس وجلسہ کے انتظام کے سرپرست بھی آپ تھے۔ باقی بارہ اراکین میں ڈاکٹر خان صاحب، آغا لعل بادشاہ، علی گل خان، پیر بخش خان، حکیم عبدالجلیل ندوی اور سردار عبدالرب نشتر وغیرہ شامل تھے۔

حوالہ نمبر 1 آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر 32 صفحہ نمبر 293

حوالہ نمبر 2 سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1357

حوالہ نمبر 3 اخبار "شعلہ" اشاعت شعبان 1357 (57/8) کا کاجی صنوبر حسین۔

14-10-37 کو جواہر لعل نہرو کے دورہ سرحد کے سلسلے میں خان عبدالغفار خان اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی رہنما منتخب۔

حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ بستہ نمبر 2 فائل نمبر شمار 31 صفحہ نمبر 97 اور صفحہ نمبر 181 وغیرہ۔

1938ء جلسے، جلوس پارٹی اجلاس اور تنظیم سازی وغیرہ۔

حوالہ نمبر 1 کانگرس اور سرخپوش سرگرمیاں ضلع مردان۔ سپیشل برانچ فرست اول بستہ نمبر 10 فائل 131

حوالہ نمبر 2 کانگرس و سرخپوش سرگرمیاں ضلع مردان بستہ 10 فائل 132

حوالہ نمبر 3 سی آئی ڈی ڈیلی ڈائری بستہ نمبر 74 فائل نمبر 1377

5-2-38 یادگار شہداء کی دوبارہ تعمیر کی جدوجہد بدستور (آپ کی تحریک کے سرکردہ کارکن رام سرن نگینہ کا بیان)

حوالہ اخبار "سرحد" پشاور 19 فروری 1938ء

28-4-38 اکوڑہ سوشلسٹ کانفرنس۔ آپ نے پرچم کشائی کی

حوالہ کتاب "تحریک غلہ ڈھیر" مولفہ رام سرن نگینہ۔

1938ء تحریک غلہ ڈھیر۔ سرحد کے کسانوں کا پہلا معرکہ آزادی

حوالہ نمبر 1 کتاب تحریک غلہ ڈھیر از رام سرن نگینہ

حوالہ نمبر 2 سپیشل برانچ بستہ نمبر 74 فائل نمبر 1377 آرکائیوز

حوالہ نمبر 3 سرحد اسمبلی کی بحثیں۔ مورخہ 5 نومبر 1938ء آرکائیوز

دسمبر 1938ء ہزارہ کے دورے اور تنظیم سازی کا کام

حوالہ کتاب ہزارہ کے مظلوم عوام اور علامہ عبدالرحیم پوپلزئی۔ المحمود اکیڈمی عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

39-1938ء خاکروب تنظیم سازی

حوالہ نمبر 1 سپیشل برانچ بستہ نمبر 86 فائل نمبر 1588 لائبریری محکمہ دستاویزات پشاور۔

حوالہ نمبر 2 کتاب "اچھوت خاکروب مفتی اسلام کی قیادت میں"

39-1938ء کینٹ مسجد احاطہ بیلی رام پر ہندو مسلم تنازعہ۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی ثالثی پر سب کا اتفاق۔

حوالہ سپیشل برانچ فائل نمبر شمار 34 بستہ نمبر 3 سال 39-1938ء صفحہ نمبر 107

کانگرس ضلعی سرگرمیاں آرکائیوز پشاور۔

فروری 1939ء 25 اور 26 فروری 1939ء پہلی ہزارہ کانفرنس بمقام پڑاؤ مانسہرہ۔

25-2-39 آپ کا خطبہ صدارت۔ مانسہرہ کانفرنس میں عنقریب جنگ عظیم کی پیش گوئی۔

(چند ماہ بعد اسی سال جنگ عظیم چھڑ گئی)

حوالہ نمبر 1 "ہزارہ میں زرعی بے چینی" ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 43 فائل کی نمبر 1206 آرکائیوز صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 مانسہرہ تحصیل کے مزارعین اور مالکان کے تعلقات کی تحقیق کے لئے کمیٹی کا قیام۔ ٹرائبل ریسرچ بستہ نمبر 43 فائل نمبر 1207 لائبریری محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 3 سپیشل برانچ، روزانہ ڈائری بستہ نمبر 74 فائل نمبر 1372 مورخہ 28 فروری، یکم مارچ، 3 مارچ اور 4 مارچ 1939ء

1939ء پنجاب، مزارعت بل ترمیم صوبہ سرحد 1939ء

بل پر آپ کا بیان سرکاری بل کی مطبوعہ فائل میں موجود ہے۔

حوالہ لیجسلیٹو اسمبلی بل 1939ء سپیشل برانچ آرکائیوز صوبہ سرحد فہرست دوئم بستہ نمبر 63۔

26-3-39 پہلی تاریخی صوبائی خاکروب کانفرنس۔ آپ کا خاکروبوں کے جلوس کے ساتھ چلنا اور آپ کا خاکروب کانفرنس میں خطبہ استقبالیہ پڑھنا۔

حوالہ نمبر 1 سپیشل برانچ بستہ نمبر 86 فائل 1588 آرکائیوز صوبہ سرحد

حوالہ نمبر 2 کتاب "اچھوت خاکروب مفتی اسلام کی قیادت میں"!

مطبوعہ المحمود اکیڈمی 17 عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

1939ء سبھاش چندر بوس کا دورہ پشاور اور آپ سے راز و نیاز

1939ء سرحد اسمبلی میں مزارعت بل پر تفصیل بحث

حوالہ شمال مغربی سرحدی صوبہ کی اسمبلی بحث مورخہ 3 مارچ 1939ء

دسمبر 1939ء (20 اور 21 دسمبر) دوسری ہزارہ کانفرنس بمقام سرائے صالح۔ آپکا خطبہ صدارت

حوالہ سپیشل برانچ روزانہ ڈائری بستہ نمبر 74 فائل نمبر 1372 سابقہ 69 مورخہ 22 دسمبر 1939ء اور 23 دسمبر 1939ء

دسمبر 1939ء ایکٹ منظور

حوالہ گورنمنٹ گزٹ نوٹیفکیشن مورخہ 22 دسمبر 1939ء

1939ء اگست کے دوسرے ہفتے میں شیورام جنرل سیکرٹری ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی ہزارہ (جس نے سرائے صالح کانفرنس میں تقریر کی تھی) کی طرف سے مولانا عبداللہ سندھی کو ہزارہ پولیٹیکل کونفرنس کی صدارت کی دعوت۔

نوٹ۔اس سے پہلے مرغز صوابی مردان کے جلسہ کی صدارت کی دعوت بھی حضرت سندھی کو دی جا چکی تھی۔

حوالہ سپیشل برانچ آرکائیوفہرست نمبر III بستہ نمبر II فائل نمبر 171 صفحات نمبر 205 اور 207

1940ء تغمان یارقند سے خدادادخان 26 مارچ 1940ء کو لکھنو آیا اور پھر پشاور میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی سے ملاقات کی۔ وہ روسی حکومت کا پیغام لے کر آیا تھا۔اس نے لاہور، دیو بند اور دہلی میں علماء سے ملاقات کی کہ اگر روس ہندوستان پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنائے تو کیا سرحد اور آزاد قبائل کے مسلمان ساتھ دیں گے۔مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی اور مولانا نیف گل نے اثبات میں جواب دیا۔ جب کہ مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مولانا شاکراللہ نے روس کو کافر کہتے ہوئے نفی میں جواب دیا۔

حوالہ نمبر 1 یہ مولانا عبیداللہ سندھی کی خفیہ فائل میں موجود ہے۔سپیشل برانچ فہرست سوئم بستہ نمبر گیارہ فائل نمبر 171 صفحہ نمبر 139 بمطابق سرکولر یادداشت نمبر 43/M.A/39 مورخہ 6 اپریل 1040ء ازاسسٹنٹ ڈائریکٹر انٹیلجنس بیورو ہوم ڈیپارٹمنٹ حکومت ہندنئی دہلی برائے اسسٹنٹ ٹو آئی جی پی سی آئی ڈی صوبہ سرحد۔

حوالہ نمبر 2 لوک آوٹ (Look Out) نوٹس نمبر 7 خلاصہ خفیہ پولیس 1940 صفحہ نمبر 118

اپریل 1940ء آپ کی پندرہ سالہ بیٹی بیمار۔علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا دورہ کوہاٹ بنوں۔

12-4-40 مسجد قصابان بنوں میں بارہ اپریل لوگوں سے جہاد میں نکلنے کو کہا

حوالہ نمبر 1 کتاب "حریت نامہ بنوں" استعارہ پبلی کیشن لاہور

حوالہ نمبر 2 سی آئی ڈی روزانہ ڈائری بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355 جلد دوئم محکمہ دستاویزات صوبہ سرحد

15-4-40 مسجد بیرون غوری والا بنوں میں پھر تقریر اور اگلے دن گرفتاری۔

حوالہ سی آئی ڈی ڈائری بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355
جلد دوئم آرکائیوز صوبہ سرحد۔
8-5-40 اے ڈی ایم بنوں کی عدالت سے پانچ سال قید بامشقت۔
حوالہ نمبر 1 کتاب "حریت نامہ بنوں" صفحہ نمبر 34
حوالہ نمبر 2 آرکائیوز لائبریری پشاور سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355 صفحہ نمبر 335
1940ء و مابعد گرفتاری پر مختلف شخصیات اور جماعتوں کا احتجاج۔ ضبط شدہ خطوط وغیرہ
حوالہ سپیشل برانچ بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355 آرکائیوز لائبریری پشاور۔ بستہ 55 فائل 946 صفحہ نمبر 49۔ ایضاً سپیشل برانچ بستہ نمبر 55 فائل نمبر 940 ایضاً بستہ مذکورہ 55 فائل نمبر 944۔
ایضاً سپیشل برانچ بستہ نمبر 65 فائل نمبر 1160 ایضاً بستہ مزکورہ نمبر 65 فائل
1940-41ء ولی کامل عبدالغفور سیٹھی کی علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی حمایت میں باقاعدہ مہم۔ جمعہ کے اجتماعات سے خطاب۔
حوالہ نمبر 1 سپیشل برانچ آرکائیوز بستہ نمبر 73 فائل نمبر 1355 سال 1940ء
حوالہ نمبر خلاصہ خفیہ پولیس جلد xxxvii پیرا نمبر 224 اور 235 وغیرہ۔
1940-41 آپ کی پندرہ سالہ بیٹی آپ کی جدائی میں تڑپ تڑپ کر وفات پا گئی۔
13-5-41 آپ کے بھائی مفتی عبدالقیوم پوپلزئی بھی گرفتار ہو کر ڈیرہ اسماعیل خان جیل پہنچ گئے۔
حوالہ نمبر 1 ٹرائبل ریسرچ سیل بستہ نمبر 66 فائل نمبر 1834 آرکائیوز
حوالہ نمبر 2 سپیشل برانچ فائل برائے ہسٹری شیٹ حافظ عبدالقیوم ولد ایم عبدالحکیم بمطابق AA14، 104 جلد vii سال 1955
جولائی 1941ء مسلم لیگ کے وفد کی علامہ اور ان کے بھائی کی رہائی کے سلسلے میں ڈپٹی کمشنر پشاور سے ملاقات اور علامہ اور ان کے بھائی کی رہائی مطالبہ۔
وفد میں میاں غلام حسین، آغا زمان شاہ، سید سکندر شاہ اور یونس علی خان شامل تھے۔
اسی طرح انجمن خیر خواہان حیدر آباد کے حافظ عبدالرحمان کی ڈپٹی کمشنر سے ملاقات اور علامہ اور ان کے بھائی کی رہائی کا مطالبہ

حوالہ "مسلم لیگ صوبہ سرحد میں" سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 46 فائل نمبر 753 سال 1941 صفحہ نمبر 7 ہفتہ وار ڈائری نمبر 28 مورخہ 41-7-11 آرکائیوز۔۔

25-7-41 رات کو سردار اورنگ زیب خان ایم ایل اے کے بالاخانے پر مسلم لیگیوں کا اجلاس۔ آغا لعل بادشاہ، کریم اٹلی، غلام حسین آف پشاور بوٹ ہاؤس، خواجہ اللہ بخش، حافظ فضل محمود وغیرہ شریک تھے۔ اس میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی رہائی کے سلسلے میں ڈپٹی کمشنر سے ملاقات کے لئے ایک وفد تشکیل دینے کا فیصلہ کیا گیا۔

حوالہ سپیشل برانچ بستہ نمبر 46 فائل نمبر 753 صفحہ نمبر 21 سی آئی ڈی ڈیلی ڈائری نمبر 12 مورخہ 41-7-26 آرکائیوز لائبریری پشاور۔

1940-42 آپ ڈیرہ اسماعیل خان جیل، پشاور جیل اور پھر چار مئی 1942ء کو قید تنہائی کے حکم کے ساتھ ہری پور جیل میں۔

حوالہ سپیشل برانچ فہرست دوم بستہ نمبر 70 فائل 1247 صفحہ 21 آرکائیوز لائبریری پشاور۔

1942ء آپ کے بھائی ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں۔

1943ء آپ کی حالت نازک، رہائی لیکن پابندیاں سخت۔

جنوری 1943ء سیکرٹری مسلم لیگ کا آپ کی تشویشناک حالت میں پابندیوں میں رکھے جانے پر ڈپٹی کمشنر کو شکایتی خط۔

حوالہ "حریت نامہ بنوں" (خط کی کاپی موجود)

1943ء آپ کی علالت اور پابندیوں پر مجلس احرار اسلام کی قرارداد۔

حوالہ حریت نامہ بنوں (قرارداد کی نقل موجود)

17-1-43 رہائی کے وقت آپ کو جیل کے قیدیوں کا سپاسنامہ۔

حوالہ کتاب حریت نامہ بنوں (دستاویز موجود)

1943ء ڈپٹی کمشنر سکندر مرزا (سابق صدر پاکستان) کا آپ کی خدمت میں تحریری معافی نامہ

حوالہ سکندر مرزا کا معافی نامہ محفوظ۔ عکس حریت نامہ بنوں میں موجود۔ فقیر آف ایپی کی طرف سے آپ کی شاندار قومی خدمات پر آپ کی خدمت میں خلعت۔ طلائی کشیدہ کاری والا خلعت نوادرات میں محفوظ۔

1943ء موسم گرما میں بیمار حالت میں تبدیلی آب و ہوا کے لئے آخری بار کشمیر تشریف لے گئے۔ آپ کے کم سن بیٹے عبدالروف اور آپ کے معتقد سید رسول شاہ بھی ساتھ تھے۔ انسپکٹر سی آئی ڈی دھنی رام کے بھائی ٹھاکر داس نے وہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا۔

31-12-43 اپنی زندگی کے آخری دسمبر کی آخری تاریخ کو وصیت نامہ لکھا۔ وصیت نامے کے شروع کے الفاظ یہ تھے "خدائے قدوس کی رضامندی میرا منتہائے مقصود ہے۔ اس سے محبت اس کے رسولؐ سے عقیدت میرے لئے باعث زندگی ہے"۔

31-5-44 بمطابق 8 جمادالثانی 1363 ھجری انتقال فرمایا۔ یہ سانحہ بدھ کے دن دو بجے پیش آیا۔

31-5-44 اسی روز شام کو چوک یادگار میں کانگریس کا جلسہ۔ ڈاکٹر خان صاحب کانگرس کے صوبائی صدر علی گل خان اور محمد یونس قریشی کا آپ کو خراج عقیدت۔ علی گل خان نے تعزیتی قرارداد پیش کی۔

ڈاکٹر خان صاحب نے آپ کو قوم کا مجاہد قرار دیا۔

محمد یونس قریشی نے سٹیج سے مسجد قاسم علی خان میں تدفین کی تجویز بیان کی۔

حوالہ سپیشل برانچ آرکائیوز بستہ نمبر 6 فائل نمبر 70 کانگرس اور سرخپوش سرگرمیاں

1-6-44 آپ کی تدفین بمقام مسجد قاسم علی خان، جہاں سے آپ نے جدوجہد کے سفر کا آغاز کیا تھا۔ اس روز پھر آپ کی یاد میں چوک یادگار میں جلسہ عام۔

حوالہ سپیشل برانچ فہرست اول بستہ نمبر 12 فائل نمبر شمار 167 صفحات نمبر 49، 51، 55 آرکائیوز سرحد۔

جولائی 1944ء جمعیۃ علماء ہند جولائی 1944ء اپریل 1945ء میں تعزیت کی قرارداد۔

حوالہ کتاب "جمعیۃ العلماء کیا ہے؟" صفحات نمبر 328 اور 358 از مولانا سید محمد میاںؒ مکتبہ محمودیہ جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔

مشاہیر کا خراج تحسین

(1) عبدالرحیم پوپلزئی غیرت کا نقش تھے مولانا ظفر علی خان

حوالہ کتاب قید فرنگ صفحہ نمبر 33 مطبوعات چٹان لاہور فروری 1980ء

(2) اللہ تعالی نے صوبہ سرحد کے لوگوں کی ہدایت کیلئے حضرت مولانا عبدالرحیم پوپلزئی کو بھیجا تھا۔ مولانا احمد علی لاہوری (حضرت لاہوریؒ اپنے بیان میں آپ کے لئے سرحد کے ہادی کے الفاظ استعمال کرتے تھے)۔

حوالہ نمبر 1 روحانیت اور عوامی تحریک صفحہ نمبر 171

حوالہ نمبر 2 مولانا یعقوب القاسمی صاحب

حوالہ نمبر 3 مولانا حکیم رفیع الدین صاحب نوشہروی

(3) مولانا بہت بڑے ذہنی انقلابی تھے۔ انہوں نے ناموافق حالات میں جو کچھ کیا، میری دیانت دارانہ رائے ہے کہ اتنا کام کسی اور کو کرنے کی توفیق آج تک نصیب نہیں ہوسکی۔ اور لوگوں نے کام تھوڑا کیا لیکن قیمت زیادہ وصول کی۔ مولانا نے جو ایثار و قربانی کے مجسمہ تھے، بہت زیادہ کام کر کے بھی نمائش کی دنیا سے ہمیشہ اپنے آپ کو الگ رکھا۔

حکیم عبدالسلام ہزاری صدر مجلس احرار اسلام صوبہ سرحد

حوالہ ہفت روزہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 31 مئی 1946ء

(4) مولانا عبدالرحیم صاحب اپنے وقت کے شاہ ولی اللہ تھے اور یہی وجہ تھی کہ حکومت اور سرمایہ دار طبقہ ان سے خائف تھا۔

کاکاجی صنوبر حسین مہمند

حوالہ بانگ حرم پشاور 28 مئی 1958ء صفحہ نمبر 11

(5) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی مجاہد قوم تھے۔

ڈاکٹر خان صاحب سابق وزیراعلی صوبہ سرحد

حوالہ آرکائیوز سپیشل برانچ ریکارڈ بستہ نمبر 6 فائل نمبر 70 ڈائری بابت 31 مئی 1944ء

(6) مرحوم و مغفور مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے قبائلی کشاکش کا خوب مطالعہ کیا تھا لیکن جب باتیں ظاہر کیں تو انگریز کے جبر و استبداد کا شکار ہوئے

خان امیر محمد خان ہوتی سابق پارلیمانی سیکرٹری

(والد محترمہ بیگم نسیم ولی خان)

حوالہ پولٹیکل کانفرنس پشاور اپریل 1945ء
کتاب منزل کی طرف صفحہ نمبر 22

(7) مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم ومغفور جنگ آزادی ہند کے ایک بہادر سپاہی تھے۔آپ ایک قابل قدر پاک مسلمان اور بلاتمثیل فرقہ پرستی سے آزاد انسان تھے۔

خان عبدالقیوم خان

حوالہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 17

(8) مجدد سرحد مولانا عبدالرحیم پوپلزئی

مجھے حضرت مولانا مرحوم کی نیازمندی کا شرف حاصل تھا اس لئے مجھے ان کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔مولانائے مرحوم ایک جید عالم، ایک متوکل انسان اور ایک سمجھدار سیاسی رہنما تھے۔ اگرچہ عمر میں وہ کئی دیگر علمائے سرحد سے کم تھے لیکن اس کے باجود ان کی حیثیت علمی حلقوں میں اتنی بلند تھی کہ انہیں بلاچون وچرا مفتی اعظم سرحد تسلیم کیا جاتا تھا۔

سردار عبدالرب نشتر

حوالہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 23

ڈاکٹر وارث خان رشکئی (مجاہد آزادی) 31 مئی 1991ء بمقام قصہ خوانی پشاور شہر

اس بات کی اجازت دیں کہ کہہ دوں کہ آج ہم سیاسی آزادی کی فضاء میں سانس لے رہے ہیں تو یہ برکت ہے اور یہ ثمر ہے مجاہد اعظم امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی ان قربانیوں کا جس کو حضرت علامہ نے دن رات ایک کرکے آگ اور خون کا سمندر پار کرکے ہمارے بچوں کی خوشحالی کیلئے قانونی اور پرتشدد دونوں راستوں سے منہ نہ موڑ کر ہمارے لئے ایک مثال چھوڑی۔

حوالہ تحریک غلہ ڈھیر صفحہ نمبر 231، 232 مطبوعہ المحمود اکیڈمی لاہور

(12) "محققین کو اب برطانوی عہد کے خفیہ ادارے اور پولیس کی فائلوں کی چھان بین کرکے مولانا پوپلزئی کی زندگی پر روشنی ڈالنی ہے۔کیا یہ ہمارے لئے ان جیسے ہیرو رہنماؤں کو کتب تواریخ اور ذرائع ابلاغ میں مناسب اور جائز تشہیر دینے کا موقع نہیں کہ ہماری نئی نسلیں اپنے اصل ہیرو سے واقف ہوسکیں۔اور کیا یہ ریاست جو مولانا پوپلزئی جیسے لوگوں کی قربانیوں سے وجود میں آئی ہے اس فریضہ کی ادائیگی کی پابند نہیں کہ وہ بعد از وفات ہی سہی، ان سچے ہیرو رہنماؤں کو خراج عقیدت پیش

کرے۔ اس سے آنے والی نسلیں حتمی طور پر ان مقاصد کے لئے آمادہ بہ عملی ہونگی جن کے لئے ان مجاہدوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا"۔

افراسیاب خٹک (پختون رہنما اور دانشور)

انگریزی روزنامہ "فرانٹیر پوسٹ" 31 مئی 1994ء

(13) "صوبہ سرحد کے مشاہیر کو فراموش کرنا افسوس ناک ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے انگریز سامراج اور ہندوؤں کے خلاف بھر پور جنگ لڑی نا قابل فراموش ہیں اور ہماری نوجوان نسل ان کی زندگی سے کافی کچھ سبق حاصل کرسکتی ہے۔ ایسے مجاہدوں میں حاجی صاحب ترنگزئی حاجی مرزا علی خان فقیر آف ایپی سردار عبدالرب نشتر صاحبزادہ عبدالقیوم، امام حریت عبدالرحیم پوپلزئی شامل ہیں۔"

چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ

(جسٹس عبدالکریم خان کنڈی)

روزنامہ مشرق پشاور جمعہ 29 اپریل 1944ء

(14) علامہ عبدالرحیم پوپلزئی قافلہ حریت کے ان سالاروں میں سے تھے جنہوں نے برصغیر ایشیاء کے مسلمانوں کو غلامی سے نجات دلانے کے لئے عمر بھر جدو جہد کی اور مختلف صعوبتیں برداشت کیں۔۔ ہم علامہ پوپلزئی جیسی شخصیات کی قربانیوں کے نتیجے میں آزادی کا سانس لے رہے ہیں۔

نواب زادہ نصراللہ خان صدر جلسہ ٹاؤن ہال پشاور 31 مئی 1994ء

حوالہ ٹی وی خبر نامہ مورخہ یکم جون 1994ء وغیرہ

(15) اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ آزادی کے 47 سال ہو چکے ہیں لیکن اب بھی اس کی وہ عظیم ہستیاں جو تاریخ وثقافت کے روشن مینار ہیں، کسی کو نظر نہیں آتے۔ علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے افکار و نظریات کی اس قوم کو آج جس قدر ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔

خان محمد افضل خان وفاقی وزیر برائے امور کشمیر

صدر پختونخواہ قومی پارٹی 31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(16) علماء ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہیں سب عزت واحترام کے لائق سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم پوپلزئی جو حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر کے علمبردار تھے ہم سب میں غیر متنازعہ ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم پوپلزئی کو ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں، سب کے ہاں

احترام کا درجہ حاصل تھا۔ وہ بلا لحاظ مذہب وملت انسانی مساوات کے علمبر دار تھے۔

قاضی فضل اللہ ایڈووکیٹ ایم این اے جمیعت علماء اسلام

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(17) ایک طرف تو ان کی جدوجہد جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں تھی اور دوسرے طرف اپنے مقاصد کے حصول کے لئے جو صعوبتیں انہوں نے جھیلیں، ان کا وہ لوگ زیادہ اندازہ کر سکتے ہیں جنہوں نے خود صعوبتیں اٹھائی ہوں۔ یہ بڑے حوصلے کی بات ہے کہ وہ اپنی تمام صلاحیتوں کو صرف اور صرف آزادی ہی کے مقصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج ہم میں کوئی کمزوری ہے تو اس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہے کہ ہم نے اپنے ان رہنماؤں کی زندگی سے رہنمائی حاصل کرنا چھوڑ دیا ہے

بیرسٹر مسعود کرثر سینیٹر

پاکستان پیپلز پارٹی

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(18) میں صرف یہ کہوں گا کہ مجھے فخر ہے کہ اس صوبے میں اور اس شہر وہ شخصیت پیدا ہوئی کہ جس نے آج تمام رہنماؤں کو اپنے مرنے کے بعد بھی ایک سٹیج لا کھڑا کیا ہے۔

سید قمر عباس صوبائی وزیر

پاکستان پیپلز پارٹی

31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(19) امام حریت مفتی سرحد علامہ عبدالرحیم پوپلزئیؒ کی ایثار نفسی، بے پناہ قربانیوں، جدوجہد حیات اور خارا شگاف جہاد آزادی کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، ان کی شخصیت کا پہلا روشن ترین پہلو دین اسلام سے بے پناہ محبت، روحانی اقدار سے شیفتگی، عالم اسلام کی زبوں حالی پر جان سوزی اور ان کی زندگی کا دوسرا درخشاں مقصد قید و بند کے بے پناہ مصائب جھیلتے ہوئے درماندہ اور مفلوک الحال، سرمایہ داری، جاگیرداری اور فیوڈل لارڈز کے بے رحم ہاتھوں سے ستائے ہوئے مزدوروں، کسانوں اور خاکروبوں کے تحفظ حقوق کے لئے تن تنہا جنگ لڑنا تھا۔ بلاشبہ امام حریت حقیقی معنوں میں قافلہ سالار آزادی اور پرچم بردار طبقات ستم رسیدہ تھے۔

شریف فاروق

چیف ایڈیٹر روزنامہ "جہاد"

31 مئی 1994ء ٹاون ہال پشاور

(20) 1947ء سے پہلے علامہ صاحب کو سب جانتے تھے۔ ان کے ہم عصر اب بھی موجود ہیں۔ لیکن 47ء کے بعد کی نسل میں سے علامہ صاحب کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جب میں نے علامہ صاحب کے بارے میں کتابیں پڑھیں، مضامین پڑھے، اخبارات کی چھان بین کی تو پتہ چلا کہ واقعی وہ امام حریت تھے۔

حافظ ثناء اللہ چیئرمین شعبہ صحافت

پشاور یونیورسٹی

31 مئی 1994ء ٹاون ہال پشاور

(21) یہ قابل احترام ہستیاں ہر دور اور ہر دور کی ظلمتوں میں روشنیاں بکھیرتی رہیں۔ ایسی عظیم ہستیوں میں ہمارے ہاں کے ایک عظیم مرد راہ دان امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی تھے۔ انہوں نے حیات کے لئے سیاست اور سیاست کے لئے احتجاج کی روش اپنائی۔

ان کا یہ شعر تو ان کی زندگی کا آئینہ ہی نہیں مکمل تفسیر بھی ہے۔

داد دے صیاد کچھ تو حریت کا راگ ہم

عمر بھر زنجیر کی جھنکار پر گاتے رہے

یہ شعر نہ صرف شعریت کا حسن الفاظ کی دلکش ترتیب، نغمگی کا سحر ایثار و قربانی کی لگن اور سب سے بڑھ کر حریت کے عشق جان سوز کی تپش و لذت لئے ہوئے ہے۔ بلکہ اردو کی انقلابی شاعری میں اس شعر کو حیات جاوداں ملے گی۔

پروفیسر خاطر غزنوی

31 مئی 1994ء ٹاون ہال پشاور

(22) مولانا صاحب صرف پشاور یا صوبہ سرحد کے ہی نہیں بلکہ عالم انسانیت کے رہنما تھے۔

افضل شاہ خاموش

مزدور کسان پارٹی

31 مئی 1994ء ٹاون ہال پشاور

(23) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی نے اپنی 54 سالہ زندگی میں وہ کارنامے سرانجام دیئے جو دنیا کی تاریخ میں بہت کم لوگوں کے حصے میں آئے ہیں۔

ارباب مجیب الرحمٰن
پختونخواہ ملی عوامی پارٹی
31 مئی 1994ء ٹاؤن ہال پشاور

(نوٹ:۔ 31 مئی 1994ء کو ٹاؤن ہال پشاور میں علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی 50 سالہ برسی کے موقع پر موجود تمام سیاسی و دینی مکاتب فکر کے شرکاء نے متفقہ طور پر یہ قرارداد منظور کی کہ حکومت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی شایانِ شان یادگار تعمیر کرے۔ برسی کا پروگرام حضرت امام حریت کے تلمیذ رشید مولانا سید امیر شاہ قادری سجادہ نشین یکہ توت اور مرکزی نائب صدر جمعیت علماء پاکستان کی دعاء پر ختم ہوا)۔

(24) ان کی غزلوں میں زندگی کی تلخ اور حوصلہ طلب حقیقتوں سے آنکھ چرا کر فراریت کا انسانیت سوز رجحان کہیں نظر نہیں آتا۔ بلکہ اس کے برعکس وہ زندگی کی نبض پر ہاتھ رکھ کر سوچنے اور لکھنے کے قائل ہیں۔ یہ ان کے کلام کی وہ حیات آفرین اور صحت مند قدر ہے جس کو علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کی خود آگہی اور احساس کی دیانت سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ ان کے فن میں آپ کو شدید درد کی کسک دکھائی دے گی جسے شاعر نے اپنے وجود کا حصہ بنالیا ہے۔ ان کے کلام سے ذہن کی کشادگی کے ساتھ مسائل حیات کو سمجھنے کا چوکنا پن اور اعلیٰ حوصلگی ملتی ہے اس سے ان کی سوچ میں روح عصر کی بیداری کا احساس ہوتا ہے۔ ان کی سوچ کا مطمع نظر ایک بہتر ماحول، ایک مہذب تر اسلامی معاشرہ اور ایک روشن تر مستقبل ہے۔

پروفیسر محسن احسان

(25) مجھے امام حریت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کے حالات زندگی اور ان کا منتخب کلام پڑھنے کو موقع ملا تو یقین جانیں مجھے میرے ضمیر نے شدید کچوکے دیئے۔ میں صوبہ سرحد کی اتنی بڑی شخصیت کے کام اور کلام سے واقف نہ تھا۔ صرف میں ہی نہیں قومی سطح پر ہم لوگ مولانا حسرت موہانی اور مولانا ظفر علی خان کی استعمار دشمنی، ان کی استقامت، ان کی قربانیوں اور ان کی شاعری کے کمالات سے تو واقف ہیں لیکن علامہ عبدالرحیم پوپلزئی کا نام ہمارے لئے اجنبی ہے جن کی قربانیاں اور جن کے کام کی نوعیت ان بزرگوں سے مختلف نہیں ہے۔ علامہ پوپلزئی کے علمی کمالات اور سیاسی جدوجہد کی تفصیل کے علاوہ ان کا

کلام پڑھ کر بھی مجھے حیرت ہوئی کہ اتنی بھر پور مصروفیات کے باجود انہوں نے اپنے اندر کے شاعر کو مرنے نہیں دیا۔

عطاالحق قاسمی

(26) مولانا صرف سرحد ہی نہیں بلکہ پاک وہند کے پہلے ترقی پسند شاعر ہیں جنہوں نے شعوری طور پر نئی قدروں کو اپنایا۔ اگر چہ انہیں سیاسی الجھنوں اور قید و بند کے مصائب نے شعر وسخن کی طرف بہت کم متوجہ ہونے کا موقع دیا۔ اس کے باوجود جو کچھ انہوں نے کہا وہ زمانے کی دستبرد سے محفوظ رہ سکتا تو آج اردو ادب اپنے اس قیمتی اثاثے پر فخر کرتا۔ خصوصاً حبسیات پر تو جو کچھ مولانا نے کہا ہے، اسے اولیت بھی حاصل ہے اور اس میں جو تاثر کی شدت ہے وہ ان کے بعد بھی سوائے فیض کے اور کسی کو نصیب نہیں ہو سکی۔

فارغ بخاری

حوالہ ادبیات سرحد جلد سوم صفحہ نمبر 330 سال اشاعت 1955ء

غیر مسلموں کا خراج تحسین

(27) مولانا عبدالرحیم پوپلزئی فکری محاذ پر کام کرنے والے پشتونوں کی عظیم روحانی شخصیت تھے۔

روسی مصنف گ۔ف گیرس

حوالہ دمیٹرنے اولس ادبیات (بہادر عوام کی ادبیات) ترجمہ سر محقق شنواری صفحہ نمبر 83

(28) 31 مئی کا دن انقلابی تاریخ میں یادگار رہے گا۔ اسی دن شام کے وقت بطل حریت، رئیس الاحرار، امیر کارواں، مفتی اعظم قبلہ حضرت علامہ عبدالرحیم پوپلزئی راہگرائے عالم بقا ہوئے۔

کامریڈ رام سرن نگینہ

حوالہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 19

(29) ڈیرہ اسماعیل خان کی جس بارک میں وہ کچھ عرصہ قیام پذیر تھے اس بارک میں راقم الحروف کو بھی کئی ماہ متواتر رہنے کا اتفاق حسنہ ہوا۔ مجھے جیل کے باسیوں یعنی قیدیوں سے مولانائے موصوف کے تذکرے سننے کا کئی بار موقع ملا جو دل پر نقش فی الحجر کی طرح ثبت ہو گئے۔ انہی تذکرات کے طفیل ان کے پرستاروں کے کاسہ دل غیر معمولی صبر و قناعت کی مے سے معیاد قید کی آخری ساعت تک لبریز رہ چکے تھے۔ وہ جب بھی ان کا ذکر چھیڑتے تو ان کی کرم فرمائیوں اور ان کی طرز زندگی کا نقشہ آنکھوں کے

سامنے کھچ جاتا اور آئینہ دل میں اس برگزیدہ رہنما کا عکس لطیف جلوہ نما ہوتا۔ کان جب ذکر محبوب سے آشناء ہوتے تو گردنیں ان کے قدموں میں عقیدتاً جھک جاتیں۔

شری فتح چند نسیم ڈیرہ اسماعیل خان

حوالہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 37

(30) قبلہ پوپلزئی کیا تھے۔ مولانا صاحب ایک نیک اور خداوند کریم کے پانچ وقت نماز گزار تھے اور چوبیس گھنٹوں میں بیس گھنٹے خداوند کریم اور اس کے بندوں کی بے لوث خدمت کرتے تھے۔

مجھے ان کے ساتھ ان کی آخری قید میں پشاور جیل میں قید گزارنے کا موقع ملا۔ مستقل مزاج اتنے تھے کہ ایک دن جیل کے سپرنٹنڈنٹ نے مولانا صاحب سے کہا کہ آپ اپنی چکی سے باہر نہ نکلا کریں۔ اور یہاں ہی اپنی مشقت پوری کر دیا کریں۔ مرحوم نے اپنی تمام قید جو کہ تین سال کی تھی اس کوٹھی میں گزار دی۔

کامریڈ سادھو سنگھ سوز

حوالہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945ء صفحہ نمبر 39

(31) کس لئے جھنڈے ہوئے ہیں سرنگوں
کس کے غم میں حال ہے اپنا زبوں
کان خوبی، معدن جود و سخا
مفتی اعظم وہ مرد باصفا

چیلا رام شوق سنٹرل جیل پشاور

حوالہ رائے عامہ پوپلزئی نمبر 8 جون 1945 ء صفحہ نمبر 49

(32) 257 کا لفظ (ہندسے) میرے مرشد حضرت مولانا (عبدالرحیم) پوپلزئی صاحب لکھا کرتے تھے۔ اس کے معنے ہیں۔ "انقلاب زندہ باد"

لالہ جوالہ داس دھون کا مکتوب عباد خان کے نام (جنہوں نے ان سے خط کے شروع میں 257 کے ہندسے لکھنے کی وجہ پوچھی تھی) از جوالہ داس دھاون فراش خانہ دہلی نمبر 6 مورخہ 56-5-26 مفتی سرحد کی گراں قدر علمی تخلیقات اور تحریروں میں سے بیشتر خانہ تلاشیوں اور امتداد زمانہ کی نذر ہو گئیں۔ کئی سال کی جدوجہد کے بعد اب تک جو نگارشات مل سکی ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔

(1) فتاویٰ پوپلزئی:۔ بے شمار فتاوی میں سے چند ایک دستیاب ہو گئے ہیں۔

(2) شعر ادب:۔ اردو، فارسی، عربی کی شاعری میں سے تقریباً 400 اشعار دستیاب ہو چکے ہیں۔

(3) امام الکلام فی مسلہ اذان خطبہ عندالامام:۔(عربی فتوے کا کتابچہ)

(4) مقدمہ (جنگ آزادی کی تصویر کا دوسرا رخ)

(5) عیدالضحیٰ اور قربانی کے احکام:۔(اردو)

(6) کتاب تولیت وقف:۔(اوقاف کی نگرانی کے احکامات): یہ ایک معرکۃ آرا تحقیقی کتاب ہے۔ کتاب کے آخر میں حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن مفتی دارالعلوم دیوبند، شیخ الحدیث والفقہ مولانا انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، علامہ سید سلیمان ندوی، حضرت مولانا معین الدین اجمیری، مولانا احمد سعید صاحب، مولانا احمد علی لاہوری، مفتی عبدالحکیم پوپلزئی اور دیگر کئی مقتدر علماء کرام نے شاندار تقاریظ لکھی ہیں۔

(7) عربی صرف ونحو:۔(ابتدائی زبان دانی)

(8) حواشی نحو وغیرہ (شرح ابیات، حوالہ: کتاب بالشمۃ، حاجی عبدالغفور فوفل، پسران تاجران کتب قندھار افغانستان)

(9) حواشی شرح جامی (حوالہ: کتاب سوال باسولی 1409ھ مرتب مولانا وسیم گل صاحب مکتبہ حقانیہ محلّہ جنگی پشاور وغیرہ) حواشی شرح وقائع، حواشی مختصر المعانی وغیرہ۔

(10) خطبات ومقالات (کتاب عوامی جدوجہد آزادی میں شائع ہو چکے ہیں)

(11) کتاب روداد وفد علماء صوبہ سرحد۔ مولف: عبدالرحیم پوپلزئی۔